یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم هیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے هیں.

منجانب.



سبیلِ سکینه

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

انتخاب طبری

مولانا سید صفدر حسین قبلہ نجفی

امامیہ پبلیکیشنز
پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخابِ طبری

مرتبہ

مولانا سیّد صفدر حسین قبلہ نجفی

ناشر

امامیہ پبلیکیشنز

35- حیدر روڈ اسلام پورہ ◎ لاہور۲ پاکستان

نام کتاب ———— انتخاب طبری

مرتب و مترجم ———— مولانا سیّد صفدر حسین نجفی

ناشر ———— امامیہ پبلیکیشنز لاہور (پاکستان)

پرنٹر ———— ناصر پرنٹرز لاہور

کتابت ———— دارالکتابت حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

قیمت ————

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

تاریخ کی اہمیت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ تاریخ ہی کی وساطت سے تو ہم اپنے لیے نئی راہیں متعین کرتی ہیں۔ تاریخ ہی کی بدولت نئی نسل اپنے آباء و اجداد کے کارناموں اور حالات سے آگاہی حاصل کرتی ہے۔ اور دنیا میں گزرے ہوئے اہم اور سبق آموز واقعات سے اپنے لیے راستہ متعین کرتی ہے

اکثر مورخین کوشش کرتے ہیں کہ جانبدار رہیں مگر پھر بھی پسندیدگی و ناپسندیدگی کی بنا پر واقعات کو بگاڑ دیتے ہیں یا توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں یا تعصب کی بنا پر صرف نظر کرتے ہیں۔

تاریخ نگار پر یہ فرض بلکہ پابندی عائد ہوتی ہے کہ تاریخی حقائق کے پیش نظر حالات و واقعات کو رقم کرتے وقت عملی طور پر غیر جانبدار رہے اور خواہ واقعات اس کی اپنی ہی ذات کی نفی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ وہ ان سے سرمو تجاوز نہ کرے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں جانب دارانہ واقعات کا مطالعہ کرنے سے ذہنی پراگندگی کا شکار نہ ہوں اور راہ راست سے نہ ہٹ جائیں۔

تاریخ کا قاری جب تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتا ہے تو دو نظریات یا دو راستے واضح صورت میں سامنے آتے ہیں۔ ایک محمدؐ و آلِ محمدؐ کا راستہ اور دوسرا سقیفہ کا۔ قبلہ مولانا سید صفدر حسین نجفیؒ علمائے اثناء عشری میں ایک مقتدر و معلم اسلام کی حیثیت سے تعارف کے محتاج نہیں ہیں مرحوم نے دینی و فکری وابستگی ہی کی بدولت بہت سے ایسے کارہائے نمایاں جو محمدؐ و آلِ محمدؐ راستے سے آگاہی حاصل کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ انجام دیئے ہیں

قبلہ مولانا سید صفدر حسین نجفیؒ نے تاریخ اسلام پر مبنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ طبری سے انتخاب پیش کر کے قارئین کو دعوتِ فکر دی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کو تلاش کریں اور اپنی زندگیوں کو ان ذوات مقدسہ کہ جن کے لیے خالق کائنات نے ہر شے کو خلق کیا ہے کی سیرت کے مطابق ڈھالیں اور ان کی سنت اور تاکیدی راستے اور نقش قدم پر چل کر دنیاوی و اخروی نجات حاصل کریں۔

ہم پنجتن پاکؑ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعاگو ہیں کہ خداوند متعال مولانا مرحومؒ کو اجرِ عظیم سے نوازے اور اُن کے درجاتِ عالیہ میں اضافہ کرے اور ہمیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بنائے ہوئے راستے پر ثابت قدم رکھے اور حق بات کہنے کی جرأت اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

مَا توفیقی اِلّا باللہ

آپ کی آرا کا منتظر

ادارہ

پیش لفظ

تاریخ کی اہمیت کا کوئی بھی عقل مند منکر نہیں۔ تاریخ سے ہی مذاہب عالم پر روشنی پڑتی ہے۔ تاریخ سے اچھے اور بُرے کردار سامنے آتے ہیں۔ تاریخ سے ہی وعظ و نصیحت اور درس عبرت حاصل ہوتا ہے، اور تاریخ کے آئینہ میں ہی حق و باطل کے درمیان امتیاز کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تاریخ لکھنے والے بادشاہانِ وقت اور اپنے مخصوص عقائد کی بنا پر تاریخ کو مسخ نہ کریں، لیکن عموماً ہوتا یہی رہا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کا مقدمہ حصہ تاریخ پر مشتمل ہے۔ تاہم حقیقت پسند نفوس ان ہی مسخ شدہ تاریخوں سے ذہن رسا کی مدد سے حقیقت سے آشنا ہوتے رہے ہیں۔ میری گوناگوں مصروفیات اس کی اجازت تو نہیں دیتیں کہ میں تصنیف و تالیف یا تراجم کی طرف متوجہ ہو سکوں لیکن کبھی کبھی وقت نکال کر کچھ سرمایہ آخرت اکٹھا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں نہ معلوم کیوں ایک عرصہ سے مجھے یہ شوق لاحق ہوا کہ میں تاریخ طبری سے اہم واقعات اپنے ذوق کے مطابق ایک جگہ جمع کر دوں تاکہ نوجوان نسل ایک تو مسلمانوں کی تاریخ سے واقف ہو سکے اور دوسرا وہ خود یہ فیصلہ کر سکے کہ دو مکتبِ فکر جو زمانہ رسالتؐ سے چلے آ رہے ہیں اور وہ مختلف افراد کو دین فہمی کا ماخذ قرار دیتے ہیں اور عقیدت کے لحاظ سے بھی ایک ایک طرف مائل ہیں ان میں سے کس گروہ کے بزرگان واقعتاً دین سے محبت رکھتے اس پر عمل کرتے اور دین پر جب وقت پڑتا تو ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ شاید تاریخ کا نیا طالب علم اس طرف متوجہ نہ ہو تو میں ذرا تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ اعلان رسالتؐ کے وقت دو اہم ترین خاندان ایک دوسرے کے مدمقابل نظر آتے ہیں۔ ایک سرکار رسالتؐ کا خاندان بنی ہاشم کہ جن کے روح رواں حضرت ابو طالبؑ تھے اور دوسرا بنو امیہ کا خاندان جن کا راس و رئیس ابو سفیان ہے۔ یہ خاندان بنو امیہ اگرچہ بظاہر بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ بھی فتح مکہ کے بعد، تاہم ان کی خاندانِ بنو ہاشم سے رقابت اور دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ بہر حال قاری نے تاریخ کی روشنی میں اس انتخاب سے خود فیصلہ کرنا ہے کہ جناب ابو طالبؑ، ان کے فرزند علی ابن ابی طالبؑ ان کے پوتے

جناب حسنؑ و حسینؑ اور دیگر اس خاندان کے افراد اور ان سے وابستہ شخصیات اور ان کے مقابلہ میں ابوسفیان اس کا بیٹا معاویہ، اس کا بیٹا یزید اور دیگر افراد خاندان بنوامیہ یا وہ لوگ جو جناب ابوطالبؑ کی اولاد کے ساتھ کسی بھی مرحلہ میں مدمقابل رہے ہیں ان میں سے کس کو اسلام کے ساتھ، رسول اسلامؐ کے ساتھ، قوانین اسلام کے ساتھ کتنا کتنا لگاؤ تھا تاکہ ایک غیر جانبدار منصف خود بہ خود یہ فیصلہ کر سکے کہ حق و حقیقت کس طرف تھی تاکہ وہ اپنا عقیدہ بھی صحیح کر سکے اور دین فہمی کے مراکز کا تعین بھی کر لے۔ میں نے نہ کہیں حاشیہ لگایا ہے نہ اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں صرف عبارت کو مربوط کرنے کے لیے ایک آدھ جملہ قوسین کے درمیان لکھ دیا ہے زیادہ تر میں نے نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی سے چھپے ہوئے اردو ترجمہ کو نقل کیا ہے جہاں مجھے معلوم ہوا مترجم نے ترجمہ صحیح نہیں کیا یا بعض چیزیں اس سے رہ گئی ہیں تو ایسے میں میں نے تاریخ طبری کے اس عربی متن سے مدد لی ہے جو فرانسیسی زبان کی فہرست اور حواشی سے مزین ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں فرانس سے طبع ہوئی ہے۔ کہیں کہیں میں نے ترجمہ کی نوک پلک صحیح کی ہے چونکہ تراجم پرانی زبان میں کیے گئے ہیں۔ شیعہ حضرات سے معذرت خواہ ہوں ہو سکتا ہے کہ بعض روایات شیعہ عقائد سے متصادم ہوں جنھیں میں نے بعض وجوہات سے اسی طرح رہنے دیا ہو، جن بزرگوں نے اردو ترجمے کیے ہیں انھوں نے اکثر عنوانات از خود متعین کیے ہیں۔ بعض مواقع پر مجھے مجبوراً عنوان بدلنے پڑے۔ مثلاً بعض ایسے افراد جو دشمنانِ آلِ محمدؐ میں سے تھے اور ان کے لیے خواہ مخواہ اچھے عنوان قائم کیے گئے یا بعض افراد جو موالیان خاندان رسالت میں سے تھے اور ان کے لیے بُرے عنوان مقرر ہوئے تھے۔ مثلاً جناب عمار بن یاسر، عثمان بن حنیف، مالک بن حارث اشتر، محمد بن ابوبکر جس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ مقصد میرا صرف یہ ہے کہ ذوق سلیم رکھنے والا انسان خود بخود حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ طبری میں سے واقعات کا انتخاب کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو مفصل تاریخ ہے اور دوسرا ان تواریخ میں سے ہے جو ابتدائی زمانوں میں لکھی گئیں اور تیسرا یہ کہ یہ تاریخ برادرانِ اہل سنت کے نزدیک بھی معتبر ترین تاریخ ہے جیسا کہ جناب مولانا مودودی صاحب کے آئندہ ذکر شدہ بیانات سے واضح ہوتا ہے میں نے جو کچھ کیا ہے اس سے کتنا فائدہ ہوتا ہے اس کا صحیح فیصلہ قارئین ہی کر سکیں گے۔

والسّلام

سیّد صفدر حسین نجفی

علامہ طبری اور ان کی تاریخ

مولانا مودودی کی نظر میں

ابن جریر طبری

دوسرے ابن جریر طبری ہیں۔ جن کی جلالت قدر بحیثیت مفسر، محدّث، فقیہ اور مورخ مسلم ہے۔ علم و تقویٰ دونوں کے لحاظ سے ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا ان کو قضا کا عہدہ پیش کیا گیا اور انھوں نے انکار کر دیا۔ دیوان المظالم کی صدارت پیش کی گئی اور اس کو بھی انھوں نے قبول نہ کیا امام ابن خزیمہ ان کے متعلق کہتے ہیں۔ ما اعلم علی ادیم الارض اعلم من ابن جریر (میں اس وقت روئے زمین پر ان سے بڑے کسی عالم کو نہیں جانتا) ابن کثیر کہتے ہیں۔ کان احد ائمۃ الاسلام علما وعملاً بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ (وہ کتاب وسنت کے علم اور اس کے مطابق عمل کے لحاظ سے ائمہ اسلام میں سے تھے) ابن حجر کہتے ہیں۔ من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین (وہ بڑے اور قابل اعتماد ائمہ اسلام میں سے تھے) خطیب بغدادی کہتے ہیں احد ائمۃ العلماء یحکم بقولہ ویرجع الی رأیہ لمعرفتہ وفضلہ وقد جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اہل عصرہ (وہ ائمہ علماء میں سے ہیں ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وُہ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے اس لائق ہیں۔ علوم میں ان کی جامعیت ایسی تھی کہ ان کے ہم عصروں میں کوئی ان کا شریک نہ تھا) ابن الاثیر کہتے ہیں۔ ابوجعفر اوثق من نقل التاریخ (ابوجعفر تاریخ نگاروں میں سب سے بھروسے کے لائق ہیں) حدیث میں وہ خود محدّث مانے جاتے ہیں۔ فقہ میں وہ خود ایک مستقل مجتہد تھے اور انکا مذہب اہل السنتہ کے مذاہب ہی میں شمار ہوتا ہے۔ تاریخ میں کون ہے جس نے ان پر اعتماد نہیں کیا ہے خصوصیت کے ساتھ دور فتنہ کی تاریخ کے معاملہ میں تو محققین انھی کی آرا پر زیادہ تر بھروسہ کرتے ہیں۔ ابن الاثیر اپنی تاریخ الکامل کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "اصحاب رسولؐ اللہ کے مشاجرات کے معاملہ میں میں نے ابن جریر طبری پر ہی دوسرے تمام مورخین کی بہ نسبت زیادہ اعتماد کیا ہے کیونکہ ہوالامام المتقین حقاً الجامع علماً وصحۃ اعتقاد وصدقا"۔ ابن کثیر بھی اس دور کی تاریخ میں انھی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے شیعی روایات سے بچتے ہوئے زیادہ تر ابن جریر پر اعتماد کیا ہے۔ "فانہ من ائمۃ ہذا الشان" ابن خلدون بھی جنگ جمل کے واقعات بیان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ میں نے واقعات کا یہ ملخص دوسرے مؤرخین کو چھوڑ کر طبری کی تاریخ سے لیا ہے۔

کیونکہ وہ زیادہ قابل اعتماد ہے اوران خرابیوں سے پاک ہے جو ابن قتیبہ اور دوسرے مؤرخین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ابن خلدون کے الفاظ یہ ہیں۔ اعتمدناہ للوثوق بہ وللسلامتہ من الاہواء الموجودۃ فی کتب ابن قتیبہ وغیرہ من المؤرخین بعض فقہی مسائل اور حدیث غدیر خم کے معاملہ میں شیعہ مسلک سے اتفاق کی بنا پر بعض لوگوں نے خواہ مخواہ انھیں شیعہ قرار دے ڈالا اور ایک بزرگ نے تو ان کو امام من ائمہ الامامیہ تک قرار دے دیا۔ حالانکہ ائمہ اہل السنتہ میں کون ہے جس کا کوئی قول بھی کسی فقہی مسئلے یا کسی حدیث کی تصحیح کے معاملہ میں شیعوں سے نہ ملتا ہو۔ امام ابن تیمیہ کے متعلق تو سب جانتے ہیں کہ جس شخص میں شیعیت کی بو بھی ہو وہ اس کو معاف نہیں کرتے۔ مگر محمد بن جریر طبری کی تفسیر کے متعلق وہ اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں کہ تمام متداول تفاسیر میں ان کی تفسیر صحیح ترین ہے۔ ولیس فیہ بدعتہ دراصل سب سے پہلے حنابلہ نے ان پر رفض کا الزام اس غصّے کی بنا پر لگایا تھا کہ وہ امام احمد بن حنبل کو صرف محدث مانتے تھے فقیہ نہیں مانتے تھے۔ اسی وجہ سے حنبلی ان کی زندگی ہی میں ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان کے پاس جانے سے لوگوں کو روکتے تھے اور ان کی وفات کے بعد انھوں نے مقابر مسلمین میں ان کو دفن تک نہ ہونے دیا۔ حتی کہ وہ اپنے گھر پر دفن کیے گئے اسی زیادتی پر امام ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ " لقد ظلمتہ الحنابلتہ اس کے بعد ان کی بدنامی کا ایک سبب یہ بھی ہوا۔ انھی کے ہم عصروں میں ایک اور شخص محمد بن جریر الطبری کے نام سے معروف تھا اور وہ شیعہ تھا۔ لیکن کوئی شخص جس نے کبھی آنکھیں کھول کر خود تفسیر ابن جریر اور تاریخ طبری کو پڑھا ہے اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہو سکتا کہ ان کا مصنف شیعہ تھا یا یہ دونوں کتابیں اس شیعی محمد بن جریر الطبری کی لکھی ہوئی ہیں۔

ماخوذ از خلافت وملوکیت مولانا مودودی
صفحہ ۳۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب ۱

حضرت محمد صلعم کا شجرۂ نسب

رسول اللہ صلعم کا اسم گرامی محمدؐ ہے اور آپ جناب عبداللہ بن عبد المطلبؑ کے بیٹے ہیں۔ یہ عبداللہ رسول اللہؐ کے والد اپنے باپ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ یہ عبداللہ، زبیر اور عبد مناف (یعنی جناب ابوطالبؑ) جناب عبدالمطلبؑ کے بیٹے ایک ماں سے تھے ان کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تھیں۔

عبدالمطلبؑ کی نذر ایک عورت نے یہ نذر کی کہ اگر میں یہ کام کروں تو میں کعبہ کے پاس اپنے بیٹے کی قربانی کروں گی۔ اس کام کو وہ کر گزری تو مدینہ آئی تاکہ اپنی نذر کے متعلق شرعی حکم معلوم کرے پہلے وہ عبداللہ بن عمر کے پاس آئی۔ اس نے اس عورت سے کہا کہ نذر کے متعلق مجھے اللہ کا صرف یہی حکم معلوم ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ اس عورت نے کہا تو کیا میں اپنے بیٹے کی قربانی کردوں۔ ابن عمر نے صرف یہ جواب دیا کہ اللہ نے اس بات کی ممانعت کی ہے کہ تم اپنی جانوں کو قتل کرو۔ اس جواب سے تشفی نہ پاکر وہ عبداللہ بن عباس کے پاس آئی اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ انھوں نے کہا ایک طرف اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی نذر کو پورا کرو اور قتلِ نفس کی ممانعت کی ہے۔ البتہ عبدالمطلب بن ہاشم نے نذر مانی تھی کہ جب ان کے دس لڑکے ہوجائیں گے تو وہ ان میں سے ایک کو قربان کردیں گے، چنانچہ جب یہ تعداد پوری ہوگئی تو انھوں نے قرعہ اندازی کی، اور قرعہ جنابؑ عبداللہ بن عبدالمطلب کے نام نکلا۔ چونکہ عبدالمطلبؑ، عبداللہؑ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ انھوں نے کہا خداوندا عبداللہؑ کی قربانی قبول ہے یا سو اونٹ؟ یہ کہہ کر اب انھوں نے عبداللہ اور اونٹوں میں قرعہ اندازی کی تو اس مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔

جناب عبداللہؑ کا نکاح ابن عباس کی روایت ہے کہ جب عبدالمطلبؑ عبداللہؑ کو لے کر ان کی شادی کرنے چلے تو وہ بنی خثعم کی ایک کاہنہ فاطمہ بنت مُرّ کے پاس سے (جو اہل تبالہ کی ایک یہودی عورت تھی اور اس نے یہود کی بہت سی مذہبی کتابیں پڑھی تھیں) گزرے تو اس نے عبداللہؑ کے چہرے پر ایک خاص نور دیکھا اور ان سے کہا کہ اے نوجوان! اگر تو اس وقت مجھ سے مباشرت کرتا ہے تو میں تجھے سو اونٹ دیتی ہوں۔

جناب عبداللہؑ نے فرمایا اما الحرام فالممات دونہ والحل لاحل فاستبینہ فکیف بالامر الذی تبغینہ ترجمہ حرام تو ہو نہیں سکتا اس سے تو موت بہتر ہے اور حلال کی پہ شکل نہیں لہذا جو تم چاہتی ہو وہ بات کیسے ہو؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ میں تو اس وقت اپنے باپ کے ساتھ ہوں اور کسی طرح ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ عبدالمطلبؑ انھیں اپنے ساتھ لیے ہوئے چلے گئے اور انھوں نے آمنہ بنت وہب بن عبدالمناف بن زہرہ سے جناب عبداللہؑ کی شادی کر دی تین دن حضرت عبداللہؑ جناب آمنہ کے پاس رہے پھر پلٹے اور اب پھر اس خشعمیہ عورت کے پاس سے گذرے جس نے ان سے مباشرت کی خواہش کی تھی اور کہا کیا اب بھی اس بات کی خواہاں ہو تو اس نے کہا اے جوانمرد! میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں میں نے تو آپ کے چہرے میں ایک نور دیکھا تھا میری خواہش تھی کہ وہ نور مجھ میں آجائے مگر اللہ کو یہ بات منظور نہ تھی کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہو اس نے جہاں مناسب سمجھا اسے ودیعت کر دیا یہ بتاؤ کہ آپ نے یہاں سے جا کر کیا کیا تھا۔ جناب عبداللہؑ نے فرمایا کہ میرے باپ نے میری شادی آمنہ بنت وہب سے کر دی ہے اور میں تین دن تک اس کے ساتھ مقیم رہا ہوں اس پر اس عورت نے چند اشعار اس سلسلہ میں کہے۔

جناب عبداللہ کا انتقال

زہری کہتے ہیں کہ عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ کسی نے آمنہ بنت وہب سے ان کے حسن وجمال کی تعریف کی اور یہ بھی کہا کہ اگر جی چاہے تو ان سے شادی کر لو (گذشتہ بیان کے مطابق) آمنہ نے جناب عبداللہؑ سے شادی کر لی۔ عبداللہؑ نے ان سے مباشرت کی اور رسول اللہ صلعم ان کے بطن میں بشکل حمل مستقر ہوئے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہم تمام ارباب سیر اس بات پر متفق ہیں کہ عبداللہ بن عبدالمطلبؑ قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام سے مدینہ آئے چونکہ وہ بیمار تھے اس لیے مدینہ میں ٹھہر گئے اور اسی قیام کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوگیا اور ان کا نالبغہ یا تابعہ کے گھر کے اس چھوٹے کمرے میں (کہ اگر آپ اس میں اپنی بائیں طرف سے داخل ہوں تو ملتا ہے) دفن ہوئے۔ اس خبر کے متعلق ہمارے ارباب سیر میں کوئی اختلاف نہیں۔

عبدالمطلب بن ہاشم

عبدالمطلبؑ کا نام شیبہ تھا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے سر میں سفید بال تھے روایت ہے کہ ہاشم بن عبدمناف نے بنو عدی بن نجار کی ایک شریف زادی سے جس کی اپنے منگیتر وں سے یہ شرط تھی کہ وہ اپنے میکے ہی میں رہے گی شادی کی اور اس کے بطن سے شیبۃ الحمد ہاشم کا لڑکا پیدا ہوا اس کی اپنے ننھیال میں عزت و محبت سے پرورش ہوئی ایک مرتبہ وہ انصار کے نوجوانوں کے ساتھ تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا جب اس کا تیر نشانہ پر لگ جاتا تو وہ اظہار فخر میں کہتا میں ہاشم کا بیٹا ہوں ایک راہگیر نے اس کی یہ بات سن پائی تو اس نے مکہ آکر اس کے چچا مطلبؑ بن عبدمناف سے کہا میں مدینہ میں بنو قیلہ کے احاطہ سے گذر رہا تھا میں نے وہاں اس شکل وصورت کا ایک نوعمر لڑکا دیکھا جو دوسرے اپنے ہم عمروں سے نشانہ بازی

کر رہا تھا اور وہ اپنے کو آپ کے بھائی کا بیٹا کہتا تھا آپ کے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ آپ اس جیسے لڑکے کو اس غربت و مسافرت میں رہنے دیں

عبدالمطلبؑ کی وجہ تسمیہ مطلبؑ مکہ سے چل کر مدینہ آئے انھوں نے اپنی سواری پر سارے شہر کا چکر لگایا کسی نے ان کو شیبہ کی ماں کا پتہ بتایا۔ مطلبؑ نے جب تک شیبہ کے لیے اجازت نہ لے لی اس کی ماں کا پیچھا نہ چھوڑا ان کی اجازت سے پھر وہ اسے لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ چونکہ مطلبؑ نے اسے اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا اس لیے ان کا جو ملاقاتی راستہ میں ان کو ملا اور اس نے اس لڑکے کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہے مطلب نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اسی لیے شیبہ کا نام عبدالمطلبؑ ہو گیا۔

ہاشم بن عبد مناف ہاشم کا نام عمرو تھا۔ ہاشم اس لیے مشہور ہو گیا کہ مکہ میں سب سے پہلے انھوں نے روٹیوں کو شوربے میں توڑ کر اپنی قوم کو کھلایا تھا۔ ان کی قوم قریش قحط اور افلاس کی سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ آپ فلسطین گئے اور وہاں سے بہت سا آٹا لے کر مکہ آئے اس کی روٹیاں پکوائیں اور بہت سے جانور ذبح کر کے اس کا قورمہ تیار کیا اور روٹیوں کو اس میں توڑ کر انھوں نے اپنی قوم کی دعوت کی۔

ہاشم پہلے شخص ہیں جنھوں نے قریش کے لیے سال میں دو سفر جاڑے اور گرمی کے مقرر کیے۔

ہاشم اور عبد شمس بیان کیا گیا ہے کہ ہاشم اور عبد شمس جڑواں پیدا ہوئے تھے جو پہلے پیدا ہوا تھا اس کی ایک انگلی دوسرے کی پیشانی سے چمٹی ہوئی تھی۔ اس لیے ان کو کاٹ کر دونوں کو علیحدہ کیا گیا اس قطع کرنے سے خون بہا تو اس پر یہ شگون لیا گیا کہ ان کے درمیان خونریزی ہوتی رہے گی اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم کعبہ کے متولی ہوئے اور حاجیوں کے لیے پانی اور قیام کا انتظام ان سے متعلق ہوا۔

ہاشم اور امیہ میں منافرت جب ہاشم نے اپنی قوم کی دعوت کی تو اس پر امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے دل میں ان کی طرف سے حسد پیدا ہوا۔ یہ بھی دولت مند تھا۔ اس نے اگرچہ بڑے اہتمام سے اپنی قوم کی ویسی ہی دعوت کی مگر وہ بات نہ بنی جو ہاشم سے بن آئی تھی۔ قریش کے بعض لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا جس سے وہ سخت برہم ہوا اور ہاشم کا دشمن ہو گیا۔ اور مطالبہ کیا کہ اس کے متعلق پنچایت سے فیصلہ لیا جائے ہاشم نے اپنی بزرگی اور عزت کی وجہ سے اس بات کو برا سمجھا مگر قریش نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور انھیں جوش دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا تو ہاشم نے کہا کہ میں اس شرط پر اس معاملہ کو پنچایت کے سپرد کرتا ہوں کہ تم کو سیاہ گردن والی پچاس اونٹنیاں مکہ کی تلہٹی میں ذبح کرنا پڑیں گی اور دس سال کے لیے مکہ سے ترک سکونت کرنا پڑے گی۔ امیہ نے یہ شرط مان لی اور اب دونوں نے کاہن خزاعی کو اپنے

درمیان حکم بنایا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا۔ ہاشم نے امیہ سے اونٹنیاں لے کر ان کو ذبح کیا اور حاضرین کی اس سے دعوت کی امیہ شام چلا گیا اور دس سال وہاں رہا۔

ہاشم اور امیہ کے درمیان عداوت کا یہ پہلا واقعہ تھا۔

بابِ ۲

حضرت رسولِ اکرمؐ

پرورش واقعہ فیل کے آٹھ سال بعد جناب عبدالمطلبؑ فوت ہو گئے چونکہ ابوطالبؑ اور رسول اللہؐ کے والد عبداللہؑ حقیقی بھائی تھے اس لیے عبدالمطلبؑ نے اپنے بعد رسول اللہؐ کی پرورش اور ولایت ابوطالبؑ کے سپرد کی تھی اور حسن سلوک کی انھیں وصیت کی تھی۔ چنانچہ ان کے بعد ابوطالبؑ رسول اللہؐ کے ولی تھے۔ آپؐ انھیں کے پاس اور ساتھ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ابوطالبؑ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام جانے لگے جب قافلہ کی روانگی کا وقت آیا اور وہ جانے کے لیے تیار ہو گئے تو رسول اللہؐ ان سے لپٹ گئے۔ ابوطالبؑ کو رسول اللہؐ پر رحم آیا اور انھوں نے کہا۔ خدا کی قسم! میں انھیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤنگا اور اب آیندہ کبھی ان کو اپنے سے علیحدہ نہ رکھونگا۔

بحیرا راہب چنانچہ وہ رسول اللہؐ کو ساتھ لے کر قافلہ میں روانہ ہو گئے۔ یہ قافلہ شام کے علاقہ میں بصریٰ کے مقام پر فروکش ہوا۔ یہاں بحیرا نامی ایک راہب اپنی خانقاہ میں رہا کرتا تھا۔ یہ نصرانیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ ہمیشہ سے اس خانقاہ میں جو راہب ہوتا تھا اسے وراثتاً علم کتابی ملتا رہتا۔ جب یہ قریش کا قافلہ اس سال اس کے ہاں فروکش ہوا۔ بحیرا نے ان کے لیے بہت سا کھانا پکوایا اور یہ اس لیے کہ اس نے اپنے صومعہ سے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا عام لوگوں کو چھوڑ کر صرف آپ پر سایہ فگن چلا آتا ہے جب یہ قافلہ اس کے قریب آکر ایک درخت کے سایہ میں اترا۔ اس نے اس بدلی کو دیکھا کہ اس نے درخت کی شاخوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ ڈالنے کے لیے جھکا دیا ہے اور اب وہ پورے سایہ کے نیچے فروکش ہیں۔ یہ دیکھ کر بحیرا اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور سب کو اس نے اپنے ہاں دعوت دی۔ رسول اللہؐ پر

نظر پڑتے ہی اس نے آپؐ کو غور سے دیکھنا شروع کیا اور ان نشانیوں کی مطابقت کرنے کے لیے جو اس کو پہلے سے معلوم تھیں ۔ وہ آپؐ کے جسم کو بغور دیکھنے لگا ۔ جب تمام قافلہ کھانے سے فارغ ہو کر چلا گیا۔ اس نے رسول اللہؐ سے ان کی حالت بیداری اور خواب کی کیفیت دریافت کی آپؐ نے اسے بتانا شروع کیا یہ باتیں ان صفات کے عین مطابق تھیں جو اسے پہلے سے معلوم تھیں اس کے بعد اس نے آپؐ کی پشت مبارک دیکھی تو دونوں شانوں کے درمیان اسے مہر نبوت نظر آئی اس نے ابو طالبؑ سے کہا۔ یہ لڑکا آپؑ کا نہیں معلوم ہوتا انھوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے ۔ بحیرا نے کہا یہ ہرگز آپؑ کا بیٹا نہیں ہے اور اس بچہ کا باپ تو اس وقت زندہ بھی نہیں ہونا چاہیے ۔ ابو طالبؑ نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے ۔ بحیرا نے کہا۔ اس کا باپ کیا ہوا ؟ ابو طالبؑ نے کہا ابھی یہ لڑکا بطن مادر ہی میں تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا ۔ بحیرا نے کہا بالکل ٹھیک ہے ۔ اچھا آپؑ اسے اپنے گھر لے جائیں اور یہودیوں سے اس کی حفاظت کریں اگر وہ اسے دیکھ پائیں گے اور وہ علامات جن کو میں نے شناخت کر لیا ہے انھوں نے بھی شناخت کر لیں تو وہ ضرور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے یہ ایک عظیم انسان ہونے والا ہے آپؑ فوراً اسے اس کے گھر لے جائیں ۔ یہ سن کر ابو طالبؑ آپؐ کو لے کر فوراً روانہ ہو گئے اور آپؐ کو مکہ لے آئے ۔ ہشام بن محمد کا کہنا ہے کہ جب ابو طالبؑ رسولؐ اللہ کو لے کر بصریٰ علاقہ شام آئے تھے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن شریف نو سال کا تھا ۔

بحیرا راہب کی پیشین گوئی

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ ابو طالبؑ شام روانہ ہوئے ۔ رسول اللہؐ قریش کے اور شیوخ کے ہمراہ ان کے ساتھ ہوئے جب ان کو وہ راہب نظر آیا یہ اتر پڑے اور انھوں نے اپنے کجاوے کھول دیے ۔ اس مرتبہ وہ راہب ان کے پاس آیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اس کے پاس سے گزرتے تھے ۔ وہ نہ کبھی ان کے پاس آتا تھا اور نہ التفات کرتا تھا یہ اپنے کجاوے کھول رہے تھے کہ وہ راہب ان میں آ کر مل گیا اور لوگوں کو دیکھنے لگا ۔ یہاں تک کہ اس نے رسول اللہؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا یہ تمام عالم کا سردار ہے یہ رب العالمین کا رسول ہے ۔ اسے اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین کر کے مبعوث کرنے والا ہے ۔ قریش کے شیوخ نے اس سے پوچھا تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی ؟ اس نے کہا جب سے تم گھاٹی سے برآمد ہوئے کوئی درخت یا پتھر ایسا نہ تھا جو سجدے میں نہ گر پڑا ہو اور جمادات و نباتات صرف نبی کے سامنے ہی سجدہ کرتے ہیں دوسرے میں اس مہر نبوت سے بھی جو سیب کے برابر ان کے شانے کے جوڑ کے نیچے واقع ہے اس بات کو جانتا ہوں ۔

رومی وفد اور بحیرا

راہب اپنی خانقاہ سے آیا یہاں آکر اس نے ان کے لیے کھانا پکوایا اور اسے ان کے پاس لے کر آیا۔ اس وقت رسول اللہؐ اونٹ چرا رہے تھے۔ راہب نے قریش سے کہا کہ اسے بلواؤ۔ جب آپؐ آرہے تھے اس وقت بھی ایک بدلی آپؐ پر سایہ فگن تھی۔ راہب نے کہا دیکھو بدلی اس پر سایہ کر رہی ہے۔ جب آپؐ اپنی جماعت کے پاس آئے آپؐ نے دیکھا کہ درخت کا تمام سایہ قریش نے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے مگر جب آپؐ بیٹھے تو درخت کا سایہ بڑھ کر آپؐ پر بھی آگیا۔ راہب نے کہا دیکھ لو۔ درخت کا سایہ بھی آپؐ پر جھک پڑا ہے۔ راہب اب تک کھڑے کھڑے ان کو اللہ کا واسطہ دے کر سمجھا رہا تھا کہ تم اس بچہ کو روم نہ لے جاؤ کیونکہ اگر وہ اسے دیکھ پائیں گے تو شناخت کریں گے اور انھیں قتل کر دیں گے یہ کہہ کر اس نے مڑ کر دیکھا تو وہاں سات آدمی روم کے فرستادے موجود تھے۔ راہب نے خود ہی سبقت کر کے ان سے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ ایک نبی اس ماہ میں خروج کرنے والا ہے ہر راستے کے ناکے پر پہرے متعین کر دیے گئے ہیں اور ہم کو اچھا سمجھ کر آپ کی اس سمت بھیجا گیا ہے۔ راہب نے کہا کیا جن لوگوں کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو ان میں سے کوئی تم سے بہتر رہ گیا ہے انھوں نے کہا نہیں ہمیں سب سے بہتر سمجھ کر ہی آپ کے اس راستہ پر بھیجا گیا ہے اس نے کہا اچھا تم اس بات سے واقف ہو کہ اگر اللہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلے تو کسی میں یہ مجال ہے کہ اسے نہ ہونے دے۔ انھوں نے کہا کہ ہرگز نہیں اب وہ لوگ اس راہب کے تابع ہوگئے اور اسی کے پاس جا کر ٹھہر گئے۔

تجارت

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد نہایت شریف مالدار تاجر بی بی تھیں دوسرے لوگ ان کے مال کی تجارت کرتے تھے اور وہ منافع میں سے کچھ ان کو دیا کرتی تھیں۔ قریش تاجر قوم تھی جب جنابہ خدیجہ کو رسول اللہؐ کی راست گفتاری امانت اور نیک کرداری کا علم ہوا انھوں نے آپؐ کو بلوا بھیجا اور درخواست کی کہ آپؐ میرا مال تجارت لے کر شام جائیں میں اب تک دوسرے تاجروں کو منافع میں سے جس قدر حصہ دیا کرتی تھی اس سے بہت زیادہ آپؐ کو دوں گی اور اپنے غلام میسرہ کو بھی ساتھ روانہ کردوں گی آپؐ نے یہ تجویز منظور کرلی اور ان کا مال لے کر روانہ ہوئے حضرت خدیجہؑ کا غلام میسرہ بھی ساتھ ہوگیا دونوں شام آئے اور ایک راہب کی خانقاہ کے نزدیک ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے۔ اس راہب نے سر اٹھا کر میسرہ کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ شخص جو درخت کے نیچے اترا ہوا ہے کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اہل حرم کا ایک قریشی ہے۔ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے اللہ کے نبی کے اور کوئی شخص آج تک فروکش نہیں ہوا۔ رسول اللہؐ جو مال لاد کر لائے تھے یہاں ہی بیچ دیا

اور جو خریدنا تھا خرید لیا اور واپس مکہ پلٹ آئے جبکہ میسرہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھا۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ دوپہر اور سخت گرمی کے وقت میسرہ دیکھتا تھا کہ آپؐ اونٹ پر ہوتے تھے اور دو فرشتے آکر آپؐ کو تمازتِ آفتاب سے بچانے کے لیے سایہ کر لیتے ہیں آپؐ خدیجہؑ کے پاس مکہ آئے انھوں نے وہ مال جو آپؐ شام سے لائے تھے بیچا تو اس سے انھیں دو چند یا دو چند کے قریب نفع ہوا

حضرت خدیجہؑ سے رسول اللہؐ کی شادی

میسرہ نے حضرت خدیجہؑ سے راہب کا قول اور آپؐ پر فرشتوں کا سایہ کرنا جو دیکھا تھا بیان کیا جناب خدیجہؑ ایک تجربہ کار ہوش مند اور شریف خاتون تھیں نیز اللہ نے ان کی قسمت میں ایک اور کرامت اور سعادت بھی مقدر کی تھی۔ یہ سن کر انھوں نے رسول اللہؐ کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا۔

"اے میرے ابن عم! میں آپؐ کی قرابت، شرافت، نسب، امانت، حسن اخلاق اور راست بازی کی وجہ سے آپؐ کی گرویدہ ہوں میں آپؐ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

جناب خدیجہؑ اس زمانہ میں قریش میں سب سے زیادہ نجیب شریف اور دولت مند خاتون تھیں۔ ان کی تمام قوم کے اشخاص ان وجوہ کی بنا پر ان سے شادی کے متمنی تھے۔ جب انھوں نے رسول اللہؐ سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؑ آپ کے چچا آپ کے ہمراہ خویلد بن اسد کے پاس گئے اور اسے شادی کا پیغام دیا۔ انھوں نے حضرت خدیجہؑ کی رسول اللہؐ سے شادی کر دی۔

واقدی کے بقول عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ خدیجہؑ کی شادی ان کے چچا عمرو بن اسد نے رسول اللہؐ سے کی تھی اور ان کا باپ خویلد واقعہ فجار سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا۔

بعثت

ابن عباس سے مروی ہے کہ بعثت کے وقت رسول اللہؐ کی عمر چالیس سال تھی۔ انس بن مالک سے کئی سلسلوں سے مروی ہے کہ بعثت کے وقت آنحضرتؐ کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ ابن عباس ہی سے مروی ہے چالیس سال کی عمر میں آپؐ کی بعثت ہوئی اور اس کے بعد تیرہ سال تک آپؐ نے مکہ میں قیام کیا۔

قرآن کا جزو اول

ہشام بن محمد سے مروی ہے کہ سب سے پہلے سنیچر اور اتوار کی رات جبرئیل رسول اللہؐ کے پاس آئے اس کے بعد پھر دوشنبہ کے دن وہ اللہ عزوجل کا پیام لے کر آپ کی خدمت میں آئے وضو اور نماز بتائی اور اقرأ باسم ربک الذی خلق تعلیم کی اس دوشنبہ کو جب وحی آپؐ کے پاس آئی آپؐ پورے چالیس سال کے ہوئے تھے۔

پہلی مسلمان خاتون

جب اللہ عزّوجل نے اپنے نبی محمدؐ کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو اپنے رب کے اس انکار کی وجہ سے جس میں وہ عرصہ سے مبتلا چلے آتے تھے اور اپنے خالق اور رازق کی عبادت چھوڑ کر دوسرے معبودوں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور متنبہ کرنے کے لیے کھڑے ہوں اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار واعلان کریں۔ اللہ نے فرمایا۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ یہاں نعمت سے مراد ابن اسحاق کے قول کے مطابق کرامت اور فضیلت نبوت ہے۔ فحدث کے معنی یہ ہیں کہ اس کو بیان کرو اور اس کی دعوت دو۔ اس حکم کے مطابق اب آپ خفیہ طور پر صرف ان گھر والوں سے جن کے متعلق آپ کو اطمینان تھا اس احسان و انعام کا جو اللہ نے آپؐ پر اور آپؐ کے ذریعہ اپنے بندوں پر آپؐ کو نبوت دے کر کیا تھا ذکر کرنے لگے۔ اللہ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے آپؐ کی بیوی خدیجہؓ نے آپؐ کی تصدیق کی۔ وہ آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کے ساتھ ہوگئیں۔ واقدی کے بیان کے مطابق اس بات پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلی مسلم خاتون جس نے رسول اللہؐ کی دعوت کو قبول کیا وہ جناب خدیجہ رحمتہ اللہ علیہا بنت خویلد تھیں۔

نماز

ابو جعفر کہتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت کے اقرار اور بتوں، تماثیل اور جماثیل سے قطعی اظہار بے تعلقی کے بعد اللہ عزّوجل نے قوانین اسلام میں سب سے پہلے نماز کو فرض کیا۔

معراج

انس بن مالک سے مروی ہے جس وقت رسول اللہؐ کو نبوت ملی (جب اعلان نبوت کر چکے) آپؐ کے پاس دو فرشتے جبرئیل و میکائیل آئے۔ آپؐ کعبہ کے گرد سویا کرتے تھے اور قریش بھی کعبہ کے گرد ہی سویا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ ان میں سے کس کے متعلق حکم ہوا ہے پھر خود ہی دونوں نے کہا نہیں ان کے سب سے زیادہ شریف کے متعلق حکم ہے اب وہ چلے گئے اور پھر قبلہ کی جانب سے آئے اب یہ تین تھے انھوں نے رسول اللہؐ کو سوتا ہوا پایا انھوں نے . . . .

پھر وہ آپ کو اس نچلے آسمان پر لے کر چڑھ گئے۔ جبرئیل نے دروازہ کھلوایا اہل آسمان نے پوچھا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرئیل۔ پھر آسمان والوں نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا محمدؐ۔ اہل آسمان نے پوچھا کیا وہ مبعوث ہو چکے جبرئیل نے کہا ہاں۔ تب اہل آسمان نے ان کو خوش آمدید کہا اپنے ساتھ ان کے لیے بھی دعا کی۔

انبیاء کرام سے ملاقات

جب آپؐ آسمان میں داخل ہوئے وہاں آپؐ کو ایک بڑے بارعب اور تنومند شخص نظر آئے آپؐ نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپؐ کے دادا آدمؑ ہیں اس کے بعد آپؐ کو دوسرے آسمان پر لائے جبرئیل نے دروازہ کھلوایا یہاں بھی ان سے

وہی سوالات کیے گئے جو پہلے آسمان پر ہو چکے تھے۔ جبرئیلؑ نے بھی اسی طرح کے جوابات دیئے (یہ سوال و جواب تمام آسمانوں پر ہوتے چلے گئے) جب آپؐ دوسرے آسمان میں داخل ہوئے یہاں آپؐ کی دو شخصیتوں سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں آپؐ کے ننھیال کے بھائی ہیں۔

یہاں سے آپؐ تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں داخل ہوتے ہی ایک شخصیت سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کے بھائی یوسفؑ ہیں جن کو اللہ نے حسن میں تمام لوگوں پر اسی طرح فضیلت دی ہے جس طرح کہ ماہِ کامل کو دوسرے ستاروں پر فوقیت ہے۔ اب آپؐ چوتھے آسمان پر آئے یہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ ادریسؑ ہیں اور پھر جبرئیلؑ نے یہ آیت تلاوت کی "ورفعناہ مکاناً علیاً" "اور ہم نے اس کو (ادریس کو) بلند مکان پر پہنچایا"۔ یہاں سے آپؐ پانچویں آسمان پر تشریف لائے، ایک ہستی سے ملاقات ہوئی آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا ہارونؑ۔ آپؐ چھٹے آسمان پر آئے یہاں ایک برگزیدہ ہستی سے ملے۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپؐ کے باپ ابراہیمؑ ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ

اس کے بعد آپؐ جنت میں تشریف لے گئے وہاں ایک ایسی نہر ملی جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا اس کے دونوں طرف موتیوں کے محل تھے آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا "یہ کیا ہے؟" انھوں نے کہا یہی وہ کوثر ہے جو اللہ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے اور یہ محل آپؐ کی قیام گاہ ہیں۔ جبرئیلؑ نے وہاں سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر آپؐ کو دکھائی جس میں سے خالص مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ یہاں سے وہ سدرۃ المنتہیٰ چلے یہ گلاب بیری ہے جس کا بڑا پھل بڑے ڈول کے برابر ہوتا ہے اور جس کا سب سے چھوٹا دانہ انڈے کے برابر ہوتا ہے یہاں اللہ عزوجل سے آپؐ کو قرب نصیب ہوا اور ان میں دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس قدر قرب کی وجہ سے سدرۃ المنتہیٰ پر رنگا رنگ کے درِ شہوار یاقوت زبرجد اور موتیوں کی بارش ہونے لگی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے باتیں کیں تفہیم کی تعلیم دی الخ

انس کہتے ہیں کہ ایسی خوش گوار خوش بو جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلد سے آتی تھی میں نے کبھی نہیں سونگھی۔

پہلے مسلمان مرد

بعض راوی کہتے ہیں کہ مردوں میں علی بن ابی طالبؑ سب سے پہلے رسول اللہؐ کی تصدیق کر کے ان پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ ابن عباس سے مروی ہے

کہ سب سے پہلے علیؑ نے نماز پڑھی۔ جابر کہتے ہیں کہ دوشنبہ کے دن رسول اللہؐ کے ہاتھ پر سب سے پہلے علیؑ اسلام لائے۔ زید بن ارقم سے دوسرے سلسلہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے علی بن ابی طالبؑ رسول اللہؐ کے ہمراہ اسلام لائے۔ اسی راوی سے دوسری روایت ہے کہ سب سے پہلے علیؑ نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔

عباد اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے خود علیؑ کو بیان کرتے سنا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس کے رسولؐ کا بھائی ہوں اور صدیق الاکبر ہوں میرے علاوہ جو اس قسم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور مفتری ہے اور میں نے ہی دوسرے لوگوں سے سات سال قبل رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

عفیف کی روایت

عفیف سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ میں مکہ آیا اور عباس بن عبد المطلب کے ہاں مہمان ہوا جب آفتاب طلوع ہو کر آسمان پر پھیل گیا تو میں کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان وہاں آیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر کعبہ کی سمت بڑھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ فوراً ہی ایک لڑکا اس کی داہنی سمت آکر اسی طرح کھڑا ہو گیا اس کے بعد ہی ایک عورت آکر ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی اس جوان نے رکوع کیا تو اس کے ساتھ لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا پھر وہ سجدے میں گیا وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے، میں نے عباس سے کہا کہ یہ تو بڑی اہم بات ہے کہ ایسا ہو رہا ہے انھوں نے کہا بے شک! "جانتے ہو یہ کون ہے؟" میں نے کہا "نہیں"، تو انھوں نے کہا یہ محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ جانتے ہو اس کے ساتھ کون ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ انھوں نے کہا یہ علی بن ابی طالبؑ بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے اور اس عورت کو جانتے ہو جو ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا یہ خدیجہؑ بنت خویلد میرے بھتیجے کی بیوی ہے اور اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ تمھارا رب وہ ہے جو آسمان کا رب ہے اور جو کچھ انھیں کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو ان کو اسی نے حکم دیا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ تمام روئے زمین پر اس مسلک پر ان تینوں کے علاوہ اور بھی کوئی ہے۔

یہی راوی دوسرے سلسلہ سے بیان کرتا ہے کہ میں تجارت کرتا تھا حج کے موسم میں مکہ آیا اور عباس کے ہاں ٹھہرا ہم ان کے پاس تھے کہ ایک شخص نماز کیلئے برآمد ہوا وہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہوا اس کے بعد ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی پھر ایک لڑکا آیا اور وہ بھی کھڑا ہو کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگا، میں نے عباس سے کہا "یہ کیا مذہب ہے؟ میں تو اس سے ناواقف ہوں"، انھوں نے کہا یہ محمدؐ بن عبد اللہ ہے یہ مدعی ہے کہ اللہ نے اس مذہب کے ساتھ اسے دنیا میں بھیجا ہے اور عنقریب کسریٰ اور قیصر کے خزانے اس پر

واہو جائیں گے یہ عورت اس کی بیوی خدیجہؑ بنت خویلد ہے جو اس پر ایمان لے آئی ہے اور یہ لڑکا اس کا چچازاد بھائی علیؑ بن ابی طالب ہے جو اس پر ایمان لایا ہے۔ راوی نے کہا کاش میں بھی اسی دن ایمان لے آیا ہوتا تو ایمان لانے والوں میں تیسرا ہوتا۔ یہی راوی دوسرے سلسلہ سے بیان کرتا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب میرے دوست تھے یہ یمن سے عطر خرید کر لاتے اور موسم حج میں اسے بیچتے ہم ان کے پاس منیٰ میں تھے ایک شخص اطمینان کے ساتھ ان کے پاس آیا اس نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا ایک عورت آئی وہ بھی وضو کر کے اس کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی پھر ایک لڑکا آیا جو قریب البلوغ تھا اور وضو کر کے اس کے پہلو میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا میں نے عباس سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انھوں نے کہا یہ میرا بھتیجا محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے یہ مدعی ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور دوسرا میرا بھتیجا علیؑ بن ابی طالب ہے یہ اس کے دین میں اس کا پیرو ہو گیا ہے اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہؑ بنت خویلد ہے یہ بھی اس کی پیرو ہو گئی ہے۔ اس حدیث کے راوی عفیف نے اس کے بعد کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اسلام اس کے قلب میں راسخ ہو چکا تھا کہا کہ کاش میں چوتھا ہوتا۔

مردوں میں سب سے پہلے علیؑ بن ابی طالب رسول اللہؐ پر ایمان لائے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور انکی اور ان کی رسالت کی تصدیق کی اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ اس کے علاوہ اللہ کا ان پر یہ انعام بھی تھا کہ وہ اسلام سے پہلے بھی رسول اللہؐ کے آغوش تربیت میں تھے۔

حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ ابتدا میں رسول اللہؐ کا یہ دستور تھا کہ جب نماز کا وقت آتا آپ اپنے چچا ابوطالبؑ دوسرے چچاؤں اور تمام قوم سے چھپ کر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے جاتے، علی بن ابی طالبؑ آپؐ کے ساتھ ہوتے وہاں وہ دونوں نماز پڑھتے اور شام کو پلٹ آتے، ایک عرصہ تک یہ دستور رہا پھر ایک مرتبہ اتفاقیہ طور پر ابوطالبؑ نے ان کو نماز پڑھتے دیکھ لیا انھوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا "اے میرے بھتیجے یہ کیا مذہب ہے کہ جس کا میں تمھیں عامل دیکھ رہا ہوں؟" انھوں نے فرمایا چچا جان! یہ اللہ اس کے ملائکہ، انبیاء اور ہمارے دادا ابراہیمؑ کا مذہب ہے یا آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے آپؐ اس بات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کہ میں آپؐ کے ساتھ خیر خواہی کروں اور ہدایت کی طرف دعوت دوں اور آپؐ پر بھی میرا یہ حق ہے کہ آپ میری دعوت قبول کریں اور اس بارے میں میری اعانت کریں ابوطالبؑ نے کہا اے میرے بھتیجے یہ تو مجھ سے ممکن نہیں کہ اپنے اور اپنے آبائی مذہب اور طریقہ کو ترک کر دوں ہاں البتہ اس کا وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں تم کو کوئی گزند نہ پہنچنے دوں گا اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوطالبؑ نے اپنے بیٹے

علیؑ سے کہا "یہ کیا دین ہے جس پر تم عمل پیرا ہو"۔ انھوں نے کہا ابا جان! میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا ہوں، میں نے ان کی نبوت کی تصدیق کی ہے ان کے ساتھ اللہ کی نماز پڑھی ہے۔ اس پر ابو طالبؑ نے کہا بہر حال محمدؐ تم کو سوائے خیر کے اور بات کی دعوت نہ دیں گے تم ان کے ساتھ رہو۔

مجاہد کی روایت ہے کہ علیؑ کی عمر اس وقت دس سال تھی جب وہ اسلام لائے۔

محمد بن سعد کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے کہا کیا تم میں سب سے پہلے ابو بکر اسلام لائے تھے انھوں نے کہا نہیں ان سے قبل پچاس سے زیادہ آدمی ایمان لا چکے تھے۔

اعلان نبوّت

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک دن کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو آواز دی وہ آپؐ کے پاس جمع ہوگئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں اگر تم کو خبر دوں کہ صبح یا شام کے وقت دشمن تم پر غارت گری کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا نہیں سمجھو گے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم آپؐ کو سچا سمجھتے ہیں آپؐ نے فرمایا تو " فانی لکم بین یدی عذاب شدید" (میں تم کو سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) اس پر ابو لہب نے کہا "تیرے لیے ہلاکت ہو، اسی لیے تو نے ہمیں بلایا اور جمع کیا تھا"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ نازل فرمائی۔

بنو عبد المطلب کو دعوت اسلام

علی بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت " وانذر عشیرتک الاقربین" رسول اللہؐ پر نازل ہوئی تو آپؐ نے مجھے بلایا اور کہا علیؑ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی کنبہ والوں کو ہدایت کروں مگر میں اپنے کو اس سے عہدہ برآ ہونے میں مجبور پاتا ہوں کیونکہ جب میں ان کو اپنی دعوت دوں گا وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے اس خوف سے میں اس حکم کی بجا آوری میں خاموش تھا کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا محمدؐ! اگر آپؐ اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہیں کریں گے تو آپؐ کا رب آپ کو عذاب دے گا۔ اس لیے تم آدھ سیر تین پاؤ کا کھانا تیار کر و اس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ سے بھر کر ایک کٹورا لا دو۔ اس کے بعد تمام بنو عبد المطلب کو میرے پاس بلا لاؤ تاکہ میں ان سے گفتگو کروں اور اللہ کے حکم کو ان تک پہنچا دوں۔ میں نے رسول اللہؐ کی فرمائش پوری کر دی اور پھر تمام بنو عبد المطلب کو جو اس زمانہ میں کم و بیش چالیس مرد تھے آپ کے پاس لایا۔ ان میں آپ کے چچا ابو طالبؑ، حمزہؓ، عباس اور ابو لہب بھی تھے جب سب لوگ جمع ہوگئے تو رسول اللہؐ نے مجھے اس کھانے کے لانے کا جو میں نے آپؐ کے لیے تیار کیا تھا حکم دیا میں نے اسے لا کر رکھا۔ رسول اللہؐ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اسے اپنے دانتوں سے چیرا اور پھر اسے خوان کے کناروں پر رکھ دیا اور سب سے کہا بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیجیے۔ تمام جماعت نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ مجھے صرف ان کے

ہاتھ چلتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں علیؑ کی جان ہے کہ جتنا کھانا میں نے ان کے لیے تیار کیا تھا اسے ہر شخص اکیلا ہی کھا جاتا۔ کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ان سب کو دودھ پلاؤ میں نے وہ کٹورا لا کر ان کو دیا اسے پی کر وہ سب سیر ہو گئے حالانکہ بخدا! وہ صرف اتنا تھا کہ ان میں سے ایک شخص ہی اسے پی جاتا اس کے بعد رسول اللہ ؐ نے چاہا کہ ان سے گفتگو کریں مگر آپ کے بولنے سے پہلے ابولہب نے کہا

"عرصہ سے یہ تم پر جادو کر تا رہا ہے"

یہ سن کر تمام جماعت اٹھ کھڑی ہوئی رسول اللہ ؐ نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ مجھ سے فرمایا علیؑ تم نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھے آج بات کرنے کا موقع نہیں دیا اور سب لوگ چلے گئے کل پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کرو اور ان سب کو میرے پاس بلاؤ۔

اولادِ عبد المطلب کو دوبارہ دعوتِ اسلام

حسب الحکم دوسرے دن پھر میں نے اسی قدر کھانے اور دودھ کا انتظام کر کے سب کو رسول اللہ ؐ کی خدمت میں جمع ہونے کی دعوت دی جب وہ آ گئے آپؐ نے کل کی طرح مجھے کھانا لانے کا حکم دیا۔ میں کھانا لایا۔ آپؐ نے آج بھی ویسا ہی کیا جو کل کیا تھا اس کی برکت سے سب نے شکم سیر ہو کر کھا لیا پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔ میں اس کٹورے کو لے آیا اسی سے وہ سب سیر ہو گئے اس سے فراغت کے بعد رسول اللہ ؐ نے فرمایا اے اولادِ عبد المطلب! میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمھارے پاس لایا ہو جو میں تمھارے لیے لایا ہوں اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس بھلائی کی دعوت دوں تم میں سے کون اس معاملہ میں میرا بوجھ بانٹنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے تاکہ وہ میرا بھائی بنے میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین اور خلیفہ ہو اس جماعت میں سب ساکت و صامت رہے کسی نے حامی نہیں بھری البتہ میں نے ہاں کی۔ حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا میں نے کہا.......

"اے اللہ کے نبی میں آپ کا وزیر و بوجھ بانٹنے والا بنتا ہوں"

رسول اللہ ؐ نے میری گردن تھام کر کہا یہ میرا بھائی ہے میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات کو سنو اور جو کہے اس کی اطاعت کرو اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی اور انھوں نے ابوطالبؑ سے کہا سنو آپ کو حکم ہوا ہے کہ آپ اپنے لڑکے کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔

علانیہ تبلیغ

عبدالرحمن بن القاسم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ جو پیام اللہ کی جانب سے ان کو ملا ہے اس کا وہ اعلان کریں لوگوں کے سامنے اپنے امر نبوت کو ظاہر کریں اور اللہ کی طرف دعوت دیں۔ بعد حکم نبوت کے نازل ہونے سے تین سال تک آپ خفیہ طور پر اپنی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد اب آپ کو علانیہ طور پر تبلیغ کا حکم ہوا۔

ابوطالبؑ اور کفّار کا وفد

اسی راوی سے دوسرے سلسلہ سے مروی ہے چنانچہ رسول اللہؐ نے اللہ کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی صرف اس پر ان کی قوم والے نہ آپ سے بیگانہ ہوئے اور اُنھوں نے آپ کی کسی قسم کی تردید کی مگر جب آپ نے ان کے خداؤں کا ذکر کر کے برائی کی وہ سب آپؐ سے متنفر ہو گئے اور مخالفت وعداوت کے لیے آمادہ ہو گئے البتہ ان میں سے جو اسلام لا چکے تھے ان کی تعداد بہت کم تھی اور اُنھوں نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ وہ اس ارادہ سے علیحدہ تھے اس خطرے کو محسوس کر کے آپ کے چچا ابوطالبؑ آپؐ کے لیے سپر بن گئے، اور دشمن کے نرغے سے بچانے کے لیے آپؐ کے آگے کھڑے ہو گئے مگر آپؐ ان کفار کی شورش سے قطعی متاثر نہ ہوئے بلکہ برابر اسی طرح اللہ کے حکم کا اعلان کرتے رہے جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہؐ باوجود انکی مخالفت اور ترک تعلق کے ان کے معبودوں کو برا کہنا نہیں چھوڑتے اور ابوطالبؑ ان کے سپر اور محافظ ہیں وہ انکو قریش کے حوالے نہیں کرتے تو قریش کے عمائد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن المطلب ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل اور حجاج کے بیٹے نبیہ و منبہ یا جو ان میں سے خود چل کر جا سکے ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دی ہیں ہمارے مذہب کی مذمت کی ہم کو احمق بتایا اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دیا۔ آپ خود اس کو ان باتوں سے روکیں یا اس کی حمایت نہ کریں اور ہمیں نپٹ لینے دیں کیونکہ عقائد میں آپ بھی ہماری طرح ان کے مخالف ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کو بھی اس کی طرف سے مطمئن کر دیں گے۔ ابوطالبؑ نے نہایت نرم لہجے میں ان سے گفتگو کی اور بہت خوش اسلوبی سے ان کو لوٹا دیا وہ پلٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور اللہ کے حکم کی تبلیغ کرتے رہے اور اس کی دعوت دیتے رہے۔

کفارِ مکہ کا دوسرا وفد

رفتہ رفتہ رسول اللہؐ اور قریش کے تعلقات بہت خراب ہو گئے اُنھوں نے آپؐ سے قطعی علیحدگی اختیار کر لی اور آپؐ کے دشمن بن گئے وہ اکثر آپؐ کا ذکر دشمنی اور برائی سے کرنے لگے آپؐ کی مخالفت کے لیے اُنھوں نے آپس میں معاہدے کیے اور ایک دوسرے کو برانگیختہ کیا اس کے بعد وہ پھر دوسری مرتبہ ابوطالبؑ کے پاس گئے اور کہا اے ابوطالبؑ! باعتبار اپنے سن اور شرافت کے

ہمارے دلوں میں آپ کی خاص وقعت و منزلت ہے ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہماری مذمت اور منقصت سے روک دیں مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور ہم اس بات کو بخدا کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ وہ ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دے ہم کو بے وقوف بتائے اور ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا رہے یا تو آپ اسے ان باتوں سے روک لیں ورنہ اس معاملہ میں ہم اس کا اور آپ دونوں کا مقابلہ کریں گے پھر ہم میں سے جو چاہے تباہ ہو یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ ایک طرف ابوطالبؑ کو اپنی قوم کی علیحدگی اور عداوت بہت گراں گزری مگر دوسری طرف ان کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ وہ رسول اللہؐ کو ان کے حوالے کر دیں یا انکی حمایت چھوڑ دیں۔

سدی سے مروی ہے کہ قریش کے کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث اور دوسرے مشائخ قریش تھے ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا کہ ہمیں ابوطالبؑ کے پاس لے چلو تاکہ ہم اس سے گفتگو کریں اور کچھ اپنا تصفیہ کریں تاکہ وہ اپنے بھتیجے کو ہدایت کرے کہ وہ ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں دینا چھوڑ دے اور ہم اسکے خدا کی جس کی وہ پرستش کرتا ہے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ شیخ مر جائے پھر ہم سے اس کے بھتیجے کو ضرر پہنچے۔ اس وقت عرب ہم پر طعن کریں گے کہ چچا کی زندگی میں تو انھوں نے اسے کچھ کہا نہیں۔ اس کے مرتے ہی اس کے بھتیجے کو دبوچ لیا۔

حضرت محمدؐ اور ابوطالبؑ

انھوں نے ایک شخص مطلب نامی کو ابوطالبؑ کے پاس بھیجا اس نے ان سے ان کی ملاقات کی اجازت چاہی اور کہا کہ آپ کی قوم کے عمائد اور اکابر آپ سے ملنے آئے ہیں۔ ابوطالبؑ نے ان کو آنے کی اجازت دی وہ آپ کے پاس آئے اور کہا "کہ آپ بڑے بزرگ اور سردار ہیں آپ اپنے بھتیجے کے مقابلہ میں ہمارا انصاف کیجیے آپ اسے منع کر دیں کہ وہ ہمارے خداؤں کو گالیاں نہ دے ہم اس کے خدا سے کوئی تعرض نہیں کریں گے"۔

ابوطالبؑ نے رسول اللہؐ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا اے میرے بھتیجے! "یہ تمھاری قوم کے بزرگ اور عمائد ہیں یہ تم سے تصفیہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے دیوتاؤں کو گالیاں دینا چھوڑ دو وہ تم سے اور تمھارے خدا سے کوئی تعرض نہیں کریں گے"۔

رسول اللہؐ نے فرمایا "چچا جان! کیا ان کو ایسی بات کی دعوت نہیں دے رہا ہوں جو ان کی بت پرستی سے بہتر ہے"۔ ابوطالبؑ نے پوچھا وہ کیا دعوت ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک بات کے قائل ہو جائیں تو تمام عرب و عجم ان کے زیر فرمان آجائیں گے۔ ابوجہل نے کہا وہ کیا بات ہے؟ بیان تو

کرو۔ تمھارے باپ کی قسم ہے اس کے لیے تو ہم بالکل آمادہ ہیں بلکہ اس سے دس اور بھی ماننے کے لیے تیار ہیں آپؐ نے فرمایا کہو "لاالٰہ الا اللہ" یہ سنتے ہی وہ سب بدک گئے اور کہنے لگے کہ اس کے علاوہ اور جو کچھ کہو وہ ہمیں منظور ہے آپؐ نے فرمایا اگر تم آفتاب کو میرے ہاتھ پہ لا کر رکھ دو تب بھی میں اس کے سوا اور کسی بات کا تم سے مطالبہ نہیں کروں گا یہ سن کر وہ سب بہت برہم ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اب سے ہم تجھے اور تیرے اس خدا کو جس نے تجھے اس کا حکم دیا ہے ضرور گالیاں دیں گے۔

حضرت محمدؐ کا کفارِ مکہ سے مطالبہ

ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو طالبؑ بیمار ہوئے تو قریش کی ایک جماعت جس میں ابوجہل بھی تھا ان کے پاس گئی اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے اور ایسا ویسا کرتا اور برا بھلا کہتا ہے اور یہ یہ کہتا ہے آپ اسے بلا کر منع کر دیں ابو طالبؑ نے رسول اللہؐ کو بلا بھیجا آپؐ ان کے ہاں تشریف لائے اندر آئے، قریش کے اکابر اور ابو طالبؑ کے درمیان ایک جگہ باقی تھی۔ ابوجہل کو اندیشہ ہوا کہ اگر یہ وہاں ابو طالبؑ کے برابر بیٹھ گیا تو وہ اس کی طرف مائل اور اس پر مہربان ہو جائیں گے وہ لپک کر خود اس جگہ جا بیٹھا اس طرح رسول اللہؐ کو اپنے چچا کے پاس بیٹھنے کی جگہ نہ ملی تو وہ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابو طالبؑ نے کہا اے میرے بھتیجے دیکھیے یہ تمھاری قوم والے شکایت کرتے ہیں کہ تم ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے ہو اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہو اس پر قریش نے بھی دل کھول کر باتیں کیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا چچا جان میں چاہتا ہوں کہ صرف ایک بات مان لیں تمام عرب ان کے مطیع ہو جائیں گے اور عجم انھیں جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں گے سب گھبرائے کہ ایسی کیا بات ہو گی۔ جس سے ہم کو یہ بات حاصل ہو انھوں نے کہا تم ایک بات منوانا چاہتے ہو ہم تو دس کے لیے آمادہ ہیں مگر وہ بات بیان تو کرو کیا ہے۔ ابو طالبؑ نے بھی کہا اے میرے بھتیجے کہو وہ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا "لاالٰہ الا اللہ" یہ سنتے ہی سب گھبرائے ہوئے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہتے جاتے تھے۔ "اجعل الالہۃ الٰہا واحداً ان ہذا لشئی عجیب" اس نے تو بہت سے معبودوں کو ایک کر دیا یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ اللہ کے قول "لما یذوقوا عذاب" تک قرآن نازل ہوا۔

ابن اسحاق کی روایت

جب قریش نے ابو طالبؑ سے رسول اللہؐ کی شکایت کی تو انھوں نے آنحضرتؐ کو بلایا اور کہا اے میرے بھتیجے! یہ تمھاری قوم والے میرے پاس آئے ہیں اور انھوں نے تمھاری یہ شکایت کی ہے تم مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو اور مجھے ایسی دشواری میں نہ ڈالو جس سے میں عہدہ برآنہ ہو سکوں اس بات سے رسول اللہؐ کو یہ گمان ہوا کہ ضرور ان کے دل میں میری طرف سے

کوئی بات بیٹھ گئی ہے اور یہ اب میری حمایت سے دست کش ہونے والے اور مجھے دشمنوں کے سپرد کرنے والے ہیں اور یہ کہ اب وہ میری مدد کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں اور میرا ساتھ نہیں دے سکتے آپؐ نے فرمایا چچا جان! اگر یہ لوگ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ میں اور ماہتاب کو میرے بائیں ہاتھ میں اس لیے رکھ دیں کہ میں اپنی دعوت سے باز آجاؤں تو یہ کبھی نہیں ہو گا، اب چاہے اللہ مجھے کامیاب کرے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں، رسول اللہؐ آب دیدہ ہو گئے اور رونے لگے اور اٹھ کر جانے لگے، ابوطالبؑ نے ان کو آواز دی کہ میرے بھتیجے میرے پاس آؤ آپؐ پلٹ آئے، ابوطالبؑ نے کہا جاؤ جو تمھارا جی چاہے کہو بخدا میں کبھی کسی وجہ سے تمھارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

آنحضرتؐ کی حوالگی کا مطالبہ

جب قریش کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ ابوطالبؑ رسول اللہؐ کی حمایت سے باز آئیں گے اور نہ وہ ان کو حوالے کریں گے اور وہ اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اس معاملہ میں ان سے قطعی ترک تعلق کر لیں اور دشمنی پر آمادہ رہیں تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو لے کر ان کے پاس آئے اور کہا ابوطالبؑ! یہ عمارہ بن ولید ہے یہ قریش کا سب سے زیادہ تنومند، وجیہہ اور خوب صورت جوان ہے اس کو تم لے لو اس کی عقل اور طاقت سے فائدہ اٹھاؤ اس کو اپنا بیٹا بنا لو ہم یہ تم کو دیتے ہیں اور تم اپنے بھتیجے کو جس نے تمھارے اور تمھارے آباء کے مذہب کی مخالفت کی ہے اور تمھارے قومی شیرازے کو منتشر کر دیا ہے اور ان کو احمق ٹھہرایا ہے ہمارے حوالہ کر دو تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ ایک آدمی کے بدلے میں آدمی موجود ہے۔

ابوطالبؑ کا انکار

ابوطالبؑ نے کہا بخدا یہ بُرا سودا ہے جو تم مجھ سے کرنا چاہتے ہو تم اپنے بیٹے کو مجھے دیتے ہو کہ میں اسے تمھاری خاطر لیے پھروں اور اپنے بیٹے کو تمھارے سپرد کر دوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ یہ ہرگز نہ ہو گا مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا اے ابوطالبؑ تمھاری قوم نے تمھارے مقابلہ میں انصاف کیا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ تم کو اس حالت سے جسے تم بُرا سمجھتے ہو اس طرح نکال لیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم ان کی کسی بات کو بھی نہیں ماننا چاہتے۔ ابوطالبؑ نے کہا انھوں نے ہرگز میرے ساتھ انصاف نہیں کیا بلکہ تم میرا ساتھ چھوڑنے کا تصفیہ کر چکے ہو اور ان سب کو میرے اوپر چڑھا لائے ہو اب جو جی چاہے کر دو۔

پہلی ہجرت کا سبب

اس سلسلہ میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ نے دیکھا کہ ان کے صحابہ مصیبت اور تکلیف میں ہیں اور خود آپ اللہ کی حفاظت اور اپنے چچا ابوطالبؑ کی حمایت کی وجہ سے امن و عافیت میں ہیں اور آپ ان کی اس مصیبت میں کوئی مدد

نہیں کر سکتے آپ نے ان سے کہا کہ بہتر ہوگا تم حبشہ چلے جاؤ کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہاں حق و صداقت کا راج ہے اور جب اللہ اس تنگی اور دشواری میں جس میں تم اب مبتلا ہو کشائش عطا فرمائے گا چلے آنا۔ چنانچہ اس وجہ سے صحابہ رسول اللہؐ فتنہ کے خوف اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کے لیے اللہ کے لیے حبشہ چلے گئے۔ اسلام میں یہ پہلی ہجرت ہوئی۔

ابن اسحاق نے ان مہاجرین کی تعداد دس بتائی ہے اور کہا ہے جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہی مسلمان سب سے پہلے حبشہ گئے اس کے بعد جعفر بن ابی طالبؑ روانہ ہوئے اور پھر یکے بعد دیگرے مسلمان حبشہ جانے لگے۔ کچھ لوگ بمعہ اہل و عیال اور کچھ تنہا حبشہ ہجرت کر گئے۔ ان سب کی تعداد ان دس کو ملا کر جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے بیاسی[۸۲] ہو گئی۔

آنحضرتؐ کی مخالفت

یہ صحابہ حبشہ چلے گئے اور رسول اللہؐ مکہ میں مقیم رہے اور اللہ کے لیے پوشیدہ اور علانیہ طور پر دعوت دیتے رہے۔ اللہ نے ان کے چچا ابوطالبؑ اور ان کے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ذریعہ جنھوں نے آپؐ کی نصرت کا اقرار کیا تھا۔ آپؐ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا۔ قریش نے جب دیکھا کہ آپؐ پر کسی طرح قابو نہیں چلتا انھوں نے آپؐ کو کاہن جادوگر اور آسیب زدہ شاعر کہنا شروع کیا اور جن لوگوں کے متعلق انھیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ ان کی گفتگو سنیں گے تو ضرور ان کے پیرو ہو جائیں گے۔ ان کو قریش نے آپؐ کے پاس جانے سے روک دیا۔

ابوجہل کی بدکلامی

ابن اسحاق کہتا ہے کہ ایک شخص نے جس کا حافظہ اچھا تھا بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صفا کے پاس بیٹھے تھے۔ ابوجہل بن ہشام وہاں آیا اس نے آپ کو ستایا، گالیاں دیں، آپ کے دین کی مذمت کی اور کہا کہ تمھاری حقیقت ہی کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک لفظ بھی اس سے نہیں کہا۔ عبداللہ بن جدعان تیمی کی ایک آزاد لونڈی صفا کے اوپر اپنے مکان میں بیٹھی یہ باتیں سن رہی تھی یہ کہہ کر ابوجہل رسول اللہؐ کو چھوڑ کر پلٹا اور کعبہ کے پاس جو قریشؓ کی چوپال تھی وہاں آ کر قریش کے پاس بیٹھ گیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حمزہ بن عبدالمطلبؑ کمان کاندھے پر ڈالے ہوئے اپنے پھندے کے شکار سے واپس آرہے تھے یہ بڑے شکاری تھے اور اکثر شکار کھیلنے جایا کرتے تھے ان کا دستور تھا کہ جب شکار سے واپس ہوتے تو گھر آنے سے پہلے کعبہ کا طواف کر لیتے پھر قریش کی چوپال پر آ کر ٹھہر جاتے سلام کرتے اور جو لوگ وہاں ہوتے ان سے بات چیت کرتے یہ قریش میں سب سے زیادہ طاقت ور آدمی تھے جب وہ اس لونڈی کے پاس سے گذرنے لگے۔ اس وقت تک رسول اللہؐ وہاں سے اٹھ کر گھر آ گئے تھے اس نے ان سے کہا کہ اے ابوعمارہ! اگر تم یہاں کچھ دیر پہلے آئے ہوتے تو ابوالحکم

بن ہشام کو یہاں بیٹھا ہوا پاتے اور تم کو پتہ چلتا کہ اس نے تمھارے بھتیجے محمدؐ کے ساتھ گستاخی اور بے ہودگی کی ہے۔ اس نے ان کو ستایا اور گالیاں دیں اور بہت ہی بُرا سلوک کیا پھر وہ چلا گیا اور محمدؐ نے اسے کچھ نہیں کہا۔

حضرت حمزہؑ کا قبول اسلام

چونکہ اللہ حمزہؑ کو اپنی کرامت سے سرفراز کرنا چاہتا تھا یہ سنتے ہی ان پر سخت جوش اور غضب طاری ہوا وہ تیز قدم بڑھاتے ہوئے کسی جگہ راستے میں نہ ٹھہرے حسب عادت کعبہ کے طواف کے لیے بھی نہ رُکے آج اس ارادے سے چلے کہ ابوجہل کو دیکھتے ہی اس کی خبر لیں گے چنانچہ مسجد میں داخل ہوتے ہی انھوں نے ابوجہل کو قوم کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا یہ اس کی طرف بڑھے اور اس کے سرہانے پہنچ کر اپنی کمان سے اسے ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہولہان ہو گیا اور بری طرح زخمی ہوا۔ حمزہؑ نے کہا تو ان کو گالیاں دیتا ہے تجھے معلوم نہیں کہ میں ان کا ہم مذہب ہوں، ان کے عقائد کا قائل ہوں اگر ہمت ہے تو اب میرے سامنے کہہ کیا کہتا ہے۔ اتنے میں بنی مخزوم کے کچھ آدمی ابوجہل کی حمایت میں حمزہؑ پر اٹھے۔ مگر ابوجہل نے کہا کہ ابوعمارہ سے کوئی تعرض نہ کرو، بیشک میں نے اس کے بھتیجے کو نہایت سخت گالیاں دی ہیں اس لیے ان کو جوش آگیا۔ اسی واقعہ کے بعد حمزہؑ مسلمان ہو گئے اور ان کے اسلام لانے سے قریش کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ رسول اللہؐ جیت گئے اور حمزہؑ ان کی حمایت و مدافعت کریں گے اس لیے اب تک جو وہ رسول اللہؐ کو دق کیا کرتے تھے اس سے دستبردار ہو گئے۔

بنو ہاشم کے خلاف معاہدہ

(قریش نے) آپس میں مشاورت کر کے یہ عہد کیا اور اس کے لیے باقاعدہ عہد نامہ لکھا کہ ان میں سے اب آیندہ کوئی بنی ہاشم اور بنی المطلب سے نہ مناکحت کرے اور نہ تجارت کرے اس کے لیے انھوں نے ایک باضابطہ تحریری معاہدہ لکھا اور اس کی بجا آوری کے لیے سب نے سخت عہد و پیمان کیے اور اس کی شرائط کی پابندی کو اپنے اوپر زیادہ شدت سے لازم کرنے کے لیے اس معاہدہ کو کعبہ کے وسط میں لٹکا دیا۔

شعب ابی طالب

قریش کے اس بند و بست پر بنو ہاشم اور بنو المطلب ابوطالبؑ کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کی گھاٹی میں جا رہے۔ بنو ہاشم میں سے ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب قریش کے پاس گیا اور اس نے ابوطالبؑ کے مقابلہ میں ان کی امداد کی۔ دو یا تین سال مسلمان اسی بے کسی کی حالت میں رہے یہاں تک کہ ان کو زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔ کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی کوئی چیز ان تک نہ پہنچتی تھی البتہ قریش میں سے کوئی ان پر ترس کھا کر کوئی چیز بھیجنا چاہتا تو خفیہ طور پر پہنچاتا۔ اسی اثنا میں ایک دن ابوجہل کی حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے مڈبھیڑ ہو گئی اس کے ہمراہ ایک غلام تھا

جس نے گیہوں اٹھا رکھے تھے حکیم اسے اپنی پھوپھی خدیجہؑ بنت خویلد کے پاس جو رسول اللہؐ کے ساتھ شعب ابوطالب میں تھیں لے جا رہا تھا ابوجہل نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم بنو ہاشم کے لیے کھانا لے جا رہے ہو بخدا تم اسے لے کر یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے ورنہ میں تمام مکہ میں تم کو رسوا کر دوں گا اتنے میں ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد وہاں آ گیا اس نے کہا کیا بات ہے؟ ابوجہل نے کہا یہ دیکھو یہ بنی ہاشم کے لیے خوراک لے جا رہا ہے اور اس نے آدمی بھیج کر اس سے منگوائی ہے تم کیوں روکتے ہو جانے دو مگر ابوجہل نہ مانا اس پر ان میں سخت کلامی ہوئی ابوالبختری نے اونٹ کا ڈھاٹا اٹھایا اور اس سے ابوجہل کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہولہان اور بیدم ہو گیا۔ حمزہؓ بن عبدالمطلب کہیں پاس ہی تھے اور یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ قریش یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب کو ہو اور ان کو خوش ہونے کا موقعہ ملے۔

کفار مکہ کی آنحضرتؐ کو پیش کش

ایک مرتبہ آپ کی قوم کے اشراف جمع ہوئے اور انھوں نے آپ سے کہا کہ ہم تم کو اس قدر مال دیتے ہیں جس سے تمام مکہ میں تم امیر ترین شخص ہو جاؤ گے اور جس عورت سے چاہو تمھاری شادی کر دی جائے اور مکہ کی ریاست تمھارے حوالے کر دی جائے مگر اس شرط پر کہ تم ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو اگر تم اس کے لیے آمادہ نہیں ہو تو ہم تمھارے سامنے ایسی صورت پیش کرتے ہیں جس میں ہمارا تمھارا دونوں کا نفع ہے آپ نے پوچھا وہ کیا انھوں نے کہا ایک سال تم ہمارے دیوتاؤں لات اور عزیٰ کی پرستش کرو اور ایک سال ہم تمھارے خدا کی پرستش کریں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میں تو اپنے رب کے حکم کا منتظر ہوں پھر جواب دوں گا اس موقع پر لوح محفوظ سے یہ پوری سورۃ نازل ہوئی: "قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون" اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون" اللہ کے قول "بل اللہ فاعبد وکن من الشاکرین" تک نازل فرمائی۔

فسخ معاہدہ کی کوشش

کچھ عرصہ کے بعد قریش کے چند اشخاص اس معاہدہ کو پارہ پارہ کرنے کے لیے جو قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے ترک تعلقات کے متعلق آپس میں طے کیا تھا کھڑے ہوئے.....

مطعم بن عدی بڑھا کہ اس معاہدہ کو لے کر چاک کر دے مگر پاس جا کر دیکھا کہ دیمک نے اسے کھا لیا ہے صرف اس میں سے تحریر کی ابتدا "اللہم باسمک" باقی ہے قریش جب کوئی تحریر لکھتے تو ہمیشہ اس جملہ سے ابتدا کرتے تھے۔ منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔

عام الحزن

ابوطالبؑ اور خدیجہؑ آپؐ کی ہجرت سے تین سال پہلے ایک ہی سال میں انتقال کر گئے ان کے فوت ہو جانے سے آپؐ کے مصائب میں بہت اضافہ ہوا کیونکہ ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد اب قریش آپؐ کو وہ ایذا دینے لگے جو ان کی زندگی میں وہ نہیں دے سکتے تھے یہاں تک کہ کسی نے آپؐ کے سر پر مٹی ڈال دی ۔ اسی حالت میں آپؐ اپنے گھر میں داخل ہوئے ۔ آپؐ کی ایک صاحبزادی (جناب فاطمہؑ) مٹی دھلانے کھڑی ہوئی وہ سر دھلاتی جاتی تھیں اور رو رہی تھیں ۔ آپؐ ان کو تسلی دیتے تھے اور فرماتے تھے بیٹیا مت روؤ ۔ اللہ تمھارے باپ کی حفاظت کرے گا ۔ رسول اللہؐ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے قریش نے میرے ساتھ کوئی بات ناگوار نہیں کی ۔

طائف کا سفر

ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد آپؐ طائف گئے ۔ طائف پہنچ کر آپؐ بنی ثقیف کے چند آدمیوں سے ملنے گئے جو اس وقت ثقیف کے سادات اور اشراف تھے یہ تینوں بھائی تھے ۔ عبد یالیل بن عمرو بن عمیر، مسعود بن عمرو اور حبیب بن عمرو اور ان کے ہاں قریش کی بنی جمح کی ایک عورت تھی آپؐ ان کے پاس جا کر بیٹھے اور ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور آنے کی غرض بیان کی کہ تم اسلام کے لیے میری مدد کرو اور میری قوم کے مقابلہ میں جو میرے مخالف ہیں میرا ساتھ دو ۔ ان میں سے ایک نے جو غلاف کعبہ بٹ رہا تھا کہا کیا آپ کو اللہ نے نبی مرسل کیا ہے ؟ دوسرے نے کہا تمھارے سوا کوئی اور اللہ کی رسالت کے لیے نہیں ملا ۔ تیسرے نے کہا میں تم سے ایک بات بھی نہیں کرتا ، کیونکہ اگر تم واقعی جیسا کہ تم کہتے ہو رسول ہو تو تمھاری بات کی تردید کرنے میں نہایت درجہ خطرہ ہے اور اگر تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو اور اللہ پر افترا کرتے ہو تو تم اس قابل نہیں کہ میں تم سے کلام کروں ۔

رسول اللہؐ ان کے پاس سے اٹھ آئے اور آپؐ ثقیف کی طرف سے مایوس ہو گئے آپؐ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے میری بات نہیں مانی مگر کم از کم میرے یہاں آنے کو ظاہر نہ کرنا آپؐ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ اس کا چرچا آپؐ کی قوم تک پہنچے اور آپؐ کی اس ناکامی پر وہ بغلیں بجائیں اور طعنہ دیں مگر ان بھائیوں نے اسے بھی نہ مانا ۔ بلکہ اپنے یہاں کے نادانوں اراذل اور غلاموں کو آپؐ پر اکسایا انھوں نے آپؐ کو گالیاں دیں اور آوازے کسے ۔ یہاں تک کہ ایک جماعت آپؐ پر چڑھ آئی اور اس نے آپؐ کو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے احاطے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا وہ دونوں وہاں موجود تھے ۔ اب ثقیف کے سفہاء و نادان جو آپؐ کے تعاقب میں تھے آپؐ کا پیچھا چھوڑ کر پلٹ گئے آپؐ انگور کے ایک منڈوے کیطرف چلے اور اس کے سایہ میں بیٹھ گئے وہ دونوں بھائی آپؐ کو اور سفہائے ثقیف نے جو بدتہذیبیاں آپ کے ساتھ کیں اس کا تماشا دیکھ رہے تھے ۔

آنحضرتؐ کی دُعا

جب آپؐ کو ذرا اطمینان ہوا آپؐ نے دعا کی خداوندا میں اپنی کمزوری اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی مجبوری کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں اے ارحم الراحمین! تو کمزوروں کا رب ہے تو میرا رب ہے تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے کسی اجنبی کے جو مجھ پر ظلم کرے یا تو نے میرے معاملہ کو کسی دشمن کے حوالہ کر دیا ہے اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو ان مصائب کی میں پروا نہیں کرتا تیری حمایت میرے لیے بہت زیادہ وسیع ہے الخ۔

عدّاس نصرانی غلام

جب ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ نے آپؐ کو اس مجبوری کی حالت میں دیکھا تو ان کے جذبات ہمدردی اور رحم میں حرکت پیدا ہوئی۔ انھوں نے اپنے ایک نصرانی غلام عداس کو بلایا اس سے کہا کہ انگور کا ایک خوشہ لے کر اس طباق میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اسے کھالے۔ عداس حکم کی بجا آوری میں انگور لے کر رسول اللہؐ کے پاس آیا اور آپؐ کے سامنے رکھ دیا۔ رسول اللہؐ نے طباق میں ہاتھ ڈالتے وقت بسم اللہ کہا اور پھر انگور کھانے لگے عداس نے آپؐ کے چہرے کو دیکھا اور کہا بخدا اس جملہ کو اس شہر کے باشندے نہیں بولتے۔ رسول اللہؐ نے اس سے پوچھا عداس تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمھارا مذہب کیا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تم اس نیک شخص یونس بن متی کے ہم وطن ہو؟ اس نے کہا آپؐ کیا جانیں کہ یونس بن متی کون تھا؟

آپؐ نے فرمایا وہ میرے بھائی اور نبی تھے، میں بھی نبی ہوں۔ یہ سن کر وہ جھکا اور اس نے آپؐ کے فرق مبارک اور ہاتھ پاؤں کو چوما۔ دونوں بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو تمھارے غلام نے اس شخص کو تمھارے لیے بگاڑ دیا۔ جب عداس پلٹ کر ان کے پاس آیا انھوں نے اس سے کہا یہ تمھاری کیا حرکت تھی؟ کہ تم اس شخص کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چومنے لگے۔ اس نے کہا میرے آقا! اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی اور نہیں۔ اس نے ایسی بات بتائی جو صرف نبی جانتا اور بتا سکتا ہے۔ انھوں نے کہا عدّاس! مبادا وہ تم کو تمھارے دین سے منحرف کر دے، تمھارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

جنّوں کا قبول اسلام

آپؐ ثقیف کی طرف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ آنے لگے۔ نخلہ آکر آپؐ نصف شب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند جن جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے آپ کے پاس سے گذرے یہ یمن کے نصیبین مقام کے سات افراد جنّ تھے یہ ٹھہر کر آپؐ کی تلاوت سنتے رہے جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ جنّ جواب ایمان لا کر آپؐ کی نبوت اور تعلیم کے

قائل ہو چکے تھے ، اپنی قوم کے پاس آئے اور انھوں نے ان کو برائیوں سے روکنا اور ان کے نتائج سے ڈرانا شروع کیا۔

انھیں کے قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح رسول اللہ سے بیان فرمایا ہے ، "واذا صرفنا الیک نفر من الجن یستمعون القرآن"۔ اپنے قول "یجرکم من عذاب الیم" تک اور دوسری جگہ فرمایا "قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن" اس سورہ جن میں ان کے آخر قصہ تک ان جنوں کے نام جنھوں نے قرآن سنا یہ ہیں ۔

(۱) حسں	(۲) مس	(۳) شاصر
(۴) ناصر	(۵) اینا	(۶) الارو
(۷) انیین	(۸) احقم	

باب ۳

ہجرت

ہجرت مدینہ کی اجازت

عروہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے جب مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ مکہ واپس آ گئے اور یہاں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور مدینہ میں بہت سے انصار اسلام لے آئے اور وہاں اسلام اچھی طرح پھیل گیا اور مدینہ والے مکہ میں رسول اللہؐ کے پاس آنے لگے تو قریش نے آپس میں یہ طے کیا کہ انھیں ستائیں اور ان پر حملہ کریں چنانچہ انھوں نے انصار کو پکڑ لیا اور دق کرنے لگے۔ اس سے انصار کو بڑی تکلیف اور اذیت ہوئی یہ آخری مصیبت تھی جو مسلمانوں کو اٹھانا پڑی۔ دو وقت بڑی مصیبت کے آئے ایک وقت جبکہ رسول اللہؐ نے مجبور ہو کر مسلمانوں کو ہجرت کر کے حبشہ جانے کی اجازت دی اور ایک اب جبکہ انھوں نے حبشہ سے واپس آ کر اہل مدینہ کو رسول اللہؐ کی خدمت میں آتے دیکھا اور اس وجہ سے ان کو ستایا گیا۔ اس کے بعد مدینہ کے ستر نقیب جو وہاں کے مسلمانوں کے سردار تھے حج کے زمانہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عقبہ میں آپؐ کی بیعت کی اور اس شرط پر کہ ہم اور آپؐ ایک ہیں اگر آپؐ یا آپؐ کے صحابہ میں سے جو ہمارے یہاں چلا آئے گا ہم اس کی اپنی جانوں کی طرح حفاظت اور مدافعت کریں گے۔ انھوں نے آپؐ سے عہد و پیمان کیے۔ اس وقت پھر قریش نے مسلمانوں پر سختیاں شروع کیں اور رسول اللہؐ نے اپنے صحابہؓ کو مدینہ جانے کا حکم دے دیا۔

مسلمانوں کی ہجرت مدینہ

آپؐ نے ان مسلمان صحابہ کو جو آپؐ کے ساتھ مکہ میں تھے۔ اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ ہجرت کر کے اپنے انصار بھائیوں کے پاس مدینہ چلے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا

"اللہ نے ان کو تمھارا بھائی بنایا ہے اور مدینہ تمھارے لیے جائے امن ہے"

اس اجازت کے بعد مسلمان رفتہ رفتہ مدینہ جانے لگے مگر خود رسول اللہؐ مکہ میں رہے۔ ابوبکر نے بارہا

رسول اللہؐ سے ہجرت کی اجازت مانگی مگر آپؐ نے فرمایا کہ جلدی نہ کرو۔

کفار کی مجلس مشاورت

قریش نے جب دیکھا کہ ان کے ملک کے علاوہ دوسرے ملک میں رسول اللہؐ کے بہت سے پیرو اور ساتھی پیدا ہو گئے ہیں اور مہاجرین ان کے پاس چلے جا رہے ہیں تو ان کو محسوس ہوا کہ مسلمانوں کو اچھی پناہ گاہ مل گئی ہے جہاں ان کا قابو نہیں چل سکتا اب ان کو خود رسول اللہؐ کا مکہ سے چلے جانے کا خوف دامن گیر ہوا ان کو اس صورت حال پر غور کرنے کے لیے اپنی مجلس میں جو قصی بن کلاب کا گھر تھا اور جہاں مشورہ کیے بغیر وہ کوئی معاملہ طے نہیں کرتے تھے، جمع ہوئے تا کہ رسول اللہؐ کے معاملہ پر باہم مشورہ کریں۔

اس کے متعلق ابن عباس سے مروی ہے کہ جب قریش نے رسول اللہؐ کے معاملہ پر اپنی قومی مجلس میں جمع ہو کر مشورہ اور تصفیہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو وہ مقررہ دن میں جو جمعہ تھا، صبح کو وہاں جمع ہوئے، ابلیس ایک بڑے بزرگ شخص کی شکل میں سر پر ایک پرانا کپڑا ڈالے سامنے آیا اور مجلس کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ قریش نے اسے دروازہ پر کھڑا دیکھ کر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں جس کام کے لیے تم جمع ہوئے ہو مجھے اس کی اطلاع ہوئی تو آ گیا ہوں کہ تمھاری گفتگو سنوں شاید میں بھی کوئی عمدہ مشورہ اور صلاح دے سکوں، قریش نے کہا بہتر ہے آیئے وہ بھی ان کے ساتھ مجلس میں آیا وہاں قریش کے تمام اشراف بلا استثناء جمع تھے ان کے ہر قبیلہ کے عمائد جمع تھے۔

آنحضرتؐ کے خلاف منصوبے

بے شمار قریش اور دوسرے لوگ جمع تھے اب گفتگو شروع ہوئی کسی نے کہا اس شخص کی حالت سے تم سب واقف ہو ہمیں اس بات کا بھی خطرہ ہو گیا ہے کہ کہیں یہ اچانک ہمارے اغیار کو لے کر جو اس کے پیرو ہیں، ہم پر حملہ نہ کر دے اب کیا ہونا چاہیے اس کا تصفیہ کیجیے اس پر مشورہ ہونے لگا۔ کسی نے کہا اسے بیڑیاں پہنا کر قید کر دو اور اوپر سے دروازے کو تیغا کر دو اور اسی حالت میں اس کے لیے موت کا انتظار کرو۔ آخر اس جیسے دوسرے شعراء زہیر اور نابغہ وغیرہ کو موت آئی ہے اسے بھی آئے گی۔

شیخ نجدی نے کہا بخدا میری رائے یہ نہیں اگر اس طرح تم اسے قید کر دو گے اس کی اطلاع ضرور اس کے دوستوں اور پیرووں کو ہو جائے گی۔ وہ تم پر حملہ کر کے اسے چھڑا لیں گے اور پھر اس طرح تم پر امنڈ آئیں گے کہ تمھارے یہ تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے یہ رائے مناسب نہیں کوئی اور بات سوچو اب پھر مشاورت ہونے لگی۔

ایک نے کہا ہم اسے یہاں سے نکال کر خارج البلد کیے دیتے ہیں جب وہ یہاں سے چلا جائے تو

پھر ہمیں اس کی پروا نہیں کہ کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے۔ ہمیں اس کی اذیت سے فراغت اور اس کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا اور ہماری بات حسب سابق بن آئے گی۔ شیخ نجدی نے کہا بخدا یہ ہرگز تمھارے لیے مفید مشورہ نہیں ہے کیا تم اس کی شیریں گفتار سحر بیانی اور قلوب کو موہ لینے کی قوت تسخیر سے واقف نہیں ہو اگر تم نے اس رائے پر عمل کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ عرب کے کسی بڑے قبیلہ کے پاس جائے گا اور اپنی سحر بیانی اور شیریں کلامی سے ان کو مسخر کرے گا وہ تمھارے مقابلہ پر اس کے ساتھ ہو جائیں گے پھر ان کو ساتھ لے کر تم پر چڑھ آئے گا اور تم کو پامال کر دے گا تمھاری حکومت چھین لے گا اور پھر جو چاہے گا تم سے سلوک کرے گا اس معاملہ پر پھر مشورہ کرو اور کوئی دوسری تجویز سوچو۔

ابوجہل کی تجویز

ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ ایک بات ایسی میری سمجھ میں آئی ہے جس پر اب تک تم میں سے کسی کا خیال نہیں گیا۔ حاضرین مجلس نے کہا ابوالحکم بیان کرو کیا بات ہے اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک نہایت دلیر، نجیب اور شریف جواں مرد کا انتخاب کرلو پھر ان جواں مردوں میں سے ہر ایک کو ہم ایک شمشیر براں دیں۔ یہ جماعت اس کے پاس جائے اور سب مل کر ایک وار میں اس کا کام تمام کردیں اس طرح ہم کو ہمیشہ کے لیے اس کی طرف سے چین نصیب ہو جائے گا اور چونکہ ایک جماعت بیک وقت اس کو قتل کرے گی اس لیے اس کا قصاص تمام قبائل کے ذمہ ہو گا کسی ایک کے ذمہ نہ رہے گا اور بنو عبد مناف میں پھر یہ قدرت نہیں ہو گی کہ اس کے لیے سب قبیلوں سے لڑیں۔ لامحالہ دیت قبول کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم خوشی سے اس کا خون بہا سب کی طرف سے ادا کردیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا بے شک یہ شخص صائب الرائے ہے اس کی رائے قابل عمل ہے اس کے علاوہ اور کوئی بات تمھارے لیے مفید نہیں۔ اس تصفیہ پر مجلس برخواست اور منتشر ہو گئی۔

آنحضرتؐ کی روانگی

حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ سے آکر کہا کہ آپؐ آج رات اپنے اس بستر پر جس پر آپ معمولاً استراحت فرماتے ہیں نہ سوئیں۔ چنانچہ حسب قرارداد عشا کے بعد کفار آپؐ کے دروازے پر جمع ہوئے اور تاک میں لگے کہ جب آپؐ سو جائیں تو وہ آپؐ پر حملہ کر کے آپؐ کو ختم کردیں۔ رسول اللہؐ نے جب دیکھا کہ کفار آگئے ہیں۔ انھوں نے علی بن ابی طالبؑ سے کہا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری سبز حضرمی اونی چادر اوڑھ لو اور سو جاؤ تم کو ان کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے گا رسول اللہؐ جب سوتے تھے تو ہمیشہ اسی چادر کو اوڑھتے تھے۔

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے اس غرض سے جو لوگ جمع ہوئے تھے ان میں ابوجہل بن ہشام بھی تھا یہ سب رسول اللہؐ کے دروازے پر جمع تھے۔ ابوجہل نے اس وقت ان سے کہا کہ محمدؐ مدعی ہے کہ اگر تم اسکی

بات مان کر اس کے پیرو ہو جاؤ تو عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد پھر زندہ کیے جاؤ گے اور تم کو اُردن کے ایسے باغ دیئے جائیں گے اور اگر تم میری بات نہ مانو گے تو ذبح کر دیئے جاؤ گے ، اور مرنے کے بعد زندہ کیے جاؤ گے اور پھر تم کو آگ میں جلایا جائے گا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے آپؐ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی پھر کہا ہاں میں کہتا ہوں اور جو آگ میں جلائے جائیں گے ان میں ایک تو بھی ہے۔

کفّار کی ناکامی

اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے کفار کو اندھا کر دیا۔ آپؐ ان کو نظر نہیں آئے آپؐ اس مٹی کو ان کے سروں پر ڈالتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ "یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ"۔ (یٰسٓ قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے معمور ہے بلاشبہ تم مرسل ہو اور سیدھے راستے پر ہو اللہ کے قول" وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشیناھم فھم لا یبصرون" تک (اور ہم نے ان کے سامنے اور عقب میں ایک دیوار حائل کر دی اور ان کو بند کر دیا کہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے)

جب آپ ان آیتوں کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان میں سے ایک بھی شخص ایسا نہ تھا کہ آپؐ نے اس کے سر پر مٹی نہ ڈال دی ہو پھر آپؐ جہاں جانا چاہتے تھے چلے گئے۔ کسی دوسرے ایسے شخص نے جو ان لوگوں کے ساتھ نہ تھا آکر ان سے کہا کہ تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا محمدؐ کا۔ اس نے کہا اللہ نے تمھارے منصوبے خاک میں ملا دیئے محمدؐ تو تمھارے سامنے سے چلے گئے اور انھوں نے تم میں سے ہر شخص کے سر پر مٹی ڈال دی اور وہ اپنی راہ پر چلے گئے۔ تمھیں کچھ خبر ہے کہ تمھارے سروں پر کیا ہے ہر ایک نے ہاتھ لگا کر سر دیکھا تو اس پر مٹی لگی تھی۔ اب انھوں نے تانک جھانک شروع کی اندر دیکھا کہ علیؑ رسول اللہؐ کی چادر تانے بستر پر سو رہے ہیں کہنے لگے کہ ضرور یہ محمدؐ ہے جو اپنی چادر اوڑھے سو رہا ہے۔ صبح تک وہیں کھڑے انتظار کرتے رہے۔ صبح کو علیؑ بستر پر سے اٹھے اب ان کو معلوم ہوا کہ جو بات ان سے کہی گئی ہے وہ سچ تھی

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابوبکر، علیؑ کے پاس آئے اور ان سے نبی کریمؐ کے متعلق دریافت کیا علیؑ نے فرمایا کہ وہ غار ثور میں چلے گئے ہیں تم چاہو تو وہاں ان کے پاس چلے جاؤ۔ ابوبکر تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے رسول اللہؐ کے پیچھے چلے۔ اثنائے راہ ہی میں آپؐ کے ساتھ آ ملے۔ رسول اللہؐ نے رات کی تاریکی میں ابوبکر کی چاپ سنی آپؐ نے سمجھا کہ کوئی مشرک آ رہا ہے اس خیال سے آپؐ قدم بڑھا کر بڑی سرعت سے چلنے لگے جس سے آپؐ کے جوتے کا اگلا حصّہ پھٹ گیا اور ایک پتھر کی ٹھوکر سے پاؤں کا انگوٹھا زخمی ہوا جس سے بہت زیادہ خون بہنے لگا اور اب آپؐ نے رفتار میں اور زیادہ تیزی کر دی۔ ابوبکر کے دل میں خیال آیا کہ اس طرح

میرے تعاقب سے آپ کو تکلیف ہو گی۔ انھوں نے بلند آواز سے آپؐ سے کلام کیا۔ رسول اللہؐ نے ان کو پہچان لیا اور کھڑے ہو گئے جب وہ آپؐ کے پاس آ گئے تو پھر دونوں چلے۔ رسول اللہؐ کا تمام پاؤں خون سے بھر گیا تھا۔ اسی طرح صبح ہوتے ہوتے آپ غارِ ثور پہنچے اور اس کے اندر چلے گئے۔

کفّارِ مکّہ اور علیؑ دوسری طرف صبح کے وقت وہ مشرک جو آپؐ کی تاک میں تھے آپؐ کے گھر میں گھسے، علیؑ بستر پر سے اٹھ کھڑے ہوئے قریب جا کر انھوں نے پہچانا کہ یہ تو علیؑ ہیں انھوں نے ان سے پوچھا کہ تمھارے صاحب کہاں ہیں؟ علیؑ نے کہا میں نہیں جانتا کیا میں ان کا پاسبان تھا کہ نگرانی کرتا تم نے ان سے کہا تھا کہ چلے جاؤ وہ چلے گئے۔ علیؑ بن ابی طالبؑ کو خود رسول اللہؐ نے اپنی روانگی سے مطلع کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم میرے بعد مکہ میں ٹھہرو اور لوگوں کی جو جو امانتیں میرے پاس ہیں۔ وہ ان کو واپس دے دو۔ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جس کے پاس کوئی قابل حفاظت شے ہو اور اس نے اسے رسول اللہؐ کی امانت اور دیانت کی وجہ سے امانتاً ان کے پاس نہ رکھوا دیا ہو۔ تین دن رسول اللہؐ اور ابوبکر غار میں رہے۔

اونٹ کی خریداری جب ابوبکر نے دو اونٹ آپ کے قریب کیے تو ان میں جو اعلیٰ تھا وہ آپؐ کی سواری کے لیے بڑھایا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، آپؐ اس پر سوار ہوں آپؐ نے فرمایا میں ایسے اونٹ پر نہیں بیٹھتا جو میرا نہیں ہے۔ ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یہ آپؐ کی نذر ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میں نہیں لیتا۔ مگر یہ بتاؤ تم نے کس قیمت پہ اسے خریدا ہے۔ ابوبکر نے کہا اتنی قیمت پر۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اچھا اتنی قیمت پر میں نے اسے خرید لیا۔ ابوبکر نے کہا میں نے آپؐ کو دیا۔ اب وہ دونوں سوار ہو کر چل دیئے۔

آنحضرتؐ کی قبلہ میں آمد (صحابہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے سنا کہ رسول اللہؐ مکّہ سے روانہ ہو گئے ہیں۔ ہم آپؐ کے قدوم کے منتظر تھے۔ صبح کی نماز پڑھ کر بہت دن چڑھے تک ہم آپ کے استقبال کے لیے باہر جاتے تھے اور جب تک زوال شروع نہیں ہو جاتا تھا وہاں سے نہ ہٹتے تھے۔ چونکہ یہ زمانہ نہایت شدید گرمی کا تھا اس وجہ سے جب ہمیں سایہ نہ ملتا تو مجبوراً گھروں کے اندر چلے آتے۔ جس روز آپؐ مدینہ آئے ہیں ہم حسب عادت آپؐ کی انتظار میں آبادی سے باہر بیٹھے تھے۔ مگر جب کہیں سایہ نہ رہا تو اپنے گھروں میں چلے آئے تھے۔ ہمارے آتے ہی رسول اللہؐ مدینہ تشریف لائے سب سے پہلے ایک یہودی نے جو روزانہ ہمیں آپؐ کے انتظار میں جاتا دیکھا کرتا تھا۔ آپؐ کو دیکھا۔ اس نے فوراً نہایت بلند آواز سے کہا اے بنی قیلہ! یہ لو تمھارے نبی آ گئے ہم فوراً آپؐ کی خدمت میں آئے آپؐ ایک کھجور کے سایہ میں

تشریف رکھتے تھے ۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے ہم عمر ابوبکر تھے ۔ ہم میں زیادہ تر ایسے اصحاب تھے جنھوں نے اس سے پہلے رسول اللہؐ کو دیکھا ہی نہیں تھا ۔ لوگوں کا اژدہام ہوگیا پہلے ان میں اور ابوبکر میں تمیز ہی نہ کر سکے ، البتہ جب آپؐ پر سے درخت کا سایہ جاتا رہا ، تو ابوبکر نے اٹھ کر اپنی چادر تان دی ۔ اب ہم نے آپؐ کو شناخت کرلیا ۔

حضرت علیؑ کی مدینہ کو روانگی

ابوبکر تو خبیب بن اساف بنی حارث بن خزرج کے عزیز کے پاس مقام سنح میں جا ٹھہرے ۔ ایک صاحب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بنی حارث بن خزرج کے عزیز خارجہ بن زید کے ہاں فروکش ہوئے ۔

علیؑ بن ابی طالبؑ تین شبانہ روز مکہ میں ٹھہرے رہے اور جب انھوں نے لوگوں کی تمام امانتیں وہ جو رسول اللہؐ کے پاس رکھوائی گئی تھیں ان کے مالکوں کو واپس کردیں تو وہ رسول اللہؐ کے پاس چلے آئے اور آپ ہی کے ساتھ کلثوم بن ہدم کے یہاں ٹھہرے ۔

قبا میں پہلی مسجد کی تعمیر

رسول اللہؐ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں دوشنبہ منگل بدھ اور جمعرات مقیم رہے یہاں آپؐ نے ان کی مسجد کی بنیاد رکھی ۔ جمعہ کے دن اللہ کے حکم سے آپؐ ان کے یہاں سے چل دیئے ۔ خود یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اس سے زیادہ ان کے یہاں قیام کیا ، اللہ بہتر جانتا ہے ۔

بعثت کے بعد زمانہ قیام مکہ

ابوجعفر کہتے ہیں کہ علماءِ سلف کا اس بارے میں اختلاف ہے ۔ بعض نے دس سال اور زیادہ تر روایات تیرہ سال کو بتاتی ہیں ۔

سنہ ہجری کی ابتدا

مدینہ آکر رسول اللہؐ نے تاریخ مقرر کرنے کا حکم دیا ۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ مدینہ آکر آپؐ نے تاریخ مقرر کرنے کا حکم دیا آپؐ ربیع الاوّل میں مدینہ آئے ۔ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے سب کو جمع کرکے پوچھا کہ کس دن سے تاریخ لکھی جائے ۔ علیؑ نے کہا جس روز رسول اللہؐ نے ہجرت فرمائی اور سرزمین شرک کو خیرباد کہا عمر نے اسی کو قبول کرلیا ۔

دوشنبہ کی اہمیت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ دوشنبہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے ۔ دوشنبہ کے دن آپؐ کو نبوت ملی (اعلان نبوت کیا) دوشنبہ کے دن آپؐ نے پتھر اٹھایا دوشنبہ کے دن ہجرت کرکے مکہ سے چلے اور دوشنبہ ہی کے دن آپ کی وفات ہوئی زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن مدینہ تشریف لائے

باب ۴

آنحضرتؐ کی مدنی زندگی ۱ھ

پہلا جمعہ

آپؐ نے تمام صحابہ کو جمعہ میں جمع کیا اسی دن آپؐ قبا سے مدینہ آنے کے لیئے روانہ ہوئے آپؐ بنی سالم بن عوف کے پاس ان کی ایک وادی کے بطن میں پہنچے کہ نمازِ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ اس مقام پر اسی روز ایک مسجد بنائی گئی اور یہ اسلام میں پہلا جمعہ ہے جو رسول اللہؐ نے ادا کیا۔ آپ نے اس جمعہ میں خطبہ دیا اور یہی پہلا خطبہ ہے جو آپ نے مدینہ میں دیا۔

مدینہ میں آنحضرتؐ کا پہلا خطبہ

وہ خطبہ یہ ہے:۔

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں میں اسی کی حمد کرتا ہوں اس سے مدد مانگتا ہوں، اس سے پردہ پوشی چاہتا ہوں اس پر ایمان رکھتا ہوں اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ جو اس کا منکر ہے اس سے اپنی عداوت کا اعلان کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے جسے اس نے ہدایت روشنی اور موعظہ دے کر بندوں کے واسطے مبعوث کیا ہے چونکہ بہت دنوں سے انبیاء کا آنا رک گیا تھا اور جہالت و گمراہی کا دور دورہ ہو گیا تھا اور اس لیے کہ اب زمانہ ختم ہو رہا ہے آخرت کی گھڑی آیا چاہتی ہے اور وقت قریب آپہنچا ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ راہ راست سے بھٹک گیا، وہ حد سے تجاوز کر گیا اور بہت دور غلط راستے پر چلا گیا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو یہ بہترین مشورہ ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے کہ وہ اسے آخرت کے لیے عمل نیک پر برانگیختہ کرے اور اللہ کے خوف کو ہر وقت پیش نظر رکھنے کا حکم دے پس تم اللہ سے ڈرتے رہو جبکہ اس نے اپنے سے ڈرایا ہے اس سے بہتر

نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ مشورہ۔ اللہ سے ڈرنے کے معنی یہ ہیں کہ تم صدق نیّت سے آخرت کے لیے اللہ کے خوف کو پیشِ نظر رکھ کر نیک اعمال کرو اور جو شخص ظاہر و باطن میں حسنِ نیّت کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے لیے عمل کرے گا، اللہ اسے دنیا میں اور مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا یہاں تک کہ قیامت برپا ہو۔ جبکہ اس کے خلاف عمل کرنے والا چاہے گا کہ کاش اس کے اور اس کے بُرے عمل کے درمیان مسافت بعید ہوتی اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے قسم ہے اس ذات کی جس کا قول صادق ہے، جو اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے اور خلاف وعدہ نہیں کرتا۔ وہ فرماتا ہے "ومایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید" (ہمارے پاس وعدہ خلافی نہیں ہوتی اور ہم ہرگز بندوں پر ظلم نہیں کرتے) ظاہر و باطن میں اپنے دنیاوی اور دینی معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ جو اس سے ڈرتا رہے گا وہ اس کی برائیوں کی اثر بد سے اس شخص کو محفوظ رکھے گا اور اسے بڑا اجر دے گا، جو اللہ سے ڈرتا رہا اس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ اللہ کا خوف اس کی دشمنی، عقوبت اور ناراضگی سے بچاتا ہے اللہ کے خوف سے چہرے نورانی ہو جاتے ہیں، رب راضی ہوتا ہے اور مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو اور اللہ کے خوف کے مقابلہ میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ نے اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور تمھارے لیے اپنا راستہ بتا دیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سچے تھے اور کون جھوٹے؟ لہٰذا جیسا احسان اللہ نے تمھارے ساتھ کیا ہے ویسا ہی تقویٰ تم اختیار کرو۔ اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو اور اس کی راہ میں نیک نیتی سے جہاد کرو اس نے تم کو اختیار کیا ہے اور تم کو مسلمان کیا ہے تاکہ اس حجّت نبوّت کے بعد اب جو برباد ہو سو برباد ہو اور جو زندہ رہے زندہ رہے۔ تمام قوت صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اکثر اللہ کو یاد کرتے رہو آخرت کے لیے عمل کرو، جو شخص اللہ سے اپنی بات بنالے گا اللہ پھر سب میں اس کی بات بنا دے گا اور یہ اس لیے کہ اللہ کا فیصلہ لوگوں پر نافذ ہے۔ ان کی کوئی بات اس پر نہیں چلتی اور وہ تمام لوگوں کا مالک ہے۔ لوگ اس کے قطعی مالک نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام قوتیں صرف اللہ بزرگ کو حاصل ہیں"۔

ناقۂ رسولؐ

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ نماز کے بعد رسول اللہؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے آپ نے اس کی مہار چھوڑ دی جس انصاری کے گھر سے وہ گذرتی لوگ آپؐ کو اپنے یہاں فرد کش

ہونے کی دعوت دیتے اور عرض کرتے کہ آپؐ ہمارے پاس فروکش ہوں ہماری تعداد بھی زیادہ ہے اور ہر طرح کی آسائش اور سامان راحت بھی مہیا ہے رسول اللہؐ فرماتے اس کی مہار چھوڑ دو یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے اسی طرح ہوتے ہوتے وہ اونٹنی اس مقام پہ آئی جہاں اب مسجد نبوی ہے اور مسجد کا جہاں اب دروازہ ہے وہاں بیٹھ گئی اور اس وقت وہ جگہ اونٹوں کا اصطبل تھا جو بنی نجار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی جو عمرو بن عباد بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کے بیٹے اور معاذ بن عضراء کی تولیت میں زیر پرورش تھے ملکیت تھا، اونٹنی بیٹھ گئی مگر رسول اللہؐ اب بھی اس پر سے نہ اُترے پھر وہ کھڑی ہو گئی اور تھوڑی دور چل کر اس وقت اس کی مہار بالکل چھوٹی ہوئی تھی۔ رسول اللہؐ نے اسے نہیں موڑا بلکہ وہ خود ہی مڑ کر پھر اس جگہ جہاں پہلے آ کر بیٹھی تھی واپس آئی اور بیٹھ گئی اور اس نے اپنے دونوں پچھلے پاؤں بھی جما دیئے تب رسول اللہؐ اُترے۔ ابوایوبؓ نے آپ کی کاٹھی اتاری اور اسے اپنے گھر میں جا کر رکھ دیا تمام انصار نے آپؐ سے اپنے یہاں قیام کی استدعا کی۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ آدمی وہیں جہاں اس کا کجاوہ۔ اس طرح آپؐ ابوایوبؓ، خالد بن زید کلیب کے پاس بنی غنم بن نجار میں فروکش ہو گئے۔

مسجد نبویؐ

ابو جعفر کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے پوچھا کہ یہ اونٹوں کا باڑہ کس کا ہے؟ معاذ بن عضراء نے آپؐ سے کہا کہ یہ دو یتیموں کا ہے جو میرے زیر تربیت ہیں میں ان کو راضی کر لوں گا تب رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ مسجد بنائی جائے۔ اور آپؐ اپنی مسجد اور مکانات بننے تک ابوایوب کے پاس مہمان رہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کی زمین کو آپؐ نے خرید لیا اور پھر مسجد بنائی۔ مگر ہمارے نزدیک صحیح بات وہ ہے جو انس بن مالک سے مروی ہے کہ مسجد نبوی کی زمین بنی نجار کی تھی اس میں کھجور کے درخت کھیتی اور کچھ قبریں تھیں۔ رسول اللہؐ نے ان سے کہا کہ قیمت لے کر یہ جگہ مجھے دے دی جائی انھوں نے کہا سوائے اللہ کی خوشنودی کے ہم اس کی کوئی قیمت نہیں چاہتے۔ تب رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ کھجوریں قطع کر دی جائیں۔ چنانچہ کھجوریں کاٹ دی گئیں، کھیتی برباد کی گئی اور قبروں کو اکھاڑ دیا گیا مسجد کی تعمیر سے قبل بھیڑوں کے باڑے میں یا جہاں نماز کا وقت آجاتا تھا وہیں نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اب مسجد کی تعمیر کا کام خود رسول اللہؐ نے اور آپؐ کے تمام صحابہ مہاجرین و انصار نے اپنے ذمہ لے لیا۔

بی بی عائشہ بنت ابوبکر

اس سال بعض راویوں کے بیان کے مطابق مدینہ آنے کے اٹھارہ ماہ بعد ذی القعدہ میں رسول اللہؐ عائشہ کے ساتھ شب باش ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ آنے کے سترہ ماہ بعد ماہِ شوال میں رسول اللہؐ، عائشہ کے ساتھ شب باش ہوئے۔ ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں حضرت خدیجہؑ کی وفات کے بعد رسول اللہؐ کا نکاح عائشہ سے ہو گیا تھا

اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ سات سال بھی بیان کی گئی ہے۔ بی بی عائشہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے شوال میں مجھ سے نکاح کیا۔ شوال ہی میں مجھ سے ہم بستر ہوئے اور کسی آپ کی بیوی کو مجھ سے زیادہ آپ سے تمتع کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔

باب ۵

جنگِ بدر ۲ھ

ابو تراب کا لقب

عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ غزوہ ذات العشیرہ میں حضرت علیؑ اور میں رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے۔ ہم نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا وہاں ہم نے بنی مدلج کے کچھ آدمیوں کو ایک نخلستان میں کھیتی باڑی کرتے دیکھا میں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آؤ ذرا چل کر دیکھیں کہ یہ کیونکر کاشتکاری کرتے ہیں۔ ہم وہاں گئے تھوڑی دیر ہم دیکھتے رہے ہمیں نیند آنے لگی تو ہم کھجور کے ایک درخت کے سایہ میں جاکر نرم زمین پر سو گئے۔ ہم سو رہے تھے کہ خود رسول اللہؐ نے وہاں آکر ہمیں بیدار کیا۔ زمین پر سونے کی وجہ سے ہم خاک آلود ہو گئے تھے آپ نے حضرت علیؑ کو ان کا پاؤں پکڑ کر ہلایا اور فرمایا اے ابو تراب! اٹھو، کیا میں تم کو ان کی خبر نہ دوں جو سب لوگوں سے شقی انسان ہیں۔ قوم ثمود کا احمر (سرخ رنگ والا) جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور وہ جو تمھیں یہاں تلوار مارے گا یعنی تمھارے فرق پر اور اس کو (آپ کی ڈاڑھی پر ہاتھ رکھا) اس سے خضاب کرے گا۔

ایک مرتبہ سہل بن سعد سے کسی نے کہا کہ مدینہ کے چند امراء چاہتے ہیں کہ تم علیؑ کو مدینہ کے منبر پر جاکر گالیاں دو۔ اس نے کہا میں ان کے متعلق کیا کہوں۔ اس شخص نے کہا تم ان کو ابو تراب کہو۔ سہل بن سعد نے کہا یہ تو خود رسول اللہؐ نے ان کو لقب دیا تھا۔ اس نے پوچھا ابو العباس کیونکر؟ اس نے کہا ایک مرتبہ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کے پاس گئے اور وہاں سے برآمد ہو کر مسجد کے زیر سایہ لیٹ گئے۔ ان کے بعد رسول اللہؐ فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تمھارے ابن عم کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا وہ دیکھیے مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں رسول اللہؐ مسجد میں ان کے پاس آئے دیکھا کہ چادر پیٹھ سے اتر گئی ہے اور مٹی لگ گئی ہے آپ خود ان کی پشت سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے اے ابو تراب! بیٹھ جاؤ۔ اس طرح یہ لقب خود رسول اللہؐ نے انکو دیا تھا اور خود علیؑ اس لقب کو سب ناموں سے زیادہ پسند کرتے تھے۔

اس سال ماہ صفر کی چند راتیں باقی تھیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی شادی جناب فاطمہ سلام اللہ سے ہوئی۔

قبلہ کی تبدیلی

ہجرت کے دوسرے سال ماہِ شعبان میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے قبلہ کو شام کی سمت سے کعبہ کی طرف بدل دیا۔ وقتِ تبدیلی میں علماء سلف کا اختلاف ہے مگر جمہور کا خیال یہ ہے کہ ہجرت کے اٹھارہویں ماہ نصف شعبان میں یہ تبدیلی عمل میں آئی۔ ابن مسعود اور دوسرے صحابہ رسولؐ سے مروی ہے کہ پہلے مسلمان بیت المقدس کی سمت نماز پڑھتے تھے جب نبی کریمؐ کو ہجرت کرکے مدینہ آئے ہوئے اٹھارہ ماہ گزرے۔ آپؐ نماز میں حکم کے انتظار میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے جب کہ آپؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے تو کعبہ بیت المقدس کی بجائے قبلہ ہوگیا۔ چونکہ خود نبی کریمؐ چاہتے تھے کہ کعبہ کی سمت نماز پڑھیں تو اس وقت اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی "قد نریٰ تقلب وجہک فی السماء" آخر آیت تک (بے شک ہم نے دیکھا کہ تم آسمان کی طرف منہ اٹھائے منتظر ہو۔)

ابن اسحاق کی روایت

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ مدینہ آنے کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان میں قبلہ بدل دیا گیا واقدی سے بھی یہی مذکور ہے وہ کہتے ہیں کہ پندرہ شعبان بروز منگل بوقت ظہر یہ تبدیلی عمل میں لائی گئی۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ دوسرے ارباب سیر کہتے ہیں کہ ہجرت کے سولہ ماہ بعد قبلہ تبدیل ہوا۔

روزے اور فطرانے کا حکم

اس سال ماہ رمضان کے روزے فرض کیے گئے اور اسی سال مسلمانوں کو زکوٰۃ فطرہ کا حکم ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے عید فطر سے ایک یا دو دن پہلے مسلمانوں کو خطاب کیا اور فطرے کا حکم دیا۔ اس سال آپؐ نماز عید کے لیے شہر سے باہر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اسی سال لوگ آپؐ کے لیے بھالا (وہ ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہو) لے گئے اور آپؐ نے اس کی سمت کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ یہ بھالا زبیرؓ بن عوام کا تھا جو نجاشی نے اسے دیا تھا۔ اس کے بعد تمام عیدوں میں یہ آپؐ کے لیے عیدگاہ لے جایا جاتا تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ اب بھی مدینہ میں مؤذنوں کے پاس ہے۔

۱۹ رمضان کے متعلق روایات

اس سال کے ماہ رمضان میں کفار قریش اور رسول اللہؐ کے درمیان بدر کی مشہور لڑائی ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ ۱۹ رمضان کو یہ واقعہ ہوا۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ ۱۹ رمضان کو لیلۃ القدر کو تلاش کرو کیونکہ یہی بدر کی رات ہے۔ عبد اللہ سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر کو ۱۹ رمضان میں تلاش کرو کیونکہ اسی کی صبح کو جنگ بدر ہوئی۔

۱۷ رمضان کے متعلق روایات

دوسرے راوی کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی جمعہ کے دن سترھویں رمضان صبح کو ہوئی۔ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے انہوں نے،

کہا۔ لیلۃ القدر کو سترھویں رات میں تلاش کرو اور یہ آیت پڑھی "یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰن" اور یہ بدر کی صبح تھی۔ پھر کہا کہ یا ۱۹ کو اور یا ۲۱ کو تلاش کرو۔ عبداللہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر رمضان کی ۱۹ کو ہوئی۔ واقدی کہتے ہیں میں نے یہ بات محمد بن صالح سے کہی وہ کہنے لگے کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم ایسا کہتے ہو میرا خیال ہے کہ کسی شخص کو اس بات میں شک نہیں کہ جنگ بدر ۱۷ رمضان جمعہ کی صبح کو ہوئی اور میں نے عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن رمضان کو بھی یہ کہتے سنا ان اشخاص کے نام لینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ اس بات کو گھر میں بیٹھنے والی عورتیں تک جانتی ہیں۔ حسن بن علی بن ابی طالبؑ فرماتے تھے لیلۃ الفرقان یوم التقی الجمعان رمضان کی سترہ ہے۔

حضرت علیؑ کی روایت

علیؑ سے مروی ہے کہ جب ہم مدینہ میں آئے اس کے پھلوں سے ہماری طبیعتیں خراب ہوگئیں گرمی اور حبس سے تکلیف ہوئی۔ رسول اللہؐ بدر کی خبر معلوم کرتے رہتے تھے۔ جب ہمیں اطلاع ملی کہ مشرکین بڑھ آئے ہیں۔ آپؐ بدر کو چلے یہ ایک کنواں تھا مگر ہم مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں دو آدمی ملے ان میں ایک قریش کا اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا۔ قریشی تو بھاگ گیا البتہ عقبہ کے غلام کو ہم نے پکڑ لیا۔ ہم نے اس سے دشمن کی تعداد دریافت کی۔ اس نے کہا بخدا ان کی تعداد بہت بڑی ہے اور ان کی قوت و شوکت بہت زیادہ ہے اس پر مسلمانوں نے اسے پیٹا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں لائے آپؐ نے اس سے دشمن کی تعداد پوچھی اس نے کہا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ بڑی شوکت و طاقت رکھتے ہیں رسول اللہؐ نے ہر چند اس سے انکی صحیح تعداد دریافت کی مگر اس نے نہ بتائی تو آپؐ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں اس نے کہا روزانہ دس۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ دشمن کی تعداد ایک ہزار ہے۔

اصحاب بدر کی تعداد

بعض نے کہا کہ وہ تین سو تیرہ تھے۔ براء سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں اسی قدر آدمی تھے جتنے طالوت کے ساتھ تھے۔ جنھوں نے دریا کو عبور کیا تھا یعنی تین سو تیرہ۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں "ستتر مہاجرین اور دو سو چھتیس انصاری تھے رسول اللہؐ کے علمبردار علی بن ابی طالبؑ تھے اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے پاس تھا۔

حکیم بن حزام اور ابوجہل

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم مروان بن حکم کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کے دربان نے آکر کہا کہ ابو خالد حکیم بن حزام ملاقات کے لیے حاضر ہے۔ مروان نے کہا آنے دو، حکیم بن حزام دربار میں آیا۔ مروان نے اسے خوش آمدید کہا اور قریب بلایا پھر مروان اس کی خاطر صدر مجلس سے ہٹ گیا اور گاؤ تکیہ دونوں میں حائل ہو گیا مروان نے

اس کیطرف توجہ کی اور کہا کہ بدر کا واقعہ سنائیے۔ اس نے کہا کہ مکہ سے چل کر جب ہم جحفہ پہنچے۔ قریش کا ایک قبیلہ ہمارا ساتھ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ اس قبیلہ کے مشرکین میں سے ایک بھی جنگ بدر میں شریک نہیں ہوا پھر ہم وہاں سے بڑھ کر وادی کے اس کنارے فروکش ہوئے جس کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے میں عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ابوالولید! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کروگے کہ آج کی نیک نامی کا سہرا عمر بھر کے لیے تمھارے سر ہو۔ اس نے کہا میں اس کے لیے تیار ہوں وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا تم صرف ابن حضرمی کے خون کا بدلہ محمدؐ سے لینا چاہتے ہو وہ تمھارا حلیف تھا تم اس کی دیت سے درگذر کرو اور یہاں سے سب کو لے کر پلٹ جاؤ۔ عتبہ نے کہا میں اس کے لیے تیار ہوں مگر تم ہی اس کی کوئی راہ نکالو۔ ابن حنظلیتہ یعنی ابوجہل کے پاس جاؤ اور کہو تمھارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم اپنی ساری جماعت کو آج اپنے ابن عم کے مقابلہ سے ہٹالو۔ میں ابوجہل کے پاس آیا اور اس سے کہا عتبہ بن ربیعہ نے تم سے کہا ہے مناسب یہی ہے کہ آج تم اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر اپنے ابن عم کے مقابلہ سے ہٹ جاؤ۔ ابوجہل نے کہا کیا اسے تمھارے سوا کوئی اور قاصد اس پیغام رسانی کے لیے نہیں مل سکا۔ میں نے کہا جی ہاں اور میں بھی اس کے سوا اور کسی کا قاصد نہیں بن سکتا تھا۔ میں اس کے پاس سے نکل کر دوڑتا ہوا عتبہ کے پاس چلا آیا۔ اتنے میں ابوجہل جس کے چہرے سے بدی نمایاں تھی۔ وہاں آیا اس نے عتبہ سے کہا کہ تیری ہوا نکل گئی ہے۔ عتبہ نے کہا کہ بہت جلد تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ابن اسحاق کے سلسلہ بیان کے مطابق عتبہ بن ربیعہ نے کھڑے ہو کر اپنی قوم میں تقریر کی اور کہا اے گروہ قریش! محمدؐ اور اس کے ساتھیوں سے لڑ کر تم کو کیا مل جائے گا اگر تم نے ان کو مار بھی لیا تو ہمیشہ تمھارا ایک شخص دوسرے کو اس لیے بنظر کراہت دیکھے گا کہ اس نے اپنے کسی بھتیجے بھانجے یا عزیز قریب کو قتل کیا ہوگا۔ تم واپس چلو۔ محمدؐ اور تمام عرب کو نپٹنے کے لیے چھوڑ دو۔ اگر انھوں نے اسے مار دیا تو فہو المراد۔ اور اگر اس کے خلاف ہوا تو اس کا فائدہ تم کو بھی ہوگا۔ اس لیے اب تم خود اس کے مقابلہ پر کچھ نہ کرو۔

ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو بلا بھیجا اور اس سے کہا دیکھو تمھارا حلیف سب کو واپس لے جانا چاہتا ہے۔ حالانکہ تمھارے بھائی کے انتقام لینے کا موقع تمھارے سامنے ہے۔ عامر اٹھا اور صف سے نکل کر اے میر اعمر! اے میر اعمر کا واویلا کیا تو جنگ چھڑ گئی بات بگڑ گئی اور سب کے سب انتقامی جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے اور عتبہ نے جو مشورہ دیا تھا اس کو رد کر دیا گیا۔

اسود بن عبدالاسد کا قتل

اسود بن عبدالاسد جو ایک تند خو آدمی تھا فوج سے برآمد ہوا اور کہنے لگا میں اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ ان کے حوض کا پانی پیوں گا اور اسے منہدم کر دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔ اس کے مقابلہ کے لیے حمزہ بن عبدالمطلبؑ بڑھے۔ مقابلہ ہوتے ہی حمزہؑ نے تلوار کے وار سے نصف ساق سے اس کا پاؤں قطع کر دیا۔ اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔

عتبہ، شیبہ اور ولید کا خاتمہ

اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید بن عتبہ کے ساتھ جن کے بیچ میں وہ تھا۔ میدان کارزار میں آیا اور اپنی صف سے برآمد ہو کر اس نے مبارزت طلبی کی۔ اس کے مقابلہ میں انصار کے تین جوانمرد عوف۔ معوّذ اور عبداللہ بن رواحہ نکلے۔ قریش نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم انصاری ہیں۔ قریش نے کہا ہمیں تمھاری ضرورت نہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے آواز دی اے محمدؐ! ہمارے مقابلہ پر ہمارے برابر کے ہم قوم لوگوں کو بھیجو۔

رسول اللہؐ نے فرمایا اے حمزہ بن عبدالمطلبؑ تم جاؤ، اے عبیدہ بن حارث تم جاؤ، اے علی بن ابی طالبؑ تم جاؤ۔ جب یہ تینوں حضرات نکلے تو قریش نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے فرداً فرداً اپنا نام بتایا۔ قریش نے کہا بے شک تم ہمارے برابر ہو۔ عبیدہ بن حارث کا عتبہ سے، حمزہؑ کا شیبہ سے اور علیؑ کا مقابلہ ولید سے ہوا۔ حمزہؑ اور علیؑ نے تو سامنا ہوتے ہی اپنے حریفوں کو فوراً قتل کر دیا۔ البتہ عبیدہ اور عتبہ نے ایک ساتھ ایک دوسرے پر تلوار کا وار کیا جس سے دونوں اپنی اپنی جگہ ناکارہ اور بے دم ہو گئے مگر اتنے میں حمزہؑ اور علیؑ نے پلٹ کر ایک ساتھ عتبہ پر تلواریں ماریں اور اسے قتل کر دیا اور اپنے ساتھی عبیدہ کو اپنی فوج میں اٹھا لائے ان کا پاؤں قطع ہو گیا تھا اور نلی کا گودا بہہ رہا تھا۔ جب ان کو رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا انھوں نے عرض کیا اے رسول اللہؐ! کیا میں شہید نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا بے شک تم شہید ہو۔ عبیدہ نے کہا اگر ابوطالبؑ زندہ ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ان کے اس شعر کا صحیح مصداق میں ہوں

ونسلمہ حتیٰ نصرّع حولہ ۔۔۔ ونذھل عن ابناءنا والحلائل

تاوقتیکہ ہم اس کی حمایت میں قتل نہ ہو جائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھول نہ جائیں ہم کبھی اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑیں گے۔ اس کے بعد فریقین نے ایک دوسرے پر یورش کر دی اور مل جل گئے۔ رسول اللہؐ نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں۔ ان کو لے کر آپؐ قریش کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا "شاہت الوجوہ" (یہ چہرے رسوا اور ذلیل ہوئے) پھر کنکریوں پر دم کر کے قریش کی طرف پھینکا اور صحابہ سے فرمایا اب حملہ کرو، حملہ کرتے ہی قریش

شکست کھائی۔ اللہ نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر دیا اور ان میں سے بہت سے قید کر لیے گئے۔

جنگِ بدر میں ملائکہ کی شرکت

ابن عباس سے مروی ہے کہ بدر کے دن ملائکہ کی شان یہ تھی کہ انھوں نے سفید عمامے باندھ رکھے تھے۔ جن کے شملے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ اور جنگ حنین میں انھوں نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے مگر بدر کے علاوہ اور کہیں ملائکہ نے خود لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔

آنحضرتؐ کا مقتولین سے خطاب

انس بن مالک سے مروی ہے کہ صحابہ نے وسط شب میں رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے کنویں والو! اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام اسی طرح آپؐ نے ان تمام مقتولین کے نام لیے جو اس کنویں میں ڈالے گئے تھے پھر فرمایا جو وعدہ تمھارے رب نے تم سے کیا تھا کیا اسے تم نے درست پایا۔ بے شک جو وعدہ میرے رب نے مجھ سے کیا تھا اسے تو میں نے سچا پایا ہے۔ صحابہ نے آپؐ سے کہا اے رسول اللہؐ! آپ ایسے مردوں کو پکارتے ہیں جو سڑ گل گئے ہیں آپؐ نے فرمایا جو کچھ میں کہتا ہوں اسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے البتہ ان میں جواب دینے کی استطاعت نہیں

مالِ غنیمت جمع کرنے کا حکم

اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ دشمن کی فرودگاہ میں جو کچھ ملے اسے جمع کر لیا جائے جب اسے جمع کر دیا گیا تو اس کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ جنھوں نے جمع کیا تھا وہ مدعی ہوئے کہ خود ہی سب لے لیں۔ مگر اس پر ان لوگوں نے جو دشمن سے لڑ رہے تھے اور انھیں تلاش کر کے قید کر رہے تھے کہا کہ اگر ہم نہ ہوتے تو یہ مال تمھارے قبضہ میں آ ہی نہیں سکتا تھا۔ ہم نے دشمن کو اپنے سے مصروف پیکار کر کے تم کو یہ موقع دیا ہے کہ تم نے غنیمت حاصل کی پھر ان لوگوں نے جو دشمن کی یورش کے خوف سے اس اثنا میں رسول اللہؐ کی نگہبانی کرتے رہے تھے کہا کہ اس مال کا ہمارے مقابلہ میں تم میں سے کوئی زیادہ مستحق نہیں ہے جب اللہ نے ہم کو فتح دی اور انھوں نے ہماری طرف پشت پھیر دی تو یہ بات ہمارے بالکل قبضہ میں تھی چونکہ اس کا کوئی بچانے والا نہ تھا۔ ہم آسانی سے اس سب پر قبضہ کر لیتے مگر اس اندیشہ سے کہیں دشمن رسول اللہؐ پر نہ پلٹ پڑے ہم آپؐ کی حفاظت کے لیے آپؐ کے پاس ٹھہرے رہے اس لیے تم میں سے کوئی بھی ہم سے زیادہ اس مال کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

سورۂ انفال کی تفسیر

ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ میں نے عبادہ بن صامت سے انفال کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا کہ یہ آیت ہم اہلِ بدر کے متعلق نازل ہوئی

جب مال غنیمت کے متعلق ہم میں سخت اختلاف ہو گیا اور نوبت بد اخلاقی تک پہنچ گئی تو اللہ نے اسے ہم سے چھین کر رسول اللہ کو دے دیا اور رسول اللہ نے اسے تمام مسلمانوں میں علی السویہ تقسیم کر دیا اور اس میں اللہ کا تقویٰ اس کے رسول کی فرمانبرداری اور آپس کے تعلقات کی اصلاح تھی۔

مقتولین اور اسیران بدر کی تعداد

رسول اللہ کے ساتھ مشرکین کے قیدی بھی تھے ان کی تعداد چوالیس تھی۔ اور اسی قدر مشرک مارے گئے تھے۔ عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ بدر کے دن فریقین کا مقابلہ ہوا تو اللہ نے مشرکین کو شکست دی ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر ہی اسیر کر لیے گئے۔

شہداء بدر کی تعداد

ابو جعفر کے بیان کے مطابق مسلمانوں میں سے کل چودہ آدمی شہید ہوئے ان میں چھ مہاجر اور آٹھ انصاری تھے۔

یہودیوں کا حسد

ابو جعفر کہتے ہیں کہ بدر سے واپس آکر آپ مدینہ میں قیام پذیر ہوئے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے تو آپ نے یہودیوں سے اس شرط پر کہ وہ آپ کے برخلاف کسی کی اعانت نہیں کریں گے اور اگر کوئی دشمن آپ پر چڑھائی کرے گا تو وہ آپ کی نصرت کریں گے، معاہدہ صلح کیا تھا۔ مگر جب آپ نے بدر میں قریش کے اس قدر مشرکین کو قتل کیا تو یہودیوں نے اپنے حسد اور رنج کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ محمد کو اچھے لڑنے والوں سے سابقہ نہیں پڑا اگر ہم سے مقابلہ ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا نیز انھوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی بھی کی۔

باب ۶

یہودِ مدینہ

غزوہ بنی قینقاع

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے بنی قینقاع کو ان کے بازار میں جمع کر کے کہا۔

" یہودیو! اللہ سے ڈرو کہ کہیں وہ تم کو بھی ایسی سزا نہ دے جیسی کہ اس نے قریش کو دی ہے۔ تم اسلام لاؤ، تم جانتے ہو کہ میں نبی مرسل ہوں جس کا ذکر خود تمھاری کتابوں میں اور اس میثاق میں ہے جو اللہ نے تم سے لیا تھا" یہود نے کہا" اے محمدؐ! تم ہم کو بھی اپنی قوم ایسا سمجھتے ہو تم ایسے لوگوں کے مقابلہ میں گئے جو لڑائی سے بالکل واقف نہ تھے کہ تم نے موقع پا کر ان کو زیر کر لیا۔ اپنی کامیابی سے دھوکہ میں نہ پڑو۔ بخدا اگر تم ہم سے لڑے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم مرد اہل نبرد ہیں"۔

بنو قینقاع کا محاصرہ

یہ غزوہ شوال ۲ھ میں ہوا جب جبرئیل یہ آیت " واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء" (اگر تم کو کسی قوم کی خیانت کا اندیشہ ہو تو تم بھی ان کے ساتھ وہی کرو) رسول اللہؐ پر لے کر نازل ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے بنی قینقاع سے اس بات کا اندیشہ ہے۔ آپؐ نے پندرہ شب ان کا محاصرہ رکھا۔ اس اثناء میں ان کا کوئی آدمی مقابلہ پر برآمد نہ ہوا پھر انھوں نے رسول اللہؐ کے حکم پر ہتھیار رکھ دیے اور اپنے کو ان کے حوالے کر دیا۔ ان سب کی مشکیں باندھ دی گئیں۔ پھر آپؐ نے ان کو جلاوطن کر دیا اور ان کی املاک کو بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ آپؐ کو ان کے پاس سے اسلحہ اور آلات کشاورزی کی ایک بڑی مقدار ہاتھ لگی۔

مال غنیمت کا پہلا خمس

ابو جعفر نے کہا ہے کہ اسی غزوہ میں اسلام میں پہلا خمس نکالا گیا۔ اس موقع پر آپؐ نے اپنا خاص حصّہ لیا۔ خمس لیا اور عام حصّہ لیا۔ بقیہ چار حصوں کو صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ آپؐ مدینہ واپس آئے تو عید قربان آگئی۔ آپؐ نے اور خوشحال صحابہ نے ذوالحجہ کی

دسویں تاریخ کو قربانی کی ۔ آپؐ صحابہ کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے ۔ وہاں آپؐ نے عید کی پہلی نماز پڑھائی ۔ عید کی یہ پہلی نماز ہے جو آپؐ نے مدینہ میں صحابہ کو پڑھائی اور وہیں عیدگاہ میں آپؐ نے دو بکریاں یا ایک بکری ذبح کی ۔

عثمان بن مظعون کی وفات

اسی سال یعنی ۲ھ کے ماہ ذی الحجہ میں عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا۔ رسول اللہؐ نے ان کو بقیع میں دفن کیا ۔ اور ان کے سرہانے علامت کے طور پر ایک پتھر نصب کیا۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ اسی سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خون بہا لکھے اور یہ تحریر آپؐ کی تلوار میں لگی ہوئی تھی ۔

باب ۷

جنگِ اُحد ۳ھ

جنگ اُحد واقعہ بدر اور اس میں قریش کے اشراف اور رؤسا کا قتل جنگ اُحد کا باعث ہوا۔ قریش پوری طرح تیار ہو کر مکمل ساز و سامان کے ساتھ جوش، بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ جنگ کے لیے چلے۔ انھوں نے اپنی عورتوں کو بھی اس خیال سے کہ ان کی موجودگی میں وہ زیادہ حمیت اور غیرت سے لڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں اپنے ساتھ لے لیا۔ ابوسفیان بن حرب امیر جماعت نے ہند بنت عتبہ کو (اور دیگر مشرکین نے اپنی عورتوں کو ساتھ لیا)

ہند بنت عتبہ اور حبشی ہند کا یہ حال تھا کہ جب وہ حبشی کے پاس سے گزرتی یا وہ اس کے پاس سے گزرتا تو کہتی اے ابودسمہ! تو میرا دل ٹھنڈا کر اور اپنا دل بھی ٹھنڈا کر۔

مسلمانوں کا بیرون مدینہ مدافعت پر اصرار قریش احد پہاڑ میں بدھ کے دن آکر اترے تھے وہ اس دن جمعرات اور جمعہ وہیں ٹھہرے رہے۔ نماز جمعہ پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مقابلہ پر بڑھے۔ صبح آپ نے احد کی گھاٹی میں کی اور سنیچر کے دن نصف شوال میں جنگ اُحد ہوئی۔

مسلمانوں اور کفّار کی تعداد واقدی کا بیان ہے کہ مقام شیخین سے عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کا ساتھ چھوڑ کر پلٹ گیا۔ اب رسول اللہؐ کے ساتھ سات سو مسلمان رہ گئے اور مشرکین تین ہزار تھے۔ ان میں دو سو سوار اور پندرہ عورتوں کے محمل تھے ان میں سات سو زرہ پوش تھے اور ان کے مقابلہ میں صرف سو مسلمان زرہ پوش تھے اور ان کے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک رسول اللہؐ کا اور ایک ابوبردہ حارثی کا۔

حضرت علیؑ اور طلحہ بن عثمان کا مقابلہ

سدی سے مروی ہے کہ احد میں رسول اللہؐ مشرکین کے مقابلہ میں برآمد ہوئے۔ آپ کے حکم سے تیر انداز پہاڑ کی جڑ میں مشرکین کے رسالہ کے مواجہ میں کھڑے ہوئے آپؐ نے ان کو ہدایت کر دی کہ تم اپنی جگہ سے کسی وقت بھی نہ ہٹنا۔ چاہے تم ہم کو ان پر فتح یاب ہوتا ہوا دیکھو، کیونکہ جب تک تم اپنی جگہ کھڑے رہو گے، ہم غالب رہیں گے۔ آپؐ نے عبداللہ بن جبیر کو ان تیر اندازوں کا سردار مقرر فرمایا تھا۔ اب طلحہ بن عثمان مشرکوں کے علمبردار نے میدان میں نکل کر کہا:۔

"اے محمدؐ کے ساتھیو! تمھارا یہ دعوٰی ہے کہ اللہ ہم کو تمھاری تلواروں کے ذریعہ بہت جلد دوزخ میں لے جائے گا اور تمھیں ہماری تلواروں کے ذریعہ فوراً جنت میں داخل کر دے گا لہذا کوئی مرد میدان ہے جسے اللہ میری تلوار سے فوراً جنت میں لے جائے یا اس کی تلوار سے مجھے دوزخ دکھائے"۔

علیؑ بن ابی طالب کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت تک تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اپنی تلوار سے تجھے جہنم واصل نہ کروں یا تیری تلوار سے خود جنت میں نہ جاؤں"۔

حضرت علیؑ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا پاؤں کاٹ دیا وہ اس طرح گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی کہنے لگا اے میرے بھائی تجھے اللہ اور اپنی قرابت کا واسطہ مجھے نہ مارو۔ حضرت علیؑ نے اسے چھوڑ دیا رسول اللہؐ نے تکبیر کہی اور صحابہؓ نے حضرت علیؑ سے اس کا کام تمام نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علیؑ نے فرمایا۔ "اس نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا تو مجھے شرم آگئی"۔

اب عام جنگ شروع ہوئی اور بہت گرما گرم جنگ ہوئی۔ ابو دجانہ، حمزہ بن عبدالمطلبؑ اور حضرت علی بن ابی طالبؑ کچھ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنوں میں گھس گئے۔ اللہ نے اپنی نصرت نازل کی اور جو وعدہ کیا تھا اسے ایفا کیا۔ ان حضرات نے تلواروں پر مشرکین کو رکھ لیا اور سامنے سے مار بھگایا اور بلاشبہ ان کو شکست ہو گئی۔

آنحضرتؐ کے متعلق افواہ

زبیرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے دشمن کو مقابلہ سے مار بھگایا، تو ہمارے تیر انداز لوٹنے کے لیے فرودگاہ میں چلے آئے اور انھوں نے دشمن کے رسالہ کے لیے ہمارے عقب کو غیر محفوظ چھوڑ دیا۔ چنانچہ دشمن کے رسالہ نے پیچھے سے

ہمیں آلیا۔ اسی وقت کسی نے چلا کر کہا کہ محمدؐ مارے گئے ۔ اس کے سنتے ہی ہمارے حوصلے پست ہو گئے اور دشمن کے حوصلے بلند ہو گئے۔

حضرت علیؑ کی شجاعت

ابورافع سے مروی ہے کہ جب علیؑ نے مشرکین کے علمبرداروں کو تہ تیغ کر دیا تو رسول اللہؐ کی نظر مشرکوں کی ایک جماعت پر پڑی۔ آپؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ اس پر حملہ کر دو انھوں نے حملہ کر کے اس جماعت کو منتشر کر دیا اور شیبہ بن مالک کو قتل کر دیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ یہ ہے ہمدردی۔ آپؐ نے فرمایا

"بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"۔

جبرئیلؑ نے کہا اور آپ دونوں کا تیسرا میں ہوں۔ نیز صحابہ نے یہ آواز بھی سنی:۔

" لَا سیفَ اِلَّا ذُوالفقار وَلَا فتیٰ اِلَّا علیؑ (تلوار صرف ذوالفقار ہے اور جوان مرد صرف علیؑ ہیں)"۔

حضرت حمزہؑ کی شہادت

جبیر بن مطعم کا غلام وحشی کہتا ہے کہ اب تک حمزہؑ کی صورت میری نظروں میں ہے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی تلوار سے لوگوں کے پرزے پرزے کر رہے تھے اور خاکی رنگ کے نر اونٹ کی طرح جو چیز ان کے سامنے آتی وہ اسے گرا دیتے۔ اتنے میں سباع بن عبدالعزیٰ مجھ سے پہلے ان کے سامنے بڑھ گیا سباع نے ان پر تلوار ماری مگر وہ سر سے خطا کر گئی میں نے اپنا بھالا نشانہ زنی کے لیے ہاتھ میں لے کر ہلایا اور جب میں بالکل قریب ہو گیا اور اطمینان ہوا تو میں نے اسے ان پر پھینکا وہ ان کے پیڑو پر لگا اور دونوں ٹانگوں کے درمیان سے نکل گیا وہ میری طرف بڑھے پھر زمین پر گر پڑے میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا جب وہ مر گئے تو میں نے جا کر ان کے جسم سے اپنا بھالا نکال لیا۔ میں لڑائی سے ہٹ کر فرود گاہ میں چلا گیا۔ کیونکہ سوائے اس کے میرا اور کوئی مقصد نہ تھا۔

صحابہ کا فرار

سدی سے مروی ہے ابن حشمہ حارثی نے رسول اللہؐ کے قریب آکر آپ پر پتھر پھینکا جس سے آپؐ کی ناک اور جوڑ کا ٹوٹ گیا۔ آپؐ کا چہرہ خون آلود ہو گیا۔ اس کے صدمے سے آپؐ حرکت نہ کر سکے۔ آپؐ کے صحابہ آپؐ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ بعض مدینہ چلے آئے اور بعض پہاڑ پر چڑھ کر ایک چٹان پر جا بیٹھے۔ رسول اللہؐ لوگوں کو آواز دینے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ۔ تیس صحابہ آپؐ کے پاس آ گئے اور وہ سب کے سب آپؐ کے آگے چلنے لگے۔ مگر طلحہ اور سہیل بن حنیف کے علاوہ کوئی آپؐ کے قریب نہ ٹھہرا۔

تمام مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ رسول اللہؐ قتل کر دیے گئے۔ اس پر چٹان والوں نے کہا

کاش کوئی شخص ایسا ہوتا جو ہماری طرف سے عبداللہ بن ابی سے جاکر کہتا کہ وہ ہمارے لیے ابوسفیان سے امان لے لے۔ اے دوستو! محمدؐ مارے گئے اب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلو قبل اس کے دشمن تم پر حملہ کرکے سب کو تہ تیغ کر ڈالے۔ انس بن نضر نے کہا:۔

"اے میرے دوستو! اگر محمدؐ مارے گئے تو کیا ہوا محمدؐ کا رب تو زندہ ہے وہ تو نہیں مارا گیا۔ لہٰذا جس دین کی حمایت میں وہ مارے گئے اسی کی حمایت میں تم لڑو۔ خداوندا جو کچھ انھوں نے کہا ہے اس سے میں تیری جناب میں معافی چاہتا ہوں اور اس سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے تلوار سنبھالی، دشمن پر حملہ کیا، جاں نثاری سے لڑے اور شہید ہو گئے اسی موقعہ پر ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کہا تھا کہ چونکہ رسولؐ مارے گئے لہٰذا اپنے گھروں کو چلو۔ اللہ تعالیٰ نے آیات نازل کیں

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (اور نہیں ہیں محمدؐ مگر اللہ کے رسول، ان سے پہلے بہت سے رسول گذرے ہیں۔ اگر وہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پلٹ جائے وہ ہرگز اللہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا اور بہت جلد اللہ فرمانبرداروں کو جزائے خیر دے گا۔"

ابوجعفر کہتے ہیں کہ اس روز جو صحابہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگے تھے ان میں سے بعض تو کوہ اعوص کے ادھر مقام منقی جا پہنچے۔ حضرت عثمان بن عفان، عقبہ بن عثمان اور سعد بن عثمان دو انصاری یہ حضرات اُحد سے بھاگ کر کوہ جعلب جو مدینہ کے اطراف میں کوہ اعوص سے متصل ہے چلے آئے۔ اور وہاں تین دن تک رہے پھر رسول اللہؐ کے پاس پلٹ کر آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، تم تو کافی دور چلے گئے تھے۔

حضرت حنظلہ کی شہادت اور غسل ملائکہ

حنظلہ بن ابی عامر (جن کو ملائکہ نے غسل دیا) اور ابوسفیان کا مقابلہ ہوا جب انھوں نے ابوسفیان پر قابو پالیا فوراً ہی شداد بن اسود کی نظر ان پر پڑی اور اس نے دیکھ لیا کہ اب حنظلہ ابوسفیان پر قابو پا چکے ہیں اس نے تلوار سے ان کا کام تمام کر دیا۔ رسول اللہؐ نے صحابہؓ سے فرمایا تمھارے دوست حنظلہ کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا بیشک دشمن کی یورش کی خبر سنکر

وہ بغیر غسل کیسے چلے گئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اسی لیے ملائکہ نے انھیں غسل دیا۔

شہداء کرام کا مثلہ

صالح بن کیسان سے مروی ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ہند بن عتبہ اپنی ساتھیوں کے ساتھ شہید صحابہ رسول اللہؐ کے اعضاءِ جسم کو قطع و برید کرنے نکلی۔ انھوں نے مقتولین کے کان ناک کاٹے یہاں تک کہ ہند نے ان کے کٹے ہوئے ناک اور کانوں کے بازو بند اور ہنسلی بنائی اور خود اپنا بازو بند ہنسلی اور کان کی بالیاں اس نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو دے ڈالیں۔ اس نے جناب حمزہ کا کلیجہ چیر کر نکالا اور چبا ڈالا مگر وہ اس سے چبا نہیں اس نے پھر اگل دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک بلند چٹان پر چڑھ کر نہایت بلند آواز سے اپنے وہ اشعار پڑھے جو اس نے اپنی جماعت کی فتح اور صحابہ رسولؐ کے قتل کی خوشی میں کہے تھے ابوسفیان کہنے لگا ہبل کی جے، ہبل کی جے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس کا جواب دو۔ صحابہ نے پوچھا کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو، اللہ بہت بزرگ و برتر ہے۔

ابوسفیان کہنے لگا عزیٰ ہمارا ہے تمھارا کوئی عزیٰ نہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس کا جواب دو صحابہ نے کہا کیا جواب دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہو" اللہ مَولَانَا وَلَا مَولیٰ لَکُم" (اللہ ہمارا آقا و مولا ہے اور تمھارا کوئی والی و مالک نہیں)

اس کے بعد اس نے بلند آواز سے کہا تمھارے مقتولین میں مقطوع الاعضاء لوگ ہیں، مگر میں نے نہ اس کی اجازت دی تھی اور نہ ممانعت کی تھی اس لیے اس فعل کو نہ میں نے اچھا سمجھا نہ برا۔ حالانکہ حلیس بن زبان نے جو اس روز جیوش کا افسر تھا خود ابوسفیان کو حمزہؑ کے جبڑے پر نیزے کی انی بھونک کر یہ کہتے سنا تھا " لے اس کا مزہ، اس کا مزہ چکھ۔

ابوسفیان کے تعاقب کا حکم

ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر سے پلٹ کر جانے لگا اس نے بلند آواز سے کہا، اب آیندہ سال پھر بدر میں تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہؐ نے اپنے کسی صحابی سے کہا کہہ دو ہاں ضرور۔ پھر آپ نے علی بن ابی طالبؑ کو حکم دیا کہ تم مشرکین کے پیچھے جا کر دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور آیندہ کیا کرنا چاہتے ہیں اگر انھوں نے گھوڑوں کو کوتل ساتھ لیا ہو اور خود وہ اونٹوں پر سوار ہوں تو سمجھ لینا کہ اب وہ مکہ پلٹ رہے ہیں اور اگر اس کے برعکس وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو خالی ساتھ لے جا رہے ہوں تو سمجھنا کہ ان کا ارادہ مدینہ کا ہے۔ اس وقت قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ مدینہ کا رخ کریں گے تو میں ضرور فوراً مدینہ پہنچ کر وہاں ان سے لڑوں گا۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں حسب الحکم میں ان کے پیچھے گیا کہ دیکھوں وہ

اب کیا کرتے ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ انھوں نے گھوڑوں کو کوتل کر دیا ہے اور اونٹوں پر سوار ہو گئے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ اب مکہ جا رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا جو کچھ دیکھو جب تک میرے پاس نہ آجاؤ ہرگز کسی سے بیان نہ کرنا۔

حضرت سعد بن ربیع کی شہادت

اب لوگ اپنے مقتولین کی دیکھ بھال کے لیے فارغ ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا کون ہے جو مجھے دیکھ کر بتائے کہ سعد بن ربیع نے جنگ میں کیا کیا؟ (یہ سعد بنو الحارث بن خزرج میں سے تھے) آیا وہ زندہ ہیں یا مر گئے؟ ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہؐ! میں دیکھ کر آتا ہوں۔ وہ میدان کارزار میں گئے ان کو تلاش کیا دیکھا کہ سخت مجروح ہیں اور صرف سانس باقی ہے یہ انصاری کہتے ہیں میں نے زور سے کہا "مجھے رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو دیکھ کر آؤں زندہ ہو یا ختم ہو گئے"۔ سعد نے کہا:

"میرا کام تو ختم ہو چکا ہے تم رسول اللہؐ سے میرا سلام کہو اور عرض کرو کہ سعد عرض پرداز ہے کہ اللہ آپؐ کو بہترین جزا دے جو اس نے کسی نبی کو اپنی امت کی خدمت کے عوض میں دی ہے اور تم اپنی قوم کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا سعد بن ربیع نے کہا ہے کہ اگر تمھاری موجودگی میں دشمن کسی طرح بھی رسول اللہؐ تک پہنچ گیا تو اللہ کے سامنے تمھارا کوئی عذر قابلِ پذیرائی نہ ہوگا کیونکہ تمھارے پاس دیکھنے کے لیے آنکھیں ہیں۔"

ان کے مرنے تک میں وہیں کھڑا رہا پھر میں نے رسول اللہؐ سے آکر ان کا واقعہ بیان کیا آپؐ حمزہؑ بن عبدالمطلب کو تلاش کرنے چلے آپؐ نے ان کو وادی کے شکم میں مقتول پایا ان کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال لیا گیا تھا۔ ان کے جسم کو قطع کر دیا گیا تھا اور ناک کان کاٹ ڈالے گئے تھے۔

حضرت صفیہؓ کا صبر و ایثار

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صفیہ بن عبدالمطلبؑ اپنے حقیقی بھائی حمزہ کو دیکھنے آئیں۔ رسول اللہؐ نے ان کے بیٹے زبیرؓ سے کہا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور انھیں لوٹا دو تاکہ جو کچھ ان کے بھائی کے ساتھ ہوا ہے وہ اسے دیکھنے نہ پائیں، زبیر ان کے پاس گئے اور کہا اماں جان! رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔ انھوں نے پوچھا، "کیوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے بھائی کے اعضاء کو قطع کر دیا گیا ہے۔ اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ محض اس وجہ سے اگر مجھے ممانعت کی گئی ہے تو ہم اس سے تو بہت خوش ہیں انشاء اللہ میں صبر و تحمل سے کام لوں گی۔"

زبیرؓ نے رسول اللہؐ سے آکر ان کا قول بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا اچھا ان کو جانے دو۔ وہ

حمزہؓ کے پاس آئیں ان کو خوب دیکھا ان پر رحمت بھیجی۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون" کہا اور ان کے لیے طلب مغفرت کی۔

اس کے بعد وہ آنحضرتؐ کے حکم سے دفن کر دیے گئے۔

شہداء اُحد کی تدفین

مسلمانوں نے اپنے بعض مقتول مدینہ لا کر دفن کر دیئے۔ مگر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ممانعت کر دی اور فرمایا جہاں وہ گرے ہیں۔ وہیں ان کو دفن کر دو۔

محمد بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس آئے جس کا شوہر، بھائی اور باپ رسول اللہؐ کے ہمراہ جنگ اُحد میں مارے گئے تھے۔ جب اسے ان سب کی شہادت کی اطلاع دی گئی تو اس نے پوچھا یہ بتاؤ کہ "رسول اللہؐ کیسے ہیں"؟

لوگوں نے کہا "اے ام فلاں وہ بالکل اچھے اور خیریت سے ہیں" اس نے کہا

"مجھے دکھاؤ، تاکہ میں بچشم خود ان کو دیکھ لوں"۔

لوگوں نے اشارہ سے آپؐ کو بتایا۔ اس نے آپؐ کو دیکھ کر کہا آپ کی موجودگی میں ہر مصیبت بے حقیقت ہے۔

حضرت علیؑ کے اشعار

ابوجعفر کہتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ خود اپنے گھر تشریف لائے آپ نے اپنی تلوار اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کو دی اور فرمایا بیٹی اس پر خون ہے اسے دھو ڈالو۔ حضرت علیؑ نے بھی اپنی تلوار جناب سیدہؑ ہی کو دی اور کہا اس کا خون دھو ڈالو، آج اس نے خوب جوہر دکھائے۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ نے تلوار دی تو یہ شعر پڑھے (ترجمہ اشعار)

"اے فاطمہؑ! یہ تلوار لو جس سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے اور نہ میں بزدل ہوں اور نہ نکما۔ قسم ہے میری جان کی میں احمدؐ کی محبت اور اپنے رب کی اطاعت میں جو اپنے بندوں پر رحیم ہے لڑا، اس حال میں کہ تلوار میرے ہاتھ میں روشن ستارے کی طرح تھی جسے میں پھرا رہا تھا اور اس سے میں کندھوں اور پسلیوں کو قطع کر رہا تھا۔ میں اسی طرح شمشیر زنی کرتا رہا یہاں تک کہ میرے رب نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا اور ہم نے ہر حلیم شخص کے دل کو دشمن کے قتل سے ٹھنڈا کر دیا"۔

رسول اللہؐ کا حضرت حمزہؑ پر گریہ کرنا

رسول اللہؐ بنی عبد اور شہل اور ظفر انصاریوں کے ایک گھر سے گذرے آپؐ نے وہاں نوحہ و بکا کا شور سنا جو وہ اپنے مقتولین پر کر رہے تھے تو آپؐ کی آنکھیں اشکوں سے ڈبڈبا گئیں اور آپؐ پر گریہ طاری ہوا اور پھر فرمایا لیکن حمزہؓ پر تو کوئی رونے والا نہیں ہے۔ جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بنو عبدالاشہل کے گھر آئے تو انھوں نے ان کی عورتوں سے کہا کہ تم چادریں اوڑھ کر جاؤ اور رسول اللہؐ کے چچا پر گریہ و نوحہ کرو۔

جابر بن عبداللہ کی معذرت

رسول اللہؐ سنیچر کے دن مدینہ واپس آئے۔ جس دن احد کی لڑائی ہوئی تھی۔ روایت ہے کہ نصف شوال سنیچر کے دن احد کی لڑائی ہوئی اور دوسرے دن ۱۶ شوال رسول اللہؐ کے مؤذن نے بذریعہ اعلان تمام لوگوں کو دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ کوئی ایسا شخص جو کل ہمارے ساتھ شریک نہیں ہوا وہ آج بھی دشمن کا تعاقب نہ کرے۔ جابر بن عبداللہ بن حرام نے رسول اللہؐ سے اس بارے میں گفتگو کی اور عرض کیا کہ میری سات بہنیں ہیں میرے باپ نے مجھے ان کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ کہا تھا کہ اے بیٹے! ہم دونوں کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ ہم ان سب عورتوں کو بلا حفاظت چھوڑ دیں کیونکہ یہاں ان کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے اور میں تم کو اپنے مقابلہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے لیے ترجیح نہیں دے سکتا لہٰذا تم اپنی بہنوں کے پاس رہو۔ اس لیے مجھے مجبوراً ان کے پاس ٹھہر جانا پڑا۔ اس وجہ سے رسول اللہؐ نے ان کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ رسول اللہؐ اس وقت دشمن کے تعاقب میں اس لیے نکلے کہ وہ مرعوب ہو جائے کہ اسے معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس اب بھی کتنی طاقت ہے، اور جنگ میں نقصان کی وجہ سے ہم دشمن کے مقابلہ میں عاجز نہیں ہیں۔

مسلمانوں کی مراجعت مدینہ

ابوسائب سے مروی ہے کہ بنو عبدالاشہل کے ایک شخص نے جو رسول اللہؐ کے ہمراہ اُحد میں شریک تھا بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی دونوں رسول اللہؐ کے ساتھ جنگ اُحد میں شریک تھے ہم دونوں زخمی ہو کر میدان کارزار سے آپؐ کے پاس آ گئے۔ جب رسول اللہؐ کے مؤذن نے دشمن کے تعاقب میں چلنے کا اعلان عام کیا، تو ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ ہم سے کوئی غزوہ بھی رسول اللہؐ کے ساتھ ترک ہو جائے۔ مگر بخدا ہمارے پاس سواری بھی نہیں ہے اور ہم دونوں زخمی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ساتھ چلے۔ میں اپنے بھائی کے مقابلہ میں کم زخمی تھا اس لیے جب چلتے چلتے وہ رہ جاتا میں اس کو کچھ دور

اٹھا کر لے جاتا اور کچھ دور وہ خود اپنے پاؤں چلتا۔ اسی طرح چلتے ہوئے ہم دونوں بھی اس مقام تک جا پہنچے جہاں اور مسلمان پہنچے تھے۔ رسولؐ اللہ حمراء الاسد تک آئے جو مدینہ سے آٹھ میل ہے یہاں آپؐ نے تین دن پیر، منگل اور بدھ قیام فرمایا پھر آپؐ مدینہ واپس چلے آئے۔

حضرت حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب کی ولادت

اس سال ۳ھ پندرہ رمضان حسنؑ بن علی بن ابی طالبؑ پیدا ہوئے اور اسی سال ہی حسینؑ کا حمل جناب فاطمہ میں مستقر ہوا۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسنؑ کی ولادت اور حضرت حسینؑ کے استقرار حمل میں پچاس راتوں کا وقفہ ہوا۔

باب ۸

بنو نضیر کی جلا وطنی سنہ ۴ ھ

بنو نضیر کی بد عہدی

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ چونکہ عمرو بن امیہ نے باوجود رسول اللہؐ کے عہد حفاظت کے بنی عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا آپؐ ان کی دیت کی ادائیگی میں مدد لینے کے لیے بنو نضیر کے پاس آئے بنو نضیر اور بنو عامر ایک دوسرے کے حلیف اور دوست تھے پہلے تو جب رسول اللہؐ نے ان سے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ انھوں نے کہا ہاں ابوالقاسم جو آپؐ نے ہم سے کہا ہے ہم اس کے لیے پوری طرح آمادہ ہیں مگر پھر وہ چپکے چپکے ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے اور انھوں نے کہا آج سے بہتر موقع اس شخص کے ہلاک کرنے کا پھر کبھی نہیں ملے گا (رسول اللہؐ اس وقت ان کے گھروں کی ایک دیوار کے پاس بیٹھے تھے) لہٰذا کوئی شخص مکان کی چھت پر چڑھ کر وہاں سے ایک بڑا پتھر ان پر پھینک دے اور ان کو قتل کر کے ہمیں ان کی طرف سے ہمیشہ کے لیے راحت دے۔ ان کے ایک شخص عمرو بن حجاش بن کعب نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا میں اس کیلئے تیار ہوں چنانچہ وہ آپؐ پر پتھر پھینکنے کیلئے ان کے مکان پر چڑھا۔ رسول اللہؐ خالی الذہن اپنے صحابہ کے ساتھ جن میں ابوبکر، عمر اور علیؑ بھی تھے۔ دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان سے آپؐ کو آپکے دشمنوں کے اس منصوبہ کی خبر ملی۔ آپؐ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور صحابہ سے فرمایا میں آتا ہوں تم یہیں رہو آپ سیدھے مدینہ واپس چلے گئے۔ جب آپؐ کے آنے میں دیر ہوئی تو صحابہ آپؐ کی تلاش میں چلے۔ اثنائے راہ میں مدینہ سے ایک شخص آتا ہوا ملا اس سے پوچھا گیا اس نے بتایا کہ میں نے آپؐ کو مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ صحابہ مدینہ میں آپؐ کے پاس آگئے آپؐ نے ان کو بتایا کہ یہودی میرے ساتھ یہ بدعہدی کرنے والے تھے۔ پھر آپؐ نے ان کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور سب کو لے کر ان کے مقابلہ پر آئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی آپؐ کے مقابلہ میں کئی قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے۔

بنونضیر کی جلاوطنی

ابن عباس سے مروی ہے کہ پندرہ دن تک بنی نضیر کا محاصرہ رہا اور اس زمانہ میں انھیں بالکل بے بس کر دیا گیا آخر کار انھوں نے آپؐ کے مطالبہ کو منظور کر لیا اور اس شرط پر صلح کی کہ ان کو قتل نہ کیا جائے مگر ان کے وطن اور زمینوں سے ان کو بے دخل کر دیا جائے اور ان کو شام کے بیابانوں میں جلاوطن کر دیا جائے رسول اللہؐ نے ان کے ہر تین افراد کے لیے ایک اونٹ اور ایک مشک پانی کی دے دی۔ زہری سے مروی ہے کہ آپؐ نے انھیں اجازت دی کہ اسلحہ کے علاوہ جتنا بار اونٹ لاد سکیں وہ لے جائیں۔

بنونضیر کی خیبر کو روانگی

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق بنوعوف بن خزرج میں عبداللہ بن اُبی بن سلول ودیعہ مالک بن نوفل سویدا اور داعس ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے بنونضیر سے کہلا بھیجا تھا کہ تم اپنی جگہ ثابت قدم رہو اور مقابلہ کرو۔ ہم کبھی تمھارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اگر کوئی تم سے لڑے گا ہم تمھارا ساتھ دیں گے اور اگر تم جلاوطن کیے جاؤ گے تو ہم بھی تمھارے ساتھ چلیں گے۔ لہٰذا ابھی تم انتظار کرو۔ مگر انھوں نے اس مشورہ پر عمل نہیں کیا اللہ نے ان کے دلوں پر ایسا رعب بٹھا دیا کہ خود انھوں نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ہمیں قتل نہ کریں جلاوطن کر دیں۔ اس شرط پر کہ اسلحہ کے علاوہ جس قدر سامان اونٹ اٹھا سکیں وہ ہم ساتھ لے جائیں رسول اللہؐ نے انکی یہ درخواست قبول کر لی انھوں نے اپنا تمام وہ سامان جو اونٹوں پر لادا جا سکا لے لیا چنانچہ یہ لوگ اپنے گھروں کے دروازوں تک چوکھٹ کے ساتھ نکال کر اونٹوں پر بار کر کے لے گئے یہ لوگ پہلے خیبر گئے اور وہاں سے شام چلے گئے ان کے شرفا میں سے جو خیبر آئے سدم بن ابی الحقیق، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق اور حُی بن اخطب تھے یہ جب وہیں رہ پڑے تو اہل خیبر نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔

باب ۹

غزوۂ خندق ۵ھ

یہودیوں کی شرارت

اس سال شوال میں یہ غزوہ ہوا۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق اس کا باعث رسول اللہؐ کا بنونضیر کو ان کی بستیوں سے جلاوطن کر دینا تھا۔ اکابر علماء سے مروی ہے کہ اس کا اصل واقعہ یہ ہوا کہ چند یہودیوں نے جن میں سلام بن حقیق نضری، حیّ بن اخطب نضری، کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق نضری، ہوذہ بن قیس وائلی، ابو عمار وائلی وغیرہ بنونضیر اور بنو وائل کے علاوہ اور لوگ بھی شامل تھے۔ متفرق قبائل کو رسول اللہؐ کے خلاف جنگ پر ابھارا یہ قریش کے پاس مکہ آئے اور ان کو انھوں نے رسول اللہؐ سے جنگ کی دعوت دی اور کہا کہ ہم ان کے مقابلہ پر آخر تک تمھارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں تاکہ ہم ان کا استحصال ہی کر دیں قریش نے ان سے کہا کہ

"تم پہلی کتاب والے ہو اور مذہب کا علم رکھتے ہو پہلے اس کا تصفیہ کرو کہ مذہب کے متعلق ہمارا اور محمدؐ کا جو اختلاف ہے اس میں کون حق پر ہے۔ ہمارا دین اچھا ہے یا ان کا"؟۔

یہودیوں نے کہا:۔

"تمھارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور تم زیادہ حق پر ہو انھیں کے لیے اللہ عزوجل نے یہ کلام نازل فرمایا۔ الم تر الی الذین اوتو نصیبًا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھٰؤلآء اھدٰی من الذین آمنوا سبیلا۔ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب الٰہی کا کچھ حصہ ملا ہے مگر وہ جبت طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں وہ کفار سے کہتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان رکھنے والوں سے سیدھے راستے پر ہیں) خدا کے ارشاد وکفیٰ بجھنم سعیرًا (اور جہنم کا شعلہ کافی ہے) تک"۔

یہودیوں کا قبیلہ غطفان سے معاہدہ

یہودیوں کے اس قول سے قریش بہت خوش ہوئے اور انھوں نے جو انھیں رسول اللہؐ سے جنگ کرنے کی دعوت دی اس سے وہ اور زیادہ جوش میں آئے چنانچہ سب نے اس کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا یہودی وہاں سے چل کر قیس عیلان کے قبیلہ غطفان کے پاس آئے اور ان کو بھی رسول اللہؐ سے جنگ کی دعوت دی اور کہا کہ ہم سب تمھارے ساتھ ہیں نیز قریش بھی اس منصوبہ میں بالکل ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہ جنگ کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں یہ سنتے ہی غطفان نے ان کی دعوت قبول کی اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

قریش کا مختلف قبائل سے معاہدہ

قریش ابوسفیان کی قیادت میں مکہ سے روانہ ہوئے اور غطفان عینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کی قیادت میں جس کے ساتھ بنو فزارہ بھی تھے نکلے۔ حارث بن ارف بن ابی حارثۃ المری بنو مرہ کے ساتھ اور مسعود بن رخیلہ اپنی قوم اشجع کو لے کر چلا۔ رسول اللہؐ کو جب ان تمام کارروائیوں کی اطلاع ہوئی اور ان کی اصلی غرض وغایت معلوم ہوئی تو آپ نے مدینہ کے سامنے خندق تیار کی۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا مشورہ

محمد بن عمر کے قول کے مطابق سلمانؓ نے آپؐ کو خندق بنانے کا مشورہ دیا تھا اور یہی پہلی جنگ ہے جس میں وہ آزاد کی حیثیت سے رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہوئے۔ انھوں نے آپؐ سے کہا کہ ہم ایران میں تھے وہاں جب بھی گھر جاتے تو اپنے گرد خندق بنا لیتے تھے۔

خندق کی کھدائی

ابن اسحاق کے سلسلہ بیان کے مطابق مسلمانوں کو ثواب کی ترغیب دینے کے لیے خود رسول اللہؐ نے خندق کھودنے میں شرکت کی۔ دوسرے مسلمانوں نے اس میں کام کیا اور سب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اس میں کام کیا البتہ منافقین نے مسلمانوں اور رسول اللہؐ کا اس کام میں ساتھ نہیں دیا۔

حضرت سلمانؓ کی قیادت

جنگِ احزاب میں رسول اللہؐ نے ہر چالیس گز خندق کے لیے دس آدمی مقرر کیے سلمان فارسیؓ چونکہ بہت قوی آدمی تھے اس لیے مہاجرین نے کہا ان کو ہمیں دیا جائے انصار نے کہا ہمیں دیا جائے۔ مہاجرین کہتے یہ مہاجر ہیں انصار کہتے یہ انصار میں سے ہیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا "سلمان منا اہل البیت" سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

عمرو بن عوف کہتے ہیں کہ میں، سلمان، حذیفہ بن یمان، نعمان بن مقرن اور چھ اور انصاری چالیس گز کے ایک حصّہ میں کام کرتے تھے۔ ہم نے ذوباب کے زیریں میں خندق کھودی جس سے پانی نکل آیا پھر اللہ عزوجل نے خندق کے اندر ایک چکنا سفید بڑا پتھر ظاہر کر دیا اس سے ہمارے اوزار ٹوٹ گئے اور ہم اس کے اکھاڑنے سے عاجز ہو گئے ہم نے کہا سلمانؓ! تم رسول اللہؐ کے پاس اوپر جاؤ اور ان کو اس کی اطلاع کر دو تاکہ یا تو وہ ہمیں اس پتھر سے ذرا ہٹ جانے کی اجازت دیں کیونکہ اس سے بہت ہی کم فرق پڑے گا اور یا وہ اس کو نکالنے کا حکم دیں تو ہم ویسا کریں گے ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ آپؐ کے خط سے سرمو تجاوز کریں۔

سلمان خندق کے اندر سے چڑھ کر رسول اللہؐ کے پاس آئے آپؐ اس وقت ترکی خیمہ میں بیٹھے تھے سلمان نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں خندق میں ایک بہت بڑا سفید سخت اور چکنا پتھر نکل آیا ہے جس سے کہ ہمارے اوزار ٹوٹ گئے۔ ہم اس کے کھودنے سے تنگ آ گئے ہیں اس پر تو کچھ اثر ہی نہیں ہوتا اب جیسا ارشاد عالی ہو ہم آپؐ کے خط سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہیں کرتے۔ آپؐ سلمان کے ساتھ خود خندق میں اُترے آپؐ کے آتے ہی ہم بقیہ آدمی خندق کے اوپر آ گئے۔ رسول اللہؐ نے سلمان کے ہاتھ سے کدال لی اور اس سے اس پتھر پر ایک ضرب ماری جس سے وہ ٹوٹ گیا۔ اور اس میں سے بجلی کی ایسی چمک نکلی جس سے تمام مدینہ روشن ہو گیا وہ روشنی اس قدر تیز تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اندھیری کوٹھڑی میں روشن چراغ ہے۔ رسول اللہؐ نے تکبیر فتح کہی پھر مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی دوسری مرتبہ آپ نے اس پر ضرب لگائی جس سے اس میں اور شگاف پڑ گیا اور ایسی بجلی کی سی روشنی ہوئی جس سے تمام مدینہ روشن ہو گیا معلوم ہوتا تھا کہ اندھیری کوٹھڑی میں چراغ روشن ہے آپ نے تکبیر فتح کہی۔ تمام مسلمانوں نے تکبیر کہی اور اب تیسری مرتبہ آپ نے دست مبارک سے اس پر ضرب ماری اور اس مرتبہ اسے بالکل توڑ ڈالا تو پھر اس میں سے حسب سابق بجلی کی چمک پیدا ہوئی جس سے تمام مدینہ روشن ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تاریک کوٹھڑی میں چراغ روشن ہے۔ رسول اللہؐ نے تکبیر فتح کہی مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی اور آپؐ پھر سلمان کا ہاتھ پکڑ کر خندق کے اوپر چڑھ آئے۔

فریقین کی تعداد

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اہل خندق کی تعداد تین ہزار تھی۔ جب رسول اللہؐ خندق کی تیاری سے فارغ ہو چکے تو قریش مدینہ کے سامنے آئے اور جرف اور غابہ کے درمیان رومہ کے پاس جہاں تمام پہاڑی وادیاں مل جاتی ہیں، فروکش ہوئے۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی جس میں ان کے حبوش اور کنانہ اور تہامہ کے دوسرے توابع ساتھ تھے۔ پھر غطفان اپنے نجدی پیروؤں کے

ساتھ مدینہ آئے۔ اور اُحد کے دامن میں ذنب نقمی میں فروکش ہوئے رسول اللہؐ تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ میں برآمد ہوئے آپؐ نے کوہِ سلع کو اپنی پشت پر چھوڑا وہاں آپؐ نے پڑاؤ ڈالا اور خندق کو اپنے اور دشمن کے درمیان رکھا۔ بچوں اور عورتوں کے متعلق آپؐ نے حکم دیا کہ ان کو قلعوں میں حفاظت کے لیے بھیج دیا جائے چنانچہ وہ سب وہاں منتقل کر دیے گئے۔

حُیّ بن اخطب اور کعب بن اسد

دشمن خدا حُیّ بن اخطب کعب بن اسد قرظی کے پاس جس نے بنی قریظہ کی جانب سے رسول اللہؐ سے معاہدہ دوستی کیا تھا آیا۔ جب اس کے آنے کی اطلاع کعب کو ہوئی تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حی نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ کعب نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حی نے کہا کعب مجھے اندر آنے دو۔ اس نے کہا تم منحوس اور بدبخت ہو۔ میں نے محمدؐ سے وعدہ دوستی کیا ہے میں اس کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا اور انھوں نے اس معاہدہ کی صداقت اور دیانت سے پابندی کی ہے حی نے کہا ذرا دروازہ تو کھولو تاکہ میں تجھ سے کچھ باتیں کروں۔ کعب نے کہا میں اس کے لیے تیار نہیں۔ حیؔ نے کہا تم صرف اس لیے دروازہ نہیں کھولتے کہ میں تمھارے ساتھ بیٹھ کر دلیا کھاؤں گا۔ اس جملہ سے اس کو غیرت آگئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حی نے اس سے کہا اے کعب میں تمھارے پاس ایسی دعوت لایا ہوں جس میں تم کو دائمی نیک نامی حاصل ہوگی۔ میں فوج کا ایک بحر ذخار تمھارے لیے لایا ہوں۔ میں قریش کو ان کے تمام امراء اور رؤسا کے ساتھ لایا ہوں اور ان کو میں نے رومہ وادیوں کے سنگھم پر فروکش کر دیا ہے۔ اسی طرح میں غطفان کو ان کے تمام رؤسا کے ساتھ لایا ہوں اور ان کو میں نے اُحد کے پاس ذنب نقمی میں اتارا ہے۔ ان تمام لوگوں نے مجھ سے عہد واثق کیا ہے کہ جب تک وہ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کا قطعی قلع قمع نہ کر دیں گے مقابلہ سے نہ ہٹیں گے۔

بنی قریظہ کی عہد شکنی

کعب نے کہا بخدا تمھاری اس تجویز میں میرے لیے تو عمر بھر کی ذلت و رسوائی ہے تو تم ایسی گھٹا لے کر آئے ہو جس کا پانی برس کر ختم ہو گیا ہے اب صرف خالی گرج اور چمک رہ گئی ہے۔ تم محمدؐ کے بارے میں مجھ سے کچھ مت کہو اور میرے جو دوستانہ تعلقات ان سے قائم ہیں انھی پر مجھے قائم رہنے دو کیونکہ انھوں نے اب تک معاہدہ دوستی کی پوری طرح پابندی کی ہے اور مجھے شکایت کا کوئی موقعہ نہیں دیا۔ مگر حیؔ برابر اس کی خوشامد و چاپلوسی کرتا رہا اسے نیک نامی اور مادی فوائد کا لالچ دیتا رہا۔ آخر کار وہ اس کی باتوں میں آگیا اور اس سے کعب نے اللہ کو شاہد بنا کر پختہ عہد و پیمان کیا کہ اگر قریش اور غطفان محمدؐ کے مقابلہ میں ناکام ہو کر واپس گئے، تو میں

تمھارے ساتھ قلعہ میں جا رہوں گا اور آخر دم تک تمھارا ساتھ دوں گا۔ اسی طرح کعب بن اسد نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور جو معاہدہ اس کے اور رسول اللہؐ کے درمیان ہوا تھا اس سے بری الذمہ ہو گیا رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے سعد بن معاذ بن نعمان بن امرء القیس متعلقہ بنو عبد الاشہل کو جو اس وقت قبیلہ اوس کے رئیس تھے۔ اور سعد بن عبادہ بن دلیم متعلقہ بنی سعدہ بن کعب بن الخزرج کو جو اس وقت خزرج کے رئیس تھے اور ان کے ساتھ عبد اللہ بن رواحہ بنی حارث بن خزرج کے بھائی اور عمرو بن عوف کے خوات بن جبیر کو اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا اور ہدایت کی کہ اگر جو اطلاع ملی ہے وہ سچ ثابت ہو تو تم لوگ چپکے سے یہ بات مجھ سے کہہ دینا علانیہ نہ کہنا کہ مبادا اس سے اپنے لوگوں کے حوصلے پست ہو جائیں اور اگر کعب بدستور اپنے سابقہ معاہدہ دوستی پر قائم ہو تو بے شک اس کا تمام فرودگاہ میں اعلان کر دینا۔

بنو قریظہ کی خباثت

یہ جماعت تصدیق کے لیے کعب کے یہاں گئی یہاں انھوں نے دیکھا کہ نقض عہد اور مخالفت کی جو اطلاع مسلمانوں کو ملی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خباثت اور شرارت پر آمادہ ہیں۔ انھوں نے رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کیے اور صاف کہہ دیا کہ ہم میں اور محمدؐ میں کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ سعد بن عبادہ چونکہ ذرا تیز مزاج آدمی تھے انھوں نے کفار کو گالیاں دیں۔ سعد بن معاذ نے ان سے کہا کہ گالیاں دینا چھوڑ دو۔ اب جو صورت حال پیدا ہوئی ہے اس پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

منافقین کی پردہ دری

دونوں سعد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس آئے، اور سلام کر کے ایک ضرب المثل میں یہ بات بتا دی کہ بیشک انھوں نے معاہدہ دوستی کو توڑ دیا ہے اور وہ آمادہ پیکار ہیں۔ اور وہ اصحاب رسول اللہؐ کے ساتھ وہی نیت رکھتے ہیں جو اصحاب رجیع نے خبیب بن عدی کے ساتھ کیا تھا۔ رسول اللہؐ نے تکبیر کہی اور فرمایا اے مسلمانو! بشارت ہو اس وقت مسلمانوں کی مصیبت بہت زیادہ ہو گئی اور وہ خوف زدہ ہو گئے۔ دشمن نے ان کو ہر طرف سے نشیب و فراز سے آلیا یہاں تک کہ مومنین کے دلوں میں ہر قسم کے برے خیالات آنے لگے بعض منافقوں کا اس موقعہ پر نفاق بھی کھل گیا۔ بنو عمرو بن عوف کا معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمدؐ ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ ہم کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کو اپنے تصرف میں لائیں گے یہ تو کچھ ہوا ہی نہیں اس کے برخلاف ابھی یہ نوبت آگئی ہے کہ ہم قضائے حاجت کو باہر نہیں جا سکتے۔ بنو حارثہ بن الحارث کے اوس بن قیظی نے کہا یا رسول اللہؐ! ہمارے گھر دشمن کی زد میں ہیں یہ بات اس نے اپنی قوم کی ایک جماعت کی جانب سے کہی تھی

آپ ہمیں اجازت دیں کہ اپنے گھروں کو چلے جائیں کیونکہ وہ شہر مدینہ کے بیرون میں واقع ہیں۔

عمرو بن عبدود

رسول اللہؐ اور مسلمان اسی طرح خندق کے اندر مقیم رہے اور دشمن نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا کوئی لڑائی نہیں ہوئی البتہ قریش کے چند شہسوار جن میں بنی عامر بن لوی کا عمرو بن عبدود بن ابی قیس۔ عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وہب، نوفل بن عبداللہ اور بنی محارب بن فہر کا ضرار بن خطاب تھے لڑائی کے لیے زرہ بکتر پہن کر اپنے گھوڑوں پر میدان جنگ میں برآمد ہوئے۔ یہ بنی کنانہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ تم کو آج معلوم ہو جائے گا کہ کون جواں مرد ہے یہ خندق کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ کر ٹھہر گئے اور خندق کو دیکھ کر کہنے لگے ضرور اس میں کوئی چال اور بھید ہے۔ عرب تو اس قسم کی چالیں نہیں چلا کرتے پھر انھوں نے خندق کا ایک تنگ مقام دیکھ کر اپنے گھوڑوں کو جست لگوائی اور خندق کے ادھر سنجہ میں خندق اور سلع کے درمیان جولانی کرنے لگے۔

حضرت علیؑ اور عمرو بن عبدود کا مقابلہ

علی بن ابی طالبؑ چند مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ پر نکلے اور انھوں نے خندق کا وہ حصہ جہاں سے یہ کود کر آئے تھے اپنے قبضہ میں کر کے ان کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا اب پھر قریش کے شہسوار گھوڑے بڑھاتے ہوئے اس جماعت کی طرف لپکے۔ عمرو اپنے کو دکھانے کے لیے سر پر پٹی باندھ کر میدان میں آیا جب وہ اور اس کا رسالہ ٹھہر گیا۔ حضرت علیؑ نے اس سے کہا اے عمرو! تم ہمیشہ اللہ کے سامنے یہ کہا کرتے تھے اگر قریش کا کوئی شخص میرے سامنے دو باتیں پیش کرے گا تو میں ان میں سے ایک ضرور مانوں گا اس نے کہا ہاں میرا یہی عہد ہے۔ حضرت علیؑ بن ابی طالب نے اس سے کہا اچھا اب میں تم کو اللہ عزوجل اس کے رسولؐ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں اس نے کہا میں اس کو نہیں مانتا مجھے اس کی ضرورت نہیں علیؑ نے کہا اچھا تو پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ گھوڑے سے نیچے آؤ اس نے کہا اے میرے بھتیجے یہ کیوں؟ بخدا میں نہیں چاہتا کہ تم کو قتل کر دوں۔ حضرت علیؑ نے کہا مگر بخدا میں تو چاہتا ہوں کہ تم کو ضرور قتل کروں۔ اس جملہ کو سن کر اس کو جوش آگیا وہ اپنے گھوڑے سے کود پڑا پھر اس نے اس کو ذبح کر دیا یا اس کے منہ پر تلوار ماری اور اب علیؑ کے مقابلہ پر بڑھا ایک نے دوسرے پر بہتیرے بدل بدل کر وار کیے آخر کار حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا اس کے بعد ہی اس کا رسالہ شکست کھا کر فرار ہوا اسی حالت فرار میں پھر انھوں نے اپنے گھوڑے خندق پر سے گزارے۔ عمرو کے ساتھ دو شخص منبہ بن عثمان جس کے تیر لگا اور مکہ آکر مرا اور دوسرا بنی مخزوم کا نوفل بن عبداللہ مارا گیا۔ واپسی میں یہ خندق میں گر پڑا۔

وہاں مسلمانوں نے اس پر سنگ باری شروع کی اس نے ان سے کہا اس ذلت کے ساتھ کیوں مارتے ہو تلوار سے کام تمام کر دو۔ حضرت علیؑ نے خندق میں اُتر کر اسے قتل کر دیا مسلمانوں نے اس کی لاش پر قبضہ کر لیا اور رسول اللہؐ سے اس کی فروخت کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا ہمیں نہ اس کی لاش کی ضرورت ہے اور نہ اس کی قیمت کی۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی دلیری

عباد بن عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے، کہ اس جنگ میں صفیہ بنت عبدالمطلب حسان بن ثابت کے قلعہ فارع میں رکھی گئی تھیں۔ صفیہ سے مروی ہے کہ حسان بھی اس قلعہ میں عورتوں اور بچوں کے ساتھ تھے ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد گھومنے لگا۔ اس سے پہلے ہی بنی قریظہ سے فسخ عہد کر کے لڑائی شروع کر دی۔ اب اس وقت کوئی ایسا نہ تھا کہ ہم کو اس سے بچاتا کیونکہ خود رسول اللہؐ اور تمام مسلمان تو دشمن کے مقابلہ پر کھڑے تھے اس لیے ہم پر کوئی حملہ کر دیتا تو ان میں سے کوئی بھی ہماری مدد کے لیے نہیں آسکتا تھا۔ میں نے حسان سے کہا دیکھتے ہو کہ یہ یہودی قلعہ کا چکر کاٹ رہا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ہماری کوئی غیر محفوظ اور کھلی ہوئی جگہ کو دیکھ رہا ہے تاکہ اپنے ساتھی دوسرے یہودیوں کو جا کر خبر کرے رسول اللہؐ دشمن سے مصروفیت کی وجہ سے ہماری خبر نہیں لے سکتے تم نیچے جا کر اسے قتل کر دو۔ حسان نے کہا اے عبدالمطلب کی بیٹی اللہ تم کو معاف کرے میں اس کام کا نہیں ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ بالکل نکما ہے میں نے خود گرز لیا اور قلعہ سے اتر کر اس کے پاس گئی اور گرز سے مار مار کر اس کا کام تمام کر دیا اسے قتل کر کے میں پھر قلعہ میں آگئی اور میں نے حسان سے کہا مرد آدمی ہو جا کر اس کا لباس اور اسلحہ تو اتار لاؤ وہ مرد تھا اس وجہ سے میں نے اس کا لباس نہیں اتارا۔ حسان نے کہا اے عبدالمطلب کی بیٹی مجھے اس کے سامان کی کوئی ضرورت نہیں۔

حذیفہ بن یمان

اس واقعہ کے متعلق محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ کوفہ کے ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے پوچھا اے ابو عبداللہ تم نے تو رسول اللہؐ کو دیکھا ہے اور ان کے صحبت میں رہے ہو انھوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا تم کس طرح رسول اللہؐ سے پیش آتے تھے۔ انھوں نے کہا ہم ان کی اطاعت میں پوری کوشش کرتے تھے اس شخص نے کہا بخدا اگر ہم نے آپؐ کا عہد پایا ہوتا تو ہم آپؐ کو زمین پر نہ چلنے دیتے اپنی گردنوں پر بٹھاتے۔ حذیفہ نے کہا اے میرے بھتیجے ہم رسول اللہؐ کے ساتھ خندق میں موجود تھا آپؐ نے کچھ رات گئے نماز پڑھی اور پھر ہماری طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا کوئی ایسا ہے جو دشمن کی فرودگاہ میں جا کر اس خبر کی تصدیق کر کے آئے جو ہمیں معلوم ہوئی ہے اور رسول اللہؐ یہ عہد کرتے ہیں کہ

جب وہ اللہ کے یہاں جائے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا کوئی شخص بھی اس کے لیے کھڑا نہیں ہوا۔ آپؐ نے پھر کچھ رات گئے تک نماز پڑھی اس کے بعد پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر وہی قول دہرایا مگر اس مرتبہ بھی ہم میں سے کوئی اس کے لیے آمادہ نہ ہوا پھر آپؐ نماز پڑھنے لگے اور بعد فراغت ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کون ہے جو دشمن کے یہاں جا کر اس خبر کی تصدیق کر کے آجائے رسول اللہؐ اس کے لیے یہ شرط کرتے ہیں کہ جب وہ مرے گا تو میں اللہ سے درخواست کروں گا کہ وہ جنت میں میرا رفیق بنایا جائے۔ اس ارشاد پر بھی چونکہ لوگ بہت خوفزدہ اور بھوکے تھے اور سردی بھی نہایت شدید تھی کسی نے حامی نہ لی۔ جب کوئی بھی اس کام کے لیے کھڑا نہیں ہوا۔ رسول اللہؐ نے مجھے آواز دی اب تو میرے لیے کھڑے ہوئے بغیر چارہ نہ تھا کیونکہ آپؐ نے خود مجھے آواز دی تھی میں پاس گیا تو فرمایا حذیفہ تم دشمن کے یہاں جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ وہ کیا کر رہے ہیں جب تک میرے پاس نہ آجاؤ کسی سے کوئی بات بیان نہ کرنا۔

کفار کی واپسی

میں حسب ارشاد دشمن کی چھاؤنی میں آیا اس وقت ہوا اور اللہ کی فوجوں نے دشمن کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ نہ کوئی دیگچی چولہے پر ٹھہرتی تھی نہ آگ جلتی تھی اور نہ کوئی مکان اپنی جگہ برقرار تھا۔ ابوسفیان بن حرب نے کھڑے ہو کر کہا اے قریش ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ کون اس کے ساتھ بیٹھا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا جو میرے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو اس شخص نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اب ابوسفیان نے تقریر شروع کی۔ اور کہا :۔

"اے گروہ قریش! بخدا تم ایسی جگہ فروکش نہیں ہو جو قیام کے لیے مناسب ہوتی ہمارے مویشی اور اونٹ بھوکے مر گئے۔ بنو قریظہ نے ہم سے خلاف وعدگی کی بلکہ اس سے ہمیں تکلیف پہنچی اس ہوا کی وجہ سے جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ ظاہر ہے۔ بخدا ہماری دیگیں چولھوں پر نہیں ٹھہرتیں نہ آگ ایک جگہ جلتی ہے اور نہ کوئی پناہ ہمیں پناہ دیتی ہے تم بھی واپس چلو اور میں تو اب چلا۔"

چنانچہ وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا جو بندھا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے اس پر بیٹھ کر اسے چابک مارا اور وہ اپنے تین پیروں پر پہلے اٹھا اور پھر رسی کھلتے ہی پوری طرح کھڑا ہو گیا بخدا اس وقت مجھے ایسا موقع حاصل تھا کہ اگر رسول اللہؐ سے میں نے اپنے مقصد کے اخفا کا وعدہ نہ کیا ہوتا اور میرا ارادہ ہوتا تو میں اسی وقت ابوسفیان کو قتل کر دیتا۔

وہاں سے میں رسول اللہؐ کی خدمت میں واپس آیا آپؐ اس وقت اپنی کسی بیوی کا منقش لبادہ

اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے ۔ مجھے دیکھتے ہی آپؐ نے مجھے اپنے پیروں کے بیچ میں کر لیا اور میرے اوپر لبادہ کا کونا ڈال دیا ۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور جب سجدہ کیا تو میں پیچھے سے نکل گیا پھر آپؐ نے سلام پھیرا ۔ میں نے پورا واقعہ آپؐ سے بیان کیا اور جب غطفان کو معلوم ہوا کہ قریش اس طرح میدان سے چلے گئے تو وہ بھی فوراً تیزی کے ساتھ اپنے اپنے وطن واپس ہو گئے

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمان خندق سے مدینہ پلٹ آئے اور انھوں نے ہتھیار کھول دیئے ۔

باب ۱۰

غزوۂ بنی قریظہ

حضرت جبرئیلؑ کی آمد

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ ظہر کے وقت حضرت جبرئیلؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے وہ استبرق کا عمامہ باندھے تھے ایک مادیان خچر پر سوار تھے جس پر زین تھی اور اس پر دیباج کا چار جامہ پڑا تھا جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ سے کہا کیا آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے آپؐ نے فرمایا ہاں۔ جبرئیلؑ نے کہا ملائکہ نے اب تک ہتھیار نہیں رکھے اور میں اسی وقت دشمن ہی کے تعاقب سے آرہا ہوں۔ اے محمدؐ! اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ اسی وقت بنی قریظہ کی طرف جائیں، اور میں بھی انھیں کی طرف جارہا ہوں۔

بنو قریظہ کی جانب پیش قدمی

رسول اللہؐ نے فوراً اپنے نقیب کو حکم دیا کہ وہ تمام مدینہ میں کوچ کا اعلان کردے چنانچہ اس نے اعلان کیا کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا مطیع اور فرمانبردار ہو وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کو اپنا علم دے کر بنی قریظہ کی طرف اپنے سے پہلے روانہ فرمایا۔ دوسرے لوگ بھی ان کی طرف لپکے۔ حضرت علیؑ مدینہ سے چل کر ان کے کسی قلعہ کے پاس پہنچے اور بنی قریظہ کے پاس پہنچنے سے پہلے رسول اللہؐ اسی سفر میں صورمین میں اپنے صحابہ کے پاس آئے آپؐ نے ان سے پوچھا کوئی صاحب تمھارے پاس سے گذرے ہیں انھوں نے کہا ہاں دحیہ بن خلیفہ کلبی ایک مادیان خچر پر سوار جس پر زین کسی تھی اور اس پر دیبا کا چار جامہ پڑا تھا ہمارے پاس سے گذرے آپؐ نے فرمایا یہ جبرئیلؑ تھے ان کو بنی قریظہ کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ وہ ان کے قلعوں کو متزلزل کردیں اور ان کے دلوں میں ہمارا رعب بٹھا دیں۔

بنی قریظہ کا محاصرہ

عائشہ سے مروی ہے کہ خندق سے واپس آکر سعد کے مجروح ہونے کی وجہ سے رسول اللہؐ نے مسجد میں ان کے لیے ایک خیمہ نصب کرایا اور ہتھیار کھول دیئے۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ہتھیار کھول دیئے۔ جبرئیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؐ نے

ہتھیار رکھ دیے مگر ملائکہ نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے۔ آپ دشمن کے مقابلہ پر جائیے اور ان سے لڑیئے رسول اللہؐ نے اپنی زرہ منگوا کر پہنی پھر آپ روانہ ہوئے اور تمام مسلمان بھی روانہ ہوگئے آپ بنی غنم کے پاس سے گذرے ان سے پوچھا یہاں کوئی آیا ہے۔ انھوں نے کہا دحیۃ الکلبی یہاں آئے تھے یہ اپنی وضع قطع اور ڈاڑھی و صورت میں جبرئیل کے مشابہ تھے۔ یہاں سے بڑھ کر آپ بنی قریظہ کے سامنے فروکش ہوئے۔

اس وقت سعد اپنے اسی خیمہ میں مقیم تھے جو مسجد میں رسول اللہؐ نے ان کے لیے نصب کرا دیا تھا رسول اللہؐ نے ایک ماہ یا پچیس دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا۔ جب محاصرہ کے مصائب سے وہ عاجز آگئے ان سے کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ کے حکم پر ہتھیار رکھ دو۔ لیکن ابو لبابہ بن عبدالمنذر نے حلق پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ اگر ایسا کرو گے تو سب ذبح کر دیے جاؤ گے۔ اس وجہ سے اب انھوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر ہتھیار رکھ دیتے ہیں کہ سعد بن معاذ ہمارے متعلق جو چاہیں فیصلہ کریں۔ رسول اللہؐ نے کہا اچھا انھیں کے حکم پر سہی انھوں نے ہتھیار رکھ دیئے آپؐ نے سعد کے لانے کے لیے ایک گدھا بھیج دیا جس پر کھجور کے پتوں کا پالان تھا سعد کو اس پر سوار کرا دیا گیا۔ اس وقت تک ان کا زخم مندمل ہو کر خفیف سا رہ گیا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ کا استقبال

جب سعد رسول اللہؐ کے سامنے آئے آپؐ نے صحابہ سے فرمایا اپنے سردار یا اپنے سب سے بہتر شخص کے استقبال کو اٹھو اور ان کو سواری پر سے اتار لاؤ۔ صحابہ نے حسب الحکم بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور ان سے کہا۔ اے ابو عمرو رسولؐ نے تمھارے موالیوں کے بارے میں تم کو حکم بنایا ہے انھوں نے کہا ہاں تم اللہ کے سامنے اس بات کا پختہ عہد و پیمان کرو کہ جو تصفیہ میں کروں گا اسے تم قبول کرو گے سب نے کہا بے شک ہم اس کے لیے آمادہ ہیں پھر سعد نے جو رسول اللہؐ کی تعظیم کے خیال سے اس سمت سے جدھر آپؐ تشریف فرما تھے منہ پھیرے ہوئے تھے اس سمت کی طرف اشارہ کر کے کہا اور جو لوگ اس سمت میں ہیں وہ بھی میرے فیصلہ کو قبول کریں گے اس پر خود رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں ہم اس کے لیے آمادہ ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ

تب سعد نے کہا اچھا تو میں یہ تصفیہ کرتا ہوں کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں ان کی املاک تقسیم کر دی جائیں اور بیوی بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا جائے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"سعد! تم نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے"

بنی قریظہ کا انجام

بنی قریظہ کو قلعے سے اتار کر رسول اللہؐ نے بنی نجار کی ایک عورت کے گھر میں جو حارث کی اولاد میں سے تھی قید کر دیا اور پھر خود آپؐ اس مقام پر آئے، جہاں اب مدینہ کا بازار ہے اور یہاں آپؐ نے چند کھائیاں کھدوائیں اور پھر بنو قریظہ کو بلا کر یہاں ان کی گردن ماردی۔ یہ چھوٹی چھوٹی جماعت میں آپؐ کے پاس بھیجے جاتے تھے اور آپؐ ان کو قتل کر دیتے تھے ان میں اللہ کا دشمن حُیّی بن اخطب اور کعب بن اسد اس جماعت کے سرغنہ بھی تھے یہ چھ سو یا سات سو آدمی تھے، جو لوگ ان کی تعداد زیادہ بتاتے ہیں انھوں نے آٹھ سو سے نو سو تک کہی ہے۔ بنو قریظہ کی جب کوئی جماعت قتل کے لیے رسول اللہؐ کی خدمت میں جانے لگتی تو وہ کعب بن اسد سے پوچھتے۔ کعب بتاؤ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اس کے جواب میں وہ ہر مرتبہ کہتا کیا اتنی بات بھی نہیں سمجھتے بلانے والا برابر بلا رہا ہے اور جو جاتا ہے ان میں سے کوئی واپس نہیں پلٹتا۔ سمجھ لو کیا ہوگا بخدا مارے جاؤ گے۔

حُیّی بن اخطب کا قتل

دشمن خدا حُیّی بن اخطب آپ کے سامنے لایا گیا اس نے ایک فقاحی حلہ پہن رکھا تھا۔ اس خیال سے کہ کوئی بھی اسے صحیح سالم بعد میں نہ لے سکے۔ اس نے اس حلّے کو اپنے جسم پر تار تار کر دیا تھا اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے تھے رسول اللہؐ کو دیکھ کر اس نے کہا بخدا میں نے تمھاری عداوت میں کوئی کمی نہیں کی مگر کیا کیا جائے جس کا ساتھ اللہ چھوڑ دے وہ رسوا ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "اے لوگو! اللہ کے حکم میں کیا چارہ ہے اللہ نے پہلے سے یہ بات مقدر کر دی تھی کہ بنی اسرائیل اس طرح قتل کر دیئے جائیں وہ پوری ہوئی اس کے بعد وہ بیٹھ گیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

رفاعہ بن شمویل قرظی کی جان بخشی

رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ بنی قریظہ میں سے جو بالغ ہو گئے ہوں قتل کر دیئے جائیں سلمہ بنت قیس، ام منذر سلیط بن قیس کی بہن جو رشتہ میں رسول اللہؐ کی خالہ ہوتی تھیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ اور عورتوں کی بیعت میں آپ کی بیعت کی تھی نے رفاعہ بن شمویل قرظی کو آپ سے مانگا یہ بالغ ہو چکا تھا وہ سلمیٰ کے خاندان سے پہلے سے تعارف رکھتا تھا چونکہ اس نے ان کے ہاں پناہ لی تھی سلمیٰ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رفاعہ کو مجھے دے دیجیے کیونکہ وہ وعدہ کرتا ہے کہ نماز پڑھے گا اور اونٹ کا گوشت کھائے گا۔ آپؐ نے وہ سلمیٰ کو بخش دیا۔ اور اس طرح سلمیٰ نے اس کی جان بچالی۔

بنی قریظہ کا مال غنیمت

رسول اللہؐ نے بنی قریظہ کی املاک عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور آج آپؐ نے سوار اور پیدل کے حصوں میں تفریق کر دی نیز آپؐ نے اس میں سے خمس نکال دیا۔ یہ پہلا مال غنیمت ہے جس میں دو حصے علیحدہ علیحدہ دیئے گئے اور اس سے خمس نکالا گیا جو آج تک برقرار ہے۔

جنگِ خندق کے شہداء

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق خندق کی لڑائی میں سے صرف چھ آدمی شہید ہوئے اور مشرکین میں سے تین قتل ہوئے اور بنی قریظہ کی جنگ میں خلاد بن سوید شہید ہوئے ان پر ایک چکی پھینکی گئی تھی جس سے وہ پاش پاش ہو گئے۔ بنی قریظہ کی فتح ذی قعدہ یا ابتدائے ذی الحجہ میں ہوئی البتہ واقدی کا خیال ہے کہ ماہ ذی قعدہ کے ختم ہونے میں ابھی چند راتیں باقی تھیں جب رسول اللہؐ نے بنی قریظہ پر چڑھائی کی اور پھر آپؐ نے ان کے لیے گہری نالیاں کھدوائیں۔ آپؐ بیٹھ گئے حضرت علیؑ اور زبیر آپؐ کے سامنے ان کو قتل کرتے تھے۔ جس عورت کو آپؐ نے اس دن قتل کرایا اس کا نام بنانہ تھا اسی نے خلاد بن سوید کو ان پر چکی پھینک کر قتل کیا تھا آپؐ نے اس کو طلب کر کے خلاد کے عوض قتل کر دیا تھا۔

باب ۱۱

صلح حدیبیہ ۶ھ

غزوہ بنی مصطلق

رسول اللہؐ کو معلوم ہوا کہ بنی مصطلق آپؐ سے لڑنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ ان کا سردار حارث بن ابی ضرار حضرت جویریہ بنت حارثؓ رسول اللہؐ کی بیوی کا باپ تھا اس اطلاع پر آپؐ خود ان کے مقابلہ پر چلے اور ساحل سمندر پر قدید کے نواح میں ان کے ایک چشمہ آب مریسیع پر آپؐ نے ان کو جا لیا مقابلہ ہوا نہایت شدید جنگ ہوئی اللہ نے بنی مصطلق کو شکست دی ان کے بہت سے آدمی کام آئے۔ رسول اللہؐ نے اعلان کر دیا تھا کہ ان کی اولاد، عورتیں اور املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں گی اللہ نے ان کو رسول اللہؐ کے قبضہ میں دے دیا۔

حضرت جویریہؓ بنت حارث

اس جنگ میں بنی مصطلق کے بہت سے آدمی مارے گئے حضرت علیؑ بن ابی طالب نے ان کے دو آدمی مارک اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا رسول اللہؐ کو ان کی بہت سی لونڈیاں ہاتھ لگیں آپؐ نے انھیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب آپؐ نے بنی مصطلق کی لونڈیاں صحابہ میں تقسیم فرمائیں تو جویریہ بنت حارث، ثابت بن قیس یا اس کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئی تو اس نے اس سے زر آزادی کی ادائیگی پر اپنی آزادی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ ایک نہایت ہی قبول صورت ملیح حسینہ تھی جو اس کو دیکھ لیتا اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ یہ رسول اللہؐ کے پاس اپنے زر آزادی کی ادائیگی میں مدد لینے آئی تو میں نے اس کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھ کر کہا یہ تو بُرا ہوا کہ یہ آئی ہے کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ خود رسول اللہؐ کے دل پر اس کی صورت کا وہی اثر ہوگا جو مجھ پر ہوا ہے۔

حضرت جویریہؓ کا نکاح

بہر حال وہ اندر آئی اور عرض کیا میں جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار ہوں جو اپنی قوم کا سردار اور رئیس تھا۔ مجھ پر جو وقت پڑا ہے وہ آپؐ پر روشن ہے میں ثابت بن قیس یا شاید اس نے کہا کہ ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں پڑی ہوں

میں نے ان سے اپنی آزادی کا معاہدہ لکھوالیا ہے اب آپؐ سے زرِ آزادی کی ادائیگی میں مدد لینے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کیوں نہ ایسی شرط قبول کر لو جو اس سے افضل ہو اس نے پوچھا وہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"میں تمھاری قیمت ادا کر کے تم کو آزاد کراتا ہوں اور تم سے نکاح کیے لیتا ہوں۔"

انھوں نے کہا "مجھے منظور ہے"۔ تو آپؐ نے فرمایا اچھا میں نے بھی اس پر عمل کیا

صلحِ حدیبیہ

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ ذی القعدہ میں نبی اکرمؐ عمرے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اس موقع پر آپؐ کی نیت قطعاً جنگ کی نہ تھی۔ آپؐ نے تمام عرب اور اپنے آس پاس کے بدوی عربوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی آپؐ کو سابقہ تجربوں کی بنا پر قریش کی جانب سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ آپؐ سے جنگ کریں گے یا آپؐ کو بیت اللہ تک نہ جانے دیں گے عربوں میں سے اکثر نے آپؐ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور وہ آپؐ کے پاس نہ آئے اس لیے آپ مہاجرینؓ انصار اور جو تھوڑے سے عرب آگئے تھے ان کو لے کر مکہ روانہ ہوئے آپؐ نے قربانی کے جانور ساتھ لے لیے اور عمرے کا احرام باندھ لیا تاکہ لوگ آپؐ کی طرف سے بے خطر رہیں اور ان کو معلوم ہو کہ آپؐ صرف بیت اللہ کی تعظیم کے لیے اس کی زیارت کو آتے ہیں۔

مسلمانوں کی تعداد

مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہؐ محض کعبہ کی زیارت کے لیے چلے۔ آپؐ کا مقصد اس موقع پر کسی سے لڑنا نہیں تھا۔ آپؐ نے ستر اونٹ قربانی کے لیے اپنے ساتھ لیے آپؐ کے ساتھ سات سو آدمی تھے۔ ایک روایت تیرہ سو کی ہے سلمہ کہتے ہیں ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ جابر کی روایت بھی چودہ سو کی ہے ابن عباس کہتے ہیں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے ایک ہزار پانچسو پچیس تھے۔

سہیل بن عمرو کی سفارت

قریش نے بنی عامر بن لوی کے سہیل بن عمرو کو رسول اللہؐ کے پاس بھیجا کہا کہ تم ان سے صرف اس شرط پر صلح کر لو کہ اس سال وہ واپس چلے جائیں تاکہ آیندہ عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ محمدؐ زبردستی ہمارے گھروں میں گھس آئے تھے سہیل اسی غرض سے چلا رسول اللہؐ نے اسے آتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کے بھیجنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن صلح کرنا چاہتا ہے۔ سہیل رسول اللہؐ کے پاس پہنچا اور طویل گفتگو کے بعد صلح طے پائی۔ زبانی شرائط کا تصفیہ ہو چکا تھا۔ اور اب عہد نامے کا لکھنا باقی تھا عمر بن خطاب نے ان شرائط کو ناپسند کیا وہ ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ (محمدؐ) اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا بیشک وہ اللہ کے

رسول ہیں۔ عمر نے کہا کیا ہم مسلمان نہیں ؟ ابو بکر نے کہا بیشک ہم مسلمان ہیں۔ عمر نے کہا کیا اہل مکہ مشرک نہیں۔ ابو بکر نے کہا ہاں ہیں۔ عمر نے کہا تو پھر ہم کیوں اپنے دین کے معاملہ میں ایسی بات مانیں جس سے کمزوری اور ذلت ظاہر ہوتی ہو۔ ابو بکر نے کہا عمر چون وچرا نہ کرو بس تم ان کے ساتھ رہو۔

حضرت عمر کی مخالفت

اس کے بعد عمر، رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا، کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں ؟ آپ نے فرمایا "ہوں"۔ عمر نے کہا "کیا ہم مسلمان نہیں ہیں ؟" آپ نے فرمایا "ہو"۔ عمر نے کہا "کیا اہل مکہ مشرک نہیں ہیں ؟" آپ نے فرمایا "ہیں"۔ عمر نے کہا تو پھر ہم کیوں دین کے معاملہ میں اپنی کمزوری تسلیم کریں۔ آپ نے فرمایا سنو میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ہرگز اس کے حکم کی مخالفت نہیں کروں گا اور وہ کبھی میری بات نہیں بگاڑے گا۔

صلح نامہ حدیبیہ

حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ صلح کے تصفیہ کے بعد رسول اللہ نے مجھے طلب فرمایا اور کہا کہ معاہدہ لکھو:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہیل نے کہا میں اس جملہ کو نہیں جانتا البتہ یوں لکھو "باسمک اللھم" رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا یہی لکھ دو۔ میں نے یہی لکھ دیا اس کے بعد آپ نے فرمایا آگے لکھو یہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے۔ اس پر سہیل نے کہا اگر ہم اس بات کو مانتے ہوتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر کیوں لڑتے ؟ اس کے بجائے آپ محض اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں۔ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا اچھا لکھو یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبد اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے

"آج سے دس سال تک ہم میں باہم کوئی لڑائی نہ ہوگی اس مدت میں ہر شخص مامون ہوگا کوئی کسی بات پر دست درازی نہیں کرے گا۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر رسول اللہ کے پاس آجائے گا رسول اللہ اسے اس کے اولیاء کے پاس واپس بھیج دیں گے اور رسول اللہ کے ہمراہیوں میں سے اگر کوئی قریش کے پاس چلا جائے گا تو وہ اسے آپ کے پاس واپس نہیں بھیجیں گے اب ہمارے درمیان میں کوئی لڑائی نہیں رہی نہ تلوار نکلے اور نہ تیر اندازی اور نہ سنگ اندازی ہو جس کا جی چاہے وہ اب رسول اللہ کے ساتھ ان کے عہد و پیمان میں داخل ہو جائے اور جس کا جی چاہے وہ قریش کے ساتھ ہو جائے"۔

اس شرط کے سنتے ہی بنو خزاعہ اٹھے اور انھوں نے کہا ہم رسول اللہ کے ساتھ ان کے عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ بنو بکر اٹھے اور انھوں نے کہا کہ ہم قریش کے ساتھ شامل ہوتے ہیں اس کے بعد یہ لکھا گیا:۔

کہ اس سال واپس چلے جائیں اور مکہ کے اندر نہ آئیں ۔ اگلے سال ہم مکہ آپؐ کے لیے چھوڑ دیں گے۔ آپ اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوں اور تین دن قیام کریں ۔ آپؐ کے ہمراہ صرف شتر سوار کا ہتیار یعنی تلوار نیاموں میں رہے اس شرط کے بغیر آپؐ اندر نہیں آئیں گے"۔

رسول اللہؐ اور سہیل اس عہد نامے کے لکھوانے میں مصروف تھے کہ اتنے میں ابو جندل بن سہیل بن عمرو بیڑیاں پہنے وہاں آئے اور رسول اللہؐ کے پاس پہنچے۔

مسلمانوں میں غم و غصہ

رسول اللہؐ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کا یقین تھا اور وہ آپؐ کے ساتھ عمرہ کرنے مدینہ سے نکلے تھے مگر اب جب انھوں نے دیکھا کہ اس نہج پر صلح ہو رہی ہے اور ہم بے نیل و مرام واپس جائیں گے اور خود رسول اللہؐ نے قریش کی بات مان کر ان کے منشا کے مطابق صلح کی ہے تو مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اس قدر سخت رنج و تعب پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔

حضرت ابو جندل بن سہیل کی آمد

سہیل نے جب ابو جندل کو دیکھا تو اس نے بڑھ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور گردن تھام لی اور پھر رسول اللہؐ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس کے آنے سے پہلے میرے اور آپؐ کے درمیان معاملہ طے ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا صحیح ہے اب سہیل اس کی گردن پکڑ کر اسے دھکا دیتے ہوئے اور کھینچتا ہوا قریش کی طرف پلٹنے لگا اور ابو جندل نے انتہائی بلند آواز میں چلانا شروع کیا اے مسلمانو! مجھے مشرکین کے پاس لوٹایا جا رہا ہے میرے ایمان کی وجہ سے مجھے اس مصیبت میں ڈالا جا رہا ہے ۔ اس جملے نے تو مسلمانوں کے زخمی دلوں پر اور نمک پاشی کی رسول اللہؐ نے ابو جندل سے فرمایا اپنے دل کو قابو میں رکھو اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھارے ایسے دوسرے مجبور لوگوں کے لیے جلد اس مصیبت سے نکالنے کی سبیل کرنے والا ہے ۔ چونکہ ہم نے اہل مکہ سے صلح کر کے معاہدہ کر لیا ہے اور اس کے ایفاء کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے ۔ اس لیے اب ہم ان کے ساتھ بے وفائی نہیں کرتے۔

جانوروں کی قربانی

مسورہ بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ اس قضیہ (صلح) سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اٹھو قربانی کرو اور سر منڈاؤ ۔ مگر کوئی شخص آمادہ نہ ہوا آپؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا مگر پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو آپؐ جناب اُمِّ سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے صحابہ کے اس طرز عمل کی شکایت کی انھوں نے کہا اے اللہ کے نبیؐ اگر آپؐ ایسا ہی چاہتے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپؐ برآمد ہوں اور اب کسی سے ایک لفظ نہ کہیں

خود اپنی قربانی کے جانور ذبح کریں اور اپنے حجام کو بلا کر اس سے اپنا سر منڈوالیں۔ رسول اللہؐ نے اس مشورہ پر عمل کیا آپؐ باہر آئے کسی سے ایک بات نہیں کی اپنی قربانی ذبح کی اور سر منڈوایا۔ صحابہ نے جب آپؐ کو یہ کرتے دیکھا تو سب اٹھے اور انھوں نے اپنی قربانیاں ذبح کیں اور خود ہی ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ان کو اپنی اس نافرمانی کا اس قدر رنج ہوا کہ ان کے ہوش وحواس جاتے رہے ابن عباس سے مروی ہے کہ اس روز بعض نے سر منڈایا اور بعض نے بال کٹوائے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ سر منڈوانے والوں پر اپنا رحم فرمائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اور بال کترانے والوں پر۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سر منڈانے والوں پر رحم کرے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اور بال کتروانے والوں پر۔ آپؐ نے فرمایا اور بال کتروانے والوں پر بھی۔ صحابہ نے پوچھا آپؐ نے رحم کے لیے سر منڈوانے والوں کا نام تو لیا مگر بال کترولنے والوں کا ذکر نہیں کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس لیے کہ انھوں نے میری بات میں شک نہیں کیا۔

آنحضرتؐ کی مراجعت مدینہ

زہری کا بیان ہے پھر رسول اللہؐ مدینہ واپس تشریف لے آئے زہری کہا کرتے تھے کہ اپنے مفید نتائج کے اعتبار سے اس سے قبل اسلام میں اتنی بڑی فتح حاصل نہیں ہوئی جب فریقین مقابل ہوئے تو باہم آویزش ہوئی اور جب صلح کے بعد جنگ کا خاتمہ ہوا اور لوگ ایک دوسرے کی جانب سے بے خطر ہو کر باہم مل کر تبادلہ خیالات اور مکالمہ کرنے لگے تو جس شخص میں کچھ بھی عقل تھی اس سے جب اسلام کے اصول بیان کیے گئے۔ اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا صرف ان دو سالوں میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے جتنے کہ اس سے قبل تمام مدت میں اسلام لائے تھے۔

باب ۱۲

سلاطین کو دعوت اسلام ۶ھ

اس سال ماہ ذی الحجہ میں رسول اللہ ؐ نے چھ اشخاص کو اپنے قاصد کی حیثیت سے مختلف فرمانرواؤں کے دربار میں بھیجا۔

یزید بن ابی حبیب مصری سے مروی ہے کہ ان کو ایک ایسی تحریر ملی جس میں ان اصحاب کے نام تھے جن کو رسول اللہ ؐ نے غیر مسلم فرمانرواؤں کے پاس بھیجا تھا۔ اور وہ پیغام درج تھا جو آپ ؐ نے ان کے ذریعہ بھیجا تھا۔ انھوں نے وہ تحریر اپنے شہر کے بعض ثقہ لوگوں کے ہاتھ ابن شہاب زہری کے پاس بھیجی تو زہری نے اسے شناخت کر کے تسلیم کیا۔ اس تحریر میں درج تھا کہ ایک دن رسول اللہ ؐ برآمد ہوئے صحابہ جمع تھے آپ ؐ نے فرمایا کہ میں تمام عالم کے لیے بلا استثناء رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔ تم میری دعوت کو تمام عالم میں پہنچاؤ۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے سلیط بن عمر کو عامہ کے رئیس ہوزہ حنفی کے پاس علاء بن حضرمی کو بحرین کے رئیس منذر بن ساوی کے پاس عمرو بن عاص کو عمان کے رئیس جیفر بن حلبدا اور عباد بن حلبدا کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ مقوقس نے چار باندیاں آپکو نذر بھیجیں۔ ان میں ماریہ، ابراہیم بن رسول اللہ ؐ کی ماں بھی تھیں۔

ہرقل قیصر روم کو دعوت اسلام

رسول اللہ ؐ نے دحیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا۔ ایک دن ہرقل بہت ہی متفکر ہو کر آسمان کو دیکھنے لگا اس کے درباری امراء نے پوچھا جناب والا پریشان نظر آتے ہیں۔ اس نے کہا صحیح ہے میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ مختونوں کا ملک سب پر غالب آنے والا ہے۔ امراء نے کہا یہود کے علاوہ کوئی ایسی قوم ہمیں معلوم نہیں جو ختنہ کراتی ہو لیکن وہ آپ کے قبضہ میں ہیں اور آپ کے رعایا ہیں اگر ایسا اندیشہ ہے تو ان سب کو قتل کرا دیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رئیس بصریٰ کا ایک آدمی ایک عرب کو لے کر ہرقل کے پاس آیا اور کہا یہ عرب بکریاں اور اونٹ چراتے ہیں یہ اپنے ملک کا عجیب واقعہ بیان کرتا ہے، ترجمان کے

ذریعہ معلوم ہوا کہ ہم میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کچھ لوگ اس کے پیرو اور کچھ مخالف ہیں ان کے مابین بہت سی لڑائیاں لڑی ہیں اور اب تک ہو رہی ہیں ۔ ہرقل کے حکم سے اسے برہنہ کر کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا وہ مختون ہے ۔ ہرقل نے کہا بخدا مجھے یہی شخص خواب میں دکھایا گیا ہے نہ کہ وہ قوم جس کے متعلق تمہارا گمان ہے ۔

ابوسفیان کی طلبی

ہرقل نے اپنے کوتوال کو بلا کر حکم دیا کہ شام کے چپہ چپہ سے تلاش کر کے ایسے شخص کو حاضر کرو جو اس نبیؐ کی قوم کا ہو ۔ ابوسفیان کہتا ہے ہم غزہ میں بیٹھے کہ ہرقل کے کوتوال نے ہمیں گھیر کر پوچھا تم اس حجازی کی قوم سے ہو ۔ ہم نے کہا ہاں ۔ وہ کہنے لگا میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلو جب وہاں پہنچے تو بادشاہ نے کہا تم میں سے اس کا قریب تر عزیز کون ہے ؟ ابوسفیان کہتا ہے میں نے کہا میں ہوں ۔ میں نے ہرقل سے زیادہ بدصورت آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ بہرحال اس نے مجھے پاس بٹھا کر اپنے سامنے بٹھایا میرے دوسرے ساتھیوں کو میرے عقب میں بٹھا کر ان سے کہا میں اس سے سوال کرتا ہوں اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کی تکذیب کرنا ۔

ہرقل کا استفسار

ہرقل نے پوچھا جو تم میں نبوت کا مدعی ہوا ہے اس کا حال بیان کرو ۔ اب میں نے ارادہ کیا کہ میں محمدؐ کی شان اور بات کو اس کے دل میں اہمیت نہ اختیار کرنے دوں ۔ لہذا میں نے کہا آپ اس کی وجہ سے پریشان نہ ہوں ۔ جو بات آپ کو اس کے متعلق معلوم ہوئی ہے اس سے اس کی شان بہت کم تر ہے ۔ میں نے دیکھا کہ میری اس بات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ اس نے اس پر کوئی توجہ دی پھر اس نے کہا اچھا صرف ان باتوں کا جواب دو جو میں اس کے متعلق دریافت کروں میں نے کہا پوچھیے ؟ اس نے کہا

"اس کا نسب کیا ہے ؟"

میں نے کہا "وہ نجیب الطرفین ہم میں شریف تر ہے ۔"

اس نے کہا "کیا اس کے خاندان میں کوئی اور بھی مدعی نبوت ہے جس کی نقل میں اس نے دعویٰ کیا ہو ؟"

میں نے کہا "نہیں ۔"

اس نے پوچھا "کیا اس کو تم پر حکومت حاصل تھی اور پھر تم نے اس سے چھین لی اور اب وہ نبی بن کر پھر حکومت حاصل کرنا چاہتا ہو ؟"

میں نے کہا "نہیں "

ہرقل نے کہا "بتاؤ اس کے پیرو کون لوگ ہیں ؟"

میں نے کہا " کمزور، غریب، نوجوان، بچے اور عورتیں۔ مگر اس کی قوم کے عمائد اور اشراف میں سے ایک نے بھی اس کی اتباع نہیں کی "۔

پھر اس نے پوچھا " اچھا یہ بتاؤ کہ جو اس کے متبع ہیں وہ اس کو دل سے چاہتے ہیں اور وفادار ہیں یا پھر بُرا سمجھ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ؟ "

میں نے کہا " آج تک اس کے متبعین میں سے ایک نے بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا "۔

اس نے پوچھا " تمہاری اور اس کی لڑائی کا کیا حال ہے ؟ "

میں نے کہا " کبھی وہ ہم پر غالب ہوتے ہیں اور کبھی ہم ان پر "۔

اس نے کہا " بتاؤ کیا وہ بدعہد ہے ؟ " اور تمام سوالوں میں سے صرف یہ سوال ایسا تھا کہ مجھے اس کے جواب میں محمدؐ پر طنز کرنے کا موقع تھا۔

میں نے کہا " نہیں " اب ہمارے اور اس کے درمیان سر دست صلح ہے۔ مگر ہم اس کی بدعہدی سے بالکل مطمئن نہیں ہیں۔

ہرقل کا جواب

اس جواب پر اس نے کوئی التفات نہیں کیا بلکہ خود ہی اس نے یہ تمام واقعہ دہرایا اور کہا میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ تم میں نہایت ہی شریف اور نجیب الطرفین ہے اور اللہ کا یہی دستور ہے کہ جب وہ کسی کو نبوّت عطا کرتا ہے تو وہ شخص اپنی قوم میں باعتبار نسب کے شریف ترین ہوتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کی قوم میں کوئی اور مدعی نبوّت ہے جس کی وہ نقل کر رہا ہو۔ تم نے کہا نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تمہاری حکومت اسے حاصل تھی جسے تم نے چھین لیا ہو اب دوبارہ اسے لینے کے لیے اس نے دعوای کیا ہو؟ تم نے کہا نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا اس کے ماننے والے کون لوگ ہیں۔ تم نے کہا کہ وہ کمزور، مساکین، نوجوان اور عورتیں ہیں ہر زمانہ میں انبیاء کے متبعین ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا آیا اس کے پیرو دل سے اس کے جان نثار اور ہمیشہ کے لیے وفادار ہیں یا چند روز میں ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں تم نے کہا کہ ان میں سے کسی نے بھی اس کی مفارقت اختیار نہیں کی۔ بیشک ایمان کی حلاوت ایسی ہی ہوا کرتی ہے کہ جب وہ دل میں اُتر جائے تو پھر نہیں نکلتی۔ میں نے پوچھا کیا وہ بدعہدی کرتا ہے تم نے کہا نہیں لہذا اگر تم نے اس کا سچا حال بیان کیا ہے تو وہ ضرور میری اس تمام سلطنت پر جو میرے قدموں کے نیچے ہے غالب آجائے گا۔ کاش میں ان کی خدمت میں ہوتا اور ان کے قدم دھوتا۔ اچھا اب جائیے میں کف افسوس ملتا ہوا اس کے پاس سے اٹھ آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھتے ہو ابن ابی کبشہ کا اب یہ اثر ہو گیا ہے کہ فرنگی بادشاہ اس ملک شام میں جو ان کی سلطنت میں ہے

بیٹھے ہوئے اس سے خوفزدہ ہیں۔

آنحضرتؐ کا خط

دحیہ کلبی کے ذریعہ رسول اللہؐ کا حسب ذیل خط قیصر روم کو پہنچا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

"یہ خط محمد رسول اللہؐ کی طرف سے ہرقل قیصر روم کے نام بھیجا جاتا ہے جس نے راہ راست اختیار کی وہ سلامت رہا۔ امابعد۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ اسلام لے آؤ اللہ تم کو اس کا دومرتبہ اجر دے گا اور اگر میری اس دعوت سے اعراض کرو گے تو تمھاری اس تمام ناواقف رعایا کی گمراہی کا وبال بھی تم پر ہوگا۔"

ہرقل کا امراء سے مشورہ

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں نصاریٰ کے ایک بڑے اسقف سے ملاقات ہوئی یہ اس وقت موجود تھا۔ جب رسول اللہؐ کا خط ہرقل کے پاس آیا تھا اس نے بیان کیا کہ دحیہ بن خلیفہ کلبی نے آپؐ کا خط ہرقل کو لاکر دیا اسی نے اس کو اپنی دونوں رانوں اور کمر کے نیچے رکھ لیا اور پھر پوپ کو روم میں اس واقعہ کی اطلاع دی یہ پوپ عبرانی انجیل کو پڑھتا اور سمجھتا تھا۔ ہرقل نے اسے رسول اللہؐ کا سارا واقعہ لکھا پوپ نے جواب میں لکھا کہ بیشک یہ شخص وہی نبی برحق ہیں جن کے ہم منتظر تھے ان کی نبوت میں کوئی شبہ نہیں تم ان کی اتباع کرو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ ہرقل نے اپنے تمام امراء کو دربار میں طلب کیا۔ ایک قصر میں دربار منعقد کیا گیا سب کے جمع ہو جانے کے بعد دروازے بند کر دیئے گئے چونکہ قیصر کو ان کی جانب سے اپنی جان کا خطرہ تھا وہ ان کے سامنے ایک برآمدے میں برآمد ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے آپ کو ایک نیک بات کے لیے بلایا ہے میرے پاس اس عرب کا خط آیا ہے جس میں اس نے مجھے اپنے دین کی دعوت دی ہے اور وہ بیشک وہی نبی برحق ہے جس کا ہم کو انتظار تھا اور جس کی پیشین گوئی ہماری مذہبی کتب میں موجود ہے لہٰذا آؤ ہم سب اس کی اتباع کریں اور اس پر ایمان لے آئیں تاکہ ہماری دنیا و آخرت بنی رہے۔

امراء کی برہمی

اس پر تمام حاضرین نے انکار کے لیے شور برپا کر دیا اور دربار کے کمرے سے باہر جانے کے لیے دروازوں کی طرف لپکے مگر وہ پہلے سے بند تھے پھر ان کو قیصر نے سامنے بلایا چونکہ اس کو ان سے اپنی جان کا خطرہ تھا اس لیے اب اس نے یہ تقریر کی کہ میں نے یہ گفتگو ابھی آپ سے کی ہے اس کا مطلب صرف آپ کا امتحان تھا تاکہ آزمائش کی جائے کہ آپ اپنے دین پر کس مضبوطی سے قائم ہیں اور اس امتحان کی اس نئے واقعہ کے پیش آجانے کی وجہ سے ضرورت ہوئی مگر اب مجھے آپ کے راسخ ایمان کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی اس کے سننے کے بعد تمام درباری بادشاہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اب

قصر کے دروازے کھول دیئے گئے اور وہ سب چلے گئے۔

ضغاطر اسقف کا قتل

ایک روایت ہے کہ خط موصول ہونے کے بعد ہرقل نے دحیہ سے یہ بھی کہا میں جانتا ہوں کہ تمھارے نبی برحق ہیں یہی وہ نبی ہیں جن کے ہم منتظر تھے اور جن کا ذکر ہماری مذہبی کتابوں میں موجود ہے مگر مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اتباع کر لیتا اب مناسب یہ ہے کہ تم ضغاطر اسقف کے پاس جاؤ اور اس سے اپنے نبی کا حال بیان کرو۔ تمام رومیوں میں اس کی شان اور عزت مجھ سے کہیں زیادہ ہے اور اس کی بات کا رومیوں پر مجھ سے کہیں زیادہ اثر ہے دیکھو کہ وہ اس معاملہ میں کیا کہتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آئے رسول اللہؐ نے جس غرض اور جس دعوت کے لیے ان کو ہرقل کے پاس بھیجا تھا وہ اس سے بیان کی ضغاطر نے کہا بیشک تمھارے نبی برحق ہیں ہم ان کی تعریف سے پہچان گئے ان کا نام ہماری کتابوں میں موجود ہے اس کے بعد وہ اندر گیا وہ اس نے اپنا سیاہ لباس جو پہنے تھا اتار کر سفید لباس پہنا اور اپنا عصا ہاتھ میں لے کر رومیوں کے سامنے جو گرجا میں جمع تھے آیا اور ان سے کہا ہمارے پاس احمدؐ کا خط آیا ہے جس میں انھوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی دعوت دی ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ" ان لا الٰہ الا اللہ وان احمد عبدہ ورسولہ"۔ اسے سنتے ہی تمام حاضرین ایک جان ہو کر اس پر حملہ آور ہوئے اور وہیں ضغاطر کو شہید کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد وحیہ دوبارہ ہرقل کے پاس آئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ ہرقل نے کہا میں نے پہلے ہی تم سے یہ بات کہہ دی تھی کہ ہمیں ان کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ ضغاطر کا ان پر مجھ سے کہیں زیادہ اثر تھا اور وہ اس کی مجھ سے زیادہ تعظیم کرتے تھے مگر تم نے دیکھ لیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔

رئیس دمشق کو پیغام

رسول اللہؐ نے شجاع بن وہب کو منذر بن حارث غسانی دمشق کے سردار کے پاس بھیجا اور اسے یہ خط لکھا:

"اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست کی اتباع کی اور اسے تسلیم کیا میں تم کو اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تمھاری ریاست تمھارے قبضہ میں رہے گی"

شجاع نے جب یہ خط منذر کو پڑھ کر سنایا تو وہ کہنے لگا:

"کون ہے جو میری ریاست مجھ سے چھین سکتا ہے میں اس کا مقابلہ کروں گا"

رسول اللہؐ نے یہ جواب سن کر فرمایا:

"اس کی ریاست برباد ہو گی"

شاہ حبشہ کو دعوت اسلام

آنحضرتؐ نے عمرو بن اسید ضمری کو حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کی قیادت میں کچھ صحابہ کے ساتھ نجاشی کے پاس اپنا یہ خط دے کر بھیجا تھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد رسول اللہؐ کی جانب سے حبشہ کے نجاشی اصحم کے نام ارسال کیا جاتا ہے۔ تم محفوظ ہو میں تمھارے سامنے اس اللہ کی، جو پاک ہے، تمام کائنات کا حاکم ہے، امان ہے اور امان دینے والا، مقتدر ہے۔ تعریف کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ عیسٰیؑ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ تھے۔ جسے اس نے نیک پاک اور عفیفہ مریمؑ کے بطن میں ڈالا اور عیسٰیؑ بطن مریمؑ میں بشکل حمل جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ نے اپنی روح اور دم سے اسے اسی طرح پیدا کیا جس طرح اس نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور پھر اس میں جان پھونکی۔ میں تم کو اس اللہ کی جو صرف ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس پر ایمان لے آؤ اور اس کی فرماں برداری میں میرا ساتھ دو، میری پیروی کرو اور میری رسالت کو تسلیم کرو۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی جعفر کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تمھارے پاس بھیجا ہے جب یہ تمھارے پاس پہنچیں تو تم ان کی تواضع کرنا اور نخوت حکومت کو ترک کر دینا میں تمھیں اور تمھاری رعایا کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا پیغام خلوص کے ساتھ تم کو پہنچا دیا تم میری اس نصیحت کو قبول کرو۔ اس پر سلامتی رہے جس نے راہِ راست کی اتباع کی۔"

شاہ نجاشی کا قبول اسلام

اس کے جواب میں نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یہ عریضہ نجاشی اصحم بن ابجر کی جانب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام ارسال ہے اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ پر سلامتی ہو اور اس اللہ کی جو بلا شرکت ایک ہے اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت کی ہے رحمت اور برکات آپؐ پر نازل ہوں۔ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے جناب کا خط موصول ہوا جس میں آپؐ نے حضرت عیسٰیؑ کا ذکر کیا ہے۔ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم آپؐ نے حضرت عیسٰیؑ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے خود انھوں نے بھی اس پر شمہ زائد نہیں کیا اور کہا میں آپؐ کی رسالت کا معترف ہوں۔ میں نے آپؐ کے چچازاد بھائی اور ان کے ہمراہیوں کو اپنا مہمان بنایا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں اور دوسرے انبیاءؑ کے مصدق ہیں۔ میں نے آپؐ کے لیے آپؐ کے چچازاد بھائی کی بیعت

کرلی ہے اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام لایا ہوں میں اپنے بیٹے ارحا بن اصحم بن ابجبر کو آپؐ کی خدمت میں بھیجتا ہوں کیونکہ میں صرف اپنے نفس کا مالک ہوں اور اگر آپؐ کی یہی خوشی ہو کہ میں خود حاضر ہوں تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپؐ کا ارشاد برحق ہے"۔

والسّلام علیک یا رسول اللہؐ

نامۂ رسولؐ شاہ فارسؑ کے نام

اس سال رسول اللہؐ نے عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ یہ خط کسریٰ کے نام ارسال کیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد رسول اللہؐ کی جانب سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام بھیجا جاتا ہے۔ سلامتی ہے اس کے لیے جس نے راہِ راست کی اتباع کی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور اس بات کی شہادت دی کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں جو تمام اہل عالم کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں تاکہ وہ جو زندہ ہیں ان کو آخرت سے ڈرائیں۔ اسلام لے آؤ، محفوظ رہو گے اور اگر اس کا انکار کرو گے تو تمام مجوسیوں کا دبال تم پر ہوگا۔ کسریٰ نے رسول اللہؐ کا خط پارہ پارہ کردیا آپؐ نے فرمایا اس کا ملک بھی پارہ پارہ ہوجائیگا"۔

کسریٰ والی یمن کو حکم

اس کے بعد کسریٰ نے اپنے والی یمن باذان کو لکھا کہ تم دو دلاور آدمی حجاز بھیجو تاکہ وہ اس شخص کو گرفتار کرکے میرے پاس لے آئیں۔ باذان نے اپنے داروغہ بابویہ اور خرخسرہ ایرانی کو اس غرض سے مدینہ بھیجا اور ان کے ہاتھ یہ خط رسول اللہؐ کو بھیجا تم ان کے سامنے کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤ۔ باذان نے داروغہ سے زبانی کہا کہ تم اس شخص سے اس کے شہر میں جاکر گفتگو کرو اور اس کا صحیح حال مجھ سے آکر بیان کرو۔ یہ دونوں ایرانی یمن سے چل کر طائف آئے۔ اس کے مقام نجب پر ان کو کچھ قریش ملے۔ انھوں نے ان سے آنحضرتؐ کا پتہ پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ مدینہ میں ہیں وہ قریش ان ایرانیوں کو دیکھ کر اور ان کے آنے کی غرض معلوم کرکے بہت خوش ہوئے انھوں نے باہم دگر اس خوش خبری کو بیان کیا اور کہنے لگے اب شہنشاہ کسریٰ ایسے زبردست نے اسے تاکا ہے اب وہ اس کی خبر لے گا۔ دونوں ایرانی وہاں سے رسول اللہؐ کے پاس آئے بابویہ نے آپؐ سے گفتگو کی اور کہا کہ بادشاہوں کے بادشاہ شہنشاہ کسریٰ نے باذان کو لکھا ہے کہ تم کسی کو ان کے پاس بھیجو، چنانچہ اس نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپؐ میرے ہمراہ چلیں اگر آپؐ چلتے ہیں تو باذان شہنشاہ ایران کو آپؐ کی سفارش لکھیں گے

تاکہ وہ آپؐ سے درگذر کرکے معافی دے اور اگر اس کے حکم سے سرتابی کریں گے تو آپؐ اس سے خود واقف ہیں وہ آپؐ کو اور آپؐ کی قوم کو ہلاک کر دے گا اور آپؐ کے ملک کو برباد کر دے گا۔

شاہِ ایران کا قتل

یہ دونوں آپؐ کی خدمت میں اس شکل میں حاضر ہوئے تھے کہ داڑھی صاف اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آپؐ نے کراہت سے پہلے تو انکی طرف نظر ہی نہیں کی۔ مگر پھر مواجہ کر کے پوچھا یہ کیا شکل ہے۔ کس نے اس کا حکم دیا ہے انھوں نے کہا ہمارے پروردگار نے جس سے ان کی مراد کسریٰ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مگر میرے رب نے مجھے ڈاڑھی چھوڑنے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اچھا آج تو جاؤ کل پھر آنا۔ اس کے بعد ہی رسول اللہؐ کو بذریعہ وحی آسمانی خبر ملی کہ اللہ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے فلاں ماہ اور فلاں دن میں اپنے باپ کسریٰ پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ شیرویہ نے کسریٰ کو جمادی اولیٰ کی تیرہویں شب ۷ھ چھ گھڑی رات گئے بعد قتل کیا تھا۔

شیرویہ کی حکومت

دوسرے دن آنحضرتؐ نے ان دونوں ایرانیوں کو بلا کر اس واقعہ کی اطلاع دی انھوں نے کہا جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس کے مفہوم سے واقف ہیں ہم نے جو بات آپ سے کہی ہے وہ آپ کے اس دعویٰ کے مقابلے میں معمولی ہے کیا ہم اپنے رئیس کو یہ بات آپ کی طرف سے لکھ دیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں یہ اس سے کہہ دو اور یہ بھی کہو کہ میرا دین اور میری حکومت بہت جلد کسریٰ کی سلطنت میں پھیل جائے گی۔ اور وہاں تک پہنچے گی جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جاتے ہیں اور کہہ دو

"اگر تم اسلام لے آؤ تو جو ملک تمھارے ماتحت ہے اور اغیار کی جو ریاست اس وقت تم کو حاصل ہے وہ بدستور تمھارے پاس رہے گی۔"

اس کے بعد آپؐ نے خرخسرہ کو ایک بگلوس (منقطہ) عطا فرمایا جس میں سونا چاندی لگا ہوا تھا یہ بگلوس آپؐ کو کسی رئیس نے تحفے میں بھیجا تھا۔ یہ دونوں آپ سے رخصت ہو کر باذان کے پاس آئے اور اسے پورا واقعہ سنایا۔ اس نے کہا اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے یہ صاحب دنیاوی بادشاہ نہیں بلکہ نبی ہیں جیسا کہ انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے جو کچھ انھوں نے بتایا ہے ہم اس کے وقوع کا انتظار کرتے ہیں اگر یہ بات سچ نکلی تو پھر ان کے نبی مرسل ہونے میں کچھ شبہ ہی نہیں اور اگر یہ بات سچ ثابت نہ ہوئی تو پھر ہم اس معاملہ پر مزید غور کریں گے کہ کیا کریں اس خبر کے کچھ عرصہ بعد باذان کے نام شیرویہ کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے

اور اس طرح میں نے اپنے ہم قوم ایرانیوں کا انتقام لیا ہے جن کو بے دریغ ان کے گھروں میں قتل اور سنگسار کرتا تھا جب تمہیں کو میرا یہ خط موصول ہو تم اپنے یہاں کے لوگوں سے میرے لیے حلف اطاعت لو اور جس شخص کے بارے میں کسریٰ نے تم کو لکھا تھا اب اس سے سردست کوئی تعرض نہ کرو، میرے آئندہ حکم کا انتظار کرو۔

حمیر کا تاثر

اس خط کو پڑھ کر باذان نے کہا بخدا یہ صاحب سچے رسول ہیں اب وہ اور اس کے ساتھ جس قدر امراءزادے یمن میں موجود تھے سب اسلام لے آئے۔ حمیر خرخسرہ کو اسی بگلوس کی وجہ سے جو رسول اللہؐ نے اس کو دیا تھا ذوالمعجزہ کہتے تھے۔ ان کی زبان میں معجزہ بگلوس کو کہتے ہیں اب تک ان کی اولاد ان کو اسی نسبت سے یاد کرتی ہے۔ بابویہ نے باذان سے یہ کہا کہ میں نے مدت العمر میں ایسا بارعب شخص نہیں دیکھا جیسا کہ یہ (محمدؐ) ہیں۔ باذان نے پوچھا

"کیا ان کے پاس پہرے دار سپاہی ہیں؟"

اس نے کہا کہ "نہیں"۔

اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقوقس کو خط لکھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی مگر وہ مسلمان نہیں ہوا۔

باب ۱۳

غزوۂ خیبر ۷ھ

ماہ محرم میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خیبر کی طرف روانہ ہوئے سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا اس کے بعد قلعہ قموص اور قلعہ ابن ابی حقیق فتح کیے جب اور تمام قلعے رسول اللہؐ نے سر کر لیے تو یہودی سمٹ کر اپنے قلعہ وطیح اور سلالم میں جمع ہو گئے۔

رسول اللہؐ کا علم

بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ اہل خیبر کے قلعے کے مقابل فروکش ہو کر رسول اللہؐ نے اپنا علم عمر بن خطاب کو دیا کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے۔ اہل خیبر نے ان کا مقابلہ کیا۔ عمر اور ان کے ہمراہی پسپا ہو کر رسول اللہؐ کے پاس پلٹ آئے۔ عمر کے ہمراہی ان کو اور عمر ان کو بزدل ٹھہرانے لگے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میں کل علم ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔ دوسرے دن ابوبکر اور عمر نے جھنڈا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مگر آپ نے علیؑ کو بلایا ان کو آشوب چشم تھا۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور اپنا جھنڈا ان کو دیا۔ اہل خیبر مقابلہ پر آئے اس وقت مرحب یہ رجز پڑھ رہا تھا۔ خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں مسلح ہوں دلاور ہوں جنگ آزمودہ ہوں کبھی نیزہ بازی اور کبھی تلوار زنی کرتا ہوں۔ جب مردان دلاور جوش میں بھرے ہوئے لڑنے آتے ہیں۔ حضرت علیؑ اور اس نے ایک دوسرے پر تلوار کا وار کیا حضرت علیؑ نے اس کے کاسہ سر پر ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ تلوار سر کو کاٹتی ہوئی داڑھوں تک اُتر گئی اور ان کی ضرب کی آواز کو مسلمانوں کی فرودگاہ والوں نے سُنا ابھی تمام آدمی بھی ان کے پاس نہ پہنچنے پائے تھے کہ اللہ نے حضرت علیؑ اور مسلمانوں کو فتح عطا کی۔

حضرت علیؑ اور مرحب کا مقابلہ

دوسرے سلسلہ سے بریدہ سے مروی ہے ابوبکر نے آپ کے جھنڈے کو لیا۔ حملہ آور ہونے اور نہایت شدید لڑائی کے بعد پلٹ آئے پھر عمر نے جھنڈا لیا حملہ کیا اور اس مرتبہ پہلی مرتبہ سے بہت شدید لڑائی ہوئی مگر وہ بھی بغیر فتح

حاصل کیے پلٹ آئے۔ رسول اللہؐ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا میں کل علم ایسے مرد کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں اور وہ بزورِ شمشیر قلعہ فتح کرے گا۔ حضرت علیؑ اس وقت وہاں موجود نہ تھے اس وجہ سے قریش کے ہر فرد کو یہ امید تھی کہ شاید اسی کو علم دیا جائے۔ دوسری صبح حضرت علیؑ اپنے اونٹ پر سوار رسول اللہؐ کی فرودگاہ میں آئے اور آپؐ کے خیمے کے قریب آکر انھوں نے اپنا اونٹ بٹھایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ قطری کپڑے کی پٹی آنکھوں پر بندھی تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "قریب آؤ"۔ علیؑ آپ کے قریب آئے آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا جس سے درد جاتا رہا پھر آپؑ کو زندگی بھر کبھی درد نہیں ہوا۔ پھر آپؐ نے ان کو اپنا علم دیا آپ اس کو لے کر چلے۔ آپ نے ارغوانی سرخ حلہ پہن رکھا تھا جس کے استر کو انھوں نے باہر کر رکھا تھا آپ خیبر کے شہر میں آئے تو مرحب قلعہ کا رئیس زرد رنگ کا یمانی خود پہنے اور ایک پتھر کو سوراخ کرکے خود کی طرح سر پر رکھے یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں نکلا۔ خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، مسلح، دلاور اور جنگ آزمودہ ہوں حضرت علیؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"انا الذی سمتنی امی حیدرہ اکیلک بالسیف کیل السندرہ لیث بغابات شدید قسورہ"

ترجمہ: "میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں تلوار سے تمھاری اس طرح قطع برید کروں گا جس طرح آک کا درخت کاٹا جاتا ہے، میں نہایت تند خو اور بہادر شیر نیستاں ہوں"۔

دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیے مگر حضرت علیؑ نے بڑھ کر ایسا وار کیا کہ جس سے تلوار اس پتھر کے خود اور سر کو چیرتی ہوئی مرحب کے ڈاڑھوں تک اتر گئی اور آپؑ نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

ابورافع، رسول اللہؐ کے غلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ نے علیؑ ابن ابی طالب کو اپنا علم دے کر لڑنے کے لیے بھیجا تو ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے تو اہل قلعہ مقابلے کے لیے باہر نکل آئے علیؑ ان سے لڑنے لگے ایک یہودی نے ان پر تلوار ماری جس سے ان کی ڈھال ہاتھ سے گر پڑی۔ قلعہ کے پاس ایک دروازہ تھا علیؑ نے اسے اٹھا لیا اور اس سے ڈھال کا کام لینے لگے۔ وہ اسے اٹھائے برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح دی پھر آپؑ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد ہم آٹھ افراد نے جن میں میں بھی تھا پورا زور لگایا کہ اس دروازے کو الٹا دیں مگر ہم ایسا نہ کر سکے۔

حضرت صفیہ بنت حیّ

جب ابن ابی الحقیق کے قلعہ قموص کو رسول اللہؐ نے فتح کر لیا تو صفیہ بنت حیّ بن اخطب ایک دوسری عورت کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں گرفتار کر کے لائی گئی۔ ان کے لانے والے حضرت بلال انھیں یہودیوں کے مقتولین کے پاس سے لیکر گزرے

صفیہ کے متعلق آپؐ نے حکم دیا کہ ان کو حفاظت میں لے لیا جائے ان پر چادر ڈال دی گئی جس سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کو آپؐ نے اپنے لیے منتخب فرمایا ہے۔ نیز اس یہودیہ کے واقعہ پر آپؐ نے بلال سے فرمایا کیا رحم تم سے سلب ہو گیا تھا جو تم نے ان دونوں عورتوں کو ان کے مقتول مردوں کے پاس سے گذارا۔

اہل خیبر کی صلح کی درخواست

رسول اللہؐ نے اہل خیبر کو ان کے قلعوں وطیخ اور سلالم میں محصور کر لیا جب ان کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا تو انھوں نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ہماری جان بخشی کریں اور ہمیں یہاں سے جلا وطن کر دیں آپؐ نے اس پر عمل کیا۔ اس سے قبل ان کے مواضعات شق نطاۃ کتیبہ اور ان دو قلعوں کے علاوہ اور تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب اہل فدک کو اہل خیبر کی اس درگت کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے بھی رسول اللہؐ سے یہی درخواست کی کہ آپؐ انکی جان بخشی فرما کر انھیں جلا وطن کر دیں اور وہ اپنی تمام جائیداد آپؐ کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں آپ نے اسے اسیطرح قبول کر لیا

اہل فدک کی اطاعت

اس مصالحت کے لیے بنی حارثہ کے محیصہ بن مسعود فریقین میں وکیل بنے۔ جب اہل خیبر نے مذکورہ بالا شرائط پر اطاعت کر لی تو انھوں نے رسول اللہؐ سے کہا آپؐ ان زمینوں کی نصف پیداوار کی ادائیگی پر ہم سے معاملہ کر لیں کیونکہ ہم دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں ان سے زیادہ واقف ہیں اور بہتر طریقہ پر ان کو آباد رکھیں گے۔ آپؐ نے اسے منظور کر لیا زمینیں ان کے پاس رہنے دیں اور یہ شرط طے کر لی کہ جب ہم چاہیں گے تم کو ان سے بے دخل کر دیں گے۔ اہل فدک نے بھی اسی شرط پر صلح کر لی۔ اس طرح خیبر تمام مسلمانوں کی ملکیت عامہ ہوا اور فدک محض رسول اللہؐ کا خاصہ ہوا۔ کیونکہ اس پر مسلمانوں نے فوج کشی ہی نہیں کی۔

ایک یہودیہ کا بھیجا ہوا مسموم گوشت

لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد زینب بنت حارث سلام بن مشکم کی بیوی نے بھنی ہوئی بکری آپکو ہدیۃً بھیجی۔ اس سے قبل اس نے آپ کے متعلق دریافت کرایا تھا کہ بکری کے گوشت کا کون سا حصہ آپؐ کو زیادہ مرغوب ہے اس سے کہا گیا کہ دست (دستی)۔ اس نے سب سے زیادہ زہر اسی عضو میں ملایا پھر تمام بکری کو زہر آلود کر کے اسے خود آپؐ کے پاس لے کر آئی جب وہ آپؐ کے دسترخوان پر رکھی گئی آپؐ نے دست اٹھا کر اس میں سے ایک ٹکڑا لے کر منہ میں رکھا مگر اسے نگلا نہیں آپ کے ساتھ بشیر بن براء بھی کھانے پر موجود تھا اس نے بھی آپؐ کی طرح اس میں سے ایک ٹکڑا اٹھا کر کھایا اور اسے نگل لیا۔ آپؐ نے تھوک کر فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتاتی ہے کہ وہ زہر آلود ہے آپؐ نے اس زینب کو بلا کر دریافت کیا تو اس نے اقرار کیا۔ آپؐ نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میری قوم کی جو درگت آپؐ نے بنائی ہے وہ ڈھکی چھپی نہیں میں نے سوچا کہ اگر آپؐ نبی ہیں تو آپکو

معلوم ہو جائے گا اور اگر آپؐ دنیادار بادشاہ ہیں تو آپؐ کی موت سے میرا دل ٹھنڈا ہوگا آپؐ نے اس کو معاف کر دیا۔ بشیر بن براء اسی زہر سے انتقال کر گیا آپؐ کے مرض الموت میں بشیر کی ماں عیادت کو آئیں تو آپؐ نے ان سے کہا مجھے اس وقت بھی اس زہر کا اثر محسوس ہو رہا ہے جو میں نے تمھارے بیٹے کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا اسی لیے مسلمان سمجھتے ہیں کہ شرف نبوت کے ساتھ رسول اللہؐ کو شرف شہادت بھی نصیب ہوا۔

مسلمانوں کی مکہ کو روانگی

خیبر سے واپس آکر رسول اللہؐ نے ربیع الاوّل سے لے کر شوال تک اقامت فرمائی۔ ذی القعدہ میں آپ عمرہ قضا کے لیے اسی ماہ میں جس میں گذشتہ سال کفار نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا ان تمام صحابہ کے ساتھ جو پچھلے سال آپ کے ہمراہ تھے۔ مکہ روانہ ہوئے اہل مکہ کو معلوم ہوا کہ حسب قرار داد خود مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو دیکھنے کے لیے اپنی چوپال کے پاس صف بستہ کھڑے ہو گئے مسجد میں داخل ہو کر آپؐ نے اپنی چادر بغل میں دبائی اور اپنا سیدھا ہاتھ اٹھایا اور فرمایا اللہ نے میرے حال پر رحم کیا کہ اس نے آج ان کو میری قوت دکھا دی۔ پھر آپؐ نے رکن کو بوسہ دیا آپؐ اور صحابہ تیز قدم سے طواف کرنے لگے جب بیت اللہ کی آڑ میں آگئے اور رکن یمانی کو بوسہ دے دیا تو آپؐ معمولی رفتار سے چلنے لگے پھر آپؐ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر تیز قدم چلے۔

باب ۱۴

غزوۂ موتہ ۸ھ

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ جمادی الاولی ۸ھ میں رسول اللہؐ نے موتہ کو مہم بھیجی۔ زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور کہا اگر وہ مارے جائیں تو پھر جعفر بن ابو طالبؑ امیر مقرر ہوں وہ بھی کام آجائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں یہ تین ہزار تھے جب یہ جمعیت تخوم پہنچی تو ہرقل کی فوج جس میں رومی اور عرب تھے۔ بلقاء کے ایک موضع مشارف پر ان کے مقابلہ میں آگئی جب دشمن قریب آگیا تو مسلمان موتہ میں مورچہ زن ہوئے اور لڑائی شروع ہوگئی۔ زید بن حارثہ رسول اللہؐ کا علم لیے ہوئے دشمن سے لڑے اور جب وہ دشمن کے کثیر تیروں سے شہید ہوگئے تو جعفر بن ابی طالبؑ نے علم لے لیا اور دشمن سے لڑنے لگے جب ہر طرف سے ان پر نرغہ ہوا تو وہ اپنے سبز گھوڑے سے اتر پڑے اور اسے ہلاک کر دیا اور پھر دشمن سے لڑے اور شہید ہوگئے۔

رسول اللہؐ کا جنگ موتہ کی حالت بیان کرنا

یہ مہم چلی گئی اس کو گئے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تو ایک دن آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور آذان کا حکم دیا جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا

"باب خیبر، باب خیبر، باب خیبر"

پھر فرمایا آؤ میں تم کو اس مجاہد مہم کی حالت بیان کروں:۔

"یہ لوگ یہاں سے گئے، ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا، زید مارے گئے اور شہید ہوئے میں ان کے لیے مغفرت کا طالب ہوں"۔

"پھر علم جعفر نے لے لیا، انھوں نے دشمن پر حملہ کیا اور اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے میں ان کی شہادت کا شاہد ہوں اور ان کے لیے مغفرت کا طالب ہوں"۔

"ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے علم اٹھایا وہ ثابت قدم رہے اور شہید ہوگئے میں ان کے لیے مغفرت کا طالب ہوں"۔

"اس کے بعد خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھالیا۔ وہ میرے مقرر کردہ امراء میں سے نہ تھا بلکہ وہ خود امیر بن گیا۔"

عبداللہ بن ابوبکر سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ کو جعفر کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا:۔

"کل شام جعفر چند ملائکہ کے ساتھ جا رہے تھے اور ان کے دو باز و تھے جن کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا اور وہ مقام بیشہ کی طرف جا رہے تھے جو یمن میں واقع ہے خالد بن ولید اپنی (باقی ماندہ) سپاہ کو دشمن کے مقابلہ سے واپس لے کر مدینہ روانہ ہوگیا۔"

باب ۱۵

فتح مکہ ۸ھ

بنو خزاعہ رسول اللہؐ کے حریف

صلح حدیبیہ میں جو رسول اللہؐ اور قریش کے درمیان ہوئی تھی اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اب جو چاہے رسول اللہؐ کے عہد میں داخل ہو اور جو چاہے قریش کے عہد میں داخل ہو جائے چنانچہ بنی بکر قریش کے ساتھ اور خزاعہ رسول اللہؐ کے عہد میں داخل ہوئے۔ اس صلح کے زمانے کو بنی بکر کے بنی دیل نے اپنے ہم قوم اسود بن رزن کی بیٹیوں کا خزاعہ سے انتقام لینے کا اچھا موقع سمجھا اور اس غرض سے نوفل بن معاویہ دیلی بنی دیل کے ساتھ جن کا وہ رئیس تھا۔ اگرچہ تمام بنی بکر اس کے تابع فرمان نہ تھے برآمد ہوا۔ اور اس نے بنو خزاعہ پر جو اپنے وتیر نامی چشمہ پر فروکش تھے، شب خون مارا، ان میں سے ایک شخص کو حملہ آوروں نے قتل کر دیا۔ بنو خزاعہ کو اپنا مقام چھوڑنا پڑا، لڑائی ہوئی تو قریش نے اسلحہ سے بنو بکر کی مدد کی بلکہ رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر قریش کے کچھ لوگ بھی بنی بکر کے ساتھ خزاعہ پر حملہ کرنے میں شریک ہوئے۔ اور خزاعہ کو مجبوراً حرم میں پناہ لینا پڑی۔

حرم میں بنی بکر کی خونریزی

جب خزاعہ حرم میں آپہنچے تو بنو بکر نے اپنے سردار نوفل سے کہا کہ اب ہم حرم میں ہیں اس لیے اب تم خدا سے ڈرو اور لڑائی سے باز رہو مگر اس نے اس کی کچھ پروا نہ کی بلکہ یہ گستاخانہ جملہ کہا کہ آج میرا کوئی خدا نہیں۔ میں کسی کو نہیں مانتا۔ اے بنی بکر اپنا بدلہ لے لو۔ میں جانتا ہوں کہ تم ضرور اسی حرم میں چوری کرتے ہو اور کرو گے تو پھر کیوں حرم میں اپنا بدلہ نہیں لیتے۔ اس طرح جب قریش نے خزاعہ کے برخلاف بنو بکر کی مدد کی اور ان کا ایک آدمی قتل کر دیا جو رسول اللہؐ کے عہد و میثاق میں داخل تھے تو عمرو بن سالم خزاعی اس عہد کے توڑنے کی شکایت کرنے اور فریاد رسی کے لیے رسول اللہؐ کی خدمت میں مدینہ آیا اس وقت آپؐ مسجد میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے اس نے آپؐ کے سامنے پہنچ کر (اس واقعہ کے متعلق اپنے) اشعار سنائے اور یہی واقعہ فتح مکہ کا

باعث ہوا۔

بدیل بن ورقاء

یا رسول اللہؐ ہم اسلام لا چکے ہیں اور انھوں نے ہم کو قتل کیا ہے یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! اطمینان رکھو ہم تمھاری مدد کے لیے تیار ہیں اسی وقت رسول اللہؐ کو آسمان پر بدلی نظر آئی۔ آپؐ نے فرمایا یہ گھٹا بنی کعب کی امداد میں برسے گی یہ فال نیک ہے پھر بدیل بن ورقہ خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ مکہ سے مدینہ آیا اور اس نے اس شب خون کا پورا واقعہ سنایا اور اپنی مصیبت بیان کی اور قریش نے اس موقع پر بنی بکر کی جو مدد کی تھی اس کی خبر دی۔ یہ جماعت عرض حال کر کے مدینہ سے مکہ واپس چلی گئی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا صحابہ سے فرمایا۔ اب ابوسفیان ہمارے پاس اس معاہدہ صلح کی تجدید اور اضافہ مدت کے لیے آنے والا ہے۔

ابوسفیان کی تجدید معاہدہ کی کوشش

وہاں سے چل کر ابوسفیان مدینہ میں رسول اللہؐ کے پاس آیا پہلے وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس پہنچا اور رسول اللہؐ کے بستر پر بیٹھنے لگا۔ مگر ام حبیبہؓ نے اس بستر کو لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا اے بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے شایانِ شان نہ سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہ سمجھا۔ کیا بات ہے۔ ام حبیبہؓ نے کہا یہ رسول اللہؐ کا بستر ہے تم مشرک اور نجس ہو میں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ تم رسول اللہؐ کے بستر پر بیٹھو اس لیے میں نے اسے اٹھا دیا۔

وہاں سے اٹھ کر ابوسفیان، رسول اللہؐ کے پاس آیا اور معاملہ پر گفتگو کی آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا پھر وہ ابوبکر کے پاس اور ان کے انکار پر عمر کے پاس آیا جب انھوں نے بھی انکار کیا تو وہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کے پاس آیا۔ ابوسفیان نے کہا اے علیؑ! یہاں کے تمام لوگوں میں آپؐ سے میرے تعلقات بھی نہایت خوشگوار تھے اور قرابت میں آپ میرے سب سے زیادہ قریب تر عزیز ہیں میں ایک حاجت لیکر آیا ہوں ایسا نہ ہو کہ میں بے نیل و مرام خالی ہاتھ واپس جاؤں آپؐ رسول اللہؐ سے ہماری سفارش کریں۔ علیؑ نے فرمایا ابوسفیان! جس کام کا رسول اللہؐ ارادہ کر چکے ہیں بخدا میری مجال نہیں کہ میں اس کے متعلق ان سے کچھ کہہ سکوں۔ ابوسفیان، جناب فاطمہؑ (جو ظاہر ہے کہ گھر کے اندر پردے میں ہوں گی) کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ اے محمدؐ کی بیٹی! کیا آپ یہ نہیں کر سکتیں کہ اپنے اس بیٹے (امام حسن) سے کہیں کہ وہ سب کے درمیان مجھے پناہ دیں اور اس طرح ہمیشہ کے لیے عرب کے سید ہو جائیں جناب فاطمہؑ نے فرمایا بخدا! ابھی میرا یہ بچہ اس عمر کو نہیں پہنچا کہ وہ سب لوگوں میں تم کو پناہ دے اور رسول اللہؐ کی مرضی کے خلاف تو کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا۔

حضرت علیؑ کا ابوسفیان کو مشورہ

ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا اے ابوالحسن ! میرے معاملات نے نازک صورت اختیار کر لی ہے کوئی راہ سمجھ میں نہیں آتی ہے آپؑ مجھے مخلصانہ مشورہ دیں کہ میں کیا کروں ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بخدا میں کوئی تدبیر ایسی نہیں جانتا جو تمھارے لیے مفید ہو البتہ چونکہ تم تمام بنی کنانہ کے رئیس ہو اس لیے تم خود مجمع عام میں کھڑے ہو کر اپنے کو سب کی حفاظت میں دے دو ۔ اور پھر اپنے وطن چلے جاؤ ۔

ابوسفیان نے کہا کیا واقعی آپؑ اس مشورے کو میرے لیے کچھ مفید سمجھتے ہیں " حضرت علیؑ نے فرمایا بخدا ہرگز نہیں میں جانتا ہوں کہ اس سے بھی تم کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔ مگر اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہی نہیں ہے ۔ مجبوری ہے ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر سب کے سامنے کہا کہ " اے لوگو ! میں اپنے آپ کو سب کی پناہ میں دیتا ہوں یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چل دیا ۔ قریش کے پاس آیا انھوں نے پوچھا کیا کر آئے ہو ؟ اس نے کہا میں نے محمدؐ سے ملاقات کی اور اس معاملہ میں گفتگو کی مگر انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر میں ابوبکر سے ملا، وہاں بھی کوئی مفید مقصد حاصل نہ ہوا پھر عمر سے ملا ۔ ان کو میں نے سب سے زیادہ اپنا دشمن پایا ۔ پھر میں علیؑ کے پاس گیا اور سب سے زیادہ متواضع پایا ۔ انھوں نے مجھے ایک مشورہ دیا اس پر میں نے عمل کیا مگر میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہمارے لیے سودمند ہوگا بھی یا نہیں

آنحضرتؐ کی روانگی مکّہ

ابن عباس سے مروی ہے کہ ۱۰ رمضان کو آپؐ مدینہ سے روانہ ہوئے ۔ آپؐ بھی روزے سے تھے اور دوسرے مسلمان بھی ۔ کدید پہنچ کر جو عسفان اور امج کے درمیان ہے آپؐ نے افطار کیا یہاں سے بڑھ کر آپؐ نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مرالظہران میں قیام فرمایا ۔ بنی سلیم اور مزینہ بھی آپؐ کے ساتھ ہو گئے ان کی تعداد بھی کثیر تھی اور ان میں اکثر مسلمان تھے اس سفر میں تمام مہاجرین اور انصار بلا استثناء آپؐ کے ہمرکاب تھے آپؐ مرالظہران میں مقیم تھے مگر آپؐ کی نقل و حرکت کی قریش کو قطعی خبر نہیں تھی ۔ تمام ذرائع اطلاع اللہ کی طرف سے ان کے لیے مسدود ہو چکے تھے ان کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہؐ کہاں ہیں اور اب کیا کرنے والے ہیں ۔

حضرت عباس اور ابوسفیان کی مُلاقات

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ مدینہ سے چل کر مرالظہران میں آئے تو عباس بن عبدالمطلب نے اپنے دل میں کہا رسول اللہؐ مدینہ سے چل چکے اب قریش کی خیر نہیں بخدا اگر وہ قریش سے ان کے علاقہ میں لڑے اور مکہ میں بزور شمشیر داخل ہوئے تو قریش ہمیشہ کے لیے تباہ اور برباد ہو جائیں گے اور وہ رسول اللہؐ کی سفید مادہ خچر پر سوار ہوئے اور کہا کہ میں اراک جاتا ہوں شاید وہاں مجھے کوئی مل جائے اور

وہ قریش سے ان کا صحیح مقام بتادے تاکہ قریش رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان لے لیں۔ حضرت عباس بیان کرتے ہیں کہ اس نیت سے میں چل کر اراک آیا وہاں قریش کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ میں نے ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا کی آواز سنی۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی خبر معلوم کرنے کے لیے نکلے تھے۔ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان کر آواز دی ابوحنظلہ! اس نے کہا ابوالفضل۔ میں نے کہا ہاں۔ ابوسفیان نے کہا خوب ہوا کہ آپ سے ملاقات ہوگئی میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں کہو کیا خبر ہے۔ میں نے کہا یہ آگ رسول اللہؐ کی فرودگاہ کی ہے ایسی زبردست فوج کے ساتھ انھوں نے تم پر چڑھائی کی ہے کہ تم اس کی تاب مقاومت نہیں لاسکتے۔ دس ہزار مسلمان ساتھ ہیں۔

حضرت عباسؓ کا ابوسفیان کو مشورہ

ابوسفیان نے کہا تو پھر کیا مشورہ ہے میں نے کہا تم میری اس خچر کے پیچھے پر بیٹھ جاؤ تاکہ میں تمھارے لیے رسول اللہؐ سے امان لے لوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر تم ان کے قابو میں آگئے تو وہ تمھاری گردن اڑا دیں گے ابوسفیان میرے پیچھے سوار ہو گیا۔ میں نے رسول اللہؐ کی خچر کو ایڑ لگادی اور آپؐ کی سمت تیزی کے ساتھ چلا جب میں مسلمانوں کے کسی لاوے کے پاس سے گذرتا تو وہ کہتے یہ رسول اللہؐ کے چچا رسول اللہؐ کی مادہ خچر پر سوار جا رہے ہیں۔ شدہ شدہ میں عمر بن خطاب کے چولھے کے پاس آیا وہ دیکھتے ہی کہنے لگے ابوسفیان! خدا کا شکر ہے کہ اس نے بغیر کسی وعدہ و معاہدہ کے تجھے ہمارے قبضہ میں کر دیا پھر وہ رسول اللہؐ کے پاس گئے اور کہا یارسول اللہؐ! خدا نے دشمن خدا ابوسفیان کو بغیر کسی وعدہ و معاہدہ کے ہمارے قابو میں کر دیا ہے آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔ اب میں نے رسول اللہؐ سے کہا یا رسول اللہؐ! میں نے اسے پناہ دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ ہم نے اسے پناہ دی کل صبح لے کر آنا۔ عباس اسے اپنے مقام پر واپس لے گئے۔ دوسرے دن صبح رسول اللہؐ کی خدمت میں لے کر آئے۔ ابوسفیان کو دیکھتے ہی آپؐ نے فرمایا ابوسفیان تم کو کیا ہوا ہے کیا اب بھی یہ بات تم پر آشکار نہیں ہوئی کہ سوائے اللہ واحد کے اور کوئی معبود نہیں۔ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں آپؐ سے بڑھ کر کوئی شخص قرابت کا لحاظ کرنے والا بردبار اور شریف جذبات نہیں ہوگا بے شک اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور دوسرا خدا ہوتا تو ضرور وہ میرے کچھ کام آتا رسول اللہؐ نے فرمایا افسوس ہے ابوسفیان کیا اب بھی یہ بات تم پر آشکار نہیں ہوئی کہ میں اللہ کا رسول ہوں ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر نثار، آپؐ سے بڑھ کر صلہ رحم کرنے والا حلیم، سخی اور شریف کوئی دوسرا نہیں ہوگا مگر اس باب میں مجھے ابھی تردّد ہے۔ عباس کہتے ہیں اب میں نے کہا تم کو کیا ہوا ہے بہتر ہے کہ کلمہ شہادت حق کا اعلان کردو ورنہ تمھاری گردن ماردی جائے گی تو اس نے کلمہ شہادت ادا کیا۔

ابوسفیان سے امتیازی سلوک

عباس کہتے ہیں کہ ابوسفیان کے کلمہ شہادت پڑھ لینے کے بعد رسول اللہ ؐ نے مجھے فرمایا آپ جائیں اور اس کو وادی کے تنگنائے کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر اپنے ساتھ رکھنا تاکہ وہ اللہ کی فوجوں کو جب وہ اس کے سامنے سے گذریں تو دیکھ لے۔ میں نے رسول اللہ ؐ سے کہا:

" یارسول اللہ ؐ! ابوسفیان ایسا شخص ہے جو فخر کو پسند کرتا ہے آپ ؐ اس کو اس کی قوم پر کوئی امتیاز عطا فرمائیے"۔

آپ ؐ نے فرمایا:۔

" اچھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ مامون ہوگا، جو مسجد میں چلا جائے گا، وہ مامون ہوگا، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہوگا"۔

ابوسفیان اور لشکر اسلام

میں رسول اللہ ؐ کے پاس سے اٹھ آیا اور میں نے ابوسفیان کو وادی کے تنگنائے میں پہاڑ کی چوٹی پر اپنے ساتھ ٹھہرالیا تمام قبائل اس کے سامنے سے گذرنے لگے جب کوئی قبیلہ آتا تو وہ مجھ سے پوچھتا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا یہ بنی سلیم ہیں۔ اس نے کہا مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے بعد دوسرا قبیلہ آیا اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا یہ اسلم ہیں۔ اس نے کہا مجھے ان سے سروکار نہیں۔ پھر جہینہ آئے اس نے کہا ان سے بھی مجھے کوئی تعلق نہیں۔ اب خود رسول اللہ ؐ کی سواری آئی جن کے جلو میں ان کی خاص فوج تھی جس میں تمام مہاجر و انصار فولاد میں غرق کہ صرف آنکھوں کے حلقے نظر آتے تھے تو ابوسفیان نے پوچھا ابوالفضل! یہ کون ہیں؟ میں نے کہا یہ خود رسول اللہ ؐ مہاجرین و انصار کے ساتھ ہیں ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل! بخدا اب تو آپ ؐ کے بھتیجے کی طاقت اور شوکت بہت بڑھ گئی ہے میں نے کہا یہ دنیاوی حکومت نہیں بلکہ یوں کہو کہ یہ نبوت کا اثر ہے۔ ابوسفیان نے کہا تو اچھا اب میں یہی کہتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا اب تم فوراً مکہ اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان کو رسول اللہ ؐ کی آمد سے باخبر کرو، چنانچہ وہ جلدی سے مکہ پہنچا اور اس نے مسجد میں جاکر کہا اے قریش! آگاہ ہوجاؤ محمد ؐ ایک ایسی زبردست فوج کے ساتھ جس کی مقاومت تم نہیں کرسکتے تم پر آگئے ہیں۔ قریش نے کہا تو پھر کیا ہو؟ ابوسفیان نے کہا جو میرے گھر آجائے گا وہ مامون ہے قریش نے کہا بھلا تمھارا گھر ہماری کیا کفایت کرسکتا ہے تب ابوسفیان نے کہا اور جو شخص مسجد میں آجائے وہ مامون ہے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے۔

چند افراد کے قتل کا حکم

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے جب اپنے مسلمان امراء کو مکہ میں پیش قدمی کے لیے مقرر فرمایا تو ان کو ہدایت کردی تھی، کہ

سوائے اس کے جو خود تمہارے مقابلہ میں لڑنے آئے تم خود کسی سے نہ لڑنا۔ البتہ آپ نے چند آدمیوں کے نام بتائے کہ ان کو ضرور قتل کیا جائے چاہے وہ کعبہ کے پردوں کے پاس ہوں (وہ یہ ہیں)

۱۔ عبداللہ بن سعد یہ اسلام لاکر پھر مرتد و مشرک ہو گیا تھا۔
۲۔ عبداللہ بن خطل یہ بھی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔
۳۔ حویرث بن نفیذ یہ آپ کو مکہ میں ایذا پہنچاتا تھا۔
۴۔ عکرمہ بن ابوجہل
۵۔ سارہ یہ ایک لونڈی تھی جو مکہ میں آپ کو ستایا کرتی تھی۔
۶۔ مقیس بن حبابہ یہ مرتد ہو گیا تھا۔

واقدی کہتا ہے کہ رسول اللہ نے چھ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ عورتیں یہ ہیں:۔
۱۔ ہند بنت عتبہ ۲۔ سارہ ۳۔ قریبہ ۴۔ فرتنا

عام معافی کا اعلان

قتادہ سدوسی سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہؐ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا سوائے خدائے واحد کے کوئی اور خدا نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور صرف اس نے ہی مشرکین کی جماعت کو شکست دے کر بھگا دیا سن لو سوائے کعبہ کی خدمت اور حجاج کی آب رسانی کے ہر عمارت، خون اور ہر قسم کی جائیداد آج بالکل میرے اختیار میں ہے جو شخص خطا سے مارا جائے اس کے عوض وہ دیت مقرر کی جاتی ہے جو کوڑے یا ڈنڈے عمداً مارنے کی دیت ہے اور یہ دیت واجب ہے جس سے کوئی مفر نہیں اور وہ یہ ہے کہ چالیس حاملہ اونٹنیاں دی جائیں اے قریش! اللہ نے نخوت جاہلیت کو تم سے دور کر دیا ہے تمھیں اس کو قطعاً ترک کر دینا چاہیے تمام انسانوں کے باپ آدم تھے اور آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ پوری آیت تلاوت فرمائی

"یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ"

"اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ شناخت ہو سکے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔"

اے قریش اہل مکہ! " تم جانتے ہو میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟"

انھوں نے کہا :۔ " آپ اچھا ہی سلوک کریں گے کیوں کہ آپ شریف ہیں اور شریف کے بیٹے ہیں"۔

آپ نے فرمایا :۔ " اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو "

رسول اللہ نے تمام اہل مکہ کو آزاد کر دیا حالانکہ بزور شمشیر اللہ نے آپ کو ان پر فتح دی تھی اور وہ بمنزلہ فئی کے تھے اسی وجہ سے اہل مکہ کو طلقاء کہنے لگے (آزاد کردہ غلام)

اہل مکہ کی بیعت

اب تمام لوگ اسلام پر رسول اللہ کی بیعت کرنے مکہ میں جمع ہوئے۔ آپ کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ اس اقرار پر بیعت کرنے لگے کہ وہ حسب مقدور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں گے اور اسی طرح جو لوگ اسلام لانے پر بیعت کرتے تھے اقرار کیا کرتے تھے مردوں کی بیعت سے فارغ ہو کر آپ نے عورتوں سے بیعت لینا شروع کی۔ قریش کی عورتیں بھی بیعت کے لیے آئیں ان میں ہند بنت عتبہ بھی تھی۔ اس نے اپنی اس حرکت کی وجہ سے جو اُحد میں اس نے حضرت حمزہ سے کی تھی چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا اور ہیئت بگاڑ رکھی تھی اپنی اس حرکت کی وجہ سے اسے خوف تھا کہ رسول اللہ اس سے مؤاخذہ نہ کریں۔ جب سب عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں تو آپ نے ان سے کہا اس اقرار کے ساتھ میری بیعت کرو کہ اللہ واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گی۔

ہند کی بیعت

ہند نے کہا آپ ہم سے ایسی بات کا اقرار لے رہے ہیں کہ جس کا اقرار آپ نے مردوں سے نہیں لیا۔ مگر ہم اس کے لیے آمادہ ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ اور اس بات کا عہد کرو کہ چوری نہ کرو گی۔ ہند نے کہا ابوسفیان کے مال سے البتہ تھوڑا بہت مجھے بھی مل جاتا تھا مگر میں جانتی نہ تھی کہ میرے لیے وہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس پر ابوسفیان نے کہا (جو وہاں اس وقت موجود تھا)

" اب سے پہلے جو کچھ تم کو اس میں سے پہنچا ہے وہ تمھارے لیے حلال ہے "۔

اب رسول اللہ نے پوچھا " کیا تم ہند بنت عتبہ ہو ؟" اس نے کہا " ہاں میں ہند بنت عتبہ ہوں آپ میری گذشتہ خطائیں معاف فرمائیں اللہ آپ کی خطائیں معاف فرمائے"۔ رسول اللہ نے فرمایا " اور یہ اقرار کرو کہ زنا نہ کرو گی"۔ ہند نے کہا۔ " یا رسول اللہ کیا شریف زادی زنا کرتی ہے؟"۔ آپ نے فرمایا " اور یہ اقرار کرو کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی"۔ ہند نے کہا " ہم نے تو چھوٹوں کو پال کر بڑا کیا تھا آپ ہی نے بدر میں ان کو

قتل کر دیا۔ یہ بات آپؐ اور وہ سمجھ لیں"۔

اس جواب پر عمر بن خطاب اس قدر ہنسے کہ بے قابو ہو گئے رسول اللہؐ نے فرمایا "اور یہ اقرار کرو کسی پر بہتان نہ لگاؤ گی"۔ ہند نے کہا" بخدا بہتان بہت ہی بُری اور ذلیل بات ہے اور بعض لوگوں سے درگذر کرنا زیادہ کارگر ہوا کرتا ہے"۔

آپؐ نے فرمایا" اور اقرار کرو کہ میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو گی"۔ ہند نے کہا" ہم یہاں اس لیے نہیں آئے کہ کسی اچھی بات کے لیے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کریں"۔ اب رسول اللہؐ نے عمر سے کہا کہ ان کی بیعت لے لو۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے ان عورتوں کے جن کو اللہؐ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا یا جو آپ کی محرم تھیں اور کسی غیر عورت سے نہ مصافحہ کرتے تھے اور نہ اسے ہاتھ لگاتے تھے۔ اور نہ کوئی غیر عورت آپ کو ہاتھ لگاتی تھی۔

عورتوں کی بیعت کا طریقہ

ابان بن صالح سے مروی ہے کہ عورتوں کی بیعت کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ آپؐ کے سامنے رکھا رہتا تھا جب آپؐ ان سے اقرار کرا لیتے تو اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈالتے اور نکال لیتے۔ اس کے بعد عورتیں اس میں اپنا ہاتھ ڈالتیں اس کے بعد صرف یہ رہ گیا کہ رسول اللہؐ جب ان سے تمام باتوں کا اقرار کرا لیتے تو فرما دیتے کہ جاؤ بیعت ہو گئی۔

مبلّغین کی روانگی

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں رسول اللہؐ نے بہت سی جماعتیں اطراف مکہ دعوت واشاعت اسلام کے لیے روانہ کیں ان میں سے کسی کو بھی آپؐ نے جنگ کی اجازت نہیں دی تھی۔ ایک جماعت خالد بن ولید کی تھی جس کو رسول اللہؐ نے زیرین تہامہ کو صرف داعی کی حیثیت سے بھیجا تھا اور لڑنے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ اس نے بنی جذیمہ پر حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔

خالد بن ولید اور بنی جذیمہ

ابو جعفر محمد بن علی بن حسینؑ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے وقت رسول اللہؐ نے خالد بن ولید کو داعی اسلام مقرر کر کے اطراف مکہ میں بھیجا اس کو لڑائی کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ عرب کے بہت سے قبائل سلیم اور مدلج وغیرہ تھے۔ یہ غمیصا نام ایک چشمہ پر جو بنی جذیمہ کا تھا بنی جذیمہ کے مقابل آکر فروکش ہوا۔ خالد کو دیکھتے ہی بنی جذیمہ نے ہتھیار سنبھال لیے۔ مگر خالد نے کہا ہتھیار ڈال دو کیونکہ سب لوگ اسلام لا چکے ہیں۔

جحدم کا لڑنے پر اصرار

بنی جذیمہ کے ایک شخص جحدم نے کہا "اے بنی جذیمہ! تم کو کیا ہوا ہے یہ خالد ہے بخدا ہتھیار رکھ دینے کے بعد سب قید کر لیے جاؤ گے اور سب مار ڈالے جاؤ گے میں تو ہرگز کبھی ہتھیار نہ رکھوں گا" مگر خود اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور کہا "جحدم کیا کرتے ہو ہم سب کو مروانا چاہتے ہو، سب لوگ اسلام لا چکے ہیں لڑائی ختم ہو چکی ہے اور اب عالم امن و امان ہو گیا ہے۔ تمھارا اندیشہ بیکار ہے"۔ ہر چند اس نے انکار کیا مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور اس کے ہتھیار رکھوا ہی لیے اور پھر تمام فوج نے خالد کے کہنے پر ہتھیار رکھ دیئے۔ ان کے نہتے ہو جانے کے بعد خالد نے ان کی مشکیں بندھوائیں اور پھر بہت سوں کو قتل کر دیا اس کی اطلاع جب رسول اللہؐ کو ہوئی تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا خداوندا میں خالد بن ولید کے اس فعل سے تیرے سامنے اپنے کو بری قرار دیتا ہوں۔

حضرت علیؑ کے ذریعہ بنی جذیمہ کی دیت کی ادائیگی

اس کے بعد آپ نے علی بن ابی طالبؑ کو بلا کر حکم دیا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو خالدؓ نے قتل کیا ہے اور ان کا فیصلہ کر آؤ اور جاہلیت کے زمانہ کے امور کو قدموں کے نیچے روند ڈالو۔

حضرت علیؑ مکہ سے چل کر اس قبیلہ کے پاس آئے ان کے پاس روپیہ بھی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیا تھا۔ حضرت علیؑ نے اس رقم سے ان کی جانوں کا خون بہا ادا کیا اور ان کی املاک کا تاوان دیا۔ یہاں تک کہ کتے کی پلے کی بھی دیت دی جب تمام مطالبے پورے ہو گئے اس کے بعد کچھ رقم حضرت علیؑ کے پاس بچ گئی تو آپؑ نے ان سے پوچھا "اب تو تمھارا کوئی مطالبہ باقی نہیں؟" انھوں نے کہا "نہیں"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "مگر میں رسول اللہؐ کی احتیاط کے خیال سے تاکہ کسی بھول چوک کی بھی ذمہ داری آپ کی لاعلمی تک میں آپؐ پر باقی نہ رہ جائے۔ یہ رقم جو مطالبات کی ادائیگی سے بچ گئی ہے وہ بھی تم سب کو دیئے دیتا ہوں یہ روپیہ دے کر حضرت علیؑ رسول اللہؐ کے پاس آ گئے۔ اور آپؐ سے سارا واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کیا اور بہت اچھا کیا کہ ایسا سلوک ان لوگوں سے کیا۔

اس کے بعد آپؐ کھڑے ہو گئے اور قبلہ رو ہو کر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کیے کہ آپ کی بغلیں نظر آنے لگیں اور تین مرتبہ فرمایا

"اے خداوندا! میں خالد بن ولید کے فعل سے تیرے سامنے اپنے کو قطعی بری الذمہ قرار دیتا ہوں"۔

خالد بن ولید اور عبدالرحمٰن بن عوف

عبداللہ بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ اس واقعہ کے متعلق ایک دن خالد اور عبدالرحمٰن میں بحث ہو ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے کہا" تم نے زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق عمل کیا"۔

خالد نے کہا" میں نے تیرے باپ کا بدلہ لیا"۔

عبدالرحمٰن نے کہا" تو جھوٹ بکتا ہے میں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا تھا اس وقت تو نے اپنے چچا فاکہہ بن مغیرہ کا بدلہ لیا ہے"۔

اس گفتگو کی نوبت سخت کلامی تک پہنچی۔ رسول اللہؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے خالد سے کہا:۔

> "خاموش رہو! اور میرے صحابہ کے منہ نہ آؤ، بخدا اگر اُحد کے برابر تمھارے پاس سونا ہو اور وہ تم سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے صحابہ میں سے کسی ایک کی بھی سعی فی سبیل اللہ کی اہمیت کی برابری نہیں کر سکتے"۔

باب ۱۶

غزوۂ حُنین ۸ھ

بنو ہوازن کی پیش قدمی

عروہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلعم نے صرف ماہ مکہ میں قیام فرمایا پھر آپ کو معلوم ہوا کہ ہوازن اور ثقیف آپ سے لڑنے کے لیے حنین میں فروکش ہیں۔۔۔۔ وہ اپنے اہل وعیال ، مال واسباب اور مویشی بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ بنی نصر کا مالک بن عوف اس وقت ہوازن کا رئیس تھا ثقیف بھی اس کے ہمراہ تھے۔

جب رسول اللہ ؐ کو مکہ میں یہ معلوم ہوا کہ یہ قبائل آپ سے لڑنے کے لیے اپنے رئیس کی قیادت میں حنین تک بڑھ آئے ہیں تو آپ مکہ سے ان سے حنین میں مقابلہ کرنے کے لیے بڑھے اللہ نے ہوازن و ثقیف کو شکست دی جس کا ذکر کلام اللہ میں آیا ہے۔

عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی

عبداللہ کو رسول اللہ ص نے حکم دیا کہ دشمن کی فرودگاہ میں جاکر ٹھہرو اور پھر اس کی حالت اور نیت سے مطلع ہوکر اطلاع دو آپ حسب الحکم ہوازن کی فرودگاہ میں آئے اور جب کفار کی حالت ، رسول اللہ ص سے لڑائی کے منصوبہ ، مالک و ہوازن کے تعلقات اور ارادوں کا حال معلوم ہوگیا تو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر ساری کیفیت بیان کی۔ آپ نے عمر بن خطاب کو بلاکر ابو حدرد کی اطلاعات پر گفتگو کی۔ عمر نے کہا یہ جھوٹ بولتا ہے، ابی حدرد نے کہا عمر اگر تم مجھے اس وقت جھٹلاتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں تم ایک عرصہ تک حق کو جھٹلاتے رہے ہو۔ عمر نے کہا یا رسول اللہ ص آپ نے اس کی بات سنی ؟ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک کہتا ہے عمر تم گمراہ رہے ہو اللہ نے تم کو راہ راست دکھلائی۔

مسلمانوں کی تعداد

عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص جب مکہ سے روانہ ہوئے تو اس وقت آپ کے ہمراہ علاوہ ان دس ہزار صحابہ کے جو فتح مکہ میں شریک تھے دو ہزار مزید اہل مکہ بھی ساتھ تھے۔

مسلمانوں پر اچانک حملہ جابر سے مروی ہے کہ جب ہم وادی حنین کے سامنے آئے تو تہامہ کی وادیوں میں سے ایک نہایت گہری وادی میں اتر رہے تھے..... دشمن ہم سے پہلے اس وادی کے پرپیچ نشیبوں اور موڑوں پر ہماری تاک میں گھات لگائے بیٹھا تھا جنگ کے لیے پوری طرح تیار مسلح اور آمادہ تھا ہم بے خبر تھے۔

اچانک دشمن کے دستوں نے کمین گاہوں سے برآمد ہوکر بیک وقت ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم مقابلہ نہ کرسکے سب کے سب بھاگ گئے کوئی کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتا تھا۔ رسول اللہ صلعم وادی کی داہنی جانب ایک سمت ہٹ کر ٹھہر گئے اور آپ نے سب کو پکارا "کہاں جاتے ہو؟" میرے پاس آؤ میں رسول اللہ اور محمد بن عبداللہ یہاں موجود ہوں۔ مگر اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا، اونٹ پر اونٹ چڑھا جاتا تھا عجیب افراتفری تھی سب لوگ چل دیئے آپ کے پاس مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اور آپ کے اہل بیت ٹھہرے رہے۔

کلاہ بن حنبل جب سرکش اہل مکہ نے (جو رسول اللہ کے ساتھ تھے) مسلمانوں کو اس طرح شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے بعض نے اپنی باطنی خباثت کو ظاہر کردیا۔ ابوسفیان بن حرب کہنے لگا اب یہ سمندر سے ادھر نہیں رکیں گے۔ کلاہ بن حنبل زور سے چلایا کہ آج جادو ختم نہیں ہوگیا، صفوان نے اس سے کہا

"چپ رہ، خدا تیری زبان قطع کرے"۔

شیبہ بن عثمان بنی عبدالدار کے شیبہ بن عثمان (جس کا باپ احد میں مارا گیا تھا) نے بیان کیا ہے "اس وقت میرے دل میں آیا کہ آج محمد کو قتل کر کے اپنے باپ کا بدلہ لوں میں نے رسول اللہ کے قتل کا ارادہ کرلیا مگر کوئی ایسی چیز نظر آئی کہ میرا دل بیٹھ گیا مجھے اپنے ارادہ پر قدرت نہ رہی اور میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جانب سے آپ کو مجھ سے محفوظ کردیا گیا ہے"۔

حضرت عباس کی پکار عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے "میں رسول اللہ کے ساتھ تھا اور آپ کی سفید خچر کی باگ ہاتھ میں لیے ہوئے تھا میں بہت جسیم اور میری آواز بہت بلند تھی۔ جب رسول اللہ نے اپنے صحابہ کو اس طرح بھاگتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان کو پکارا مگر اس کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا تو آپ نے مجھ سے کہا "اے عباس! ان کو آواز دو اے جماعت انصار، اے اصحاب سمرہ!" میں نے ان کو یہ آواز دی تو اس کا انھوں نے جواب دیا "ہم آئے۔ ہم آئے" مگر کیفیت یہ تھی کہ جو کوئی

اپنے اونٹ کو پلٹانا چاہتا تھا اس سے اونٹ نہیں پلٹتا تھا۔

براء سے مروی ہے کہ جنگ حنین میں ابوسفیان بن حارث (رسول اللہ کے پھوپھی زاد بھائی) رسول اللہؐ کی خچر کی باگ آگے سے تھامے ہوئے آپ کو لے جا رہے تھے جب آپ کو مشرکین نے ہر طرف سے گھیر لیا تو آپ خچر پر سے اتر پڑے اور یہ رجز پڑھا انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب (میں نبی برحق اور میں عبدالمطلبؑ کا بیٹا ہوں)۔

ہوازن کے رئیس کا خاتمہ

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ہوازن کا رئیس مسلمانوں پر چڑھ آیا تھا۔ علیؑ بن ابی طالب اور ایک انصاری اس کی طرف بڑھے۔ حضرت علیؑ نے پیچھے پہنچ کر اس کے اونٹ کے گھٹنوں کے اندر تلوار ماری جس سے وہ اپنی سرینوں پر بیٹھ گیا اتنے میں انصاری نے خود اس رئیس پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں نصف ساق سے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا جس سے وہ اپنے کجاوے سے گر پڑا۔

شیما بنت حارث کی گرفتاری

بنی سعد بن بکر کے ایک شخص کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے اس رسالہ (جسے دشمن کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا) کو حکم دیا کہ اگر "بجاد" پر تمہارا قابو ہو جائے تو اسے جانے نہ دینا اور کسی نہ کسی طرح پکڑ لینا اس نے کوئی جرم کیا ہوا تھا جب وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا تو وہ اسے اس کے اہل و عیال اور اس کی بہن شیما بنت حارث بن عبداللہ (رسول اللہ کی رضاعی بہن) کو گرفتار کر کے گھسیٹتے ہوئے لے چلے مسلمانوں نے اس سختی کی تاکہ یہ خاتون تیز چلے تو اس نے مسلمانوں سے کہا کچھ جانتے ہو بخدا میں تمہارے امیر رسول اللہؐ کی رضاعی بہن ہوں۔ لیکن مسلمانوں نے اس بات کو سچ نہ مانا اور وہ اسی طرح اسے گھسیٹتے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں لائے۔

شیما بنت حارث کی تعظیم و تکریم

ابووجزہ سے مروی ہے کہ جب شیما رسول اللہؐ کے پاس پہنچی تو اس نے آپ سے کہا یا رسول اللہؐ میں آپ کی بہن ہوں آپ نے پوچھا اس کی کیا علامت ہے .... (اس کے علامت بتانے پر) آپ نے اپنی چادر اس کے بیٹھنے کے لیے بچھا دی اور کہا آؤ اس پر بیٹھ جاؤ اسے اختیار دیتے ہوئے فرمایا اگر میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو میں عزت و محبت کے ساتھ تمہیں رکھوں گا اور اگر اپنے گھر جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں عطیات دے کر تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ شیما نے کہا بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے میرے گھر پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ نے اسے مال و زر دے کر اسے گھر بھجوا دیا۔ بنی سعد کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ نے

شیما کو مکحول نامی غلام اور ایک کنیز عطا فرمائی۔ بعد میں شیما نے مکحول کی اس کنیز سے شادی کر دی اور بنی سعد میں اس کی نسل اب تک موجود ہے۔

طائف کا محاصرہ

عروہ سے مروی ہے کہ حنین سے واپس ہونے کے فوراً بعد رسول اللہؐ طائف گئے اور وہاں آپ صحابہ کے ہمراہ نصف ماہ تک اہل طائف کا محاصرہ کئے رہے۔ اس اثناء میں ان کا ایک شخص بھی حصار کے باہر آ کر نہ لڑ سکا۔ طائف کے گرد جس قدر آبادی تھی وہ سب اسلام لے آئی اور ان کے وفود بارگاہِ نبوی میں آ کر بیعت کرتے رہے اور رسول اللہؐ طائف سے پلٹ کر .... جعرانہ میں منزل کی۔ جہاں حنین کے قیدی محبوس تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہوازن کی چھ ہزار عورتیں اور بچے قید تھے۔ آپ کے جعرانہ واپس آنے کے بعد ہوازن کے جبر گئے جو اب تک سب مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سب عورتوں اور بچوں کو آزاد کر دیا آپ نے ذیقعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا اور پھر آپ مدینہ واپس آ گئے۔

اسیرانِ غزوۂ حنین

عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ جعرانہ میں ہوازن کے وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اسلام لا چکے تھے انھوں نے آنحضرتؐ سے عرض کی ہم ایک شریف خاندان اور قبیلہ سے ہیں ہم پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ آپ کے سامنے روشن ہے۔ آپ ہم پر احسان کریں اللہ آپ پر احسان کرے گا اس کے بعد ہوازن کے بنوسعد بن بکر کے (جنھوں نے رسول اللہ کو دودھ پلایا تھا) ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا "یا رسول اللہ! قیدیوں کے ان احاطوں میں آپ کی پھوپھیاں، خالائیں اور دایائیں ہیں، جو آپ کی پرورش کرتی تھیں"۔

آپ نے فرمایا "جو میرے اور بنی عبدالمطلبؑ کے حصّہ میں آئے ہیں وہ میں تم کو دے دیتا ہوں اور جب میں جماعت کو نماز پڑھا چکوں تو تم اس وقت کہنا کہ ہم اپنے اہل وعیال کے بارے میں تمام مسلمانوں کی خدمت میں رسول اللہؐ کی سفارش اور رسول اللہؐ کی خدمت میں مسلمانوں کی سفارش کے طلبگار ہیں۔ جب تم ایسا کہو گے تو اس وقت میں خود تمھارے اہل وعیال واپس دے دوں گا اور مسلمانوں سے تمھاری سفارش کروں گا"۔ رسول اللہؐ جب نماز ظہر جماعت کے ساتھ پڑھ چکے تو ہوازن کے نمائندوں نے کھڑے ہو کر رسول اللہؐ کے مشورے کے مطابق درخواست کی رسول اللہؐ نے فرمایا "جو میرے اور بنی عبدالمطلبؑ کے حصّہ میں آئے ہیں وہ میں تم کو واپس دیتا ہوں" تو مہاجرین نے کہا "جو ہمارے حصّہ میں آئے ہیں وہ ہم نے رسول اللہؐ کو دیئے" اور انصار نے کہا "جو ہمارے حصّہ کے ہیں وہ ہم نے

رسول اللہؐ کو دیئے"۔

مالِ غنیمت کے تقسیم کرنے پر اصرار

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ حنین کے قیدیوں کو ان کے وارثوں کے سپرد کرنے کے بعد رسول اللہؐ سوار ہو گئے لوگ آپ کے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ آپ ہمارے مال غنیمت کے اونٹ اور بکریاں تو ہم میں تقسیم کر دیں ان کی یورش نے آپ کو ایک جھاڑی کے قریب کر دیا جس سے الجھ کر آپ کی چادر جسم سے اتر گئی آپ نے لوگوں سے کہا اے لوگو! میری چادر تو مجھے دو۔ بخدا اگر میرے پاس اتنے اونٹ ہوتے جتنے تہامہ میں درخت ہیں تو میں ان سب کو تم میں تقسیم کر دیتا"۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

عبداللہ بن ابو بکر سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے قبائل کے عمائد اور اشراف کو ان کی تالیفِ قلوب کے لیے کچھ عطیات دیئے۔ آپ نے ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ اور اس کے بیٹے معاویہ کو سو اونٹ دیئے۔ حکیم بن حزام، نضیر بن حارث، علاء بن حارثہ، حارث بن ہشام، صفوان بن امیہ، سہل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزی، عینیہ بن حصن، اقرع بن حابس اور مالک بن عوف کو سو سو اونٹ دیئے ان کے علاوہ قریش کے مخرمہ بن نوفل، عمیر بن وہب اور بنی عامر بن لوی کے ہشام بن عمرو کو سو سے کم دیئے۔ صحیح تعداد تو معلوم نہیں مگر اتنا یقین ہے کہ ان کی تعداد سو سے کم تھی۔ سعید بن یربوع اور سہمی کو پچاس پچاس دیئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم پر اعتراض

ابوسعید الخدری سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ نے قریش اور دوسرے قبائل میں وہ مال تقسیم کیا جس کا ذکر آچکا ہے اور انصار کو اس میں سے کچھ نہیں دیا تو وہ اپنے دل میں اس سے سخت رنجیدہ ہوئے اور چہ میگوئیاں کرنے لگے کسی نے کہا کہ بخدا رسول اللہؐ اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ سعد بن عبادہ آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہؐ! جماعت انصار آپ کے اس طرزِ عمل سے کبیدہ خاطر ہے آپ نے اس مال غنیمت کو صرف اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اور دوسرے عرب قبائل میں بھی بڑے بڑے عطیے تقسیم کیے۔ مگر انصار کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملا۔ رسول اللہؐ نے پوچھا تمھارا اپنا کیا خیال ہے سعد نے کہا یا رسول اللہؐ! میں بھی اپنی قوم کا ہمنوا ہوں آپ نے فرمایا اپنی تمام قوم کو اس احاطے میں بلا لاؤ۔ سعد جا کر اپنی قوم کو اسی احاطے میں بلا لائے مہاجرین بھی وہاں آگئے تو سعد نے ان کو نہ روکا اور وہ اندر چلے گئے اور لوگ آئے تو ان کو سعد نے اندر جانے سے روک دیا جب سب جمع ہو گئے۔ تو رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

رسول اللہؐ کا انصار سے خطاب

سعد نے رسول اللہؐ کو جا کر اس کی اطلاع دی آپ وہاں تشریف لائے اور آپ نے رب جلیل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا

"تمہاری اس بات کا کیا مطلب! جس کی مجھے اطلاع ملی ہے .... اور تم کیوں اپنے دل میں رنجیدہ ہوا کیا یہ درست نہیں۔ جب میں تمہارے پاس آیا تم گمراہ تھے اللہ نے تمہیں ہدایت دی، تم غریب تھے اللہ نے تمہیں غنی کیا، تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہیں ایک دوسرے کا دوست بنایا۔" انصار نے کہا "بیشک آپ سچ فرماتے ہیں یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا احسان و فضل ہے"

رسول اللہؐ نے پھر کہا "تم مجھے نفی کا جواب کیوں نہیں دیتے؟"

انصار نے کہا "ہم کیسے انکار کریں یا رسول اللہؐ! اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہم پر بڑا احسان اور فضل ہوا ہے۔"

آپ نے فرمایا "کیوں نہیں اگر تم چاہو تو منفی جواب دے سکتے ہو اور اس جواب میں تم سچے ہو گے میں بھی تمہاری تصدیق کروں گا۔ تم مجھے یہ جواب دے سکتے ہو آپ ہمارے پاس آئے جب کہ دوسروں نے آپ کی تکذیب کی تھی ہم نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ آپ کو سب نے چھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ اپنے گھر سے نکال دیئے گئے تھے ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ ضرورت مند تھے ہم نے آپ کی اعانت کی۔"

اے گروہ انصار!

"دنیا کی ایک حقیر شے کے لیے تم مجھ سے کبیدہ خاطر ہوئے، میں نے اس مال سے بعض لوگوں کی تالیفِ قلوب کرنا چاہی ہے تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم کو میں نے تمہارے اسلام کے سپرد کر دیا۔ اے گروہ انصار! کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اور لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں تم رسول اللہؐ کو اپنے گھر لے جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا اگر تمام دنیا ایک راستے پر جاتی اور انصار دوسری راہ اختیار کرتے تو میں انصار کا راستہ اختیار کرتا۔ اے اللہ! تو انصار پر رحم فرما اور ان پر اپنی رحمت نازل کر اور ان کی اولاد پر اپنی رحمت مبذول فرما۔"

یہ سن کر تمام لوگ اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں اشکوں سے تر ہو گئیں اور انصار نے کہا

"ہم اس بات پر بالکل راضی ہیں کہ رسول اللہ ہمارے حصّہ میں آئیں"۔

حضرت ابراہیمؑ کی ولادت

اس سال ذی الحجہ میں ماریہؓ کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ رسول اللہؐ نے ان کو دودھ پلانے کے لیے اُم بردہ بنت المنذر کے حوالے کردیا۔ ان کے شوہر براء بن اوس تھے۔ اس ولادت کے موقع پر ماریہ کی دائی سلمٰی رسول اللہ کی آزاد کردہ باندی تھیں بچے کی ولادت کے بعد وہ گھر سے نکل کر باہر ابورافع کے پاس آئیں اوران کو بچے کی ولادت کی خبر دی ابورافع نے جاکر رسول اللہؐ کو بشارت دی آپ نے ان کو ایک غلام عطا کیا۔ حضرت ماریہ کو جب اللہ نے آنحضورؐ کی صلب سے فرزند عطا کیا تو آپ کی دوسری بیویوں کو اس پر سخت رشک اور حسد ہوا۔

باب ۱۷

غزوۂ تبوک ۹ھ

مسلمانوں کا زمانہ عسرت

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ طائف سے واپس آکر ذی الحجہ سے رجب تک کا زمانہ رسول اللہ صلعم نے مدینہ میں بسر کیا اور پھر آپ نے مسلمانوں کو روم سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی عسرت کی حالت میں تھے گرمی شدید تھی۔ قحط سالی تھی، پھلوں کی فصل تیار تھی ہر شخص گرمی کی وجہ سے زیر سایہ رہنا چاہتا تھا اس لیے وہ جہاد کے لیے نہیں جانا چاہتے تھے تاکہ فصل سے فائدہ اٹھائیں اور گرمی کے دن آرام سے بسر کریں۔

منافقین کی سرگرمیاں

اس موقع پر کسی منافق نے لوگوں کو جہاد سے روکنے، دین الٰہی میں شک ڈالنے اور رسول اللہ صلعم کی بات بگاڑنے کے لیے کہا کہ تم اس گرمی میں نہ جاؤ انھیں منافقین کے متعلق اللہ نے یہ آیت وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا لو کانوا یفقہون (اور منافقوں نے کہا تم گرمی میں نہ جاؤ کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اگر وہ سمجھیں) اپنے قول جزاء بما کانوا یکسبون (اور یہ ان کے اعمال کی سزا ہے) تک نازل فرمائی۔

عبداللہ بن ابی سلول کا فتنہ

مدینہ سے چل کر رسول اللہ صلعم نے ثنیۃ الوداع پر منزل کی، عبداللہ بن ابی سلول نے آپ کے مقابلے میں حبابہ کے کوہ ذباب پر اپنی علیحدہ چھاؤنی ڈالی۔ اس کی جماعت کسی طرح رسول اللہ صلعم کی جماعت سے کم نہ تھی۔ جب آپ اس مقام سے آگے چلے تو عبداللہ بن ابی سلول دوسرے منافقوں کے ساتھ ارادۃً پیچھے رہ گیا اور اس نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اس کے ساتھ عبداللہ بن ابی، عبداللہ بن بنتل اور رفاعہ بن زور تھے، جو منافقوں کے سرغنے اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ فریب اور ریاکاری کرتے رہتے تھے۔ جنکے

بارے میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد ابتغوا الفتنة من قبل وقلبوا لك الامور الخ

ترجمہ: "اس سے پہلے وہ فتنہ برپا کرنا چاہتے تھے اور انھوں نے تمھارے معاملات کو الٹ دیا"۔

حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی روانگی و مراجعت

رسول اللہؐ نے علیؑ بن ابی طالبؑ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں قیام کریں۔

حضرت علیؑ کے مدینہ میں قیام پر منافقین نے ان کے متعلق طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع کیں اور کہا رسول اللہؐ نے ان کو نکما سمجھ کر ساتھ نہیں لیا جب حضرت علیؑ کو منافقوں کی اس بات کا علم ہوا انھوں نے اسلحہ لگایا مدینہ سے چل پڑے اور جرف میں (جہاں رسول اللہؐ مقیم تھے) آپ کے پاس پہنچ گئے اور عرض کیا یارسول اللہ! منافق کہتے ہیں آپ نے مجھے بوجھ سمجھ کر مدینہ میں قیام کا حکم دیا اور اپنا بوجھ ہلکا کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "وہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تمھیں ان پر اپنا جانشین بنایا جنھیں اپنے پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں تم جاؤ میرے اور اپنے اہل و عیال پر میری نیابت کرو اے علیؑ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمھیں میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی اگرچہ میرے بعد اور کوئی نبی نہیں"۔ حضرت علیؑ مدینہ واپس چلے آئے اور رسول اللہؐ اپنے راستہ پر چلے گئے

حضرت ابو خیثمہ

آپ کے جانے کے کئی روز بعد بنی سالم کے ابو خیثمہ ایک دن جب کہ شدید گرمی تھی اپنے گھر آئے اور دیکھا کہ ان کی دونوں بیویاں ایک مکان میں اپنے پلنگوں پر بیٹھی ہوئی ہیں اور ہر ایک نے اپنی اپنی سیج سجا رکھی ہے ٹھنڈا پانی اور کھانا تیار کر رکھا ہے ابو خیثمہ اندر آ کر اس حجرے کے دروازے پر جس میں دونوں کے پلنگ بچھے ہوئے تھے کھڑے ہو گئے انھوں نے اپنی بیویوں اور اس تیاری کو جو انھوں نے ان کے لیے کر رکھی تھی دیکھا اور کہا "رسول اللہؐ تو دھوپ اور لو میں سفر کر رہے ہیں اور میں یہاں اس ٹھنڈے سایے میں جہاں ٹھنڈا پانی اور کھانا تیار ہے اور حسین عورتیں موجود ہیں قیام کروں تو انصاف نہیں" پھر انھوں نے اپنی بیویوں سے کہا "میں بخدا تم میں سے کسی کے بستر پر نہیں آتا میں رسول اللہؐ کے پاس جاتا ہوں۔" تم میرے لیے زادِ راہ تیار کر دو" ان دونوں نے زادِ راہ تیار کیا ابو خیثمہ نے اپنا اونٹ لیا اس پر کجاوہ رکھا اور رسول اللہؐ کے پاس جانے کے لیے چل پڑے آنحضرتؐ تبوک میں تھے کہ ابو خیثمہ آپ کے پاس پہنچ گئے۔

حجر میں پانی نہ پینے کا حکم

اثنائے راہ میں جب رسول اللہؐ مقام حجر پہنچے اور آپ نے وہاں منزل کی تو اس کے کنوئیں سے لوگوں نے پانی لیا رسول اللہؐ نے فرمایا نہ اس کنوئیں سے پانی پیو اور نہ اس سے وضو کرو بلکہ اس کے پانی سے جو آٹا تم نے گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو خود اس میں سے ہرگز نہ کھاؤ اور آج رات تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کو ساتھ لیے بغیر فرودگاہ سے باہر نہ جائے۔ تمام صحابہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی بنی ساعدہ کے دو شخصوں نے آپ کی ہدایت پر عمل نہ کیا۔ ایک صاحب قضائے حاجت کے لیے گئے تو اسی راہ میں انھیں مرض خناق ہو گیا اور دوسرا اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلے تو تیز ہوا نے اسے اڑا کر قبیلہ طے کے دو پہاڑوں کے درمیان پٹخ دیا۔

رسولؐ اللہ کی بارش کے لیے دعا

صبح کو فرودگاہ میں کسی کے پاس پانی نہ تھا صحابہ نے اس کے متعلق رسول اللہؐ سے شکایت کی تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی۔ اللہ نے اسی وقت ایک بادل بھیجا جس سے اتنی بارش ہو گئی کہ جس سے سب سیراب ہو گئے اور انھوں نے آیندہ کے لیے بھی پانی بھر لیا۔

رسول اللہؐ کی گمشدہ اونٹنی

حجر سے جب آپ روانہ ہوئے تو کسی جگہ آپ کی اونٹنی کھو گئی، صحابہ اس کی تلاش میں نکلے اس وقت صحابہ میں سے ایک صاحب عمارہ بن حزم جو عقبی اور بدری تھے اور وہ بنی عمرو بن حزم کے چچا تھے آنحضرتؐ کے پاس موجود تھے عمارہ کے ساتھ ان کی قیام گاہ میں زید بن نصیب قینقاعی منافق بھی تھا اونٹنی کے گم ہونے پر اور اس کی تلاش پر زید نے کسی سے کہا جبکہ وہ عمارہ کی قیام گاہ میں تھا اور عمارہ اس وقت رسول اللہؐ کے پاس تھے کہ محمدؐ کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہیں اور وہ تم سے آسمان کی خبریں بیان کرتے ہیں لیکن انھیں خود اپنی اونٹنی کا پتہ معلوم نہیں۔ ادھر زید نے یہ بات کہی اور ادھر رسول اللہ نے عمارہ سے جو اپنی قیام گاہ میں کہا دیکھو کسی شخص نے یہ بات کہی ہے کہ محمدؐ نبوت کے مدعی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں تم لوگوں کو آسمانوں کی خبریں دیتا ہوں مگر انھیں خود اپنی اونٹنی کی خبر نہیں۔ اے عمارہ! بخدا میں صرف وہی جانتا ہوں جو مجھے اللہ بتاتا ہے اللہ نے مجھے اونٹنی کا پتہ بتا دیا ہے وہ فلاں گھاٹی کی وادی میں موجود ہے اس کی مہار ایک جھاڑی سے الجھ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ مقید ہو گئی ہے جاؤ اور اسے لے آؤ چنانچہ وہ اس پتہ پر گئے اور اونٹنی کو لے آئے۔ اس کے بعد عمارہ اپنی قیام گاہ پر گئے اور انھوں نے کہا کہ آج یہ عجیب واقعہ ہوا کہ رسول اللہؐ نے یہ بات ابھی مجھ سے کہی کہ کسی شخص نے

آپ کے متعلق ایسا سوء ظن کیا اور اللہ نے آپ کو اس سے مطلع کیا اس پر ایک اور شخص (جو اس وقت عمارہ کی قیام گاہ میں موجود تھا)

نے کہا بخدا تمہارے یہاں پہنچنے سے قبل زید نے یہ بات رسول اللہؐ کی شان میں کہی تھی۔ عمارہ کو غصہ آگیا انھوں نے بڑھ کر زید کی گردن پکڑ لی اور کہا اے اللہ کے بندو! میری قیام گاہ میں یہ منافق موجود ہے اور مجھے اس کا علم نہیں تھا اور پھر زید سے کہا اے دشمنِ خدا! میری قیام گاہ سے دور ہوجا اب ہرگز تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

حضرت ابوذرؓ

رسول اللہؐ اپنی راہ چلتے رہے اثنائے راہ جب کوئی آپ سے پیچھے رہ جاتا اور صحابہ آپ کو اس کی اطلاع دیتے تو آپ فرماتے "اگر اس کی شرکت ہمارے لیے سود مند ہے تو اللہ بہت جلد اسے ہم سے ملا دے گا، اور اگر اس کے برخلاف ہے تو اس کا ساتھ نہ آنا ہی اچھا ہے کہ اللہ نے اس کی طرف سے تمہیں مطمئن کر دیا ہے"۔ ایک دن صحابہ نے عرض کیا کہ ابوذر پیچھے رہ گئے ہیں اور واقعہ یہ تھا کہ ان کا اونٹ نکما ہوگیا تھا رسول اللہؐ نے کہا "اگر ان کی شرکت سود مند ہے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ان کو تم سے ملا دے گا۔"

ابوذرؓ کے متعلق پیشین گوئی

ابوذر کا اونٹ سفر سے تھک کر اڑ گیا اور جب وہ کسی طرح نہ چل سکا تو انھوں نے اپنا سامان اس سے اتار کر اپنی پشت پر لاد لیا اور پیدل رسول اللہؐ کے پیچھے چل پڑے رسول اللہ منزل پر فروکش تھے کہ ایک مسلمان کی نظر جناب ابوذر پر پڑی تو اس نے کہا ایک شخص پیدل راستہ پر آرہا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا ابوذر ہوگا مسلمانوں نے جب غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ وہ ابوذر ہی ہیں۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ابوذر ہی آرہے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے وہ اکیلا پیدل آرہا ہے اسے حالت تنہائی میں موت آئے گی اور وہ تنہا ہی اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

حضرت ابوذرؓ کی تنہائی

عثمان نے جب حضرت ابوذر کو جلا وطن کیا تو انھوں نے ربذہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی جب ان کا وقت آخر آیا تو ان کے پاس سوائے ان کی بیوی اور غلام کے اور کوئی نہ تھا ابوذر نے مرتے وقت ان دونوں کو وصیت کی کہ مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر شارع عام پر رکھ دینا جو پہلا قافلہ وہاں آئے اس سے کہنا کہ یہ ابوذر صحابی رسولؐ کا جنازہ ہے آپ لوگ ان کے دفن کرنے میں ہماری اعانت کریں۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کی بیوی اور غلام نے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور پھر شارع عام پر

لاکر اُن کو رکھ دیا عبداللہ بن مسعود اور اہل عراق کی ایک جماعت جو عمرہ کرنے مکہ جا رہے تھے وہاں آئے اور اچانک انھوں نے ایک جنازہ راستے پر رکھا ہوا پایا قریب تھا کہ اونٹ اسے کچل دیتے۔ غلام نے قافلہ کے پاس جاکر ان سے کہا "یہ ابوذر صحابی رسول اللہ کی نعش ہے آپ اس کے دفن کرنے میں ہماری مدد کریں" یہ سنتے ہی عبداللہ بن مسعود رونے لگے اور انھوں نے لاالٰہ الا اللہ کہا اور پھر کہا کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ابوذر کے بارے میں بالکل سچا نکلا۔ آپ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا تم اکیلے چل رہے ہو اکیلے مرو گے اور اکیلے قبر سے اٹھائے جاؤ گے پھر وہ اور ان کے ساتھی اونٹوں سے اتر پڑے، انھوں نے ابوذر کو دفن کیا پھر عبداللہ بن مسعود نے سب سے ابوذر کا واقعہ بیان کیا اور نے رسول اللہؐ کے تے سفر تبوک کے دوران جو کچھ کہا تھا بیان کیا۔

آنحضرتؐ کا تبوک میں قیام

رسول اللہؐ بارہ تیرہ دن تبوک میں فروکش رہے اس سے آگے نہیں بڑھے اس کے بعد آپ مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے راستے میں وادی مشقق میں پانی کا ایک چشمہ پڑتا تھا جس کا پانی رس رس کر جمع ہوتا تھا اور اس سے ایک وقت میں دو یا تین شتر سوار سیراب ہو سکتے تھے رسول اللہؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ جو لوگ ہم سے پہلے اس چشمہ پر پہنچیں وہ ہمارے آنے تک اس میں سے پانی نہ لیں چند منافق آپ سے پہلے اس چشمہ پر آگئے اور انھوں نے جس قدر پانی اس میں تھا اسے استعمال کر لیا جب آنحضرتؐ اس مقام پر آئے اور چشمے پر ٹھہرے تو آپ نے دیکھا کہ اس میں اب ذرہ سا پانی بھی نہیں ہے آپ نے پوچھا کہ ہم سے پہلے یہاں کون آیا تو صحابہ نے بتایا فلاں فلاں شخص آئے تھے آپ نے فرمایا کیا میں نے اس بات کی ممانعت نہیں کر دی تھی کہ جبتک میں خود یہاں نہ آؤں کوئی اس چشمہ سے سیراب نہ ہو پھر آپ نے ان لوگوں پر جنھوں نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی لعنت بھیجی اور ان کے لیے بددعا کی پھر آپ خود اس چشمہ میں اُترے اور آپ نے آبشار کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا تو پانی تھوڑا تھوڑا ٹپکنا شروع ہوا اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اسے کریدا اور بہت دیر تک بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی اس کے بعد نہایت زور شور سے پانی ابل پڑا۔ سننے والوں کا بیان ہے کہ پانی کی روانی میں بجلی کا سا شور سنائی دیتا تھا تمام لوگوں نے خوب دل کھول کر پانی پیا اور استعمال کیا رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا جو تم میں سے باقی رہے گا وہ ضرور سن لے گا کہ یہ وادی جہاں میں کھڑا ہوں میرے سامنے اور پیچھے دور تک سرسبز و شاداب ہو گئی ہے۔

مسجد ضرار کا انہدام

اس سفر سے واپسی پر رسول اللہؐ نے ذی اوان کے مقام پر منزل کی یہ مدینہ سے ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر ہے جس وقت آپ تبوک جانے کی تیاری کر رہے تھے

مسجد ضرار کے بانی آپ کی خدمت میں آئے اور کہا "یا رسول اللہؐ! ہم نے بیماروں، کمزوروں برسات اور سردی کے لیے اپنے یہاں ایک مسجد بنائی ہے ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے یہاں آ کر اس مسجد میں ہم کو نماز پڑھائیں۔" آپ نے فرمایا "اس وقت تو میں سفر کی تیاری میں مصروف ہوں اس لیے نہیں آ سکتا البتہ اگر اللہ نے چاہا تو واپسی کے بعد تمھارے یہاں آؤں گا اور اس مسجد میں نماز پڑھوں گا" چنانچہ جب آپ ذی اذان آئے تو آپ کو مسجد کی تعمیر کی اطلاع ملی تو آپ نے بنی سالم بن عوف کے مالک بن اخثم اور بنی عجلان کے معن بن عدی یا ان کے بھائی عاصم بن عدی کو طلب فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ "تم دونوں اس مسجد میں جاؤ کہ اس کے بانی ظالم ہیں۔ اسے فوراً منہدم کر کے جلا دو" یہ دونوں تیزی سے مسافت طے کرتے ہوئے اس کام پر چلے اور مالک بن اخثم کے قبیلہ بنی سالم بن عوف کے پاس آئے۔ مالک نے معن سے کہا تم ذرا ٹھہرو میں گھر سے آگ لے آؤں مالک اپنے گھر میں آئے اور وہاں سے کھجور کی ایک شاخ کو آگ لگا کر روشن کر لیا اور پھر دونوں دوڑتے ہوئے اس مسجد کے اندر آئے اس وقت مسجد کے بانی وہاں موجود تھے ان دونوں نے مسجد میں آگ لگا دی۔ اس کو جلا دیا اور گرا دیا۔ اہل مسجد وہاں سے چلے گئے انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

"اور جن لوگوں نے مسجد بنائی فساد کے لیے اور کفر کے لیے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے۔"

مسجد ضرار کے بانیوں کے نام

بارہ اشخاص اس کے بانی تھے جو حسب ذیل ہیں۔ بنی عبید بن زید (جو بنی عمرو بن عوف سے متعلق ہے) کا خدام (خذام) بن خالد تھا کہ جس کے گھر سے یہ مسجد شروع کی گئی تھی۔ بنی عبید کے خاندان امیہ بن زید کے ثعلبہ بن حاطب، بنی ضبیعہ بن زید کا مصب بن قشیر۔ بنی عمرو بن عوف کا عباد بن حنیف، سہل بن حنیف کا بھائی جاریہ بن عامر اور اس کے دونوں بیٹے، مجمع بن جاریہ اور زید بن جاریہ، بنی ضبیعہ کا نبتل بن حارث، بنی ضبیعہ کا بحزج، بنی ضبیعہ کا بجاد بن عثمان، ابولبابہ بن عبداللہ کے قبیلہ بنی امیہ کا ودیعہ بن ثابت۔

رسول اللہؐ مدینہ واپس آ گئے۔

کعب، مرارہ اور ہلال کا بائیکاٹ

منافقوں کی ایک جماعت آپ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلی گئی مسلمانوں میں سے بھی بعض لوگ بغیر کسی نفاق اور اسلام میں شک کے پیچھے رہ گئے تھے وہ یہ تین افراد کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔ رسول اللہؐ نے

صحابہ سے کہا کہ ان تینوں سے کوئی کلام نہ کرے۔ جو منافق آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے اب وہ آپ کے پاس آئے اور قسمیں کھانے لگے اور معذرت کرنے لگے آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اللہ اور اس کے رسول نے ان کی معذرت قبول نہیں کی جب تک مذکورہ بالا تینوں مسلمانوں کو اللہ نے بذریعہ وحی معافی نہیں دی تمام مسلمانوں نے ان سے گفتگو نہیں کی ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُہَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ اپنے قول وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ فَتَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ تک نازل فرمائی، رسول اللہؐ ماہ رمضان میں تبوک سے مدینہ واپس آئے۔

قبیلہ طے کی مہم

۹ سنہ ہجری کے ماہ ربیع الاوّل میں رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو طے کے قبیلے کی طرف ایک مہم پر بھیجا آپ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں قید کیا دو تلواریں جو ایک صنم کدے میں تھیں ان کو ملیں۔ ایک کا نام رسوب اور دوسری کا نام مخذم تھا مشہور تھا کہ یہ تلواریں حارث بن ابی شمیر نے نذر کے طور پر بت خانے میں چڑھائی تھیں ان قیدیوں میں عدی بن حاتم کی پھوپھی بھی تھی۔

بنی طے کے قیدی

عدی بن حاتم سے مذکور ہے کہ رسول اللہؐ کے رسالے یا فرستادوں نے ہمارے علاقہ میں آکر میری پھوپھی اور دوسرے لوگوں کو گرفتار کر لیا اور وہ ان کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لے آئے یہ سب قیدی ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے میری پھوپھی نے کہا

"یا رسول اللہؐ! میرا فدیہ دینے والا دور چلا گیا ہے اولاد سے میں علیحدہ کی گئی ہوں بہت زیادہ بڑھیا ہو گئی ہوں مجھ میں خدمت کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے آپ مجھ پر احسان کریں اللہ آپ پر احسان کرے گا۔"

رسول اللہؐ نے پوچھا "تمھارا فدیہ دینے والا کون ہے؟"

اس نے کہا "عدی بن حاتم"

آپ نے فرمایا وہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے فرار ہو گیا ہے؟ میری پھوپھی نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے مجھ پر احسان کر کے مجھے آزاد کر دیا آپ کے پہلو میں ایک صاحب اور تھے جو علیؑ معلوم ہوتے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہؐ سے درخواست کرو کہ وہ سواری بھی دیں چنانچہ میں نے سواری کی درخواست کی تو آپ نے اسے منظور فرمالیا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ پھر میری پھوپھی میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا کہ تمہاری یہ حرکت

ایسی ہے جو تمھارے باپ کے عمل کے خلاف ہے تم رسول اللہؐ کے پاس جب خوشی سے
یا ڈرتے ہوئے دیکھو فلاں شخص آنحضرتؐ کے پاس آیا تو آپ سے مستفید ہوا اور فلاں شخص آیا
تو مستفید ہوا۔ پس میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس ایک خاتون اور کچھ
بچے یا ایک بچہ موجود تھا آپ نے ان سے اپنی قرابت کا ذکر کیا اس سے مجھے اطمینان ہوا کہ یہ قیصر و کسریٰ
کی بادشاہی نہیں ہے۔ رسول اللہؐ نے مجھ سے کہا عدی بن حاتم کیوں اس کے قائل ہونے سے
بھاگے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کیا اللہ کے سوا کوئی خدا ہے اور کیوں اس کے قائل ہونے سے بھاگے کہ اللہ
سب سے بڑا ہے کیا کوئی اور شئی اللہ سے بڑی ہے اس پر میں اسلام لے آیا اور میں نے دیکھا کہ
آپ کے چہرے پر میرے اسلام لانے سے خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔

(عدی کہتا ہے) میں شام سے مدینہ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں تھے میں نے
سامنے جاکر سلام کیا تو آپ نے پوچھا کون؟

میں نے کہا "عدی بن حاتم" آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے چلے اثنائے
راہ ایک نہایت ہی سن رسیدہ عورت آپ کو ملی اس نے آپ کو ٹھہرایا اور آپ بلا تکلف کافی دیر تک
کھڑے ہو کر اس کی باتیں سنتے رہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا یہ دنیاوی بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر
آپ اپنے گھر آئے آپ نے چمڑے کا ایک گدا اٹھایا اور وہ مجھے دے کر کہا کہ اس پر بیٹھ جاؤ میں نے کہا، میں
اس پر نہیں بیٹھتا آپ اس پر تشریف رکھیں مگر آپ نے یہی اصرار کیا کہ میں اس گدے پر بیٹھوں چنانچہ میں
اس گدے پر اور خود رسول اللہؐ زمین پر بیٹھ گئے میں نے اپنے دل میں کہا یہ ہرگز بادشاہی شان نہیں ہے
پھر آپ نے کہا اے عدی بن حاتم! کیا تم ناپاک نہ تھے میں نے کہا بیشک تھا آپ نے فرمایا کیا اسی حالت
میں تم بازار میں اپنی قوم میں چل پھر نہیں رہے تھے میں نے کہا بے شک یہ درست ہے آپ نے فرمایا تو
یہ بات تمھارے دین میں حرام نہیں میں نے کہا بے شک آپ سچ کہتے ہیں اور اب میں نے اپنے
دل میں کہا آپ واقعی نبی مرسل ہیں۔ آپ غیب کی باتوں سے واقف ہیں پھر آپ نے کہا عدی! شاید
تم اس وجہ سے ہمارے دین میں شامل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب ہیں۔ بخدا بہت جلد وہ اس قدر مالا مال
ہو جائیں گے کہ کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ یا شاید تم اس بنا پر اس دین میں شامل نہیں ہوتے کہ مسلمانوں کی
تعداد کم ہے اور ان کے دشمن بہت زیادہ ہیں۔ بخدا عنقریب تم سنو گے کہ ایک عورت بلا خوف و خطر تنہا اپنے
اونٹ پر قادسیہ سے بیت اللہ کی زیارت کو آتی ہے اور واپس جاتی ہے اور شاید تم اس وجہ سے اس
دین میں شامل نہیں ہوتے کہ حکومت اور شوکت اس وقت مسلمانوں کے علاوہ دوسروں کو حاصل ہے خدا کی قسم

تم عنقریب سنو گے کہ بابل کے سفید قصر مسلمانوں نے فتح کر لیے ہیں۔

عدی کا قبول اسلام

آپ کی اس گفتگو کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ بعد میں عدی کہا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ کی مذکورہ پیشینگوئیوں میں سے دو تو پوری ہو چکیں۔ تیسری البتہ باقی ہے مگر خدا کی قسم وہ بھی پوری ہو گی میں نے بابل کے سفید قصر فتح ہوتے ہوئے دیکھ لیے ہیں میں نے دیکھا کہ اکیلی عورت کسی خوف و خطر کے بغیر اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ حج کے لیے آتی ہے۔ خدا کی قسم تیسری بات بھی ضرور پوری ہو گی مسلمان اس قدر دولت مند ہو جائیں گے کہ ان میں سے کوئی مال کا طلبگار اور محتاج نہیں ملے گا۔

سورۂ برأت کا نزول

سدی سے مروی ہے کہ جب سورۂ برأت کی تقریباً چالیس آیات نازل ہو چکیں تو رسول اللہؐ نے آیات دے کر ابوبکر کو حج میں سنانے کے لیے بھیجا .... مدینہ سے روانہ ہو کر ابوبکر ذی الحلیفہ کے قریب شجرہ میں پہنچے تھے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے وہ آیات ابوبکر سے لے لیں ابوبکر رسول اللہؐ کے پاس واپس چلے آئے اور پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا میرے متعلق کوئی بات وحی میں نازل ہوئی ہے فرمایا نہیں لیکن میری طرف سے تبلیغ نہیں کر سکتا مگر میں یا وہ مرد جو مجھ سے ہو .... اور حضرت علیؑ سورہ برأت کا اعلان کرنے کے لیے مکہ میں آئے۔ قربانی کے دن انھوں نے اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد الحرام کے پاس نہ رہے اور کوئی شخص برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف نہ کرے نیز جس کے ساتھ رسول اللہؐ نے معاہدہ کیا ہے صرف اسی مدت تک وہ معاہدہ جائز سمجھا جائے گا اس کے بعد وہ منسوخ سمجھا جائے گا۔ یہ زمانہ کھانے پینے کا ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے علاوہ کسی کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ حضرت علیؑ کی اس تقریر پر مشرکوں نے کہا ہم خود تمھارے اور تمھارے ابن عم کے معاہدے سے اپنی برأت کرتے ہیں اور اس کا جواب نیزے اور تلوار سے دیں گے کہنے کو تو یہ کہہ آئے مگر وہاں سے واپس آ کر مشرکین نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ تم نے یہ کیا کیا۔ تمام قریش مسلمان ہو چکے ہیں اب تم کیا کر سکتے ہو تم بھی اسلام لے آؤ۔

مکہ سے مشرکین کے اخراج کا حکم

محمد بن کعب قرظی وغیرہ سے مروی ہے کہ ۹ھ میں رسول اللہؐ نے .... حضرت علیؑ کو سورہ براءت کی تیس یا چالیس آیات دے کر مکہ بھیجا۔ حضرت علیؑ نے انھیں ان لوگوں کے سامنے پڑھا

جن میں مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی کہ اتنی مُدّت وہ مزید حرم میں گذار سکتے ہیں
حضرت علیؑ نے عرفہ کے دن یہ آیات ان کو سنائیں بیس دن ذی الحجہ کے اور محرم، صفر، ربیع الاوّل
اور دس دن ربیع الآخر تک انھیں مہلت دی اس کے علاوہ لوگوں کے گھروں میں یہ حکم سنا دیا گیا کہ اس
سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے۔ اس سال
صدقات (زکوٰۃ وغیرہ) فرض کیے گئے اور انھیں وصول کرنے کے لیے رسول اللہؐ نے مختلف مقامات
پر اپنے عمال (اور کارندے) بھیجے اس فرض کے متعلق کلام اللہ کی یہ آیت خُذ من اموالھم
صدقۃ تطھرھم (ان کے اموال میں سے صدقہ لو تاکہ وہ پاک ہو جائیں) ثعلبہ بن حاطب
کے واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

باب ۱۸

سنۃ الوفود ۱۰ھ

قبیلہ ہمدان کا قبولِ اسلام! اسی سال ماہِ رمضان میں رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب کو ایک جماعت کے ساتھ یمن بھیجا اس کے متعلق براء بن عازب سے مروی ہے کہ:

"رسول اللہؐ نے خالد بن ولید کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے اہلِ یمن کے پاس بھیجا اس کے ساتھ جو لوگ گئے تھے ان میں میں بھی تھا۔ خالد بن ولید چھ ماہ تک وہاں مقیم رہے مگر کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہ کیا تب آپ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کو یمن بھیجا اور حکم دیا کہ خالد بن ولید واپس آ جائے البتہ اس کے ہمراہیوں میں سے جو نہ آنا چاہے اسے یمن میں رہنے دیا جائے چنانچہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت علیؑ کے ساتھ یمن میں رہ گئے تھے ابھی ہم یمن کی سرحد میں داخل ہوئے تھے کہ ہماری اطلاع سب کو ہوگئی تو وہ حضرت علی کے پاس آ گئے۔ آپ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد انھوں نے ہم سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا اور سامنے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد رسول اللہؐ کا خط پڑھ کر سنایا۔ تو ایک ہی دن میں تمام قبیلہ ہمدان اسلام لے آیا۔ حضرت علیؑ نے اس کی اطلاع رسول اللہؐ کو لکھ بھیجی۔ خط پڑھ کر آنحضرتؐ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر بیٹھ گئے اور فرمایا

"ہمدان پر سلامتی ہو، ہمدان پر سلامتی ہو"

اس کے بعد تمام اہلِ یمن یکے بعد دیگرے اسلام لے آئے"

عاملوں کا تقرر اس سال رسول اللہؐ نے ان تمام علاقوں پر جہاں اسلام پھیل گیا تھا صدقات کے لیے اپنے عامل مقرر کر کے بھیجے۔ عبداللہ بن ابو بکر سے

مروی ہے "کہ ان تمام شہروں میں جو اسلام کے زیر نگیں آ گئے تھے رسول اللہ ص نے اپنے امیر اور عامل صدقات مقرر کیے۔

مہاجر بن ابی امیہ کو صنعا بھیجا۔

زیاد بن لبید انصاری کو حضر موت کے صدقات کا عامل مقرر کیا۔

عدی بن حاتم کو طے اور اسد کا عامل مقرر فرمایا۔

مالک بن نویرہ کو بنی حنظلہ کا عامل صدقات مقرر کیا۔

بنی سعد کے صدقات کی وصولی انھی کے دو شخصوں کو تفویض کی۔

علاء بن حضرمی کو آپ نے بحرین کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔

اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو نجران بھیجا تا کہ وہاں کے صدقات اور جزیے وصول کریں۔

باب ۱۹

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

اس سال کے ماہ ذی قعدہ کے شروع ہوتے ہی رسول اللہؐ نے حج کا ارادہ کیا اور آپ نے تمام صحابہ کو سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوئے بجز ان حضرات کے کہ جو ہدی (قربانی کا جانور) لائے تھے دوسروں نے عمرہ ادا کیا۔

حضرت فاطمہؑ کا عمرہ

ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو نجران بھیجا تھا وہ مکہ میں آپ سے آملے جب کہ وہ احرام باندھ چکے تھے حضرت علیؑ فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کے پاس آئے تو دیکھا کہ فاطمہ نے احرام باندھ کر عمرے کی تیاری کر رکھی ہے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا اے رسولؐ کی شہزادی کیا کر رہی ہو؟ انھوں نے کہا رسول اللہؐ نے ہمیں عمرے کی اجازت دی ہے اور اس کے لیے ہم نے احرام باندھا ہے۔

حضرت علیؑ کی مکہ کو روانگی

یزید بن طلحہ سے مروی ہے کہ جب علیؑ یمن سے مکہ رسول اللہؐ کے پاس آرہے تھے۔ تو انھوں نے رسول اللہؐ سے ملاقات کے لیے بڑی عجلت کی وہ اپنے ساتھیوں سے ایک شخص کو اپنی فوج میں اپنا نائب بنا کر چلے آئے۔ اس شخص نے یہ کیا کہ جو اعلیٰ درجے کے کپڑے جزیے میں وصول ہوئے تھے اور ساتھ تھے انھیں بھنڈار خانے سے نکلوا کر اپنی فوج کو پہنا دیئے جب یہ فوج مکہ کے قریب آئی اور حضرت علیؑ انھیں دیکھنے آئے، تو انہوں نے دیکھا کہ تمام فوج حلے پہنے ہوئے ہے آپ نے اپنے نائب سے جواب طلبی کی، اس نے کہا کہ میں نے یہ حلے اس لیے انھیں پہنا دیے کہ جب یہ سب کے سامنے سے گذریں تو بھلے معلوم ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تمھارے لیے ویل (ہلاکت) ہو قبل اس کے کہ تم اس ہیئت میں رسول اللہؐ کے پاس پہنچو حلوں کو اتار دو۔ چنانچہ وہ تمام حلے فوج سے لے کر پھر توشہ خانے میں رکھوا دیے یہ بات فوج کو ناگوار گذری اور انھوں نے اس طرز عمل کا شکوہ کیا ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ لوگوں نے

حضرت علیؑ کی شکایت کی تو اس کے متعلق رسول اللہؐ تقریر کرنے کھڑے ہوئے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو، بخدا وہ بے شک اللہ کے لیے یا آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں بہت سخت ہیں"۔

رسول اللہؐ کا خطبہ عبداللہ بن ابی نجیح سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ حج کرنے تشریف لے گئے آپ نے سب کو مناسک اور سنن حج بتا دیئے پھر آپ نے سب کے سامنے اپنا وہ مشہور خطبہ دیا کہ جس میں آپ نے اپنے مقصد کو صاف صاف لوگوں پر واضح کیا آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! میری بات غور سے سنو کیونکہ شاید اس سال کے بعد اس مقام پر پھر ہمارا کبھی ملاقات نہ ہوگی اے لوگو! قیامت تک کے لیے تمھارا خون اور مال اسی طرح تم پر حرام ہے جس طرح کہ آج کے دن اور اس مہینہ کی حرمت ہے۔ تم اپنے رب سے ملو گے اور وہ تمھارے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا میں نے اس کا پیغام پہنچا دیا ہے جس کے پاس کوئی امانت ہو اسے چاہیے کہ وہ امانت مالک کو واپس کر دے ہر قسم کا سود ساقط ہے البتہ اصل رقم تمھاری ہے وہ تم کو ملنی چاہیے تاکہ تم پر ظلم نہ ہو نہ تم دوسروں پر ظلم کرو اللہ نے حکم دیا ہے کہ سود قطعی ساقط ہے عباس بن عبدالمطلب کا تمام سود قطعی ساقط ہے اسی طرح زمانہ جاہلیت میں جتنے خون ہوئے ہیں وہ سب ساقط ہیں ان کا ہرگز انتقام نہ لیا جائے اور سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں . . . .

اے لوگو! اب شیطان اس بات سے تو ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا کہ تمھاری زمین میں خدائے واحد کے سوا کسی اور کی پرستش کی جائے البتہ اس کے علاوہ جو تمھارے اعمال ہیں جنھیں تم معمولی درجے کا سمجھتے ہو ان کے متعلق وہ اس بات سے مطمئن ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے گی اس لیے اپنے دین کی حفاظت کے لیے شیطان سے ڈرتے ہو . . . . .

اما بعد! اے لوگو تمھاری بیویوں پر تمھارا حق ہے اور تم پر ان کا حق ہے ان پر تمھارا حق یہ ہے کہ تمھاری مرضی کے خلاف تمھارے گھر میں کوئی نہ آئے اور ان کا یہ فرض ہے

کہ وہ بدکاری نہ کریں اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تم کو اجازت دے دی ہے کہ تم ان کو ان کی خواب گاہوں میں چھوڑ دو ان سے کوئی واسطہ نہ رکھو اور معمولی مار پیٹ کرو اگر اس سزا سے وہ باز آ جائیں تو تم فراخ دلی سے انھیں نان و نفقہ دو ہمیشہ ایک دوسرے کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتے رہو وہ تمھاری دست نگر ہیں خود اپنا کچھ نہیں رکھتیں اور تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ اپنے نکاح میں لیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ساتھ ان کا فرج حلال کیا۔ ....
اچھی طرح سمجھ لو کہ مسلمان ہر مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کی چیز زبردستی لینا جائز نہیں ۔ سوائے اس کے جو وہ اپنی مرضی سے دے اور اپنے اوپر ظلم نہ کرنا۔ اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیام پوری طرح پہنچا دیا؟"
بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے اس قول پر تمام مسلمانوں نے کہا بیشک آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔
"اے خداوند! تو گواہ رہنا۔"

رسول اللہ صلعم کے حج

جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تین حج کیے دو ہجرت سے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا۔

آپؐ کی ازواج

ہشام بن محمد اپنے باپ کی روایت بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے پندرہ عورتوں سے نکاح کیا تیرہ کے ساتھ مباشرت کی ایک وقت میں گیارہ موجود رہیں اور نو کو چھوڑ کر آپ نے وفات پائی اسلام (کا اعلان کرنے) سے پہلے آپ کی عمر بیس سال سے زائد تھی کہ آپ نے خدیجہؓ بنت خویلد سے نکاح کیا۔ سب سے پہلے آپ نے انھیں سے نکاح کیا...
جناب خدیجہؓ کی حیات میں رسول اللہ صلعم نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے سب سے پہلے جس عورت سے نکاح کیا اس میں اختلاف ہے۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے آپ نے عائشہ بنت ابوبکر سے نکاح کیا...... جس وقت آپ نے عائشہ سے نکاح کیا وہ کم سن تھی۔ مباشرت کے قابل نہ تھی البتہ سودہ بیوہ تھی رسول اللہ صلعم نے اپنے مکہ کے قیام کے زمانہ میں سودہ سے نکاح کیا تمام اہل سیر کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سودہ کے ساتھ عائشہ سے پہلے مباشرت کی۔

حضرت عائشہ کی روایت

عائشہ فرماتی ہیں نکاح کے بعد ہم مدینہ آئے ابو بکر سنخ میں خزرج کے خاندان بنی الحارث کے ہاں فروکش تھے۔ ایک دن رسول اللہؐ ہمارے گھر آئے کچھ انصار اور ان کی عورتیں آپ کے پاس آگئیں میری ماں میرے پاس آئیں میں اس وقت جھولا جھول رہی تھی انھوں نے مجھے جھولے سے اتارا بالوں میں کنگھی کی میرا منہ دھلایا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لے چلیں کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ ٹھہر گئیں میں ڈری، میری ماں مجھے اندر لے گئیں۔ رسول اللہؐ کمرے میں پلنگ پر تشریف فرما تھے میری ماں نے مجھے آپ کی گود میں بٹھا دیا اور کہا یہ تمھارے شوہر ہیں۔ اللہ تم کو ان کے لیے اور ان کو تمھارے لیے موجب خیر و برکت کرے اس کے بعد تمام لوگ گھر سے چلے گئے۔ رسول اللہؐ نے میرے گھر میں میرے ساتھ خلوت فرمائی۔ مگر اس خوشی میں نہ قربانی دی گئی اور نہ ہی بکری میرے لیے ذبح کی گئی۔ اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

رسول اللہؐ کا حلیہ مبارک

حضرت علی بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نہ دراز قامت تھے اور نہ کوتاہ قد، سر اور چہرہ بڑا تھا ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں بڑی بڑی تھیں، پنڈلیاں موٹی تھیں، رنگ سرخ تھا، دراز قدم تھا۔ آہستہ آہستہ چلتے تھے معلوم ہوتا تھا اتار سے اتر رہے ہیں آپ سے پہلے اور بعد میں اس شان کا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔

حضرت علیؑ کوفہ کی مسجد میں اپنی تلوار کے پرتلے سے ٹیک لگائے تھے انصار میں سے ایک شخص نے آپ سے کہا۔ رسول اللہؐ کا حلیہ مجھ سے بیان کریں آپ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ کا رنگ گورا تھا جس میں سرخی نمایاں تھی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں بال نرم تھے قدم جوڑ کر چلتے تھے رخسار نرم تھے ڈاڑھی بہت ہی گھنی تھی گردن چاندی کی صراحی معلوم ہوتی تھی۔ ہنسلی سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں بڑی بڑی تھیں جب آپ چلتے تو معلوم ہوتا کہ اتار سے اتر رہے ہیں اور چال میں ایسی استقامت تھی کہ گویا چٹان چلی آرہی ہے جب آپ مڑتے تھے تو سارے جسم سے مڑ جاتے تھے نہ آپ کوتاہ قامت تھے اور نہ دراز قامت نہ نکمے تھے اور نہ تنگ نظر آپ کے چہرے پر پسینے کے قطرات موتی معلوم ہوتے تھے اور آپ کے پسینے میں مشک سے بہتر خوشبو تھی آپ سے پہلے یا بعد میں آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

مہر نبوت

ابو زید سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے کہا ابو زید میرے قریب آؤ اور میری پشت پر ہاتھ لگاؤ اور پھر آپ نے اپنی پشت کھول دی۔ میں نے

اپنی انگلیوں سے مہر نبوت کو دبا کر دیکھا ابوزید سے پوچھا گیا کہ مہر نبوت کیا تھی؟ انھوں نے کہا بالوں کا وہ گچھا جو آپ کے دونوں شانوں پر تھا۔

رسول اللہ ص کی شجاعت وسخاوت

انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ سب سے زیادہ خوب صورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع و بہادر تھے ایک مرتبہ مدینہ میں دشمن کے خطرے کی شہرت ہوئی تو سب لوگ اس پکار کی طرف لپکے مگر انھوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے رسول اللہ تلوار لے کر ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر مقابلہ کے لیے موجود ہیں اور سب سے پہلے آپ ہی اس ندا پہ آئے سب لوگوں کے جمع ہونے پر آپ نے دو مرتبہ فرمایا "اے لوگو! مت ڈرو مت ڈرو"۔

باب ۲۰

حضرت محمدؐ کی وفات ۱۱ھ

جیشِ اُسامہ اور اس کی امارت پر اعتراض

رسول اللہؐ کے غلام ابو مویہبہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر رسول اللہؐ مدینہ آئے اور آپ کے مدینہ آجانے کی وجہ سے سب لوگوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت مل گئی اور وہ چلے گئے آپ نے مسلمانوں کو ایک مہم کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو اس مہم کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اہل الزیت سے جو شام کے راستوں میں سے ایک راستے پر واقع ہے بڑھ کر اردن کے علاقہ پر حملہ کریں اس تقرر پر منافقوں نے چہ میگوئیاں شروع کیں رسول اللہؐ نے ان کے اعتراض کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ "اسامہ اس امارت کا اہل ہے اور اگر تم نے اس کے متعلق یہ کہا ہے تو کیا ہوا اس سے پہلے اس کے باپ کے متعلق بھی تم اس قسم کی باتیں کہہ چکے ہو حالانکہ وہ بھی امارت کا اہل تھا جیسا کہ اس نے ثابت کیا تھا۔

اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت

ابو مویہبہ (رسول اللہ کے غلام) سے مروی ہے کہ وسط شب آپ نے مجھے بلایا اور کہا اے ابو مویہبہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کروں تم میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔۔ آپ نے بقیع کے وسط میں کھڑے ہو کر فرمایا اے اہل مقابر! تم پر سلامتی ہو جس حالت میں تم اب ہو یہ تم کو مبارک ہو کیونکہ جو اس وقت زندہ ہیں ان سے تم اس وجہ سے اچھے ہو کہ فتنوں کا زمانہ آگیا ہے اور وہ اس تیزی سے آرہا ہے جس طرح رات کی تاریکی بڑھتی ہے اور وہ متواتر ہے۔ دوسرا پہلے سے زیادہ برا ہوگا اس کے بعد آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں، زندگی جاوید اور جنت پیش کی گئی دوسری طرف اپنے رب کی قربت اور جنت پیش کی گئی اور ان میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حق دیا گیا تو میں نے اپنے رب کی قربت اور جنت کو اختیار

کیا۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر نثار۔ آپ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں زندگی جاوید اور پھر جنت اختیار کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میں نے تو اپنے رب کی قربت اور جنت کو اختیار کر لیا ہے پھر آپ نے اہلِ بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور گھر واپس آ گئے۔

بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ بقیع سے آپ سیدھے میرے پاس آئے میرے سر میں درد تھا میں اس سے کراہ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا عائشہ تم نہیں بلکہ تمہارے بجائے میں کہتا ہوں کہ میرا سر پھٹا جا رہا ہے پھر آپ نے کہا اچھا اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ اور میں تمہارے کفن دفن کا انتظام کروں تمہاری نماز جنازہ پڑھوں اور پھر تم کو دفن کر دوں تو تمہارا کیا بگڑے گا۔ میں نے کہا میں خوب جانتی ہوں کہ جب آپ مجھے دفن کر کے گھر آئیں گے تو اپنی کسی بیوی کے ساتھ شب باشی اختیار کریں گے اس پر آپ مسکرائے مگر آپ کی تکلیف بڑھتی گئی......

آپ میمونہ کے گھر تھے کہ صاحبِ فراش ہو گئے آپ نے اپنی سب بیویوں کو بلایا اور ان سے اجازت لی کہ آپ کی تیمار داری میرے گھر میں ہو انھوں نے اس کی اجازت دی تو آپ وہاں سے اپنے خاندان کے دو شخصوں کے سہارے جن میں ایک فضل بن عباس اور دوسرا ایک اور شخص تھا اس طرح آئے کہ صرف آپ کا قدم زمین پر پڑتا تھا اور سر پر پٹی بندھی تھی عبید اللہ سے مروی ہے کہ میں نے عائشہ کی یہ حدیث عبد اللہ بن عباس سے بیان کی اور پوچھا کہ یہ دوسرے شخص کون تھے؟ انھوں نے کہا وہ علی بن ابی طالب تھے۔ عائشہ کا یہ دستور تھا کہ جہاں تک اس سے ہو سکتا وہ حضرت علیؑ کا ذکر خیر سے نہ کرتی۔

رسول اللہؐ کا تحریر لکھنے کا ارادہ

ابن عباس سے مروی ہے کہ جمعرات کا دن بہت بڑی مصیبت کا دن تھا یہ کہہ کر وہ رونے لگے اور ان کے آنسو موتی کی لڑی کی طرح رخساروں پر سے جاری ہو گئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے پاس تختی اور دوات لے آؤ یا آپ نے فرمایا ایک پارچہ اور دوات لے آؤ تاکہ میں تمھیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہونے پاؤ۔ اس پر لوگوں نے کہا (معاذ اللہ) رسول اللہؐ کو ہذیان ہو گیا ہے۔

وفاتِ رسولؐ

عائشہ سے مروی ہے کہ مسجد سے آپ گھر آئے اور میری گود میں لیٹ گئے اسی وقت ابوبکر کے ایک قریبی عزیز میرے پاس آئے اس کے ہاتھ میں

ایک سبز مسواک تھی آنحضرتؐ نے اس کے ہاتھ کی طرف غور سے دیکھا میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک لینا چاہتے ہیں میں نے وہ اس کے ہاتھ سے لے کر پہلے چبا کر نرم کی اور پھر رسولؐ اللہ کو دے دی آپ نے بہت دیر تک اس سے اپنا منہ صاف کیا اور پھر رکھ دی پھر میں نے دیکھا کہ میری گود میں آپ بوجھل ہو رہے ہیں میں نے آپ کے چہرے کو غور سے دیکھا تو رنگ متغیر ہو چکا تھا اور آپ فرما رہے تھے:

"بل الرفیق الاعلیٰ فی الجنۃ"

"اب میں اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جنت میں جا رہا ہوں"

پھر آپ کی روح قبض کر لی گئی آپ نے صبح کے وقت میری گود میں اور میرے گھر میں وفات پائی اس معاملہ میں میں نے کسی کا حق نہیں مارا تھا بلکہ محض میری نادانی اور کم عمری کی وجہ سے آپ نے میرے حجرے کو پسند کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ روح کے قبض ہو جانے کے بعد میں نے آپ کا سر تکیے پر رکھ دیا اور پھر اٹھ کر عورتوں کے ساتھ رونے لگی اور اپنا سر پیٹنے لگی (نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبر کی روح جب قبض ہوئی تو آپ میری گود میں تھے، اور یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے)۔

وفات کا دن

ابوجعفر کا قول ہے کہ علماءِ تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات ماہ ربیع الاول میں پیر کے دن ہوئی۔ ابوجعفر ہی کہتا ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے وقت ابوبکر سنخ میں اور عمر مدینہ میں تھے۔

حضرت عمر کی تقریر

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد عمر نے کھڑے ہو کر کہا بعض منافق کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حالانکہ آپ مرے نہیں اپنے رب کی طرف گئے ہیں جس طرح کہ موسیٰ بن عمران چالیس راتوں کے لیے اپنی قوم سے غائب ہو کر اللہ کے پاس چلے گئے تھے اور پھر واپس چلے آئے حالانکہ ان کے متعلق بھی ان کی قوم نے یہی کہا تھا کہ وہ مر گئے بخدا رسولؐ اللہ ضرور واپس آئیں گے اور جو لوگ آپ کے مرنے کی خبر مشہور کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں قطع کریں گے۔

حضرت ابوبکر کی تقریر

ابوبکر کو جب آپ کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ مدینہ آئے اور مسجد کے دروازے پر اونٹ سے اُترے اس وقت عمر لوگوں کے سامنے یہی تقریر کر رہے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابوبکر نے ان سے کہا عمر! اب تم خاموش رہو

مگر وہ نہ مانے اور برابر تقریر کرتے رہے ابوبکر نے جب دیکھا کہ وہ چپ نہیں ہوتے تو انکے خاموش ہونے کا انتظار کیے بغیر وہ خود سب لوگوں سے مخاطب ہوئے ...... اور تقریر شروع کی انھوں نے کہا :۔

"اے لوگو ! جو لوگ محمدؐ کی عبادت کرتے تھے وہ سن لیں محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتے تھے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ زندہ جاوید ہے جو کبھی نہیں مرے گا۔"

اس کے بعد ابوبکر نے یہ پوری آیت تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ (محمد بھی ایک رسول ہیں بیشک ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اپنا منہ موڑ کر چلے جاؤ گے اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اللہ ضرور شکر گذاروں کو جزائے خیر دے گا)

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع

اس اثنا میں انصار بنی ساعدہ کی چوپال میں جمع ہوئے تاکہ سعد بن عبادہ کی بیعت کریں اس کی اطلاع ابوبکر کو ہوئی تو ابوبکر جن کے ساتھ عمر اور ابو عبیدہ تھے انصار کے پاس آئے اور ان سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے انصار نے کہا اچھا ہم میں سے ایک امیر ہو اور ایک تم میں سے۔ ابوبکر نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر ہو۔ اس کے بعد ابوبکر نے کہا عمر اور عبیدہ میں سے جس کو چاہو امیر بنالو میں اس پر خوش ہوں .... اس پر عمر نے کھڑے ہو کر کہا تم میں سے کون شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اس شخص کو مؤخر کرے جسے رسول اللہؐ نے مقدم کیا ہے یہ کہہ کر عمر نے ابوبکر کی بیعت کی اور کچھ دوسرے لوگوں نے۔ مگر سب انصار نے یا ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو صرف علیؑ کی بیعت کریں گے۔

زیاد بن کلیب کی روایت

زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ وہاں سے عمر بن خطاب، حضرت علیؑ کے مکان پر آئے وہاں طلحہ زبیر اور بعض دوسرے مہاجر موجود تھے۔ عمر نے کہا چل کر بیعت کرو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب کو جلا دوں گا۔

حمید بن عبدالرحمٰن حمیری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت ابوبکر کسی بستی میں تھے مدینہ آئے (اور عمر کے جواب میں تقریر کی) اسی تقریر کے اثناء میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا دیکھو انصار بنی ساعدہ کی چوپال میں جمع ہو کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں ہم میں سے ایک امیر اور مہاجرین میں سے ایک امیر ہو اس اطلاع پر ابوبکر اور عمر خطاب دونوں وہاں

پہنچے۔ عمر نے چاہا کہ وہ تقریر کریں مگر ابوبکر نے انھیں روک دیا۔ عمر نے کہا بہتر ہے میں نہیں چاہتا کہ خلیفہ رسولؐ کی دن میں دو مرتبہ نافرمانی کروں۔ ابوبکر نے انصار کو خطاب کیا اور جو جو فضائل ان کے قرآن سے اور رسول اللہؐ کی زبانی معلوم تھے سب بیان کیے اور کہا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے تمھارے متعلق یہاں تک کہا ہے کہ اگر تمام دوسرے لوگ ایک راہ اختیار کریں اور انصار دوسری، تو میں انصار کی راہ اختیار کروں گا۔ اے سعد تم جانتے ہو کہ تم موجود تھے اور تمھارے سامنے رسول اللہؐ نے یہ فرمایا تھا کہ خلافت کے وارث قریش ہیں نیک نیکوں کی اور بدکار بروں کی اقتداء کریں گے۔ سعد نے کہا بے شک سچ کہتے ہو ...... عمر نے کہا ابوبکر ہاتھ لاؤ میں تمھاری بیعت کروں۔ ابوبکر نے کہا عمر میں نہیں بلکہ تم ہاتھ لاؤ۔

سقیفہ عمر کی زبانی

رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت علیؑ، زبیر اور ان کے بعض اور ساتھی فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہیں وہ بیعت کے وقت ہمارے پاس نہیں آئے تھے اسی طرح سے تمام انصار نے ہم سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع تھے میں نے ابوبکر سے کہا کہ تم ہمیں ہمارے انصار بھائیوں کے پاس لے چلو ہم اس کے ارادے سے چلے ہی تھے دو اچھے آدمی جو بدر میں شریک ہو چکے تھے، ملے اور انھوں نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ ہم نے کہا اپنے انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں انھوں نے کہا پلٹ جاؤ اور اپنے معاملہ کا اپنے درمیان فیصلہ کر لو ہم نے کہا ہم تو ضرور ان سے جا کر ملیں گے، ہم انصار کے پاس گئے وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور ان کے بیچ میں ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انصار نے کہا یہ سعد بن عبادہ ہے میں نے پوچھا اس نے چادر کیوں اوڑھ رکھی ہے انصار نے کہا یہ بیمار ہے۔ (پہلے انصار کے ایک شخص نے اور اس کے جواب میں ابوبکر صاحب نے تقریر کی) ابوبکر کی تقریر کے بعد انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا اے معشر قریش! لو میں اس کا بہت اچھا تصفیہ کیے دیتا ہوں ہم میں سے ایک شخص امیر ہو اور ایک شخص تم میں سے امیر ہو اس تجویز پر ایک شور و غوغا بلند ہوا جتنے منہ اتنی باتیں تو مجھے قوم میں اختلاف کا اندیشہ ہوا میں نے ابوبکر سے کہا ہاتھ لاؤ میں تمھاری بیعت کروں ابوبکر نے ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے بیعت کی ...... پھر ہم سعد پر چڑھ بیٹھے کسی نے کہا تم نے سعد کو مار ڈالا میں نے کہا اللہ سعد کو ہلاک کرے بخدا وہ وقت ایسا تھا کہ ابوبکر کی بیعت کا معاملہ زیادہ اہم تھا کیونکہ اگر ہم ابوبکر کی بیعت نہ کرتے اور انصار کو چھوڑ دیتے تو وہ ہماری عدم موجودگی میں کسی دوسرے کی بیعت کر لیتے اور پھر یا تو ہمیں اپنی مرضی کے

خلاف ان کی متابعت کرنا پڑتی یا اختلاف کرنا پڑتا جس سے سخت فتنہ و فساد ہوتا۔

رسول اللہؐ کی میراث

عائشہ سے مروی ہے کہ فاطمہؑ اور عباس، ابوبکر کے پاس آئے اور انھوں نے رسول اللہؐ کی میراث کا مطالبہ کیا انھوں نے اس وقت فدک میں آپ کی زمین اور خیبر کے حصہ کا بھی مطالبہ کیا ابوبکر نے کہا اگر میں نے رسول اللہؐ سے یہ بات نہ سنی ہوتی کہ ہمارے املاک میں ورثہ نہیں ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے تو یہ املاک آل محمدؐ کو مل جاتی ...... عروہ نے بیان کیا ہے کہ اس واقعہ کی وجہ سے فاطمہؑ نے پھر مرتے دم تک ابوبکر سے کوئی بات نہیں کی اور اس سے قطع تعلق کر لیا۔ حضرت فاطمہؑ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ نے انھیں رات کی تاریکی میں دفن کر دیا ابوبکر کو نہ ان کی وفات کی اطلاع دی اور نہ دفن میں شرکت کی دعوت دی۔ فاطمہؑ کی وفات کے بعد لوگوں کے منہ علیؑ سے پھر گئے۔

ثابت سے مروی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان نے کہا ہمیں اس سے کیا سروکار؟ یہ تو بنی عبد مناف کا حق ہے کسی نے جب کہا کہ ابوبکر نے تمھارے بیٹے کو ولایت (شام کی حکومت) دی ہے تو اس نے کہا ہاں قرابت کا لحاظ رکھا ہے۔

ابوسفیان کی کارروائی

عوانہ سے مروی ہے کہ جب لوگ ابوبکر کی بیعت کے لیے تیار ہوئے تو ابوسفیان سب کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے یقین ہے کہ اس کارروائی سے ایک ہنگامہ برپا ہوگا جس میں خونریزی ہو کر رہے گی۔ اے آل عبد مناف ابوبکر کو آپ کے معاملات میں مداخلت کرنے کا کیا حق ہے وہ دونوں جنھیں کمزور اور حقیر کر دیا گیا ہے یعنی علیؑ و عباس کہاں ہیں۔ اے ابوالحسنؑ! آپ ہاتھ کھولیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں مگر حضرت علیؑ نے اس کی بات نہیں مانی ابوسفیان نے اس موقعہ کی مناسبت سے کچھ شعر پڑھے ....

حضرت علیؑ نے ابوسفیان کو ڈانٹا اور کہا اس تجویز سے تیرا مقصد صرف فتنہ و فساد برپا کرنا ہے تو نے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے ہمیں تیری اس نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوبکر کی پہلی تقریر

انس بن مالک سے مروی ہے کہ سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت ہوگئی اس کے دوسرے دن وہ مسجد میں منبر پر بیٹھے ابوبکر نے اپنی تقریر شروع نہیں کی تھی کہ عمر نے کھڑے ہو کر تقریر کی ...... اس کے بعد ابوبکر نے تقریر کی اور حمد و ثنا کے بعد کہا

"اے لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم میں سے بہتر فرد نہیں ہوں اگر میں نیکی کروں تو تم میری اعانت کرنا اور اگر میں برائی کروں تو تم مجھے سیدھا کرنا

ابوبکر کی بیعت کے بعد لوگ رسول اللہؐ کے دفن کے انتظامات کیطرف متوجہ ہوئے بعض راویوں کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے دوسرے دن اور بعض نے کہا ہے کہ وفات کے تیسرے دن تجہیز ہوئی۔

رسول اللہؐ کا غسل

ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ، عباس، فضل بن عباس اور قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور شقران مولیٰ رسول اللہؐ نے آپ کو غسل دیا بنی عوف بن خزرج کے اوس بن خولی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ ہمیں بھی رسول اللہؐ کے غسل کا شرف حاصل ہونا چاہیے تو حضرت علیؑ نے اس سے کہا اچھا تم بھی آؤ یہ بدری تھا چنانچہ یہ بھی غسل میں شریک ہوا۔ غسل کے لیے علیؑ بن ابی طالبؑ نے رسول اللہؐ کو اپنے سینے سے لگا کر بٹھایا۔ عباس، فضل اور قثم آپ کی کروٹ بدلتے تھے اسامہ اور شقران دونو آپ پر پانی ڈالتے تھے اور حضرت علیؑ آپ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے غسل دیتے تھے۔ قمیص رسول اللہؐ کے جسم پر تھی اس طرح حضرت علیؑ آپ کے جسم کو قمیص کے اوپر سے مل رہے تھے ان کا ہاتھ آپ کے جسم کو مَس نہیں کرتا تھا۔ غسل دیتے وقت علیؑ بن ابی طالبؑ کہتے جاتے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں کس قدر پاک و صاف ہیں نیز عام طور پر میت میں جو آثار ہوا کرتے ہیں ان میں سے کوئی بات آپ کے جسم سے نمایاں نہیں تھی۔

حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے مروی ہے کہ غسل کے بعد رسول اللہ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا ان میں دو صحاری تھے اور ایک منقش چادر تھی جس میں آپ کو کئی مرتبہ لپیٹا گیا۔

رسول اللہؐ کی تدفین

عائشہ سے مروی ہے کہ بدھ کی رات ہمیں پھاوڑوں کی آواز سے معلوم ہوا کہ اب رسول اللہ کو دفن کیا جا رہا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ علیؑ بن ابی طالبؑ، فضل بن عباس اور آپ کے غلام شقران قبر میں اترے اوس بن خولی نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ رسول اللہؐ کی خدمت گذاری کا ہمیں بھی حق ملنا چاہیے حضرت علیؑ نے کہا اچھا تم بھی اترو اور وہ بھی قبر میں اترا۔

انتخاب از

تاریخ طبری حصہ دوم

باب ۱

واقعہ سقیفہ

انصار کا اجتماع

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور سب نے کہا کہ آنحضرتؐ کے بعد ہمیں سعد بن عبادہ کو امیر بنا لینا چاہیے (حضرات ابو بکر، عمر اور ابو عبیدہ جراح کا سقیفہ میں آنا پہلے دو حضرات کی تقاریر انصار کی مخالفت پھر جوابی تقاریر کے بعد) ابو بکر نے کہا یہ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں ان میں سے جسے چاہو امیر بنا لو مگر ان دونوں نے کہا کہ تمھاری موجودگی میں ہم ہرگز اس منصب کو قبول نہیں کریں گے .... تم اپنا ہاتھ بیعت کے لیے آگے بڑھاؤ چنانچہ جب عمر اور ابو عبیدہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے بڑھے تو بشیر بن سعد نے سبقت کی اور سب سے پہلے اس نے بیعت کی اب ہر طرف سے لوگ آ آ کر ابو بکر کی بیعت کرنے لگے قریب تھا کہ وہ سعد کو روند ڈالتے اس پر سعد کے کسی آدمی نے کہا کہ "سعد کو بچاؤ ان کو نہ روندو" عمر نے کہا "اللہ اسے ہلاک کرے اس کو قتل کر دو" اور خود اس کے سرہانے آ کھڑا ہو گیا اور کہا "میں چاہتا ہوں کہ تمھیں روند کر ہلاک کر ڈالوں" ۔ سعد نے عمر کی داڑھی پکڑ لی ۔ عمر نے کہا "چھوڑ دو اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تمھارے منہ میں ایک دانت نہ رہے گا" ابو بکر نے کہا "عمر خاموش رہو ایسے موقع پر نرمی برتنا زیادہ سود مند ہے ۔ عمر نے سعد کا پیچھا چھوڑ دیا سعد نے کہا کہ اگر مجھ میں اٹھنے کی بھی طاقت ہوتی تو میں تمام مدینہ کے گلی کوچوں کو اپنے حامیوں سے بھر دیتا کہ جس سے تمھارے اور تمھارے ساتھیوں کے ہوش و حواس جاتے رہتے ....

چند روز تک سعد سے تعرض نہ کیا گیا اس کے بعد اسے کہلوا بھیجا کہ چونکہ تمام لوگوں نے اور خود تمھاری قوم نے بیعت کرلی ہے لہٰذا تم بھی آکر بیعت کرو سعد نے کہا

" یہ نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ میں تمھارے مقابلہ میں اپنا ترکش خالی نہ کرلوں ، اپنے نیزے کو تمھارے خون سے رنگین نہ کرلوں اور اپنی تلوار سے جس پر میرا بس چلے وار نہ کرلوں اپنے خاندان اور اپنی قوم کے ان افراد کے ساتھ جو میرا ساتھ دیں تم سے لڑ نہ لوں ہرگز بیعت نہیں کروں گا خدا کی قسم اگر انسانوں کے ساتھ جن بھی تمھارے ساتھ ہو جائیں تب بھی جب تک میں اپنے معاملے کو اپنے رب کے سامنے پیش نہ کرلوں بیعت نہیں کروں گا"

عمر کا سعد سے بیعت پر اصرار

ابوبکر کو اطلاع ملی تو عمر نے اس سے کہا بغیر بیعت لیے ان کو چھوڑنا مناسب نہیں بشیر بن سعد نے کہا ، چونکہ اسے اپنے انکار پر اصرار ہے اس لیے جب تک وہ قتل نہ ہو جائے ہرگز تمھاری بیعت نہیں کرے گا اور جب تک اس کی اولاد ، اس کے خاندان والے اور اس کے قبیلے کے کچھ لوگ اس کے ساتھ کام نہ آجائیں وہ اکیلا قتل نہیں ہوگا ۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس کو چھوڑ دو وہ تنہا ہے اس کے چھوڑ دینے سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لہٰذا ابوبکر وغیرہ نے ان کا پیچھا چھوڑ دیا اور بشیر کی رائے کو قبول کرلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس کے بعد سعد نہ ابوبکر کی امامت میں نماز پڑھتا نہ جماعت میں شریک ہوتا حج میں بھی اس کے ساتھ مناسک حج ادا نہ کرتا ابوبکر کے انتقال تک اس کی یہی روش رہی

ضحاک بن خلیفہ کی روایت

ضحاک بن خلیفہ سے مروی ہے کہ امارت کے انتخاب کے موقع پر حباب بن منذر نے کھڑے ہو کر تلوار نکال لی اور کہا میں ابھی اس کا تصفیہ کیے دیتا ہوں ، میں شیر ہوں شیر کی کھوہ میں رہتا ہوں اور شیر کا بیٹا ہوں ، عمر نے اس پر حملہ کیا اس کے ہاتھ پر وار کیا تلوار گر پڑی عمر نے اسے اٹھالیا اور سعد پر جھپٹا اور لوگ بھی سعد پر جھپٹے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس وقت عہد جاہلیت کا سا منظر تھا ۔ اور تو تو میں میں ہونے لگی ابوبکر اس سے دور رہا جس وقت سعد پر لوگ چڑھ دوڑے تو کسی نے کہا :

" تم لوگوں نے سعد کو مار ڈالا "

عمر نے کہا

"اللہ اس کو ہلاک کر دے وہ منافق ہے"

نیز ابوبکر نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اس میں حمد و ثنا کے بعد کہا :۔

"اے لوگو! میں بھی تمھارے جیسا ایک مسلمان ہوں ۔۔۔۔۔۔ میں صرف پیرو ہوں ہادی نہیں ہوں اگر میں راہ راست پر گامزن رہوں تو تم میری اتباع کرنا اور اگر بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ رسول اللہؐ کی وفات ہو گئی ہے اس امت میں کوئی ایسا نہیں کہ جس کا ذرا سا بھی حق ان کے ذمہ باقی ہو۔ سن لو میرا شیطان مجھے اغوا کرتا ہے ایسی صورت میں اگر میں اس کے اغوا میں آجاؤں تو تم مجھ سے علیحدہ ہو جانا اس وقت میرا تم پر کوئی حق نہ ہوگا۔"

باب ۲

ااھ (گیارہ ہجری)

مالک بن نویرہ اور خالد بن ولید

عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے مروی ہے کہ ابوبکر نے اپنے فوجیوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ جب تم کسی بستی میں جاؤ اور وہاں نماز کے لیے اذان سنو تو خاموش رہنا اور ان سے دریافت کرنا کہ انھوں نے کیوں سرکشی اختیار کی " اگر اذان سنائی نہ دے تو فوراً غارت گری کر کے وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے جلا دینا بنی سلمہ کے ابو قتادہ حارث بن ربعی نے مالک کے مسلمان ہونے کی بشارت دی تھی اور ان کے قتل کے بعد عہد کیا تھا کہ اب وہ آیندہ خالد کے ساتھ کبھی کسی جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جب خالد کی فوج نے مالک کے قبیلہ پر یورش کی تو رات کی وجہ سے وہ حملہ آوروں سے خوف زدہ ہوئے اور انھوں نے ہتھیار سنبھال لیے ہم نے ان سے کہا کہ ہم مسلمان ہیں انھوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں ہم نے پوچھا پھر ان ہتھیاروں کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا تو تمھارے ہتھیاروں کا کیا مطلب ہے ہم نے کہا اچھا اگر تم بھی ایسا کہتے ہو تو ہتھیار رکھ دو تو انھوں نے ہتھیار رکھ دیئے ہم نے نماز پڑھی انھوں نے نماز پڑھی۔ خالد، مالک کے قتل کے متعلق یہ عذر پیش کرتا تھا کہ اس نے بار بار یہ بات کہی کہ تمھارے صاحب نے یہ اور یہ کہا ہوگا خالد نے کہا کہ کیا تم ان کو اپنا صاحب نہیں سمجھتے اور پھر آگے بڑھ کر ان کی اور ان کے ساتھیوں کی گردنیں اڑا دیں، عمر کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے ابوبکر سے اس کی شکایت کی اور پیہم اصرار سے کہا کہ دیکھیے دشمن خدا خالد نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی پر کود پڑا۔ خالد اس مہم سے پلٹ کر مدینہ آیا مسجد نبوی میں اس طرح آیا کہ وہ ایک زنگ آلود قبا پہنے ہوئے اور عمامہ باندھے ہوئے تھا کہ جس میں متعدد تیر چبھے ہوئے تھے جب مسجد میں آیا تو عمر نے بڑھ کر تیروں کو اس کے سر سے کھینچ کر توڑ ڈالا اور کہا کہ محض دکھانے کے لیے اس ہیئت میں آیا ہے تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے

اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا بخدا میں تمھیں سنگسار کروں گا۔ خالد نے اس موقع پر ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ ابوبکر کا بھی یہی نظریہ ہے وہ ابوبکر کے پاس سیدھا چلا گیا اور سارا واقعہ سنا کر معذرت چاہی اس اعتراف پر ابوبکر نے اسے معاف کر دیا ابوبکر کی خوشنودی حاصل کر کے وہ وہاں سے اٹھ آیا۔ عمر ابھی مسجد میں بیٹھے تھے خالد نے کہا اے ام شملہ کے بیٹے! اب آؤ کیا کہتے ہو؟ عمر تاڑ گئے کہ ابوبکر اس سے راضی ہو گئے ہیں وہ چپکے سے اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور خالد کو کوئی جواب نہ دیا۔

خالد کا بنت مجاعہ سے شادی رچانا

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ خالد نے مجاعہ سے کہا کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ مجاعہ نے کہا ذرا صبر کرو ورنہ تیرا خلیفہ مجھ سے اور تجھ سے سخت ناراض ہو گا۔ خالد نے اصرار کیا کہ تم اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دو مجبوراً اس نے نکاح کر دیا۔ اس کی اطلاع ابوبکر کو پہنچی تو انھوں نے خالد کو ایک بہت ہی خشمگیں خط لکھا کہ اے خالد بڑے افسوس کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ اب تمہیں کوئی کام نہیں رہا سوائے اس کے کہ تم عورتوں سے نکاح کرتے پھرتے ہو حالانکہ بارہ سو مسلمانوں کا خون تیرے صحن میں اب تک تازہ ہے جو خشک نہیں ہوا خالد خط کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ اعیسر یعنی عمر بن الخطاب کی حرکت ہے جو ابوبکر نے مجھے خط لکھا ہے۔

باب ۴

سنہ ۱۱ھ

اشعث کی ام فروہ بنت ابی قحافہ سے شادی

ایک بیان یہ ہے کہ جب اشعث کو ابوبکر کے پاس لایا گیا اور ابوبکر نے اسے اس کی بدکاریوں پر متنبہ کیا تو پوچھا بتا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں اس نے کہا مجھ پر کرم کرو میرے طوق وسلاسل کھلوا دو اور اپنی بہن سے میری شادی کر دو کیونکہ تائب ہو گیا ہوں اور اسلام لاتا ہوں حضرت ابوبکر نے کہا اچھا منظور ہے اور ام فروہ بنت ابو قحافہ کو اس کے نکاح میں دے دیا اس کے بعد اشعث فتح عراق تک مدینہ میں قیام پذیر رہا۔

باب

۱۳ھ

اس سال ابوبکر نے مکہ سے مدینہ واپس آکر شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تھیں ؟ علی بن محمد کی روایت اس طرح ہے کہ ابتداء ۱۳ھ میں ابوبکر نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں۔ سب سے پہلا شخص کہ جس کو علم دے کر امیر بنایا وہ خالد بن سعید ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ روانہ ہوا اس کو معزول کر کے یزید بن ابوسفیان کو امیر بنا دیا۔ شام کی طرف روانہ ہونے والے امراء میں سے یزید سب سے پہلا امیر ہے۔

خالد بن سعید کی معزولی کی وجہ

ابوبکر نے خالد بن سعید کو اس لیے معزول کیا تھا کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد جب یمن سے واپس آئے تو انھوں نے دو ماہ تک ابوبکر کی بیعت نہیں کی وہ کہتے تھے کہ مجھے رسول اللہؐ نے امیر بنایا تھا اور اپنی وفات تک مجھے اس عہدے سے آپ نے معزول نہیں کیا یہ خالد، حضرت علی بن ابی طالب . . . . کے پاس گئے اور ان سے کہا اے بنی عبد مناف حکومت پر غیروں نے قبضہ کر لیا آپ چین سے بیٹھے ہیں ابوبکر نے تو خالد کی ان باتوں کی پرواہ نہیں کی مگر عمر کے دل میں ان کی طرف سے کھٹک پیدا ہو گئی جب ابوبکر نے شام کی مہم کے لیے لشکر تیار کیا تو سب سے پہلے اس کے ایک چوتھائی حصہ پر خالد بن سعید کو امیر مقرر کیا۔ مگر عمر نے اس کو ناپسند کیا اور ابوبکر سے کہا کہ ایسے شخص کو امیر بناتے ہو جس کے یہ اقوال اور افعال ہیں اور اس پر ابوبکر کو بار بار ٹوکا۔ آخر کار ابوبکر نے خالد بن سعید کو معزول کر کے یزید بن ابوسفیان کو امیر مقرر کر دیا۔

ابوبکر کی وصیت

مثنیٰ مدینہ میں پہنچا تو ابوبکر کو بیمار پایا۔ ابوبکر کی علالت اسی وقت شروع ہو گئی تھی جس وقت خالد شام کی طرف روانہ ہوا۔ اسی علالت سے ابوبکر چند ماہ بعد انتقال کر گئے جب مثنیٰ مدینہ پہنچے تو اس وقت ابوبکر کا مزاج ذرا سنبھل گیا انھوں نے عمر کو

اپنا جانشین مقرر کر دیا* مثنیٰ نے واقعات بیان کیے تو ابوبکر نے کہا عمر کو بلاؤ، عمر آپ کے پاس آئے تو ان سے کہا اے عمر! میں جو کچھ کہتا ہوں اسے غور سے سنو پھر اس پر عمل کرنا آج دوشنبہ کا دن ہے میں توقع کرتا ہوں کہ میں آج ہی انتقال کر جاؤں گا اگر میں انتقال کر جاؤں تو شام ہونے سے پہلے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر مثنیٰ کے ساتھ کر دینا۔ رات آتے ہی ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ عمر نے رات ہی ان کو دفن کر دیا اور مسجد میں آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی ابوبکر کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر مثنیٰ کے لیے فوج بھرتی کی۔ عمر نے کہا کہ ابوبکر جانتے تھے کہ میں عراق کی جنگ کیلیے خالد کی امارت کو ناپسند کروں گا اس لیے انھوں نے اس کی فوج کی واپسی کا حکم دیا۔ مگر خود خالد کا ذکر چھوڑ دیا۔

ابوبکر کی وفات

اسی سال ابوبکر نے ۲۲ یا ۲۲ جمادی الآخرہ کو وفات پائی۔ علالت کا سبب یہ ہوا کہ ۷ جمادی الآخرہ دوشنبہ کے دن انھوں نے غسل کیا اس دن خوب سردی تھی اس سے آپ کو بخار ہو گیا اور پندرہ دن تک رہا یہاں تک کہ نماز کے لیے باہر آنے کے قابل نہ رہے آپ نے حکم دے دیا تھا کہ عمر نماز پڑھاتے رہیں علالت کے زمانہ میں زیادہ تر آپ کی تیمارداری عثمان کرتے رہے ابوبکر نے منگل کی شام کو ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳ھ انتقال کیا۔ زمانہ حکومت دو سال تین ماہ دس دن رہا۔ علی بن محمد کی روایت ہے کہ ابوبکر کا زمانہ حکومت دو سال تین ماہ اور بیس روز اور بعض قول کے مطابق دس دن ہے۔

ابوبکر کا دفن ہونا

آپ کے جنازے کی نماز عمر نے مسجد نبوی میں پڑھائی تھی قبر میں عمر، عثمان، طلحہ اور عبدالرحمن بن ابی بکر اترے تھے۔ ابوبکر نے عائشہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے رسول اللہؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے لیے قبر کھودی گئی اور ابوبکر کا سر رسول اللہؐ کے شانہ مبارک کے قریب اور ان کی لحد کو رسول اللہؐ کی لحد سے ملحق رکھا گیا۔ عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ ابوبکر کا سر رسولؐ کے شانوں کے برابر اور عمر کا سر ابوبکر کی کوکھ کے برابر رکھا گیا۔

عمر کا نوحہ کرنے سے روکنا

سعید بن مسیب کی روایت ہے کہ جب ابوبکر کا انتقال ہو گیا تو عائشہ نے ان پر نوحہ کرنے والیوں کو بٹھایا۔ اتنے میں عمر آ گئے اور ان کے دروازے کے پاس* کھڑے ہو گئے آپ نے ان کو ابوبکر پر نوحہ اور بین کرنے سے روکا مگر ان عورتوں نے باز آنے سے انکار کر دیا۔ عمر نے ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ تم اندر جا کر ابو قحافہ کی

بیٹی اور ابو بکر کی بہن کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ جب عائشہ نے عمر کو یہ حکم ہشام کو دیتے ہوئے سنا تو بولیں ہشام میں تمھیں اپنے مکان میں داخل ہونے کی ممانعت کرتی ہوں۔ عمر نے ہشام سے کہا اندر جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ ہشام اندر گھس گیا اور اُم فروہ ابو بکر کی بہن کو پکڑ کر عمر کے پاس لے آیا۔ عمر نے دُرہ اٹھا کر اُن کو دُرے رسید کیے دُرے کی آواز سن کر نوحہ کرنیوالی عورتیں سب بھاگ گئیں۔

حضرت ابُوبکر کا حُلیہ

عبدالرحمٰن بن ابوبکر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عائشہ اپنے کجاوے میں بیٹھی تھیں آپ نے سامنے سے ایک عرب کو گذرتے دیکھا اور کہا میں نے اس شخص سے زیادہ کسی کو ابوبکر کے مشابہ نہیں دیکھا ہم نے کہا ابوبکر کا حلیہ بیان کیجیے۔ عائشہ نے کہا ابوبکر گورے دُبلے کلے پٹخے ہوئے اور جھکے ہوئے آدمی تھے ان سے ازار نہیں سنبھلتی تھی بلکہ کمر پر سے سرک جاتی تھی۔ چہرہ پر گوشت نہیں تھا آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں اور پیشانی اٹھی ہوئی اور بھنویں صاف تھیں۔

ابُوبکر کی ازواج و اولاد

زمانہ جاہلیت میں قتیلہ سے نکاح کیا جس سے عبداللہ اور اسماء پیدا ہوئے نیز زمانہ جاہلیت ہی میں اُمِ رمان سے نکاح کیا جس سے عبدالرحمٰن اور عائشہ پیدا ہوئے یہ چاروں اولادیں زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔

زمانہ اسلام میں آپ نے اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا۔ ابوبکر سے پہلے وہ جعفر بن ابوطالب کے نکاح میں تھیں۔ اسماء سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ نیز زمانہ اسلام میں حبیبہ بنت خارجہ سے نکاح کیا تھا جب ابوبکر نے وفات پائی تو اس وقت حبیبہ حاملہ تھی ان کی وفات کے بعد ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام اُمِ کلثوم رکھا گیا۔

جانشینی کے بارے میں ابُوبکر کا وصیّت نامہ

محمد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ابوبکر نے عثمان کو تخلیے میں بلایا اور ان سے کہا لکھو:۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط یہ عہد نامہ ابوبکر بن ابی قحافہ نے مسلمانوں کے نام لکھا ہے اما بعد۔ اس کے بعد ابوبکر پر غشی طاری ہو گئی اور وہ بے خبر ہو گئے۔ اس لیے عثمان نے اپنی طرف سے لکھ دیا۔ اما بعد۔ میں تم پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں ۔۔۔۔۔۔

پھر ابو بکر ہوش میں آئے تو عثمان سے کہا سناؤ تم نے کیا لکھا ہے؟ عثمان نے پڑھ کر سنایا تو ابو بکر نے تکبیر پڑھی اور کہا میں سمجھتا ہوں کہ شاید تمھیں یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس غشی میں میری روح پرواز کر گئی تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ عثمان نے کہا ہاں میں نے یہی خیال کیا تھا.......

طلحہ کا اعتراض

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ ابو بکر کے پاس آیا اور کہا آپ نے عمر کو لوگوں پر خلیفہ مقرر کیا ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپکی موجودگی میں لوگوں کو ان سے کیا کیا تکلیفیں پہنچتی رہی ہیں جب سب کچھ ان کے ہاتھ میں ہوگا تو نہ جانے کیا کیفیت ہوگی آپ خدا کے سامنے جا رہے ہیں وہ آپ سے آپ کی رعایا کے حقوق کے متعلق باز پرس کرے گا ابو بکر لیٹے ہوئے تھے یہ سن کر کہا مجھے بٹھا دو لوگوں نے بٹھا دیا تو طلحہ سے کہا:

"تم مجھے خدا سے ڈراتے ہو اور خدا کا خوف دلاتے ہو یاد رکھو جب میں خدا کے پاس جاؤں گا اور وہ مجھ سے باز پرس کرے گا تو میں کہوں گا میں نے تیری مخلوق پر ان میں سے بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔"

باب ۹

حضرت عُمر

گذشتہ صفحات میں ہم ابوبکر کے عمر کو خلیفہ مقرر کرنے، ابوبکر کی وفات پانے اور عمر کے ان کی نماز جنازہ پڑھانے اور صبح ہونے سے قبل رات ہی کو ان کی تدفین عمل میں لانے کے واقعات بیان کر چکے ہیں۔

خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلا فرمان

خلیفہ ہونے کے بعد عمر نے سب سے پہلا خط ابوعبیدہ کو لکھا جس میں ان کو خالد کے لشکر کا امیر مقرر کیا۔۔۔۔ عمر کے پاس سے ابوعبیدہ کے نام اس کی امارت اور خالد کی معزولی کا حکم پہنچا تو اس نے شرم کے مارے وہ خط خالد کو نہیں دکھایا جب دمشق خالد کے ہاتھوں فتح ہو گیا اور صلحنامہ انہی کے ہاتھوں لکھا جا چکا تب ابوعبیدہ نے خالد کو اس خط کے مضمون سے مطلع کیا۔

خالد کی معزولی کی وجہ

عمر نے خالد کو اس کی مذکورہ گفتگو کی وجہ سے معزول کر دیا تھا ابوبکر کے پورے زمانہ خلافت میں عمر، خالد سے ناراض رہے اور اس کے اعمال کو ناپسند کرتے رہے کیونکہ اس نے ابن نویرہ کو قتل کیا تھا* نیز جنگ میں بعض بے ضابطگیاں اس سے سرزد ہوئی تھیں چنانچہ خلیفہ ہوتے ہی جو بات سب سے پہلے عمر کی زبان سے نکلی وہ خالد کو معزول کرنے کے متعلق تھی آپ نے کہا میرے زمانے میں خالد کبھی کسی ذمہ دار عہدے پر نہیں رہے گا۔

تکذیب نفس کی شرط

عمر نے ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ اگر خالد اپنے نفس کی تکذیب یعنی اپنے قصور کا اعتراف کر لے تو وہ سپہ سالاری کے عہدے پر برقرار رہے اور اگر وہ اس کے لیے تیار نہیں تو تم اس کی جگہ سپہ سالار مقرر کیے جاتے ہو اس کے بعد تم اس کے سر سے اس کی دستار اتار لینا اور اس کا سارا مال نصفا نصف تقسیم کرا لینا۔

خالد کا بہن سے مشورہ

جب ابوعبیدہ نے خالد سے اس حکم کا ذکر کیا تو خالد نے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں اپنی بہن سے مشورہ کرلوں ابوعبیدہ نے مہلت دے دی۔ خالد اپنی بہن فاطمہ بنت الولید کے پاس گیا جو حارث بن ہشام کی بیوی تھی خالد نے اس سے اس معاملہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگی بخدا عمر تجھے کبھی پسند نہیں کرے گا وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم قصور کا اعتراف کرلو اور پھر وہ تمھیں معزول کردے۔ خالد نے یہ سن کر اپنی بہن کا سر چوم لیا اور کہا بیشک تم سچ کہتی ہو چنانچہ خالد نے معزول ہونا قبول کرلیا مگر اپنے نفس کی تکذیب پر تیار نہ ہوا۔

خالد کے مال کی تقسیم اور خریداری

ابوبکر کے غلام بلال ابوعبیدہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ تمھیں خالد کے متعلق کیا حکم دیا گیا ہے ابوعبیدہ نے کہا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کا عمامہ اتارلوں اور اس کا مال آدھا آدھا تقسیم کرلوں چنانچہ ابوعبیدہ نے خالد کا تمام مال تقسیم کرلیا..........

سلیمان بن یسار کہتا ہے کہ جب عمر خالد کے پاس سے گزرتے تو اس سے کہا کرتے، اے خالد! خدا کا مال جو تم دبائے بیٹھے ہو اس کو نکالو خالد کہتا بخدا میرے پاس کوئی مال نہیں ہے جب عمر نے اس کا زیادہ پیچھا کیا تو خالد نے کہا میں نے تمھاری سلطنت میں سے جو کچھ لیا اس کی قیمت چالیس ہزار درہم بھی نہیں عمر نے کہا میں تمھارا تمام اثاثہ چالیس ہزار درہم پر تم سے خریدتا ہوں۔ خالد نے کہا مجھے منظور ہے۔ عمر نے کہا میں نے تجھ سے لے لیا۔ خالد کے پاس سوائے گھر کے سامان اور چند غلاموں کے اور کچھ نہ نکلا۔ اس کی قیمت کا حساب لگایا گیا تو اسی ہزار درہم ہوئی۔ عمر نے وہ سب مال اس سے لے لیا اور اس کو چالیس ہزار درہم دے دیئے۔ کسی نے عمر سے کہا اگر آپ خالد کا سامان اسے واپس کردیتے تو مناسب تھا۔ عمر نے کہا بخدا میں مسلمانوں کا تاجر ہوں ہرگز واپس نہیں کروں گا.....

باب ۱۰

سنہ ۱۴ھ

حضرت عمر کا صرار کے چشمہ پر قیام

یکم محرم سنہ ۱۴ھ کو حضرت عمر روانہ ہوئے اور ایک چشمے پر جو صرار کے نام سے مشہور تھا ٹھہرے اور وہاں اپنے لشکر کو جمع کیا۔ لوگ ان کے ارادے سے ناواقف تھے کہ آیا وہ چلنا چاہتے ہیں یا ٹھہرنا چاہتے ہیں جب لوگوں کو آپ سے کوئی بات پوچھنا ہوتی تو براہ راست نہیں پوچھتے تھے بلکہ حضرت عثمان یا عبدالرحمٰن بن عوف کے توسط سے دریافت کرتے تھے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں حضرت عثمان ردیف کہلاتے تھے عربی زبان میں ردیف سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کے متعلق توقع ہوتی ہے کہ اس امیر کے بعد وہ امیر ہوگا۔

باب ۲

سنہ ۱۷ھ

اس سال کوفہ کی تعمیر ہوئی اور سعد نے سیف بن عمر کے قول و روایت کے مطابق مسلمانوں کو مدائن سے کوفہ کی طرف منتقل کیا۔ محرم کی سترہ تاریخ ۱۷ھ میں سعد مدائن سے کوچ کر کے کوفہ کے مقام پر لشکر آراء ہوئے۔ کوفہ فتح مدائن کے ایک سال اور دو ماہ بعد بسایا گیا تھا۔ یعنی حضرت عمر کی خلافت کے تین سال اور آٹھ ماہ بعد کوفہ آباد ہوا۔

باب ۱۲

حضرت عمر کا قتل

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بازار میں گشت کر رہے تھے کہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولولوہ انھیں ملا جو عیسائی تھا وہ بولا اے امیرالمومنین! مغیرہ سے میری سفارش کیجیے کیونکہ مجھ پر بہت بڑا اخراج لگا ہوا ہے۔ عمر نے پوچھا تم پر کتنا خراج ہے؟ وہ بولا روزانہ دو درہم۔ عمر نے پوچھا تمھارا پیشہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں بڑھئی ہوں نقاش اور لوہار بھی ہوں۔ اس پر عمر نے کہا چونکہ تم کئی کام کرتے ہو اس لیے تمھارا اخراج زیادہ نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے تم کہتے ہو کہ میں ایک ایسی پن چکی بنا سکتا ہوں کہ جو ہوا کے زور سے آٹا پیس دے۔ اس نے کہا ہاں (میں ایسا کام کر سکتا ہوں) عمر نے کہا تم میرے لیے ایک پن چکی بنا دو۔ وہ بولا اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا جس کا مشرق و مغرب میں چرچا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ عمر نے کہا کہ اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے جب اگلی صبح ہوئی تو عمر نماز کے لیے نکلا عمر نے صف بندی کے لیے کچھ اشخاص مقرر کر رکھے تھے جب صفیں بندھ جاتیں تو عمر آ کر تکبیر کہتے اور نماز شروع کر دیتے۔ اس وقت ابولولوہ لوگوں میں گھس گیا اس کے ہاتھ میں خنجر تھا اس کے دونوں طرف تیز دھار کے پھل تھے اس کا دستہ درمیان میں تھا اس نے عمر پر چھ وار کیے اس کا ایک وار ناف کے نیچے پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا پھر لوگ انھیں اٹھا کر

گھر لے گئے جہاں عبدالرحمٰن بن عوف کو بلا بھیجا اور کہا کہ میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں وہ بولا ہاں اگر آپ مجھے مشورہ دیں گے تو میں آپ کا مشورہ قبول کر دوں گا۔ عمر نے کہا تم کیا سمجھ رہے ہو وہ بولا کیا آپ اس (خلافت) کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ عمر نے کہا نہیں۔ اس پر اس نے کہا بخدا میں اس میں شامل نہیں ہوں گا۔ عمر نے کہا تم خاموش رہو تاوقتیکہ میں ان لوگوں سے مشورہ نہ کر لوں جن سے تا حیات رسول اللہؐ خوش رہے۔ تم علی، عثمان، زبیر اور سعد بن ابی وقاص کو بلاؤ (جب وہ آگئے) تو عمر نے کہا تم تین دن تک اپنے بھائی طلحہ کا انتظار کرو اگر وہ آجائے (تو بہتر ہے) ورنہ اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر لو۔

ابو طلحہ کا پہرہ

پھر عمر نے ابو طلحہ انصاری کو بلوایا اور فرمایا تم ان کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان کے پاس نہ آنے دو۔

بیٹے کو ہدایات

اے عبداللہ بن عمر! تم عائشہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ میں رسول اللہؐ اور حضرت ابو بکر کے پہلو میں دفن کیا جاؤں۔

اے عبداللہ بن عمر! اگر یہ لوگ اختلاف کریں تو تم اکثریت کا ساتھ دو اگر ایک طرف تین ہوں اور دوسری طرف بھی تین تو تم اس گروہ کے ساتھ شامل ہو جاؤ جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہو۔

وفات و تدفین

عمر نے بدھ کی رات، ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو وفات پائی اور بدھ کے دن جنازہ اٹھایا گیا عائشہ کے گھر میں رسول اللہؐ اور ابو بکر کے پاس دفن کیا گیا۔ عثمان اخنسی کے بقول ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو عمر کی وفات ہوئی عثمان کی بیعت خلافت ۲۹ ذی الحجہ کو ہوئی اور انھوں نے اپنی خلافت کا آغاز یکم محرم ۲۴ھ سے کیا۔ ابو معشر کی روایت ہے کہ حضرت عمر بدھ کے دن ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ قتل ہوئے ان کی خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہی۔ اس کے بعد عثمان بن عفان کی بیعت خلافت ہوئی۔

حضرت عمر گندم گوں دراز قد تھے ان کے سر پر بال نہیں تھے۔ حضرت عمر کی عمر کے سلسلہ میں تریپن سال کچھ ماہ، پچپن سال، ترسیٹھ، اکسٹھ اور ساٹھ سال کے اقوال ہیں۔

حضرت عمر کی ازواج

زینب بنت مظعون حجمیہ کے بطن سے عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن اکبر اور بی بی حفصہ پیدا ہوئے، ام کلثوم بنت جرول خزاعی کے بطن سے زید، اصغر اور عبیداللہ ہوئے جو جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے مارا گیا۔

ام کلثوم بنت ابی بکر کی خواستگاری مدائنی کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے ام کلثوم بنت ابی بکر کے لیے جب کہ وہ کم سن تھی نکاح کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام حضرت عائشہ کے پاس بھیجا گیا۔ ام کلثوم

کہا میں ان کے ساتھ نکاح نہیں کروں گی۔ عائشہ نے کہا تم امیر المومنین سے نکاح کرنے سے انکار کرتی ہو؟ وہ بولی وہ سخت قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں اور عورتوں کے ساتھ سخت مزاج ہیں۔

بادشاہ اور خلیفہ کا فرق

حضرت سلمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے (ایک دن) ان سے کہا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ حضرت سلمان نے ان سے کہا، اگر آپ مسلمانوں کی سرزمین سے کم وبیش مال وصول کر کے اس کا ناجائز استعمال کرتے ہیں، تو آپ بادشاہ تو ہیں مگر خلیفہ نہیں ہیں، اس بات سے حضرت عمر نے عبرت حاصل کی۔

خلافت کے بارے میں حضرت عمر اور ابن عباس کا مکالمہ

حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمدؐ کے بعد تمھاری قوم کو تم سے کس چیز نے روکا ہے میں نے اس کا جواب دینا پسند نہ کیا اس لیے میں نے کہا اگر میں نہیں جانتا تو امیر المومنین مجھے اس سے باخبر کر دیں حضرت عمر نے کہا وہ نہیں چاہتے تھے کہ تمھارے اندر نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بدسلوکی کرو۔ اس لیے قریش نے اسے (خلافت کو) اپنے لیے پسند کیا ان کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔

میں نے کہا اے امیر المومنین! اگر مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ کہوں۔ حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس! تمھیں بولنے کی اجازت ہے میں نے کہا، آپ نے کہا ہے کہ قریش نے خلافت کو اپنے لیے انتخاب کیا اور اس معاملہ میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے تو اگر قریش یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے انھیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ معاملہ صحیح ناقابل تردید اور ناقابلِ حسد ہوتا رہا۔ آپ کا یہ کہنا کہ" وہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں" تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے "یہ اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے اس وحی کو جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لیے اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے"۔

اس پر حضرت عمر نے کہا" ہائے افسوس خدا کی قسم! اے ابن عباس مجھے تمھارے متعلق ایسی خبریں ملتی ہیں کہ جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمھاری قدر و منزلت کے میرے دل

سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا۔"

میں نے کہا: "اے امیر المومنین! وہ کیا باتیں ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان انھیں دور کر سکتا ہے۔"

حضرت عمر نے کہا: "مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو انھوں نے اسے (خلافت کو) حسد اور ظلم کی وجہ سے ہم سے الگ کر رکھا ہے۔"

میں نے کہا آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل و عاقل پر ظاہر ہے جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدمؑ پر بھی کیا تھا تو ہم بھی انھیں کی اولاد ہیں کہ جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔

حضرت عمر نے کہا "اے بنو ہاشم! تمھارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائے گا۔"

میں نے کہا "اے امیر المومنین! ٹھہریئے آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام نہ لگائیے جن سے الائش اور رجس کو اللہ نے دور رکھا ہے اور انھیں حسد و فریب سے اس طرح پاک رکھا ہے جیسے رکھنے کا حق ہے کیونکہ رسول اللہ کا دل بھی بنو ہاشم کے دلوں کا ایک حصہ ہے۔

حضرت عمر نے کہا "اے ابن عباس! تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔" میں نے کہا بہت بہتر جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو انھیں شرمندگی محسوس ہوئی اور کہا اے ابن عباس! تم بیٹھے رہو۔ مجھے تمھارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمھاری خوشی پسند ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تلفی کی وہ بدنصیب ہے۔

عمران بن سواد کی روایت

عمران کہتا ہے میں نے صبح کی نماز حضرت عمر کے پیچھے پڑھی۔ سورہ سبحان اور ایک سورت انھوں نے پڑھی۔ وہ واپس جانے لگے تو میں بھی ساتھ کھڑا ہو گیا کہا کوئی ضرورت ہے میں نے کہا ہاں ایک ضرورت ہے۔ کہا ساتھ چلے آؤ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ گھر میں داخل ہوئے تو مجھے بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے کہا میں نصیحت کرنے اور خیر خواہی کے لیے آیا ہوں انھوں نے کہا ناصح کا صبح و شام خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا مسلمان قوم کو آپ کی چار باتوں پر اعتراض ہے یہ سن کر اپنے درے کا ایک سرا ٹھوڑی پر اور دوسرا سرا ران پر رکھ کر کہا ہاں بیان کرو۔

چار اعتراض

میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں آپ نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنے کی ممانعت کر دی ہے حالانکہ نہ رسول اللہ ص نے منع فرمایا تھا اور نہ ابو بکر نے۔ ایسا کرنا حلال

ہے ، حضرت عمر نے کہا یہ حلال ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں یہ سمجھ کر عمرہ ادا نہ کریں کہ حج کی بجائے وہ کافی ہے۔ حالانکہ حج اللہ کا اہم فریضہ ہے اس معاملہ میں درست طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

متعہ کی حرمت میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے اس کی اجازت تھی ہم ایک قبضہ پر متعہ کرتے اور تین دن کے بعد اس عورت کو چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت عمر نے کہا رسول اللہؐ نے ضرورت کے زمانے میں اسے حلال قرار دیا تھا پھر لوگوں کی یہ ضرورت رفع ہوگئی کیونکہ اس کے بعد میں نے کسی کو نہیں کہ اس نے اس (متعہ) پر عمل کیا ہو اور نہ دوبارہ انھوں نے اس فعل کا اعادہ کیا اب اگر کوئی ضرورت مند ہے تو وہ نکاح کر لے اور اگر تین دن کے بعد چھوڑنا چاہے تو طلاق دے کر چھوڑ دے اس معاملہ میں بھی میری رائے درست ہے۔

اُمّ ولد کی آزادی (تیسری بات) میں نے یہ کہی آپ لونڈی کو آزاد قرار دیتے ہیں جب کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہو آپ اسے اس کے آقا کی مرضی کے بغیر آزاد قرار دیتے ہیں انھوں نے کہا میں نے دو قسم کی حرمت و عزت کو ملا دیا ہے میرا مقصد خیر خواہی ہے بہر حال میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔

تشدّد کی شکایت (چوتھا اعتراض) میں نے کہا آپ کی رعایا سختی اور تشدد کی شکایت کرتی ہے اس پر آپ نے دُرہ کو اٹھایا اور اس پر ہاتھ پھیرتے رہے پھر کہا میں حضرت محمد کا زمیل (ہم رکاب) ہوں (عمر غزوہ قرقرہ الکدر میں رسول اللہ کی سواری کے پیچھے بیٹھے تھے) خدا کی قسم میں پیٹ بھر کر کھاتا ہوں اور سیراب ہو کر پیتا ہوں میں لوگوں کو دھمکاتا بھی ہوں اپنی عزت کی مدافعت بھی کرتا ہوں کبھی لوگوں کو ہاتھ سے ہٹاتا ہوں کبھی مارتا ہوں اور کبھی عصا بھی نکالتا ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں معذور سمجھا جاتا۔

جب معاویہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو کہا خدا کی قسم عمر اپنی رعایا کو خوب جانتے تھے۔

باب ۱۴

مجلسِ شوریٰ

متوقع جانشین جب عمر زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا: آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کردیں تو انہوں نے کہا میں کس کو خلیفہ مقرر کروں اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ مقرر کرتا۔ اگر میرا پروردگار مجھ سے بازپرس کرتا تو میں جواب دیتا میں نے تیرے پیغمبرؐ کو یہ فرماتے سنا تھا: "ابوعبیدہ اس امت کا امین ہے۔"

اگر ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اسے خلیفہ مقرر کرسکتا تھا۔ اگر میرا رب اس کے بارے میں مجھ سے سوال کرتا تو میں یہ کہتا کہ میں نے تیرے پیغمبرؐ کو یہ فرماتے سنا ہے:۔

"سالم اللہ سے بہت محبت کرتا ہے۔"

مجلسِ شوریٰ کا تقرّر تمھارے سامنے وہ جماعت ہے جس کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ وہ بہشت میں داخل ہوگی۔ سعید بن زیدؓ اس میں سے ہے مگر میں اسے اس جماعت میں شامل نہیں کروں گا وہ لوگ یہ ہیں علی اور عثمان یہ دونوں عبدمناف کی اولاد میں سے ہیں۔ عبدالرحمٰن اور سعد بن ابی وقاص رسول اللہؐ کے ماموں ہیں۔ زبیر بن عوام رسول اللہؐ کے حواری اور ان کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ طلحہ الخیر بن عبیداللہ بھی اسی جماعت میں سے ہیں۔

متوقع امیدوار میرا گمان غالب ہے کہ دو اشخاص یعنی علی وعثمان میں سے کوئی خلیفہ ہوگا اگر عثمان خلیفہ ہوا تو اس میں نرمی ہے اور اگر علی خلیفہ ہوئے تو ان میں ظرافت ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کو حق وصداقت کی راہ پر قائم رکھیں ...... عبدالرحمٰن بن عوف کی عقل مندی کا کیا کہنا انھیں تائید ایزدی حاصل ہے تم ان کی بات غور سے سنو۔

صہیب کو ہدایات صہیب سے کہا تم تین دن تک مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ اور علی، عثمان زبیر، سعید بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف نیز طلحہ کو اگر وہ آ جائے تو کسی ایک مقام پر جمع کردو اور عبداللہ بن عمر کو بھی شریک کر لو۔ مگر اسے اس معاملہ (انتخاب) کا حق حاصل نہیں ہوگا تم ان کے سر پر کھڑے ہو جاؤ اگر پانچ متفق ہو کر ایک شخص کا انتخاب کر لیں اور ایک شخص مخالف ہو تو اس کا سر تلوار سے پاش پاش کر دو اور اگر چار متفق ہوں اور دو مخالف ہوں تو ان دونوں کی گردنیں اڑا دو۔

اگر تین اشخاص ایک شخص پر متفق ہوں اور تین دوسرے شخص پر تو عبداللہ بن عمر کو ثالث اور فریقین میں سے جس کے بارے میں وہ فیصلہ کرے اس کا انتخاب کر لیا جائے اور اگر وہ لوگ عبداللہ بن عمر کے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں تو تم ان لوگوں کی حمایت کرو جن کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف ہو اور باقی لوگوں کو قتل کردو۔

حضرت علیؑ حضرت علیؑ کی ملاقات حضرت عباس سے ہوئی انھوں نے فرمایا وہ (خلافت) ہمارے ہاتھ سے چلی گئی وہ بولے، آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ انھوں نے فرمایا عثمان کو میرے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے اور عمر نے کہا ہے "تم اکثریت کا ساتھ دینا" نیز اگر دو افراد کسی کی حمایت کریں اور دوسرے دو افراد کسی اور کی حمایت کریں تو ان کے ساتھ رہو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف شامل ہو۔ لہٰذا سعد اپنے چچا زاد بھائی کی مخالفت نہیں کرے گا۔ عبدالرحمٰن، عثمان کا رشتہ دار ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ عبدالرحمٰن، عثمان کو خلیفہ مقرر کر دے گا یا عثمان عبدالرحمٰن کو، اگر باقی دو (طلحہ و زبیر) بھی میرے ساتھ رہے تو ان سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ بلکہ مجھے تو صرف ایک سے (حمایت کرنے کی) توقع ہے۔"

مجلس شوریٰ جب عمر دفن ہو چکے تو مقداد نے اہلِ شوریٰ کو مسور بن مخرمہ کے گھر یا بیت المال والے مکان میں یا عائشہ کی اجازت سے ان کے حجرے میں جمع کیا۔

یہ لوگ تعداد میں پانچ تھے۔ عبداللہ بن عمر بھی ان کے ساتھ تھا۔ طلحہ موجود نہیں تھا۔۔۔ اتنے میں عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ بھی آکر دروازے کے قریب بیٹھ گئے لیکن سعد نے انھیں کنکریاں مار کر اٹھوا دیا اور کہا

"تم یہ چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ہم بھی مجلس شوریٰ میں شریک تھے"۔

دست برداری

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا تم میں سے کون ہے جو خود بخود دستبردار ہو کر اس بات کی کوشش کرے کہ وہ تم میں سے بہترین شخصیت کو خلیفہ بنوائے۔ کسی نے اس بات کا جواب نہیں دیا اس پر اس نے کہا میں خود دستبردار ہوتا ہوں۔ عثمان نے کہا "میں سب سے پہلے آپ کی اس کوشش کیلئے تائید کرتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو اس سرزمین کا امین ہے وہ آسمان کا بھی امین ہے باقی سب لوگوں نے کہا ہم سب (آپ کو مختار بنانے میں) رضامند ہیں"۔ مگر حضرت علیؑ خاموش رہے اس پر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا "اے ابوالحسنؑ! آپ کی رائے کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "تم مجھ سے پختہ عہد کرو کہ حق وصداقت کو ترجیح دو گے" خواہش نفسانی کی پیروی نہیں کرو گے" کسی رشتہ دار کے ساتھ رعایت نہیں کرو گے اور قوم کے ساتھ (خیر خواہی کرنے میں) کوتاہی نہیں کرو گے"۔

مُعاہدہ

عبدالرحمٰن نے کہا تم سب بھی پختہ وعدہ کرو کہ مخالف اور تبدیل ہونے والے کے مقابلہ میں تم سب میرا ساتھ دو گے اور تمھارے لیے جس شخص کو (خلیفہ کی حیثیت میں) میں انتخاب کروں تم اس کو تسلیم کرو گے۔ میں بھی اللہ سے مستحکم عہد کرتا ہوں کہ میں کسی رشتہ دار سے اس کی رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کروں گا۔ اور نہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے میں کوتاہی کروں گا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے سب لوگوں سے عہد لیا اور خود بھی ان کے ساتھ اس قسم کا معاہدہ کیا پھر حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر کہا

"آپ دعویٰ کرتے"۔

اصحابِ شوریٰ کی طلبی

جب وہ رات آئی جس کی صبح کو وہ مقررہ مدت پوری ہوتی تھی تو عبدالرحمٰن، مسور بن مخرمہ کے گھر آیا اور اسے جگا کر کہا تم سو رہے ہو جبکہ میں اس رات بالکل نہیں سو سکا تم جا کر زبیر اور سعد کو بلا لاؤ۔ وہ ان دونوں کو بلا لایا تو عبدالرحمٰن نے سب سے پہلے زبیر سے مسجد کے آخری حصہ میں اس چبوترے پر گفتگو شروع کی جو مروان کے گھر کے قریب تھا اور اس سے کہا "تم عبدمناف کے ان دونوں فرزندوں کیلئے اس امر کو چھوڑ دو (یعنی ان دو میں سے کسی ایک کو انتخاب کرو) زبیر نے کہا، "میری رائے علیؑ کے لیے ہے"۔ پھر سعدؓ نے مخاطب ہو کر کہا میں تو اس معاملہ سے دستبردار ہوں اس لیے تم اپنی رائے مجھے دو میں جس کو چاہوں انتخاب کر لوں۔ اگر تم خود اپنا انتخاب کرتے ہو تو کیا ہی اچھا ہوتا اور اگر تم عثمان کا انتخاب کرتے ہو تو پھر (حضرت) علیؑ مجھے زیادہ پسند ہیں ..... مجھ

زبیر اور سعد چلے گئے۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے اب مسور بن مخرمہ کو حضرت علیؑ کے پاس بھیجا (وہ انھیں بلا لایا) اس نے حضرت علیؑ کے ساتھ طویل عرصہ تک اس طرح سرگوشی کی جس سے یہ یقین ہوتا تھا کہ وہی خلیفہ ہوں گے پھر وہ اٹھ کر چلے گئے تو اس نے مسور بن مخرمہ کے ذریعہ عثمان کو بلوایا اور وہ دونوں بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کی اذان نے ان دونوں کو جدا کیا۔

عبدالرحمٰن کا خطاب

جب مسلمانوں نے صبح کی نماز پڑھ لی تو مجلس شوریٰ منعقد ہوئی مہاجرین، قدیمی انصار اور سپہ سالاروں کو بلایا گیا جب سب لوگ جمع ہو گئے اور مسجد نبویؐ لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی تو عبدالرحمٰن بن عوف نے (لوگوں سے مخاطب ہو کر) کہا "اے لوگو! لوگ چاہتے ہیں کہ شہر والے اپنے شہروں کی طرف واپس جائیں تو انھیں معلوم ہو کہ ان کا امیر (اور خلیفہ) کون ہے؟"

حضرت علیؑ کی حمایت

حضرت عمار نے کہا "اگر آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو تو آپ (حضرت) علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں" حضرت مقداد نے بھی کہا "عمار سچ کہتے ہیں اگر آپ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو ہم بھی اطاعت کریں گے۔"

حضرت عثمان کی حمایت

ابن ابی سرح نے کہا "اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کے ہاتھ پر بیعت کریں"۔ عبداللہ بن ابی ربیع نے کہا "یہ سچ ہے اگر آپ عثمان کے ہاتھ پر بیعت کریں تو ہم بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔"

اس پر حضرت عمار نے ابن ابی سرح کو برا بھلا کہا اور بولے کہ تم کب سے مسلمانوں کے خیر خواہ بنے ہو۔ اتنے میں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں تکرار ہونے لگی تو عمار نے کہا "اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں صرف اپنے پیغمبرؐ آنحضرت اور اپنے دین و مذہب کے ذریعہ عزت و تکریم بخشی ہے اس لیے تم کب تک اس امر (خلافت) کو اپنے پیغمبرؐ کے اہل بیت سے دور رکھو گے"۔ اس پر قبیلہ مخزوم کا ایک شخص کہنے لگا "اے ابن سمیہ (عمار) تم اپنی حد سے آگے بڑھ گئے ہو تمھارا اس چیز سے کیا تعلق ہے قبیلہ قریش بذات خود اپنے امیر (خلیفہ) کا انتخاب کرے گا۔"

اس پر سعد بن ابی وقاص نے کہا "اے عبدالرحمٰن جلدی فیصلہ کرو اس سے پہلے کہ لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں"۔ عبدالرحمٰن نے کہا "میں نے خوب غور و فکر کر لیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی کر لیا ہے اس لیے تم لوگ دخل نہ دو۔"

حضرت علیؑ سے عہد لینا چاہا عبدالرحمٰن نے حضرت علیؑ کو بلایا اور کہا ہم آپ سے اللہ کا پختہ عہد و پیمان لے کر معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کتاب اللہ سنت نبویؐ اور پہلے دونوں خلفاء کے طریقے پر چلیں گے۔

جواب حضرت علیؑ نے جواب دیا "مجھے توقع ہے (کہ سیرت شیخین کے بجائے) میں اپنے علم و قدرت کے مطابق یہ کام اور یہ عمل کروں گا۔

حضرت عثمان کا جواب پھر حضرت عثمان کو بلایا اور ان کے سامنے وہی الفاظ دہرائے، جو (حضرت) علیؑ کے سامنے کہے تھے۔ اس پر عثمان نے کہا "ہاں ہم اس پر عمل کریں گے۔"

عثمان کی بیعت اس پر عبدالرحمٰن نے عثمان کی بیعت کرلی۔

حضرت علیؑ کا اعتراض اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا "یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر غلبہ حاصل کیا، بہرحال صبر کرنا بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلہ میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی خدا کی قسم! تم نے عثمان کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے تاکہ خلافت کا معاملہ تمہارے ہاتھ میں چلا جائے اس طرح اللہ روزانہ نئے سنئے انقلاب دکھاتا ہے۔"

عبدالرحمٰن کا جواب اے علیؑ! آپ مخالفانہ دلیل اور حجت پیش نہ کریں میں نے اچھی طرح غور و فکر کرلیا ہے اور لوگوں سے مشورے بھی کیے۔ انھوں نے عثمان کے علاوہ کسی کی تائید نہیں کی"۔ حضرت علیؑ یہ کہتے ہوئے چلے گئے "بہت جلد لکھی ہوئی بات اپنے انجام پر پہنچ جائے گی۔"

حضرت مقداد کی حق گوئی حضرت مقداد نے فرمایا اے عبدالرحمٰن! "تم نے ایسے شخص کو نظر انداز کردیا ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو حق و صداقت کے مطابق فیصلہ کرتے اور اسی کے مطابق عدل و انصاف قائم کرتے۔" .... حضرت مقداد نے یہ بھی کہا "پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد اہل بیت پر ایسا وقت نہیں آیا جیسا میں نے اس وقت مشاہدہ کیا ہے مجھے قریش پر تعجب ہے کہ انھوں نے میرے علم و قول کے مطابق ایسے شخص کو نظر انداز کیا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی عالم اور عادل منصف نہیں ہے۔ کاش کہ مجھے اس کے مددگاروں کی

جماعت مل جاتی۔

اہلِ بیت کا مفہوم

ایک شخص نے مقداد سے پوچھا اللہ آپ پر رحم کرے۔ اہلِ بیت سے کون مراد ہیں اور ایسا شخص کون ہے تو وہ بولے اہلِ بیت سے مراد اولادِ عبدالمطلبؑ ہے اور ایسا شخص (حضرت) علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

قریش کا نقطہ نظر

حضرت علیؑ نے فرمایا لوگوں کی نظریں قبیلہ قریش پر لگی ہوئی ہیں اور اہلِ قریش اپنے ہاں سوچ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اگر بنو ہاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت ان کے خاندان سے ہرگز نہیں نکلے گی اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ (انھی کے خاندانوں میں) باری باری گردش کرتی رہے گی۔

حضرت علیؑ کی تقریر

پھر حضرت علیؑ نے یوں ارشاد فرمایا:۔

"اللہ ہی حمد و ثنا کا مستحق ہے جس نے ہم میں سے حضرت محمدؐ کو ہماری طرف رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہم مرکزِ نبوت، معدنِ حکمت اور اہلِ زمین کے لیے باعثِ امن و امان اور طالبِ نجات کے لیے سببِ نجات ہیں۔"

حقِ خلافت

یہ خلافت ہمارا حق ہے اگر تم اسے دو گے تو ہم قبول کریں گے اور اگر نہ دو گے ہم اونٹوں کی پشت پر سوار ہو کر چلے جائیں گے۔ خواہ ہماری شبِ اوّل کتنی ہی طویل ہو۔

اگر رسول اللہؐ ہمارے لیے کوئی معاہدہ کرتے تو ہم اس معاہدے کو نافذ کراتے اور اگر آپ ہم سے کوئی بات کہتے تو ہم مرتے دم تک اس قول پر ڈٹے رہتے۔ دعوتِ حق اور صلہ رحمی میں کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا تاہم قدرت و اختیار صرف اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

مستقبل کے بارے میں پیشینگوئی

تم میرا کلام سنو اور میری بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کیونکہ ممکن ہے کہ اس اجتماع کے بعد تم یہ دیکھو کہ تلواریں بے نیام ہو گئی ہیں اور امانت میں خیانت ہونے لگی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایسی جماعت بناؤ جن میں بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ لوگ جاہل لوگوں کے پیرو ہو جائیں۔"[1]

مسور کی روایت

جب تیسری رات آئی تو عبدالرحمٰن نے مجھے آواز دی "اے مسور!" میں نے کہا لبیک"۔ انھوں نے کہا تم سو رہے ہو۔ خدا کی قسم تین راتوں سے میں نے آنکھ نہیں جھپکی۔ تم جا کر حضرت علیؑ و عثمان کو بلا لاؤ۔ میں نے کہا ماموں! "پہلے کس کو بلاؤں"؟

وہ بولے جس کو تم چاہو، چنانچہ میں نکل کر (سب سے پہلے) حضرت علیؑ کے پاس گیا کیونکہ میرا میلان طبع ان کی طرف تھا.......... حضرت علیؑ میرے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم اپنی نشست گاہوں کے قریب آئے حضرت علیؑ وہاں بیٹھ گئے پھر میں حضرت عثمان کے پاس گیا........ چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم دونوں اکٹھے وہاں پہنچے۔ میرے ماموں علیؑ و عثمان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے میں نے تم دونوں کے بارے میں اور دوسرے لوگوں کے بارے میں (مختلف حضرات سے) دریافت کیا تو وہ آپ دونوں سے آگے نہیں بڑھے۔

حضرت علیؑ سے سوال

اے علیؑ! کیا آپ میرے سامنے کتاب اللہ، سنت نبویؐ اور حضرات ابوبکر و عمر کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا "نہیں بلکہ میں (سیرت شیخین کی بجائے) اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق عمل کروں گا"۔

حضرت عثمان سے خطاب

پھر وہ حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر کے طریقے پر عمل کرنے کا عہد کرتے ہو" انھوں نے کہا ہاں۔ اس پر انھوں نے اپنے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کیا ہم کھڑے ہوگئے اور مسجد نبویؐ میں داخل ہو گئے۔ اعلان کرنے والے نے اعلان کیا "جماعت تیار ہے"۔

عبدالرحمٰن کا خطاب

اے لوگو! میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ تمھارے لئے خلیفہ کے بارے میں مشورہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ تم صرف ان دونوں میں سے ایک کے حامی ہو یا تم حضرت علیؑ کے طرفدار ہو یا عثمان کے حامی ہو۔ اے علیؑ! آپ کھڑے ہوں اس پر حضرت علی منبر کے نیچے کھڑے ہو گئے عبدالرحمٰن نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا:۔

حضرت علیؑ سے استفسار

کیا آپ میرے سامنے کتاب اللہ، سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہیں انھوں نے کہا "نہیں" بلکہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل کروں گا"۔

اس کے بعد انھوں نے حضرت علیؑ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پکار کر کہا اے عثمان تم میرے پاس آؤ (جب وہ آئے) تو انھوں نے انھیں حضرت علیؑ کی جگہ پر کھڑا کر کے پوچھا کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ سنت نبوی اور حضرات ابوبکر و عمر کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو انھوں نے کہا "ہاں" اس پر انھوں نے اپنا سر مسجد نبوی کی چھت کی طرف بلند کیا اس وقت ان کا ہاتھ عثمان کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ کہہ

رہے تھے "اے اللہ! تو سن اور گواہ رہ میں نے وہ (ذمہ داری) جو میری گردن میں تھی عثمان کی گردن میں ڈال دی"۔

عبیداللہ بن عمر کی طلبی

پھر عثمان مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور وہاں عبیداللہ بن عمر کو بلوایا جو سعد بن ابی وقاص کے گھر میں مقید تھا کیونکہ جب عبیداللہ بن عمر نے (اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے) جفینہ، ہرمزان اور ابولولوہ کی بیٹی کو قتل کر دیا تو سعد نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی۔ ورنہ وہ (عبیداللہ) کہہ رہا تھا بخدا میں ان سب افراد کو قتل کر دوں گا جو میرے باپ کے قتل میں شریک تھے اس کا اشارہ بعض مہاجرین و انصار کی طرف بھی تھا۔ سعد نے اس سے تلوار چھین لی اور اس کے بال پکڑ کر اسے زمین پر گرا دیا اس کے بعد اسے اپنے گھر میں بند کر دیا (وہ وہیں قید تھا) یہاں تک کہ عثمان نے (بیعت خلافت کے بعد) اسے رہا کرایا اور اپنے پاس بلوایا۔

عبیداللہ کے بارے میں مشورہ

عثمان نے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت سے کہا "تم مجھے اس شخص کے بارے میں مشورہ دو جس نے اسلام میں (ان اشخاص کو قتل کر کے) رخنہ ڈال دیا ہے حضرت علی نے فرمایا:۔

"میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کر دو"۔

مہاجرین میں سے کسی نے کہا کل عمر مارے گئے اور آج ان کے بیٹے کو قتل کیا جا رہا ہے عمرو عاص نے کہا اے امیرالمومنین! یہ واقعہ اس وقت ہوا جب آپ کی حکومت نہیں تھی بلکہ آپ کے دور سے پہلے کا واقعہ ہے اس وقت مسلمانوں کا کوئی حاکم نہیں تھا۔

حضرت عثمان نے کہا میں مسلمانوں کا ولی ہوں میں نے اس قتل کے لیے دیت مقرر کر دی ہے

باب ۱۵

حضرت عثمان کا دور خلافت ۲۴ھ

ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان کی بیعت خلافت ۲۹ ذی الحجہ ۲۳ھ میں ہوئی وہ پیر کا دن تھا دوسرے دن یکم محرم ۲۴ھ (کے نئے سال) ان کا خلیفہ کی حیثیت سے استقبال کیا گیا۔

۲۵ھ

اس سال یزید بن معاویہ پیدا ہوا اور اسی سال معاویہ کی قیادت میں کئی قلعے فتح ہوئے۔

۲۶ھ

اس سال حضرت عثمان نے حرم کعبہ کی تجدید اور توسیع کا حکم دیا انھوں نے توسیع حرم کے لیے کچھ لوگوں سے "کچھ زمینیں خرید لیں مگر کچھ لوگوں نے انکار کیا تو عثمان نے ان کی عمارتیں گرا دیں اور ان کی قیمتیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان کے پاس جا کر چیخ و پکار کی" انھوں نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا اور کہا میرے حلم و بردباری سے تمھیں یہ جراءت ہوئی۔ (کہ تم مجھ پر چلاتے ہو) جب تمھارے ساتھ حضرت عمر نے اس قسم کی کارروائی کی تھی تو تم ان پر چیخے چلائے نہیں تھے

۲۷ھ۔ اس سال کا مشہور ترین واقعہ افریقہ کی فتح ہے۔

۲۸ھ۔ واقدی کے قول کے مطابق ۲۸ھ میں قبرص فتح ہوا۔ اسی سال حضرت عثمان نے نائلہ بنت فرافصہ سے نکاح کیا جو ایک عیسائی خاتون تھی۔ اسی سال حضرت عثمان نے مدینہ میں اپنے مکان کی تعمیر مکمل کی۔

باب ۱۶

سنہ ۲۹ ھ

منیٰ میں پوری نماز

صالح بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس کو یہ کہتے سنا کہ سب سے پہلے لوگوں نے حضرت عثمان کے خلاف جو اعتراض کیا وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہدِ خلافت میں منیٰ کے مقام پر (حج کے زمانے میں دو رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے مگر جب ان کا چھٹا سال خلافت آیا تو پوری نماز پڑھی اس پر متعدد صحابہ نے اعتراض کیا ....

حضرت علیؑ کا اعتراض

حضرت علیؑ نے بھی ان کے پاس آکر فرمایا ایسی بات پہلے نہیں ہوئی اور نہ زیادہ عرصہ گذرا ہے جبکہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ وہ (اس موقعہ پر) دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، پھر ابوبکر و عمر اور تم خود بھی اپنی خلافت کے آغاز میں (دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے) اب مجھے معلوم نہیں کہ تم نے کس طرف رجوع کیا ہے" حضرت عثمان نے کہا "یہ میرا ذاتی اجتہاد ہے" (عبدالرحمن نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی اور ان کے اس فعل کو خدا اور رسول اور سیرت شیخین کے خلاف قرار دیا)۔

سنہ ۳۰ ھ - سنہ ۳۰ ھ میں ابوذر اور معاویہ کا واقعہ پیش آیا۔ معاویہ نے ابوذر کو شام سے مدینہ کی طرف بھیج دیا۔ ان کے شام سے بھجوانے کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں اکثر باتیں ایسی ہیں کہ جنھیں ذکر کرنا مجھے پسند نہیں (غور کیجیے)

حضرت ابوذر شام میں قیام کے دوران مواعظ و تلقین کرتے تھے اور اکثر کہتے "اے دولتمند لوگو! تم غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو، وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے تم انھیں آگ کے ٹھکانے کی خوشخبری سناؤ، جہاں ان کی پیشانیاں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا"

حضرت ابوذر کی شکایت

حضرت ابوذر اسی قسم کی تقریریں کرتے رہے یہاں تک کہ غریب طبقے پر ان باتوں کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے دولت مندوں کو

بھی (ان باتوں پر) مجبور کیا۔ دولت مند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا یہ حالت دیکھ کر معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ ابوذر میرے لیے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں اور ایسی ویسی باتیں کہتے پھرتے ہیں۔

حضرت عثمان نے تحریر کیا "ابوذر کو میرے پاس بھیج دو۔"

چنانچہ معاویہ نے حضرت ابوذر غفاری کو ایک رہنما کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب وہ مدینہ آئے وہاں انھوں نے مختلف قسم کی خفیہ مجالس اور محفلیں دیکھیں اس پر انھوں نے یہ پیشین گوئی کی۔

"تم اہلِ مدینہ کو سخت غارت گری اور یادگار جنگ کی بشارت دی جاتی ہے۔"

حضرت ابوذر مدینہ سے نکل کر ربذہ چلے گئے وہاں انھوں نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ ابوذر اپنی خوشی سے ربذہ کے مقام کی طرف چلے گئے جبکہ انھوں نے دیکھا کہ عثمان ان کی طرف مائل نہیں ہے .... دوسرے مؤرخین نے ان کے (ربذہ جانے اور دیگر امور کے بارے میں) اسباب میں بہت بری باتیں بیان کی ہیں جن کا ذکر کرنا میں (صاحب تاریخ) نے مناسب نہیں سمجھا۔

۳۰ھ ہی میں حضرت عثمان نے (نماز جمعہ کے لیے) تیسری اذان کا اضافہ کیا اور حج کے موقع پر منیٰ کے مقام میں پوری چار رکعت نماز پڑھی۔

باب ۱۷

۳۱ھ

جب حضرت عمر کی وفات ہوئی اس وقت معاویہ دمشق اور اردن کا حاکم و گورنر تھا اور عمیر بن سعد حمص اور قنسرین کا حاکم تھا۔ قنسرین کو (بعد میں) معاویہ نے اپنے عراق کے حامیوں سے آباد کر دیا تھا۔

معاویہ کی تقرری کی ابتداء

یزید بن ابی سفیان کے مرجانے پر حضرت عمر نے معاویہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا تھا جب ابوسفیان کو یزید کی موت کی خبر سنائی گئی تو اس نے پوچھا اے امیر المومنین! آپ نے اس کی عملداری پر کس کو مقرر کیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا "معاویہ کو۔" اس طرح معاویہ اردن اور دمشق دونوں کا حاکم مقرر ہوا۔

شام کے علاقے کے حکام

جب حضرت عمر کی وفات ہوئی تو عمیر بن سعد حمص و قنسرین کا حاکم تھا، علقمہ بن مجزز فلسطین کا حاکم تھا معاویہ دمشق و اردن کا اور عمرو بن عاص مصر کا حاکم تھا۔

حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے شام کے پورے علاقے میں حضرت عمر کے حکام کو بحال رکھا جب فلسطین کا حاکم عبدالرحمن بن علقمہ مرگیا تو اس کی عمل داری معاویہ کی عملداری میں شامل کردی۔ نیز عمیر بن سعید بیمار ہوا اس نے اپنے عہدے سے استعفا دیا اور گھر جانے کی اجازت چاہی تو اس کا علاقہ بھی معاویہ کو دے دیا۔ اس طرح سے حضرت عثمان کی خلافت کے دوسرے سال میں معاویہ شام کے سارے علاقے کا حاکم و گورنر بن گیا۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف بعض الزامات

انھوں نے ایک ایسے شخص کو حاکم و گورنر مقرر کیا جس کے خون کو رسول اللہؐ نے مباح قرار دیا تھا اور قرآن کریم نے اس کے کفر کا اعلان کیا تھا۔ رسول اللہؐ نے ایک جماعت کو مدینہ سے نکال دیا تھا لیکن انھوں نے ان لوگوں کو واپس بلالیا اور رسول اللہؐ کے صحابہ کرام کو نکال دیا نیز انھوں نے سعید بن عاص اور عبداللہ بن عامر کو حاکم مقرر کیا۔

۳۲ھ

اسی سال حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فوت ہوئے ان کی عمر اٹھاسی سال تھی وہ رسول اللہؐ سے تین سال بڑے تھے۔

حضرت ابوذر کی وفات

سیف کی روایت ہے کہ اسی سال حضرت ابوذر غفاری نے بھی وفات پائی جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے حضرت عثمان کی خلافت کے آٹھویں سال ماہِ ذوالحجہ میں جب ابوذر مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے اپنی بیٹی سے فرمایا:۔

"اے میری بیٹی! تم کسی کو آتے ہوئے دیکھ رہی ہو؟"

وہ بولیں "نہیں" اس پر انھوں نے فرمایا "ابھی میری موت کا وقت نہیں آیا پھر انھوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا تو انھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ پھر اسے پکایا۔ بعد ازاں انھوں نے فرمایا جب وہ لوگ آجائیں جو مجھے دفن کریں گے تو ان سے کہنا ابوذر تمھیں قسم دے کر یہ کہہ گئے ہیں کہ تم واپس جانے

کے لیے اس وقت سوار نہ ہو نا جب تک تم کھانا نہ کھاؤ۔

جب انھوں نے کھانا پکا لیا تو فرمایا دیکھو تم کسی کو دیکھ رہی ہو ؟ وہ بولیں ہاں ! یہ سوار آرہے ہیں اس پر انھوں نے کہا میرا رخ قبلہ کی طرف کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا کیا اس پر آپ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بعد ازاں ان کی صاحبزادی نے نکل کر ان (سواروں) کا استقبال کیا اور کہا اللہ تم پر رحم کرے، تم ابوذر کے پاس جاؤ وہ بولے :۔

"وہ کہاں ہیں ؟"

ان کی صاحبزادی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمیں کہا "وہ فوت ہو گئے تم انھیں دفن کرو۔ وہ بولے کیا خوب سعادت مندی ہمیں اللہ نے عطا فرمائی ہے اہل کوفہ کے اس قافلہ میں عبداللہ بن مسعود بھی تھے وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت عبداللہ بن مسعود رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا :۔

"وہ (ابوذر) تن تنہا دنیا سے رخصت ہوں گے اور تن تنہا دوبارہ اٹھیں گے"۔

تکفین و تدفین

ان لوگوں نے انھیں غسل دیا کفن پہنایا پھر انھوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں دفن کر دیا جب انھوں نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی صاحبزادی نے ان سے کہا بے شک ابوذر نے تمھیں سلام کہا تھا اور آپ کو قسم دے کر یہ کہا تھا کہ آپ سوار ہونے سے پہلے کھانا تناول فرمائیں چنانچہ انھوں نے کھانا کھایا پھر ابوذر کے اہل و عیال کو سوار کرا کر مکہ معظمہ لے آئے۔

چودہ سوار

حلحال بن ذری بیان کرتا ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے ساتھ روانہ ہوئے تو چودہ سوار تھے جب ہم ربذہ کے مقام پر پہنچے تو ایک عورت ہمیں ملی اس نے ہم سے کہا "تم ابوذر کے پاس جاؤ" ہمیں اس سے پہلے ان کا کوئی حال معلوم نہیں تھا اس لیے ہم نے کہا کہ حضرت ابوذر کہاں ہیں اس عورت نے ایک خیمہ کی طرف اشارہ کیا ہم نے پوچھا انھیں کیا ہوا ہے اس نے کہا انھوں نے کسی بنا پر مدینہ چھوڑ دیا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود نے دریافت کیا انھوں نے صحرا نشینی کیوں اختیار کی۔ امیر المومنین نے اس بات کو ناپسند کیا تھا مگر وہ یہ فرماتے تھے کہ یہ بھی مدینہ ہے۔

اس پر عبداللہ بن مسعود ادھر گئے وہ رو رہے تھے پھر ہم نے انھیں غسل دیا اور کفن پہنایا اس وقت

اس کا خیمہ مُشک کی خوشبو سے بسا ہوا تھا۔ ہم نے اس خاتون (ان کی لڑکی) سے پوچھا یہ کیا ہے ؟ اس نے بتایا "ان کے پاس مشک تھی جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگے "مُردے کے پاس کچھ لوگ آئیں گے انھوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا تو وہ خوشبو سونگھیں گے چنانچہ انھوں نے مشک کو پانی میں ڈبویا اور اس پانی کو تمام خیمے میں چھڑک دیا پھر فرمایا تم اس خوشبو سے ان کا استقبال کرنا اور یہ گوشت پکا کر انھیں دینا کیونکہ میرے پاس صالح قوم آئے گی اور وہی لوگ میرے دفن کا انتظام کریں گے تم ان کی مہمان نوازی ضرور کرنا" چنانچہ جب ہم نے انھیں دفن کر دیا تو ان کی صاحبزادی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی، ہم نے کھانا کھایا۔

باب ۱۹

۳۴ھ

اس سال حضرت عثمان کے مخالفین نے باہمی خط وکتابت کی تاکہ وہ سب حضرت عثمان کے مبینہ قابل اعتراض کاموں پر غور کرنے کے لیے جمع ہوں۔ علاء بن عبد اللہ عنبری کی روایت ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر حضرت عثمان کے اعمال پر تنقید کرنے لگی آخر کار انھوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا ایک نمائندہ بھیجیں جو حضرت عثمان سے جا کر گفت وشنید کرے اور انھیں ان کے (قابل اعتراض) اعمال سے مطلع کرے۔ چنانچہ انھوں نے عامر بن عبد اللہ تمیمی عنبری کو بھیجا جو عامر بن عبد قیس کے نام سے مشہور ہے۔

عامر کی گفتگو

جب حضرت عثمان کے پاس پہنچے تو کہنے لگے، مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی۔ اور انھوں نے آپ کے اعمال پر غور وفکر کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ سنگین کاموں کے مرتکب ہوئے ہیں لہذا آپ اللہ بزرگ و برتر سے ڈریں، توبہ کریں اور ان کاموں سے پرہیز کریں۔

اللہ کہاں ہے

حضرت عثمان نے کہا اس شخص کو دیکھو لوگ کہتے ہیں وہ بڑا قاری (عالم) ہے مگر وہ آکر مجھ سے حقیر باتوں کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے بخدا وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ کہاں ہے ؟ عامر نے کہا کیا میں نہیں جانتا کہ اللہ کہاں ہے۔ حضرت عثمان نے کہا

"ہاں، بخدا تم نہیں جانتے کہ اللہ کہاں ہے"۔

عامر نے کہا "کیوں نہیں میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تمھاری گھات میں ہے"۔

حکام و گورنروں کا اجتماع

اس کے بعد حضرت عثمان نے معاویہ بن ابوسفیان، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، سعید بن عاص، عمرو بن عاص اور عبداللہ بن عامر کو بلا بھیجا اور انھیں اکٹھا کیا تاکہ وہ ان لوگوں سے اپنی مملکت کے بارے میں مشورہ کریں اور لوگوں کے مطالبات اور فراہم کردہ معلومات پر غور کریں جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:۔

"ہر شخص کے وزراء اور خیر خواہ ہوتے ہیں تم میرے وزراء اور خیر خواہ ہو (مشیر) اور قابلِ اعتماد افراد ہو۔ عوام نے وہ کام کیے ہیں جو تم نے دیکھ لیے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ میں اپنے حکام کو معزول کروں اور جو باتیں انھیں ناپسند ہیں ان سے پرہیز کروں، اور جو انھیں پسند ہیں انھیں اختیار کروں اس لیے تم غور و فکر کر کے مجھے مشورہ دو"۔

جہاد پر مامور کریں

عبداللہ بن عامر نے کہا "اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ انھیں جہاد کا حکم دیں، جس میں وہ مشغول رہیں گے آپ انھیں فوجی مہموں کی طرف آمادہ کریں تاکہ وہ آپ کے مطیع رہیں اور اپنے کاموں میں مصروف رہیں"۔

خطرہ کا انسداد

پھر حضرت عثمان، سعید بن عاص کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا تمھاری کیا رائے ہے"؟ وہ بولا "اے امیر المومنین! اگر آپ ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ بیماری کا قلع قمع کریں اور اس خطرے کا سدّباب کریں جس کا آپ کو اندیشہ ہے اگر آپ میری رائے پر عمل کریں تو آپ صحیح راستے پر پہنچ جائیں گے" حضرت عثمان نے کہا وہ کیا رائے ہے؟ وہ بولا:۔

عظیم افراد کا فقدان

"ہر قوم کی قیادت کرنے والی چند شخصیتیں ہوتی ہیں جب وہ رخصت ہو جاتی ہیں تو قوم میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر انکی شیرازہ بندی نہیں ہوتی ہے"۔

حضرت عثمان نے کہا یہ رائے (اچھی ہے) "اگر اس میں "چند باتیں دقت طلب" نہ ہوتیں۔"

حکام کی ذمہ داری

پھر وہ معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا تمھاری رائے کیا ہے"؟ معاویہ نے کہا "اے امیر المومنین! میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکام پر یہ معاملات چھوڑ دیں۔ میں اپنے علاقے کے معاملات کا ذمہ دار ہوں"۔

مال کے ذریعہ خانہ پُری

پھر آپ عبداللہ بن سعد سے مخاطب ہوئے اور کہا تمھاری کیا رائے ہے؟" تو اس نے کہا "اے امیرالمومنین میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں پر بُری طرح سوار ہو گئے ہیں آپ اعتدال کے ساتھ کام کرنے کا قصد کریں اگر یہ نہ کر سکیں تو الگ ہو جائیں اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو مصمم ارادہ کر کے آگے بڑھیں" حضرت عثمان نے کہا "تم جلے پھپھولے کیوں پھوڑ رہے ہو کیا تم سنجیدگی کے ساتھ یہ باتیں کر رہے ہو؟"

عمرو بن عاص کی صفائی

اس پر وہ کافی دیر خاموش رہے جب لوگ منتشر ہو گئے تو عمرو بن عاص نے کہا "اے امیرالمومنین! یہ بات نہیں ہے آپ مجھے زیادہ عزیز ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے ہر ایک کی باتیں لوگوں کے کانوں تک پہنچیں گی۔ اس لیے میں نے چاہا کہ میں اپنی بات عوام تک پہنچاؤں تاکہ وہ مجھ پر اعتماد کریں اور آئندہ میں آپ کے کام آسکوں یا آپ کی طرف سے کسی شر و فساد کو دور کر سکوں۔"

(دوسری روایت کے مطابق) عمرو بن عاص نے کھڑے ہو کر کہا "اے عثمان! آپ بنی امیہ کی طرح لوگوں پر سوار ہو گئے ہیں آپ کچھ کہتے ہیں وہ لوگ کچھ اور کہتے ہیں آپ بھی (راہ راست سے) بھٹک گئے ہیں اور وہ بھی بھٹک گئے ہیں۔ آپ اعتدال کی راہ پر چلیں یا الگ ہو جائیں اگر آپ نے یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا تو پھر عزم مصمم کے ساتھ آگے بڑھیں۔

تشدّد کی ہدایت

اس کے بعد حضرت عثمان نے اپنے سپہ سالاروں کو ان کے علاقوں کی طرف لوٹا دیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے علاقہ کے لوگوں پر سختی کریں نیز یہ ہدایت بھی کی کہ انھیں فوجی مہموں میں مشغول رکھیں اور یہ فیصلہ بھی کیا کہ ایسے لوگوں کو ان کے عطیات سے محروم رکھا جائے تاکہ وہ مطیع رہیں اور ان کے محتاج رہیں۔

مخالفت میں شدّت

اس کے بعد بہت سے لوگ حضرت عثمان کے پاس جمع ہوئے، انھوں نے ان کو اس قدر بُرا بھلا کہا کہ اس سے زیادہ اور کسی کو بُرا بھلا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ رسول اللہؐ کے صحابہ ان باتوں کو دیکھتے اور سنتے تھے مگر کوئی منع نہیں کرتا تھا اور نہ مخالفت کرتا تھا۔ بہت سے لوگ (مدینہ میں) اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے حضرت علی بن ابی طالبؑ سے گفتگو کی تو آپ حضرت عثمان کے پاس گئے اور یوں خطاب فرمایا:۔

حضرت علیؑ کی نصیحت

"لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں انھوں نے مجھ سے تمھارے متعلق گفتگو کی ہے۔ بخدا میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا بات کہوں جو بات

میں جانتا ہوں اسے تم جانتے ہو جس بات کو میں بتانا چاہتا ہوں اسے تم بخوبی سمجھتے ہو........ تم نے رسول اللہ ص کی زیارت کی ہے اور تمھیں ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے....... ابن ابی قحافہ حق پر عمل کرنے میں تم سے افضل نہ تھا اور نہ ابن خطاب نیکی میں تم سے بہتر تھا۔ تم رشتہ داری کے لحاظ سے رسول اللہ ص کے زیادہ قریب ہو........

تدبر کی ہدایت

خدا کے واسطے تم اپنے معاملہ پر غور کرو بخدا تم بے بصیرت، کم سمجھ اور نادان نہیں ہو راستہ بالکل کھلا اور صاف ہے اور دین و مذہب کی نشانیاں اور شعائر قائم ہیں

بدعت اور سنت میں امتیاز

اے عثمان! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے بندوں میں عدل و انصاف کرنے والا وہ حاکم افضل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو، دوسروں کی رہنمائی بھی کرے جانی پہچانی سنت نبوی کو قائم کرے اور متروک العمل بدعت کا خاتمہ کرے بخدا یہ دونوں چیزیں (سنت و بدعت) بالکل واضح ہیں۔ سنت نبوی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ قائم ہو چکی ہیں اسی طرح بدعت کے نشانات بھی واضح ہیں۔

بدترین حاکم کی علامت

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ظالم حاکم ہے جو خود بھی گمراہ ہو دوسروں کو بھی گمراہ کرے، وہ سنت نبوی کا خاتمہ کرے اور متروک العمل بدعات کو زندہ کرے۔

میں نے رسول اللہ کو ارشاد فرماتے سنا ہے۔

ظالم حاکم کا انجام

قیامت کے دن ظالم حاکم کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ نہ تو کوئی اس کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی معذرت پیش کرنے والا، اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ جہنم میں اس طرح گھومے گا جس طرح چکی گردش کرتی ہے اس طرح وہ دوزخ کے بھنور میں تھپیڑے کھاتا رہے گا۔

نااتفاقی کے نتائج

میں تمھیں اللہ کی سطوت اور انتقام کا خوف دلاتا ہوں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت شدید اور دردناک ہوتا ہے میں تمھیں اس بات سے بھی ڈراتا ہوں کہ کہیں تم اس امت کے ایسے مقتول حاکم نہ بن جاؤ کہ جس کے قتل سے قیامت تک کے لیے قتل و غارت کا دروازہ کھل جائے اور پھر واقعات و حوادث اس طرح مشتبہ ہو جائیں کہ مسلمان گروہ بندیوں میں بٹ جائیں باطل کے غلبے کی وجہ سے حق کو نہ دیکھ سکیں اور ان باتوں میں وہ بری طرح ملوث ہو جائیں گے اور ان سے انھیں الگ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

حضرت عثمان کا جواب

حضرت عثمان نے کہا "بخدا مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ بھی وہی کہتے ہیں جو آپ نے کہا ہے لیکن اگر آپ میرے مقام پر ہوتے تو نہ میں آپ کو ملامت کرتا نہ اعتراض کرتا اور نہ اس بات پر برا بھلا کہتا کہ آپ نے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا کسی کی حاجت روائی کی ہے یا کسی بیکس کو پناہ دی ہے یا آپ نے اس شخص کو حاکم بنایا ہے جو اس شخص کے ہم پلہ اور مشابہ ہے جسے (حضرت) عمر حاکم بنایا کرتے تھے۔"

اے علیؑ! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ مغیرہ بن شعبہ "حاکم" نہیں تھا آپ نے فرمایا "ہاں" تو حضرت عثمان نے کہا "آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر نے اسے حاکم مقرر کیا" انھوں نے کہا "ہاں"۔ اس پر حضرت عثمان نے کہا "پھر آپ مجھے کس طرح ملامت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر کو رشتہ داری کی وجہ سے حاکم مقرر کیا ہے۔"

حضرت عمر کا تشدّد

حضرت علیؑ نے فرمایا "میں تمھیں اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطاب جس شخص کو حاکم مقرر کرتے تو اس کے گوش گزار کرتے کہ اگر اس کے خلاف کوئی بات انھیں پہنچی تو وہ اس کی گوش مالی کریں گے پھر وہ اس معاملہ میں انتہائی حد تک پہنچ جاتے تھے لیکن تم تو کمزور ہو اور اپنے رشتہ داروں سے نرمی اختیار کرتے ہو۔"

حضرت عثمان نے کہا "وہ آپ کے بھی تو رشتہ دار ہیں" حضرت علیؑ نے جواب دیا "وہ میرے رشتہ دار ضرور ہیں لیکن فضیلت دوسرے لوگوں کو حاصل ہے۔"

معاویہ کا تقرّر

حضرت عثمان نے کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عمر نے معاویہ کو اپنے پورے دورِ خلافت میں حاکم بحال رکھا میں نے بھی اسے حاکم بنا دیا" حضرت علیؑ نے فرمایا "میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں معلوم ہے کہ معاویہ عمر سے اتنا ڈرتا تھا کہ عمر کا غلام یرفا بھی نہیں ڈرتا تھا" حضرت عثمان نے کہا ہاں (یہ تو مجھے معلوم ہے)"

معاویہ کی خود سری

حضرت علیؑ نے فرمایا "(لیکن اب یہ حالت ہے) کہ معاویہ تمھاری اجازت کے بغیر تمام امور سلطنت انجام دیتا ہے جس کا تمھیں بھی علم ہے اور وہ مسلمانوں سے یہی کہتا ہے یہ عثمان کا حکم ہے تمھیں ان باتوں کی خبر ملتی رہتی ہے لیکن تم معاویہ کو کوئی تنبیہ نہیں کرتے ہو۔"

(اس گفتگو کے بعد) حضرت علیؑ وہاں سے چلے گئے اور پھر حضرت عثمان نکلے اور منبر پر بیٹھ کر یوں کہا:۔

تنقید کرنے کی مذمت

ہر چیز کے لیے کوئی مصیبت ہوتی ہے اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی دشواری ہوتی ہے چنانچہ اس امت (اسلامیہ) کے لیے باعث مصیبت اور آفت × نکتہ چیں اور طعن و تشنیع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دیکھنے میں تمہیں بہت اچھے معلوم ہوں گے مگر ان کی پوشیدہ باتیں تمھیں ناگوار معلوم ہوں گی اور وہ تمھاری تکالیف پر خوش ہونگے وہ اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔ جو زور سے چیخے چلائے گا۔ وہ گندلا پانی پئیں گے اور ہر گندے مقام پر پہنچیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ہر کام میں ناکام ہو چکے ہیں اور معاش کے تمام ذرائع ان کے لیے مسدود ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر کا تشدّد

دیکھو بخدا تم نے ایسی باتوں پر نکتہ چینی کی ہے جن کی عمر بن خطاب کے زمانہ میں تائید کرتے تھے۔ حالانکہ عمر نے تمھیں پاؤں سے روندا تھا اپنے ہاتھوں سے مارا تھا اور اپنی زبان سے تمھاری خبر لی تھی۔ مگر تم طوعاً و کرہاً ان کے مطیع و فرمانبردار رہے ہیں اس کے مقابلے میں تمھارے ساتھ نرم رہا۔ تمھارے سامنے سر جھکایا! اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکے رکھا۔ مگر تم مجھ پر دلیر ہوتے گئے۔ دیکھو بخدا میرے حامیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو عزت والے ہیں اور ہر وقت میری مدد کے لیے مستعد ہیں۔ میں نے تمھارے مدمقابل لوگ تیار کر رکھے ہیں تم نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اپنے اخلاق اور عادات کو تبدیل کروں نیز اپنے لب ولہجہ کو تبدیل کروں جسے میں اچھا نہیں سمجھتا.............."

مروان کی دھمکی

اس کے بعد مروان بن حکم کھڑے ہو کر کہنے لگا۔
"اگر تم چاہو تو ہم تمھارے اور اپنے درمیان تلوار کے ذریعہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

اہل مصر کے وفد کی حضرت عثمان سے ملاقات

حضرت عثمان نے سنا کہ اہل مصر کا ایک وفد آیا ہے اس وقت عثمان مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں مقیم تھے وہ لوگ اس گاؤں میں گئے جب وہ عثمان کے پاس آئے انھوں نے محفوظ چراگاہوں پر اعتراض کیا جس کا جواب حضرت عثمان نے انھیں دیا...... اس کے بعد انھوں نے دوسری باتوں پر اعتراض کیا جن سے آپ گریز نہ کر سکے تو حضرت عثمان نے کہا "میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں" اس کے بعد عثمان نے کہا "تم لوگ کیا چاہتے ہو"؟ اس پر انھوں نے عثمان سے عہد و پیمان لیا اور کوئی شرط بھی لکھوائی۔ آپ نے ان کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ وہ نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور جماعت سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ

عثمان ان کی شرائط کی پابندی کرتے رہیں گے۔

قاصد کی گرفتاری

بہر حال مصری وفد رضا مند ہو کر لوٹا ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انھوں نے ایک سوار کو دیکھا کہ جو کبھی ان کے سامنے آتا تھا اور کبھی الگ ہو جاتا تھا پھر لوٹ کر آتا اور پھر چلا جاتا تھا۔

سربمہر خط

انھوں نے اس سوار سے پوچھا کیا بات ہے کیا تم کسی اہم کام پر جا رہے ہو اس نے کہا میں امیر المومنین کا قاصد ہوں اور مصر کے حاکم کے پاس جا رہا ہوں،" ان لوگوں نے اس کی تلاشی لی تو انھیں حضرت عثمان کا سربمہر خط ملا جو انھوں نے اپنے حاکم مصر کو لکھا تھا اس میں سے ایک یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان لوگوں کو سولی پر لٹکا دو یا انھیں قتل کرا دو یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو۔ یہ دیکھ کر وہ مدینہ واپس آئے اور حضرت علیؑ کے پاس آ کر کہنے لگے کیا آپ نے اس دشمن خدا کو دیکھا ہے جس نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھی ہیں، اللہ نے اب اس کا خون حلال کر دیا ہے آپ ہمارے ساتھ اس کے پاس چلیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بخدا میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ . . . . . .

پھر یہ لوگ خود حضرت عثمان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کیا آپ نے ہمارے بارے میں ایسی باتیں لکھیں ہیں؟ حضرت عثمان نے کہا "تم میرے خلاف دو مسلمانوں کی شہادتیں لاؤ یا مجھ سے حلف اٹھواؤ اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ ہی میں نے لکھوایا ہے۔"

طبری کہتا ہے واقدی نے مصریوں کی آمد کے بارے میں بہت سی باتیں تحریر کی ہیں ان میں سے کچھ باتوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے اور کچھ روایات ایسی ہیں جن کو بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

عمرو بن عاص کی معزولی

ایسی ہی ایک روایت ابو عون مولی مسور نے بیان کی ہے کہ عمرو عاص عثمان کی طرف سے مصر کا حاکم تھا۔ حضرت عثمان نے اسے خراج سے معزول کر کے نماز پڑھانے پر مقرر کر رکھا تھا۔ اور عبداللہ بن سعد کو خراج کا حاکم بنا دیا۔ پھر دونوں چیزوں پر عبداللہ بن سعد ہی کو مقرر کیا تو عمرو عاص مدینہ آیا اور حضرت عثمان پر اعتراض کرنے لگا۔ اس بنا پر حضرت عثمان نے اسے تنہائی میں بلوا کر پوچھا "اے ابن نابغہ (عمرو عاص) تم کتنی جلدی اپنے جلے پھپھولے پھوڑنے لگے ہو تم مجھ پر طعن و تشنیع کرتے ہو تم مختلف شکلیں بدلتے رہے ہو بخدا اگر

تمھارے اندر بغض و کینہ نہ ہوتا تو تم ایسی باتیں نہ کرتے۔"

عمرو عاص کا جواب

عمرو عاص نے کہا "عوام جو باتیں کرتے ہیں اور جنھیں وہ اپنے حکام کے پاس پہنچاتے ہیں ان میں سے اکثر جھوٹ ہوتی ہیں اس لیے اے امیرالمومنین! آپ اپنی رعایا (کے حقوق) کے بارے میں خدا سے ڈریے۔"

حضرت عثمان نے کہا "بخدا میں نے تمھاری کمزوریوں اور شکایات کی کثرت کے باوجود تمھیں حاکم مقرر کیا۔" عمرو عاص نے کہا "میں حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بھی حاکم تھا۔ وہ آخر دم تک مجھ سے خوش رہے۔"

حضرت عثمان نے کہا "اگر میں بھی اسی طرح باز پرس کرتا جس طرح حضرت عمر تم سے باز پرس کرتے تھے تو تم سیدھے رہتے مگر میں نے تمھارے ساتھ نرمی اختیار کی تو تم مجھ پر گستاخ ہو گئے۔ بخدا میں دور جاہلیت میں بھی تم سے معزز تھا اور خلیفہ بننے سے پہلے بھی میری بہت عزت تھی۔"

دور جاہلیت کا تذکرہ

عمرو عاص نے کہا "آپ ان باتوں کو چھوڑیئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمدؐ کے ذریعہ عزت بخشی اور ان کے ذریعہ ہمیں ہدایت دی۔ ورنہ میں عاصی بن وائل کو بھی دیکھ رہا تھا اور آپ کے باپ عفان کو بھی دیکھا تھا بخدا عاصی آپ کے باپ سے زیادہ شریف تھا۔" اس پر حضرت عثمان شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے "ہمیں دور جاہلیت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے۔" اس کے بعد عمرو عاص تو چلا گیا اور مروان آکر کہنے لگا۔

مروان کی ملامت

اے امیرالمومنین! "اب آپ اس مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں کہ عمرو عاص آپ کے والد کا ذکر کرتا ہے۔" حضرت عثمان نے کہا "جانے بھی دو جو کوئی دوسرے لوگوں کے باپ دادا کا تذکرہ کرتا ہے تو دوسرے بھی اس کے باپ دادا کا تذکرہ کریں گے۔"

مخالفانہ پروپیگنڈہ

راوی کا بیان ہے کہ جب عمرو عاص وہاں سے نکلا تو وہ حضرت عثمان سے بہت عداوت رکھنے لگا۔ کبھی وہ حضرت علیؑ کے پاس جاکر انھیں حضرت عثمان کے خلاف بھڑکاتا کبھی زبیر اور طلحہ کے پاس جاکر ان کے سامنے حضرت عثمان کے خلاف باتیں کرتا تھا کبھی وہ حاجیوں کے پاس آکر انھیں حضرت عثمان کی نئی نئی باتوں کی خبریں سناتا۔

فلسطین میں قیام

جب حضرت عثمان کے خلاف پہلا محاصرہ ہوا تو عمرو عاص مدینہ سے نکل کر فلسطین چلا گیا اور وہاں السبع کے مقام پر اپنے قصر عجلان میں مقیم ہو گیا وہ کہتا تھا "ابن عفان کے بارے میں عجیب و غریب خبریں ہمیں عنقریب موصول ہوں گی۔"

قتل کی خبر

ایک دن وہ اپنے محل میں اپنے دونوں بیٹوں محمد، عبداللہ اور سلامت بن روح جذامی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں وہاں سے ایک سوار گذرا۔ عمروعاص نے اسے پکار کر پوچھا "کہاں سے آرہے ہو؟"۔

وہ بولا "مدینہ سے"۔

عمرو نے پوچھا "اس شخص (عثمان) کا کیا حال ہے؟"

سوار بولا "میں نے انھیں شدید محاصرہ میں چھوڑا تھا" ابھی وہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے، کہ دوسرا سوار گذرا۔ عمرو نے اسے بھی پکار کر پوچھا "اس شخص (عثمان) کا کیا رہا"۔

اس نے کہا "وہ قتل کر دیئے گئے"۔

اس پر عمرو عاص نے کہا "میں میں ہی ہوں"۔

مخالفت کا اقرار

"جب میں کسی زخم کو چھیڑتا ہوں تو اسے پھوڑ دیتا ہوں میں اس کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتا رہا یہاں تک کہ میں نے پہاڑ کی چوٹی پر بکریوں کے چرانے والے چرواہے کو بھی اس کے خلاف بھڑکایا"۔

اس پر سلامت بن روح جذامی نے کہا:۔

"اے قریش کے لوگو! تمھارے اور عرب کی دوسری اقوام کے درمیان ایک مضبوط دروازہ تھا جسے تم نے توڑ دیا۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟" "ہم یہ چاہتے ہیں کہ باطل کے نیچے سے حق کو چھڑا لیا جائے اور لوگوں کو حق حاصل کرنے کے یکساں مواقع فراہم ہوں"

بیوی کو طلاق

عمرو عاص کا نکاح حضرت عثمان کی سوتیلی بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے ہوا تھا مگر جب حضرت عثمان نے اسے معزول کر دیا، تو اس نے اسے طلاق دے دی۔

مصر والے

عبداللہ بن محمد کی روایت ہے کہ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ مصر میں حضرت عثمان کی مخالفت کرتے تھے۔ پھر محمد بن ابی بکر واپس آگئے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر میں مقیم ہوگئے۔

جب مصریوں کا وفد روانہ ہوا تو عبدالرحمٰن بن ادیس بلوی پانچ سو افراد کو لے کر نکلا انھوں نے ظاہر یہ کیا کہ وہ عمرہ ادا کرنے جارہے ہیں یہ لوگ ماہِ رجب میں روانہ ہوئے تھے۔

اصل مقصد عبداللہ بن سعد نے ایک قاصد بھیجا جو گیارہ دن تک چلتا رہا تاکہ حضرت عثمان کو اطلاع دے کہ ابن عدیس اور اس کے ساتھی آپ کے پاس آ رہے ہیں اور محمد بن ابی حذیفہ نے ان کو عجرود تک جا کے رخصت کیا ہے اور پھر وہ واپس آ گیا ہے محمد نے بظاہر تو یہ کہا کہ یہ لوگ عمرے کے لیے جا رہے ہیں مگر پوشیدہ طور پر بتایا کہ یہ لوگ اپنے خلیفہ کے پاس جا رہے ہیں اگر وہ دستبردار ہو گیا تو بہتر ورنہ اس کو قتل کر دیں گے۔

قتل کی افواہ جب یہ لوگ ذوجنب کے مقام پر پہنچے تو یہ خبر موصول ہوئی کہ اگر حضرت عثمان (خلافت سے) دستبردار نہ ہوئے تو وہ انھیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ان لوگوں کا قاصد حضرت علیؑ، طلحہ اور عمار یاسر کے پاس رات کے وقت آیا محمد بن ابی حذیفہ نے بھی ان کے ساتھ حضرت علیؑ کو ایک خط بھیجا تھا چنانچہ وہ خط لے کر حضرت علی کے پاس آئے، جو کچھ اس میں لکھا تھا وہ معلوم نہیں ہو سکا۔

انھیں واپس لوٹانے کی کوشش جب حضرت عثمان نے یہ حالات دیکھے تو وہ حضرت علیؑ کے گھر پہنچے اور جب ان کے گھر کے اندر داخل ہوئے تو یہ کہا اے میرے چچازاد بھائی! آپ میرے قریبی رشتہ دار ہیں اس لیے میرا آپ پر حق بنتا ہے آپ ان لوگوں کا حال دیکھ رہے ہیں وہ کل صبح میرے پاس پہنچنے والے ہیں مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کی بڑی عزت واحترام کرتے ہیں اور آپ کی بات سنتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس سوار ہو کر جائیں اور انھیں واپس بھیج دیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے پاس آئیں اس طرح ان کی جرأت بڑھ جائے گی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا۔

حضرت علیؑ کا جواب حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں کس بنیاد پر انھیں واپس بھجواؤں۔ حضرت عثمان نے کہا اس بنیاد پر کہ میں آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا، اور آپ کی رائے کے مطابق چلوں گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں بار بار آپ کو مشورہ دیتا رہا اور ہر موقع پر ہماری گفت وشنید ہوتی ہے۔ مگر ہر موقع پر آپ مروان بن حکم اور سعید بن عاص، ابن عامر اور معاویہ کے مشوروں پر عمل کرتے رہے اور میرے مشورے کی مخالفت کرتے رہے حضرت عثمان نے کہا اب میں آپ کی بات مانوں گا اور ان کی بات تسلیم نہیں کروں گا۔

اہل مصر کی واپسی بہرحال حضرت علیؑ اہلِ مصر کے پاس سوار ہو کر گئے اور انھیں واپس بھیج دیا۔

محمد بن مسلمہ کی گفتگو

محمد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں۔

"ہم نے ذوخشب کے مقام کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک یہ لوگ مصر جانے کے لیے سوار نہیں ہوئے اس موقع پر مجھے عبدالرحمٰن بن عدیس کا یہ قول فراموش نہیں ہوا جب اس نے کہا"۔

"اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ ہمیں کوئی نصیحت کریں گے"، میں نے کہا:۔

اہلِ مصر کو نصیحت

"آپ اللہ سے ڈریں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ آپ کے آگے جو آئیں انھیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمارے خلیفہ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ایسے کام نہیں کریں گے ابن عدیس نے کہا انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد یہ لوگ بھی مدینہ واپس آگئے۔"

حضرت علیؑ کی واپسی

جب حضرت علیؑ، حضرت عثمان کے پاس واپس آئے تو انھوں نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ واپس چلے گئے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تم جان لو کہ میں تمھیں بار ہا سمجھا چکا ہوں" یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلے گئے۔

اس دن حضرت عثمان خاموش رہے دوسرے دن مروان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا "آپ تقریر کریں اور لوگوں کو مطلع کریں کہ اہلِ مصر چلے گئے ہیں کیونکہ انھیں اپنے خلیفہ کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی وہ جھوٹ تھی۔ آپ کا خطبہ دور دراز کے ملکوں تک پہنچ جائے گا اس سے پہلے کہ لوگ اپنے شہروں سے آپ کے پاس آئیں اور اس وقت اس قدر لوگ آجائیں گے کہ جنھیں آپ لوٹا نہیں سکیں گے" حضرت عثمان نے نکل کر تقریر کرنے سے انکار کر دیا۔ مروان اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان باہر نکلے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر کہا:۔

حضرت عثمان کا اعلان

"مصر کے ان لوگوں تک اپنے خلیفہ کے بارے میں کچھ باتیں پہنچی تھیں جب انھیں یقین ہو گیا کہ جو اطلاع ملی تھی وہ جھوٹ ہے تو وہ اپنے ملک کی طرف لوٹ گئے۔"

عمرو عاص کی مخالفت

عمرو عاص نے مسجد کے ایک گوشہ سے پکار کر کہا "اے عثمان! آپ اللہ سے ڈریں اور توبہ کریں ہم بھی آپ کے ساتھ توبہ کریں گے" اس پر حضرت عثمان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تم ابھی تک جلے پھپھولے توڑ رہے ہو بخدا تم اپنے

کام سے معزول ہونے کے بعد سے یہی حرکتیں کر رہے ہو"۔

حضرت عثمان کا توبہ کرنا

دوسرے گوشہ سے بھی یہی آواز آئی آپ اللہ سے توبہ کریں اور توبہ کا اظہار بھی کریں تاکہ لوگ (آپ کی مخالفت سے) باز آئیں اس پر حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ بڑھا کر اور قبلہ رو ہو کر فرمایا "اے اللہ میں توبہ کرنے والوں میں سے پہلا شخص ہوں جو تیرے سامنے توبہ کرتا ہے" اس کے بعد عثمان اپنے گھر واپس چلے گئے۔"

عمرو کا فلسطین میں قیام

عمرو عاص مدینہ سے چل کر فلسطین میں اپنے گھر رہنے لگا، وہ کہا کرتا تھا بخدا جب میں کسی چرواہے سے بھی ملاقات کرتا ہوں تو اسے بھی ان (حضرت عثمان) کے برخلاف بھڑکاتا ہوں۔

اعلانیہ اظہار کا مشورہ

محمد بن عمر کی روایت ہے کہ جب اہل مصر واپس چلے گئے اور حضرت علیؑ حضرت عثمان کے پاس آئے اور فرمایا "آپ ایسی تقریر کریں جسے لوگ سن کر آپ کے حق میں گواہی دے سکیں اور اللہ کے سامنے بھی ظاہر ہو کر آپ کے دل میں توبہ استغفار کی کہاں تک گنجائش ہے کیونکہ ملک میں آپ کی مخالفت پھیل چکی ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کوفہ سے کوئی قافلہ آئے اس وقت تم پھر آکر کہو۔ اے علیؑ آپ ان کے پاس سوار ہو کر جاؤ تو ایسے موقع پر میں وہاں نہیں جاؤں گا اور نہ کوئی عذر سنوں گا کیونکہ بہت ممکن ہے کہ بصرہ سے بھی کوئی قافلہ آئے اس وقت پھر تم آکر کہو گے اے علیؑ! آپ ان کے پاس سوار ہو کر جائیں اب اگر میں اس پر عمل نہیں کروں گا تو تم یہ خیال کرو گے کہ میں نے تمہارے ساتھ صلہ رحمی نہیں کی اور تمہاری حق تلفی کی ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نکلے اور انھوں نے وہ خطبہ دیا جس میں انھوں نے معافی مانگی تھی اور لوگوں کے سامنے توبہ کا اظہار بھی کیا تھا۔

حضرت عثمان کا خطبہ

انھوں نے حمد و ثنا کے بعد یہ کہا اے لوگو! "تم میں سے جس کسی نے نکتہ چینی کی ہے اس سے میں ناواقف ہوں لیکن جو کام میں نے کیے ہیں ان سے میں واقف ہوں البتہ مجھے میرے نفس نے ورغلایا اور دھوکہ دیا تھا جس کی وجہ سے میری عقل جاتی رہی تھی"۔ بہر حال میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا:۔

توبہ و استغفار

"جو لغزش کرے وہ توبہ کرے اور جو غلطی کرے وہ بھی توبہ کرے اور ہلاکت میں بڑھتا نہ جائے کیونکہ ظلم و ستم میں جو اضافہ کرے گا وہ راہ راست سے دور ہوتا جائے گا۔ اس لیے میں سب سے پہلے نصیحت قبول کرتا ہوں میں اللہ سے اپنے کاموں کی معافی مانگتا

ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

مروان کی شرارت

جب حضرت عثمان منبر سے اُترے تو انھوں نے اپنے گھر میں مروان، سعید بن عاص اور بنو امیّہ کے کچھ افراد کو پایا یہ لوگ اس خطبہ کے موقع پر موجود نہ تھے جب عثمان بیٹھ گئے تو مروان نے کہا اے امیرالمومنینؑ! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں"۔

نائلہ کی مخالفت

حضرت عثمان کی بیوی نائلہ بنت فرافضہ نے کہا "آپ خاموش رہیے کیونکہ یہ لوگ بخدا انھیں قتل کر دیں گے اور گناہ گار سمجھیں گے انھوں نے ایسی گفتگو کی ہے جس پر انھیں پابند رہنا چاہیے۔"

مروان اور نائلہ کی باہم سخت کلامی

مروان ان کی بیوی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "تمھارا اس بات سے کیا تعلق ہے بخدا تمھارا باپ جب فوت ہوا تب تک اسے اچھی طرح وضو کرنا بھی نہیں آتا تھا" وہ بولیں اے مروان! تم باپ دادا کا ذکر نہ چھیڑو، تم میرے باپ کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دروغ گوئی سے کام لیتے ہو اور تمھارا باپ بھی تمھاری مدافعت نہیں کر سکتا اگر وہ (حکم) ان کا چچا نہ ہوتا اور اس بات سے انھیں صدمہ نہ پہنچتا تو میں اس کے بارے میں صحیح اور سچی باتیں کرتی"۔ مروان نے اس خاتون سے کنارہ کشی کرتے ہوئے کہا: ر

مروان کا غلط مشورہ

"اے امیرالمومنین! کیا میں کچھ عرض کروں یا خاموش رہوں"۔ عثمان نے کہا کہو۔ مروان کہنے لگا "میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں بخدا میں یہ چاہتا تھا کہ آپ یہ گفتگو اس وقت کرتے جب آپ بالکل محفوظ اور طاقتور تھے۔ اس وقت میں سب سے پہلے اس بات سے خوش ہوتا اور تعاون کرتا مگر آپ نے "یہ بات اس وقت کہی ہے جب پانی سر سے گذر چکا ہے، "سیلاب کا بند ٹوٹ چکا ہے اور ذلیل افراد ذلیل طریقوں پر اتر آئے ہیں خدا کی قسم اس موقع پر کسی غلطی پر قائم رہنا جس کی (آگے چل کر) آپ اللہ سے معافی مانگیں اس توبہ سے بہتر ہے جس کا آپ اندیشہ کر رہے ہیں اور اگر آپ چاہتے تو توبہ کے ذریعہ تقرب حاصل کرتے مگر غلطی کا اظہار نہ کرتے۔

اب آپ کے دروازے پر بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے ہیں" حضرت عثمان نے کہا "تم جا کر ان سے گفتگو کرو کیونکہ مجھے ان سے گفتگو کرتے شرم محسوس ہو رہی ہے۔"

اس پر مروان دروازے سے باہر نکلا جبکہ لوگ ایک دوسرے پر (ہجوم کی وجہ سے) سوار تھے۔

مجمع کا اخراج

مروان نے کہا "کیا بات ہے تم لوگ ایسے اکٹھے ہوئے ہو جیسے تم لوٹ مار کے لیے آئے ہو اور ہمارے ہاتھوں سے ہماری حکومت چھیننے آئے ہو یہاں سے نکل جاؤ بخدا اگر تم نے ایسا قصد کیا تو ہم تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تمھیں پسند نہ ہو گا اور اس کا انجام برا ہو گا۔ تم اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ کیونکہ بخدا ہم لوگ مغلوب اور عاجز نہیں ہیں۔"

یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے کچھ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور انھیں یہ باتیں بتائیں یہ سن کر حضرت علیؑ عثمان کے پاس غضبناک حالت میں آئے اور فرمایا

حضرت علیؑ کا غیظ و غضب

"کیا تم مروان سے مطمئن ہو وہ تمھاری عقل اور دین کو خراب کر کے چھوڑے گا اس کے سامنے تم ایک سواری کیلئے اونٹ کی طرح ہو وہ جس طرح چاہتا ہے تمھیں ہنکاتا ہے بخدا مروان عقل مند اور دیندار نہیں ہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمھیں "ہلاکت کی طرف" لے جائے گا جہاں سے تم نکل نہیں سکو گے اب میں اس کے بعد تمھیں مشورہ دینے کے لیے کبھی نہیں آؤں گا کیونکہ تم مغلوب اور ناچار ہو گئے ہو۔"

نائلہ کا مشورہ

جب حضرت علیؑ چلے گئے تو حضرت عثمان کی بیوی نائلہ آ کر پوچھنے لگی کیا میں کچھ کہوں یا خاموش رہوں۔ عثمان نے کہا "کہو" وہ کہنے لگیں "میں نے حضرت علیؑ کی آپ سے گفتگو سنی ہے کہ اب وہ آپ کے پاس دوبارہ نہیں آئیں گے کیونکہ آپ مروان کا مشورہ مانتے ہیں وہ جس طرف چاہے آپ کو لے جاتا ہے" حضرت عثمان نے کہا "پھر میں کیا کروں؟" وہ کہنے لگی آپ اللہ سے ڈریں جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے نیز آپ اپنے دونوں پیشرو "خلفاء" کے طریقے پر چلیں، کہ اگر آپ مروان کا کہا مانیں گے تو وہ آپ کو مروا ڈالے گا کیونکہ عوام میں مروان کی کوئی قدر و منزلت اور وقعت نہیں ہے اور عوام نے مروان کی وجہ سے آپ کو چھوڑ رکھا ہے لہٰذا آپ حضرت علیؑ کو بلا بھیجیں، اور ان سے صلح کر لیں کیونکہ آپ کی ان سے رشتہ داری بھی ہے اور لوگ ان کی بات بھی مانتے ہیں۔"

حضرت علیؑ کا انکار

چنانچہ حضرت عثمان نے حضرت علیؑ کو بلوا بھیجا مگر انھوں نے آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "میں نے انھیں مطلع کر دیا تھا کہ اب میں نہیں آؤں گا۔" مروان کو معلوم ہوا کہ نائلہ نے اس کے خلاف کوئی بات کی ہے تو وہ حضرت عثمان کے پاس آیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا کیا میں کچھ عرض کروں۔ یا خاموش رہوں "حضرت عثمان نے کہا، "کہو" وہ کہنے لگا بنت فرافصہ (نائلہ) "........ اس پر حضرت عثمان نے اس کا کلام قطع کرتے ہوئے کہا

"تم اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہو ورنہ میں تمھاری خبر لوں گا کیونکہ وہ میری تم سے زیادہ مخلص ہے۔ اس پر مروان کچھ بول نہ سکا

عبدالرحمٰن بن اسود کا بیان

عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث نے مروان کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔ "اللہ مروان کے ساتھ برا سلوک کرے، حضرت عثمان لوگوں کے سامنے گئے تو انھوں نے انھیں رضامند کر لیا وہ منبر پر اس قدر روئے کہ لوگوں کو رُلا دیا میں نے خود دیکھا کہ حضرت عثمان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی اور وہ یہ کہہ رہے تھے،

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْكَ

(اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں انھوں نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔)

عثمان کی عاجزانہ درخواست

خدا کی قسم اگر حق مجھے ایسی حالت میں لوٹا دے کہ میں غلام بن جاؤں تو میں اس پر بھی راضی رہوں گا جب میں اپنے گھر جاؤں تو تم لوگ میرے پاس آؤ بخدا میں تم سے روپوش نہیں رہوں گا۔ بلکہ تمھیں رضامند رکھوں گا بلکہ تمھاری رضامندی سے زیادہ کام کروں گا مروان اور اس سے متعلقہ افراد کو الگ کردوں گا۔

رائے میں تبدیلی

مگر جب گھر گئے اور گھر کا دروازہ کھول کر وہ گھر میں داخل ہوئے تو مروان ان کے پاس آگیا اور انھیں اونچ نیچ سمجھاتا رہا یہاں تک کہ اس نے انھیں اپنے ارادہ سے باز رکھا اور ان کی رائے تبدیل کردی۔ چنانچہ عثمان شرمندگی کی وجہ سے گھر میں رہے اور واپس نہیں آئے۔

مروان کا غلط رویہ

(ان کی بجائے) مروان لوگوں کے پاس گیا اور کہا "تم لوگ اپنے گھر چلے جاؤ اگر امیر المومنین کو کسی سے کوئی کام ہوگا تو اسے بلا لیا جائے گا ورنہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔"

حضرت علی کا استفسار

عبدالرحمٰن بن اسود (راوی) بیان کرتا ہے "میں حضرت علیؑ کے پاس گیا تو وہ نبی کریمؐ کے مزار اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر بیٹھے ہوئے تھے دونوں کہہ رہے تھے

"مروان نے لوگوں سے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں،"

اس پر حضرت علیؑ میری طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے "کیا تم حضرت عثمان کے خطبہ کے وقت موجود تھے؟"

میں نے کہا "جی ہاں"

پھر پوچھا "کیا تم اس وقت بھی موجود تھے جب مروان نے لوگوں سے گفتگو کی تھی"
میں نے کہا "جی ہاں"۔ اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا:۔

"خدا کی پناہ اگر میں گھر میں بیٹھا رہتا ہوں تو وہ (عثمان) کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور رشتہ داری کا خیال نہیں کیا۔ اگر کچھ بولتا ہوں اور وہ کچھ کام کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو مروان انھیں آلہ کار بنا کر جیسا چاہتا ہے ان سے کام کراتا ہے حالانکہ وہ عمر رسیدہ ہیں اور رسول اللہؐ کے صحبت یافتہ بھی ہیں"۔

اس عرصے میں حضرت عثمان کا قاصد یہ پیغام لے کر آیا "آپ میرے پاس آئیں"۔ حضرت علی نے غیظ غضب کی حالت میں نہایت اونچی آواز میں جواب دیا

"اب میں ان کے پاس نہیں آؤں گا"۔

قاصد یہ جواب سن کر واپس چلا گیا۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں "اس واقعے کے دو دن بعد میں نے حضرت عثمان سے ملاقات کی تو میں نے انھیں افسردہ حالت میں دیکھا۔ میں نے ان کے غلام ناتل سے پوچھا امیر المومنین کہاں سے آئے ہیں؟ وہ بولا حضرت علیؑ کے پاس گئے تھے لہٰذا میں صبح کے وقت حضرت علی کے پاس گیا اور ان کے پاس بیٹھا حضرت علی نے مجھ سے فرمایا:۔"

حضرت علیؑ کی گفتگو!

"کل حضرت عثمان میرے پاس آئے تھے اور وہ کہتے تھے "میں دوبارہ یہ کام نہیں کروں گا اور آپ کے مشورے پر عمل کروں گا" میں نے کہا:۔ "آپ نے منبر رسول پر تقریر کی تھی اور اپنی طرف سے وعدہ کیا تھا پھر جب آپ اپنے گھر گئے تو مروان نے آپ ہی کے دروازے سے نکل کر لوگوں کو گالیاں دیں اور انھیں تکلیف پہنچائی اس پر وہ یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے "آپ نے رشتہ داری ختم کر دی اور مجھے ذلیل و رسوا کر کے لوگوں کو میرے خلاف دلیر کر دیا ہے" میں نے کہا "میں لوگوں کو تمھاری مخالفت سے روکتا ہوں مگر جب میں تمھارے پاس آتا ہوں اور تم کسی بات پر رضامند ہو جاتے ہو تو اس کی بجائے مروان کی بات سن کر اس پر عمل کرتے ہو اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے" بعد ازاں میں نے حضرت علیؑ کو الگ تھلگ دیکھا اور ان کے کاموں میں کوئی دخل نہیں دیتے تھے۔"

خطبہ میں ہنگامہ

اسماعیل بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان جمعہ کے دن منبر پر گئے اور اللہ کی حمد وثنا کرتے رہے اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا، آپ کتاب اللہ (کے احکام) پر عمل کرائیں۔ حضرت عثمان نے کہا بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ دو تین مرتبہ کھڑا ہوا اور حضرت عثمان نے اسے تین مرتبہ بیٹھ جانے کا حکم دیا اس کے بعد لوگوں نے اس قدر کنکر اور پتھر پھینکے کہ آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت عثمان منبر پر سے گر پڑے انھیں اٹھا کر لوگ گھر لے گئے اور وہ بے ہوش ہوگئے تھے۔

آیت کی تلاوت

اتنے میں حضرت عثمان کا ایک دربان قرآن کریم کا نسخہ لے کر نکلا اور وہ بہ آوازِ بلند یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَی اللّٰهِ

(حقیقت میں جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور مختلف فرقے بن گئے (اے پیغمبر) تمھارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا)

بنی اُمیہ کی گستاخی

جب حضرت عثمان اپنے گھر میں بے ہوش تھے تو حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ وہاں گئے اس وقت عثمان کے چاروں طرف بنو امیہ جمع تھے حضرت علیؑ نے پوچھا کیا حال ہے آپ کا؟ اس وقت بنو امیہ کے تمام افراد حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور یک آواز کہنے لگے "اے علیؑ آپ نے ہمیں تباہ کر دیا ہے آپ نے امیر المومنین کے ساتھ یہ سلوک کرایا ہے آگاہ رہو اگر آپ کامیاب ہوگئے تو آپ کا زمانہ بھی آپ پر تلخ گذرے گا" اس پر (حضرت) علیؑ ناراض ہو کر کھڑے ہوگئے (اور چلے گئے)۔

باب ۲۰

حضرت عثمان کی حکومت

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کو کس طرح قتل کیا گیا اور اس کا آغاز کس طرح ہوا اور قتل سے پہلے کس نے اس کی جرأت دلوائی اور کس نے اس کام کا آغاز کیا۔

خاندان پرستی کی مخالفت

مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ صدقات کے کچھ اونٹ حضرت عثمان کے پاس آئے آپ نے وہ حکم کے خاندان کے کسی فرد کو بخشش میں دینے کا حکم صادر کیا جب عبدالرحمٰن بن عوف کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود کو بلوایا اور ان کے ذریعے ان اونٹوں کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کرا دیا جب کہ حضرت عثمان گھر میں موجود تھے۔

جبلہ بن عمرو ساعدی

عامر بن سعد کی روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے حضرت عثمان سے سخت کلام کیا وہ جبلہ بن عمرو ساعدی تھا ایک مرتبہ حضرت عثمان کے پاس سے گذرے تو عثمان نے سلام کیا۔ لوگوں نے سلام کا جواب دیا تو جبلہ کہنے لگا تم اس شخص کے سلام کا جواب دیتے ہو جس نے یہ یہ کرتوت کیے ہیں پھر وہ حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر بولا بخدا میں یہ رسی تمھاری گردن میں ڈال دوں گا ورنہ تم اپنے ان بھیدیوں کو چھوڑ دو۔ حضرت عثمان نے کہا میرے کون سے بھیدی اور راز دار ہیں میں تو اچھے لوگوں کا انتخاب کرتا ہوں اس نے کہا تم نے مروان کا انتخاب کیا، معاویہ کو پسند کیا۔ عبداللہ بن عامر بن کریز کو ترجیح دی اور عبداللہ بن سعد کا انتخاب کیا ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے خون بہانے کے لیے وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ نے ان کا خون بہانا ہدر و معاف کر رکھا تھا۔

عمرو عاص کا اعتراض

اے امیر المومنین! آپ نے کئی ناخوش گوار باتیں کی ہیں اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر ان کا ارتکاب کیا ہے آپ توبہ کریں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ

توبہ کریں گے۔

صحابہ کے نام خطوط محمد بن اسحاقؒ اپنے چچا عبدالرحمٰن یسار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان کے یہ حالات دیکھے تو انھوں نے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے صحابہ کے نام اس قسم کے خطوط لکھے:۔

"تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلے ہو اور محمدؐ کے دین و مذہب کو غالب کرنا چاہتے ہو مگر تمھارے پیچھے دینِ محمدیؐ تباہ و متروک ہو گیا ہے۔ تم آکر دینِ محمدؐ کی اصلاح کرو"۔

چنانچہ لوگ ہر طرف سے آگئے اور انھوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔

اور حضرت عثمان نے اپنے عاملِ مصر عبداللہ بن سعد کے نام جبکہ لوگ مصر کی طرف واپس جانے لگے اور یہ خیال کیا کہ عثمان نے توبہ کر لی ہے ان لوگوں کے بارے میں جو مصر میں ان کے سخت مخالف تھے یہ خط لکھا۔

"تم فلاں فلاں اشخاص کی جب وہ تمھارے پاس آئیں گردن مار دو اور فلاں فلاں کو اور قسم کی سزا دو"۔

ان لوگوں میں کچھ رسول اللہؐ کے صحابہ کرام اور کچھ تابعین میں سے تھے۔ اس خط کا قاصد ابوالاعور بن سفیان سلمی تھا جسے حضرت عثمان نے اپنے اونٹ پر سوار کرایا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچ جائے۔

قاصد سے پوچھ گچھ ابوالاعور راستے میں ان لوگوں سے جا ملا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اس نے کہا میں مصر جا رہا ہوں اس کے ساتھ قبیلہ خوان کا ایک شامی شخص بھی تھا جب ان لوگوں نے اسے حضرت عثمان کے اونٹ پر دیکھا، تو اس سے پوچھا کیا تمھارے ساتھ کوئی خط ہے اس نے کہا نہیں پھر پوچھا کس کام کے لیے بھیجے گئے ہو اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں اس پر ان لوگوں نے کہا۔

قاصد کی تلاشی "نہ تمھارے پاس کوئی خط ہے اور نہ تمھیں یہ معلوم ہے کہ تم کس مقصد کے لیے بھیجے گئے ہو اس بنا پر تمھارا معاملہ مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کی تلاشی لی اور ایک خشک زنبیل میں خط مل گیا جب انھوں نے خط پڑھا تو اس خط میں بعض لوگوں کے قتل کرنے اور بعض کو جانی و مالی سزا دینے کا حکم لکھا ہوا تھا۔ اس پر یہ سب لوگ مدینہ واپس آگئے

جب ان لوگوں کے واپس آجانے کی خبر مشہور ہوئی تو تمام علاقوں کے لوگ واپس آنے لگے، اور اہلِ مدینہ میں ہلچل پیدا ہوگئی۔

خط سے انکار

جب یہ لوگ حضرت عثمان کے پاس گئے اور پوچھا ! - یہ آپ کا غلام ہے انھوں نے کہا ہاں یہ غلام میرے علم کے بغیر چلا گیا تھا۔ وہ بولے یہ آپ کا اونٹ ہے۔ انھوں نے کہا یہ اسے میرے علم کے بغیر میرے گھر سے لے گیا تھا وہ بولے یہ آپ کی مُہر ہے انھوں نے کہا کسی دوسرے نے یہ مہر لگادی ہوگی۔

معاویہ کو خط

جب حضرت عثمان نے یہ حالات دیکھے کہ لوگ ان کے مخالف ہوگئے ہیں تو انھوں نے معاویہ کو شام میں یہ خط لکھ کر بھیجا :-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ اہلِ مدینہ نافرمان ہوگئے انھوں نے فرمانبرداری چھوڑدی ہے اور بیعت توڑدی ہے اس لیے تم اپنی طرف سے شام کے جنگجو سپاہی تیز رفتار سواریوں پر جلد بھیجو۔"

جب معاویہ کے پاس یہ خط پہنچا تو وہ حالات کا انتظار کرتا رہا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی مخالفت کے اعلانیہ اظہار کو پسند نہیں کرتا تھا اسے ان کے اجتماع کا علم ہوچکا تھا۔

دیگر حُکّام کو خطوط

جب عثمان کو معاویہ کی امداد میں تاخیر محسوس ہوئی تو انھوں نے یزید بن اسد بن کریز اور دوسرے اہلِ شام کے نام خطوط تحریر کیے جن میں ان سے امداد طلب کی گئی اور اپنے حقوق جتائے گئے تھے نیز یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اللہ بزرگ و برتر نے خلفاء کی اطاعت اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عثمان نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ سب لوگ ان کی امداد کے لیے نہ آئیں بلکہ کچھ دستے آجائیں۔

فوری امداد کی ضرورت

حضرت عثمان نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اہلِ شام پر ان کے بڑے احسانات ہیں اور انھوں نے ان کی بڑی خدمت کی تھی۔ آخر میں یہ تحریر تھا :- "اگر تم کچھ امدادی فوج بھیج سکتے ہو تو بہت جلد بھیجی جائے کیونکہ یہ لوگ میرا جلد خاتمہ کر رہے ہیں،" (شام اور بصرہ سے امدادی فوج کے دستے آئے تو تھے لیکن بروقت نہ پہنچے، لہٰذا حضرت عثمان قتل ہوگئے)۔

قاصد کا اخراج

حضرت زبیر بیان کرتے ہیں کہ اہلِ مصر نے سقایا ذوخشب کے مقام سے حضرت عثمان کو ایک خط لکھا اور ان کا ایک آدمی اس خط کو لے کر حضرت عثمان کے

پاس پہنچا مگر انھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اسے گھر سے نکلوا دیا۔

اہل مصر کا قافلہ

اہل مصر جو حضرت عثمان کی طرف روانہ ہوئے تھے وہ تعداد میں کل چھ سو تھے اور چار دستوں میں منقسم تھے۔ ان کے چار سردار تھے اور ہر سردار کے پاس ایک جداگانہ علم تھا۔ ان کی مشترکہ قیادت عمر بن بدیل بن ورقا خزاعی کے سپرد تھی۔ جو نبی کریم کے صحابی تھے۔ نیز عبدالرحمن بن عدیس تجلیبی بھی ان کے سپہ سالار اعلیٰ تھے انھوں نے جو خط حضرت عثمان کو لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

حضرت عثمان کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ اللہ کسی قوم کی حالت میں اس وقت تک تبدیلی پیدا نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے اس لیے آپ اللہ کو یاد کریں اور اللہ سے ڈریں آپ کے پاس دنیا ہے اس کے ذریعہ آخرت کی تکمیل کریں اور اپنے آخرت کے حصے کو مشکوک نہ بنائیں ورنہ دنیا بھی آپ کے لیے خوشگوار نہیں رہے گی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اللہ کے لیے غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے لیے ہم رضامند ہوتے ہیں لہذا ہم اس وقت تک اپنے کندھوں سے تلواریں نیام میں نہیں کریں گے جب تک ہمارے پاس صاف اور واضح طریقہ سے توبہ نامہ نہیں آئے گا یا کھلم کھلا گمراہی کا علم نہیں ہوگا۔ ہم آپ سے صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں اور یہی معاملہ آپ کے سامنے ہے اللہ ہماری معذرت قبول کرنے والا ہے۔ والسلام۔

توبہ کی دعوت

اہل مدینہ نے بھی حضرت عثمان کو خط لکھا جس میں انھیں توبہ کرنے کی دعوت دی۔ وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ وہ انھیں نہیں چھوڑیں گے تاآنکہ وہ انھیں قتل کر دیں گے یا وہ انھیں اللہ کا وہ حق جو ان کے ذمہ ہے انھیں عطا کریں۔

حضرت علیؑ سے امداد کا مطالبہ

جب حضرت عثمان کو اپنے قتل کا اندیشہ ہوا تو انھوں نے اپنے خیر خواہوں اور گھر والوں سے مشورہ طلب کیا اور کہا ان لوگوں نے جو کیا تم دیکھ رہے ہو (اب اس مصیبت سے) نکلنے کا راستہ کیا ہے ان سب نے مشورہ دیا کہ وہ حضرت علیؑ کو بلوائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ انھیں لوٹا دیں اور وہ جو چاہتے ہیں ان کا مطالبہ پورا کر دیں اس طرح مدت بڑھ جائے گی پھر امداد بھی آجائے گی۔

ایفائے وعدہ

حضرت عثمان نے کہا یہ لوگ ٹال مٹول قبول نہیں کریں گے وہ مجھ سے معاہدہ کریں گے کیونکہ پہلی مرتبہ مجھ سے ایسی باتیں سرزد ہوگئی تھیں اس لیے

اب میں جو وعدہ کروں گا اس کے ایفاء اور پورا کرنے پر وہ اصرار کریں گے۔"

مروان کا مشورہ

مروان نے کہا" اے امیرالمومنین انھیں قریب رکھنا تاکہ آپ طاقت ور ہو جائیں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قریب رہ کر آپ کا مقابلہ کریں آپ ان کا مطالبہ مان لیں اور جب تک وہ ٹال مٹول کو برداشت کرتے ہیں ان کے ساتھ ٹال مٹول کرتے رہو کیونکہ انھوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی ہے اس لیے ان کے معاہدہ کی کوئی پابندی نہیں ہے آپ حضرت علیؑ کو بلا بھیجیں"۔ چنانچہ انھیں حضرت عثمان نے بلایا جب وہ آئے تو ان سے کہا:۔

معاہدہ کی پابندی

" اے ابوالحسنؑ! آپ نے ان لوگوں کی باتیں سن لیں اور میری باتیں بھی آپ کو معلوم ہیں اب مجھے ان سے قتل کا اندیشہ ہے اس لیے آپ انھیں میرے پاس سے لوٹا دیں میں ان کی تمام شکایات دور کر دوں گا اور اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے ان کے مطالبات پورے کروں گا خواہ اس میں میری جان کا اندیشہ کیوں نہ ہو۔"

وعدہ شکنی

حضرت علیؑ نے فرمایا" عوام اس بات کو ترجیح دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ انصاف کریں بجائے اس کے کہ وہ آپ کو قتل کر دیں میرے خیال میں یہ لوگ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے مطالبات کو نہ مانیں جب یہ لوگ پہلی دفعہ آئے تھے تو اس وقت میں نے ان سے پختہ وعدہ کیا تھا کہ آپ ان تمام باتوں سے رجوع کریں جو انھیں پسند نہیں، اور اس طرح میں نے انھیں آپ کے پاس سے لوٹا دیا تھا۔ مگر آپ نے ان میں سے کوئی بات پوری نہیں کی اس لیے اس مرتبہ آپ مجھے فریب میں مبتلا نہ کریں کیونکہ مجھے تو ان کا حق ادا کرنا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا آپ انھیں اس بات کا یقین دلائیں بخدا میں ایفاء عہد کروں گا اس پر حضرت علیؑ ان لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا اے لوگو! تم نے حقوق کا مطالبہ کیا تھا وہ پورے کیے جاتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے تمھارے ساتھ انصاف کریں گے اور جو باتیں تمھیں ناپسند ہیں انھیں چھوڑ دیں گے۔"

عملی اقدام کا مطالبہ

" اس پر وہ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے ہم نے یہ بات مان لی مگر آپ ان سے پختہ وعدہ کرائیں کیونکہ عملی اقدام کے بغیر محض باتوں سے ہم خوش نہیں ہوں گے۔"

مہلت کی درخواست

حضرت علیؑ نے فرمایا" میں تمھاری بات منوا کر لاؤں گا چنانچہ آپ عثمان کے پاس گئے اور انھیں صورت حال سے آگاہ کیا حضرت عثمان نے

کہا۔ آپ میرے اور ان کے درمیان ایک مدت مقرر کر دیں جس میں مجھے مہلت مل سکے کیونکہ میں ایک دن کے اندر ان کی شکایات دور نہیں کر سکتا۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "جو لوگ مدینہ میں موجود ہیں ان کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی اور جو موجود نہیں ہیں ان کے لیے مدت اس وقت تک ہے جب تک آپ کا حکم ان کے پاس پہنچ جائے۔"

تین دن کی مہلت

حضرت عثمان نے کہا "یہ بات صحیح ہے تاہم مجھے مدینہ والوں کے لیے تین دن کی مہلت ملنی چاہیئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "بہت اچھا" پھر حضرت علیؑ ان کے پاس گئے اور انھیں اطلاع دی اس کے بعد حضرت عثمان سے ایک معاہدہ لکھوایا گیا کہ وہ تین دن کے اندر ہر شکایت دور کر دیں گے اور جو حاکم ان لوگوں کو ناپسند ہیں انھیں معزول کر دیں گے اس معاہدہ کے سلسلہ میں مزید سختی کی گئی اور سخت عہد و پیمان لیے گئے اور ان معزز مہاجرین و انصار کو گواہ بنایا گیا۔

(اس کی وجہ سے) مسلمان مقابلہ سے باز رہے اور واپس لوٹ گئے تاکہ وہ اپنے معاہدے کو پورا کر سکیں۔

حکومت کی طرف سے جنگ کی تیاری

حضرت عثمان نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور ہتھیار فراہم کرنے لگے انھوں نے مال غنیمت کے خمس سے غلاموں کی ایک بہت بڑی فوج تیار کر لی جب تین دن گذر گئے تو وہی (پہلے والی) حالت برقرار تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی ان لوگوں کی کوئی شکایات دور نہیں کی گئی اور نہ کسی حاکم کو معزول کیا گیا اس پر لوگ بھڑک اٹھے اور عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس آیا جو ذوخشب کے مقام پر مقیم تھے۔ اور اس کی اطلاع دی پھر وہ انھیں کے ساتھ مدینہ میں آیا اور ان لوگوں نے حضرت عثمان کو پیغام بھیجا۔

معاہدہ کی خلاف ورزی

کیا ہمارے ساتھ آپ کا یہ معاہدہ طے نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنے تمام کاموں سے توبہ کریں گے' ہماری شکایتوں کو دور کریں گے اور اس پر آپ نے پختہ عہد و پیمان کیے تھے۔

حضرت عثمان نے کہا "ہاں میں اس عہد پر قائم ہوں"۔ اس پر انھوں نے کہا "پھر اس خط کا کیا مطلب جو ہم نے آپ کے قاصد کے پاس سے حاصل کیا اور جسے آپ نے اپنے حاکم کے نام لکھا تھا" حضرت عثمان نے فرمایا "نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ مجھے اس بات کا علم ہے" وہ کہنے لگے "آپ کا قاصد آپ کے اونٹ

پڑھتا اور آپ کے کاتب و منشی کا وہ خط تھا اور اس پر آپ کی مہر لگی تھی" حضرت عثمان نے کہا وہ اونٹ چوری کا تھا، کتابت میں مشابہت ہو سکتی ہے اور مہر کسی دوسرے نے لگا دی ہوگی ۔

حکّام کی معزولی کا مطالبہ

وہ کہنے لگے گو ہم آپ کو مجرم گردانتے ہیں تاہم عجلت میں کام نہیں کیا جائے گا۔ آپ اپنے بُرے حکام کو معزول کر دیں اور ہم پر وہ حکام مقرر کریں جو ہماری جان و مال کے درپے نہ ہوں نیز ہماری دوسری شکایات بھی دور کریں ۔"

مطالبات ماننے سے انکار

حضرت عثمان نے کہا "اگر میں تمھاری مرضی کے مطابق حکام کا تقرر کردوں اور تمھارے مخالف حکام کو معزول کردوں تو میری حیثیت باقی نہیں رہے گی اس وقت تو حکومت کے تمام اختیارات تمھیں حاصل ہو جائیں گے ۔"

مسلمانوں کی دھمکی

وہ کہنے لگے بخدا آپ کو یہ ضرور کرنا ہوگا ورنہ آپ کو معزول کر دیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔ آپ اپنے معاملہ پر اچھی طرح غور کرلیں حضرت عثمان نے (ان کے مطالبات ماننے سے) انکار کر دیا اور کہا میں (خلافت کی) قمیص کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا ۔

گھر کا محاصرہ

اس کے بعد ان لوگوں نے چالیس دن رات ان کا محاصرہ کیے رکھا اور اس عرصہ میں حضرت طلحہ ان کو نماز پڑھاتے رہے۔

مالک اشتر کی طلبی

حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام وثاب جن کی گردن پر حضرت عثمان کے قتل کے وقت نیزے کے زخموں کے دو نشان تھے بیان کرتا ہے کہ مجھے حضرت عثمان نے مالک اشتر کو بلانے کے لیے بھیجا چنانچہ میں انھیں بلالایا اس وقت ایک تکیہ امیرالمومنین کے لیے اور ایک مالک اشتر کے لیے لایا گیا ۔

حضرت عثمان نے کہا "اے اشتر! لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں"؟ انھوں نے کہا وہ تین میں سے ایک چیز کا مطالبہ کرتے ہیں"۔ حضرت عثمان نے کہا

"وہ کیا ؟"

انھوں نے بتایا "یہ لوگ چاہتے ہیں کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور کہہ دیں کہ یہ تمھارا معاملہ ہے تم جس کو چاہو، انتخاب کر لو۔

یا خود اپنے سے قصاص لیں۔

اور اگر آپ کو ان دونوں باتوں میں سے انکار ہے تو پھر یہ لوگ آپ کو قتل کردیں گے "

آپ نے پھر پوچھا "کیا اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے؟"

انھوں نے جواب دیا: "اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں"

حضرت عثمان کا جواب

اس پر حضرت عثمان نے کہا "جہاں تک خلافت سے دستبردار ہونے کا تعلق ہے میں اس قمیص کو نہیں اتار سکتا جو اللہ بزرگ و برتر نے مجھے پہنائی ہے پھر میں محمدؐ کی امت کو اس حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرتے پھریں۔ خدا کی قسم مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں آگے بڑھوں تاکہ تم میری گردن اڑا دو، بہ نسبت اس کے کہ میں وہ قمیص اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔

جہاں تک اپنی ذات سے قصاص لینے کا تعلق ہے تو بخدا مجھے اس بات کا علم ہے کہ میرے پیشرو دونوں ساتھی سزا دیتے تھے۔

قتل کے خطرناک نتائج

تیسری بات یہ کہ تم مجھے قتل کر دو گے۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو بخدا میرے بعد تم میں اتحاد قائم نہیں ہوگا اور تم کبھی متحد و مجتمع ہو کر نماز نہیں پڑھ سکو گے اور نہ میرے بعد پھر کبھی تم متحد ہو کر دشمن سے جنگ کر سکو گے۔" اس کے بعد مالک اشتر اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔

محمد بن ابی بکر کی آمد

چند دن تک ہم (خاموشی کے ساتھ) بیٹھے رہے ایک دن ایک بھیڑیئے کی طرح کا ایک چھوٹا سا مرد آیا اور دروازے میں سے جھانک کر چلا گیا پھر محمد بن ابوبکر تیرہ افراد کے ساتھ حضرت عثمان کے گھر داخل ہوگئے اور محمد نے حضرت عثمان کی داڑھی پکڑ کر کہا "معاویہ نے تجھے کیا فائدہ پہنچایا، اب ابن عامر کہاں ہے، تمھارے خطوط کا کیا نتیجہ نکلا"

حضرت عثمان نے کہا "میرے بھتیجے تو میری داڑھی چھوڑ دے"۔

حضرت عثمان کا قتل

راوی کہتا ہے "میں نے دیکھا کہ انھوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا تو وہ ایک بھالا لے کر گیا اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا۔"

طبری کہتے ہیں کہ پھر یہ لوگ سب ان پر ٹوٹ پڑے اور انھیں قتل کر دیا۔

محمد بن مسلمہ کی مصریوں سے ملاقات

واقدی کا بیان ہے کہ محمد بن مسلمہ نے کہا "میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مصریوں کے پاس گیا ان کے یہ چار سردار تھے (۱) عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی (۲) سودان بن حمران مرادی (۳) عمرو بن حمق خزاعی (۴) اور

ابن نباع ، میں ان کے خیمے میں داخل ہوا جس میں یہ چاروں افراد موجود تھے اور باقی لوگ ان کے تابع تھے۔ میں نے انھیں حضرت عثمان کے حقوق کی اہمیت ان پر واضح کی اور ان پر ان کی بیعت کی ذمہ داری ہے۔ میں نے انھیں فتنہ وفساد سے ڈرایا اور انھیں سمجھایا کہ حضرت عثمان کے قتل کی وجہ سے بہت سے اختلافات پیدا ہو جائیں گے ہنگامہ برپا ہوگا اس لیے تم فتنہ فساد کا دروازہ نہ کھولو۔ حضرت عثمان ان باتوں کو دور کرنا چاہتے ہیں جو تمھیں ناگوار ہیں میں ان کا "ذمہ دار" ہوں۔ ان لوگوں نے کہا اگر حضرت عثمان نے (ان شکایات کو) دور نہ کیا تو پھر کیا ہوگا۔ میں نے کہا پھر تمھیں اختیار ہوگا اس پر یہ لوگ رضا مند ہو کر لوٹ گئے۔"

حضرت عثمان کو نصیحت

میں حضرت عثمان کے پاس آیا اور کہا اے عثمان! تم اللہ کو یاد کرو اور اپنی جان کی حفاظت کرو، یہ لوگ تمھارا خون بہانے آئے تھے۔ آپ دیکھتے نہیں آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ بیٹھے ہیں بلکہ وہ آپ کے مخالفین کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔"

عثمان کی رضامندی

حضرت عثمان نے میری بات مان لی اور مجھے جزائے خیر کی دعا دی وہاں سے آنے کے بعد میں کچھ عرصے تک خاموش بیٹھا رہا اس عرصے میں حضرت عثمان نے اہل مصر کے واپس جانے کے بارے میں تقریر کی تھی اور یہ بیان دیا تھا کہ وہ ایک خبر سن کر آئے تھے مگر انھیں اس سے مختلف اطلاع ملی اس لیے وہ واپس لوٹ گئے۔ میں نے چاہا کہ میں آکر عثمان کو اس بات پر ملامت کروں تاہم میں خاموش رہا۔ پھر کسی نے مجھ سے یہ کہا، کہ اہل مصر پھر آگئے ہیں اور وہ مقام سویداء کے قریب ہیں میں نے کہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد مجھے حضرت عثمان نے بلا بھیجا تو پتہ چلا کہ انھیں بھی اس کی اطلاع ہو گئی ہے اور وہ لوگ اس وقت ذوخشب کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ حضرت عثمان نے کہا:۔

"اے ابو عبدالرحمٰن! یہ لوگ پھر آگئے ہیں ان کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

میں نے کہا "بخدا مجھے کوئی علم نہیں ہے تاہم میرا خیال ہے کہ وہ کسی اچھے مقصد کے لیے واپس نہیں آئے ہیں"

حضرت عثمان نے کہا "تم انھیں واپس کر دو"

میں نے کہا "میں یہ نہیں کروں گا"

انھوں نے کہا "کیوں؟"

میں نے کہا "اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کو اس بات کی ضمانت دی تھی کہ آپ ان کی شکایات کو دور کریں گے مگر آپ نے ان کے سلسلہ میں ایک حرف بھی نہیں کہا۔۔۔۔۔"

پھر یہ لوگ اسواف کے مقام پر اُترے اور انھوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا۔

خط کا انکشاف

میرے پاس عبدالرحمٰن بن عدیس، سودان بن حمران اپنے دو دوسرے ساتھیوں کے ساتھ آئے اور کہنے لگے "اے ابو عبدالرحمٰن! کیا تھیں معلوم ہے کہ تم نے گفتگو کر کے ہمیں لوٹا دیا تھا تم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ تمھارے ساتھی (عثمان) ہماری شکایت دور کریں گے" میں نے کہا "ہاں"، اس کے بعد انھوں نے ایک پرچہ نکال کر کہا:۔

"ہم نے صدقات کے ایک اونٹ پر (حضرت عثمان کے) غلام کو دیکھا جب ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں ہم نے یہ خط پایا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:۔

خط کا مضمون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ جب تمھارے پاس عبدالرحمٰن بن عدیس آئے تو اسے سو کوڑے مارو اور اس کا سر اور ڈاڑھی منڈوا کر اسے طویل عرصہ تک قید رکھو، تا آنکہ تمھارے پاس میرا دوسرا حکم آئے۔ نیز عمرو بن حمق، سودان بن حمران اور عروہ بن نباع لیثی کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔""

میں نے کہا "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان نے خود یہ خط لکھا ہے انھوں نے کہا تو پھر مروان نے حضرت عثمان کی طرف سے یہ خط لکھا ہوگا اور یہ بات اس سے بھی بدتر ہے اس صورت میں انھیں اس کام سے بریت کا اظہار کرنا چاہیے" پھر ان لوگوں نے کہا "تم ہمارے ساتھ ان کے پاس چلو، ہم نے حضرت علیؑ سے بھی بات چیت کی ہے اور انھوں نے بھی وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ظہر کی نماز کے بعد اُن (حضرت عثمان) سے گفتگو کریں گے۔ ہم سعد بن ابی وقاص کے پاس بھی گئے تھے تو انھوں نے کہا میں تمھارے معاملے میں کوئی دخل نہیں دوں گا۔ ہم سعید بن زید کے پاس بھی گئے انھوں نے بھی اسی قسم کا جواب دیا ہے۔ "

حضرت علیؑ کا وعدہ پورا کرنا

محمد بن مسلمہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ دونوں حضرت عثمان کے پاس گئے ان سے کہا "یہ اہل مصر دروازے پر ہیں آپ انھیں اندر آنے کی اجازت دیں" اس وقت مروان بھی وہاں بیٹھا تھا۔ "آپ مجھے ان سے گفتگو کرنے کی اجازت دیں"۔ حضرت عثمان نے کہا "تم میرے پاس سے چلے جاؤ تمھارا اس معاملے سے کیا تعلق ہے" اس پر مروان چلا گیا اور حضرت علیؑ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت تک مصریوں نے انھیں تمام صورتحال سے

مطلع کر دیا تھا اور حضرت علیؑ، عثمان کو خط کا مضمون بتا رہے تھے ۔ حضرت عثمان نے اللہ کی قسم کھا کر یہ کہا نہ تو انھوں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے نہ ان سے اس بارے میں کبھی مشورہ کیا گیا ہے ۔ اس پر محمد بن مسلمہ نے کہا " بخدا آپ سچے ہیں " مگر یہ مروان کا فعل معلوم ہوتا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا ۔ آپ ان لوگوں کو اندر آنے دیں تاکہ وہ آپ کی معذرت سن لیں " انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا ۔ میری آپ سے قرابت اور رشتہ داری ہے بخدا اگر میں اس حلقے میں مقتول ہوتا تو آپ کی مشکل حل کرتا ۔ لہٰذا آپ ان کے پاس جائیں اور ان سے گفتگو کریں کیونکہ وہ آپ کی بات سنتے ہیں ۔"

حضرت علیؑ نے کہا " میں یہ بات نہیں کروں گا آپ خود انھیں اندر بلوا کر ان کے سامنے معذرت پیش کریں "

چنانچہ وہ اندر بلوائے گئے جب وہ داخل ہوئے ......

ان مصریوں نے گفتگو کے لیے ابن عدیس کو پیش کیا اس نے مصر میں ابن سعد کی حرکتوں کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ وہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر ظلم کرتا ہے اور مسلمانوں کے مالِ غنیمت پر خود قبضہ کر لیتا ہے اور جب اس پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے :۔

" مجھے امیر المومنین نے خط میں خود یہی تحریر کیا ہے "

بدعات کا تذکرہ

پھر انھوں نے ان باتوں کا تذکرہ کیا جو مدینہ میں رونما ہوئی ہیں اور انہوں (عثمان) نے اپنے دونوں پیش رو خلفاء کی مخالفت کی ہے ۔

دو افراد کی ضمانت

ابن عدیس نے مزید کہا " پھر ہم مصر سے روانہ ہوئے اُس وقت ہمارا مقصد یہ تھا کہ یا تو آپ ان باتوں سے باز آجائیں ورنہ ہم آپ کی جان لیں گے ۔ ہمیں حضرت علیؑ اور محمد بن مسلمہ نے واپس کر دیا اور ہمیں اس بات کی ضمانت دی کہ آپ ہماری شکایات رفع کریں گے " یہ کہہ کر اہلِ مصر محمد بن مسلمہ سے مخاطب ہوئے اور پوچھا

" کیا تم نے یہ بات ہم سے کہی تھی ؟"

محمد بن مسلمہ نے کہا کہ " ہاں " ۔ اس کے بعد انھوں نے وہ سلسلہ گفتگو جاری رکھا اور کہا " پھر ہم اپنے وطن کی طرف جانے لگے تاکہ یہ بات ہمارے لیے حجت رہے جب ہم بویب کے مقام پر پہنچے تو ہم نے آپ کے غلام کو پکڑ کر آپ کا سر بمہر خط عبداللہ بن سعد کے نام کا حاصل کیا جس میں آپ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ہماری پشت پر کوڑے مارے اور ہمارے بال منڈوا کر طویل عرصہ تک قید میں رکھے اور یہ آپ کا خط موجود ہے ۔"

لاعلمی کا اظہار

حضرت عثمان نے حمد و ثنا کے بعد کہا خدا کی قسم! نہ میں نے یہ خط لکھا نہ میں نے اس کا حکم دیا ہے نہ مجھ سے مشورہ لیا گیا اور نہ مجھے اس کا علم ہے۔" محمد بن مسلمہ اور حضرت علیؑ نے کہا "آپ سچ کہتے ہیں۔" اس پر حضرت عثمان کو کچھ سکون ہوا تاہم مصریوں نے پوچھا پھر یہ خط کس نے لکھا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا "مجھے معلوم نہیں ہے" تو انھوں نے کہا "پھر کون ایسی جرات کر سکتا ہے کہ وہ آپ کے غلام کو صدقات کے اونٹ پر سوار کرائے اور آپ کی مہر لگا کر آپ کے حاکم کو اتنی بڑی باتیں لکھے اور آپ کو خبر تک نہ ہو" انھوں نے کہا "ہاں (ایسا ہی ہے)"

معزولی کا مطالبہ

اس پر ان لوگوں نے کہا "پھر آپ خلیفہ رہنے کے مستحق نہیں ہیں" حضرت عثمان نے کہا "میں (خلافت کی) اس قمیص کو جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے نہیں اتاروں گا۔" اس پر بہت شور و غل ہونے لگا۔ محمد بن مسلمہ کہتا ہے اس وقت میں نے خیال کیا، یہ لوگ حملہ کیے بغیر نہیں نکلیں گے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ کھڑے ہو گئے تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور انھوں نے مصریوں سے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ، اس پر وہ باہر آ گئے میں بھی اپنے گھر چلا گیا اور حضرت علیؑ بھی اپنے گھر چلے گئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے محاصرہ کر کے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔

سفیان بن ابی العوجاء کے بیان کے مطابق

انھوں نے یہ بھی کہا "آپ نے رسول اللہؐ کے صحابہ کرام کو زد و کوب کیا جبکہ انھوں نے آپ کو نصیحت کی اور معترضین کے اعتراضات کے موقع پر حق بات کا فیصلہ کرنے کی ہدایت کی اس لیے جن پر آپ نے ظلم کیا ہے اور انھیں زد و کوب کیا ہے ان کا قصاص اپنے آپ سے لیں"۔ اس پر حضرت عثمان نے کہا "حاکم غلطی بھی کرتا ہے اور صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اس لیے میں اپنی ذات سے قصاص نہیں لے سکتا۔ کیونکہ اگر میں غلطی پر اپنے آپ سے قصاص لینے لگوں تو میرا خاتمہ ہو جائے۔"

وہ کہنے لگے "آپ نے ایسی بری باتوں کا ارتکاب کیا ہے جن کی بدولت آپ کو معزول کیا جا سکتا ہے جب آپ سے اس بارے میں گفتگو کی گئی تھی تو آپ نے ان سے توبہ کر لی مگر پھر آپ نے دوبارہ ایسی باتیں کی ہیں۔ پھر ہم آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے توبہ کر لی اور حق کی طرف رجوع کرنے کا وعدہ کر لیا تھا بلکہ محمد بن مسلمہ نے ہمیں آپ کے بارے میں ملامت کی اور آپ کی طرف سے ذمہ داری قبول کی تھی، مگر آپ نے پھر عہد شکنی کی جس کی وجہ سے اس نے اب اظہار برئیت کیا اور کہا "اب میں ان کے معاملہ میں دخل نہیں دوں گا"۔"

اہل مصر اور دوسرے لوگوں کا محاصرہ

اہل مصر روانہ ہو کر "اسواف" کے مقام پہنچے اور انہوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا حکیم بن جبلہ بصرہ سے کچھ سواروں کو لے کر آیا مالک اشتر بھی اہل کوفہ کے ساتھ آئے اور یہ سب مدینہ پہنچ گئے لیکن مالک اشتر اور حکیم بن جبلہ الگ رہے۔ صرف ابن عدیس اور اس کے ساتھیوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا جن کی تعداد پانچسو تھی اور انچاس دنوں تک محاصرہ کیے رہے۔

حضرت عثمان ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ قتل ہوئے۔

قتل کا منصوبہ

عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ بیان کرتا ہے میں حضرت عثمان کے پاس گیا اور کچھ دیر تک ان سے باتیں کرتا رہا۔ حضرت عثمان میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے پر لے آئے ہم نے کچھ باتیں سنیں کوئی کہہ رہا تھا "تم کیا انتظار کر رہے ہو؟" کوئی کہہ رہا تھا "ٹھہرو شاید وہ رجوع کریں"۔

طلحہ کا حکم

میں اور حضرت عثمان کھڑے تھے کہ طلحہ بن عبداللہ وہاں سے گذرے اور وہاں ٹھہر کر پوچھا "ابن عدیس کہاں ہے؟" لوگوں نے کہا "وہ یہ ہیں" چنانچہ ابن عدیس طلحہ کے پاس آیا تو انھوں نے اس سے کچھ سرگوشی کی پھر ابن عدیس اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا کسی شخص کو اس شخص (عثمان) کے پاس نہ جانے دو اور نہ وہاں سے نکلنے دو اس پر حضرت عثمان نے کہا اس بات کا طلحہ بن عبیداللہ نے حکم دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے کہا اے اللہ تو مجھے طلحہ بن عبیداللہ سے بے نیاز کر دے کیونکہ اس نے انھیں بھڑکایا ہے اور انھیں جمع کیا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ وہ اس (خلافت) سے خالی جائے گا اور اس کا خون بہایا جائے گا۔ ابن عباس بن ربیعہ کہتا ہے کہ میں نے باہر جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھے روکا یہاں تک کہ محمد بن ابی بکر میرے پاس سے گذرے اور انھوں نے کہا اسے چھوڑ دو، تب انھوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

عینی شاہد

عبدالرحمٰن بن ابزی کا بیان ہے کہ "میں نے آج وہ جگہ دیکھی جہاں سے یہ لوگ حضرت عثمان کے پاس گئے تھے۔ یہ لوگ عمرو بن حزم کے گھر میں سے ایک تنگ راستہ سے وہاں داخل ہوئے۔ بخدا ہم ابھی تک اس بات کو نہیں بھولے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد سودان بن حمران نکلا اور کہنے لگا "طلحہ بن عبیداللہ کہاں ہیں؟" ہم نے ابن عفان کو قتل کر دیا ہے"

خانہ جنگی کا آغاز

ابو حفصہ یمانی بیان کرتا ہے میں ایک صحرا نشیں عرب کا غلام تھا مروان نے مجھے پسند کیا اور اس نے میری بیوی اور لڑکے خرید لیے اور ہم سب کو

آزاد کر دیا اور میں ان کے ساتھ رہنے لگا جب حضرت عثمان محصور ہو گئے تو بنی امیہ ان کی حفاظت کرتے تھے اور مروان ان کے گھر میں رہنے لگے میں بھی مروان کے ساتھ تھا۔ فریقین میں میں نے ہی جنگ کو بھڑکایا تھا اور میں نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو گھر کی چھت سے نشانہ بنا کر قتل کر دیا تھا اس کا نام نیاز اسلمی تھا۔ اس پر جنگ چھڑ گئی میں کوٹھے پر سے اتر آیا اور اس کے بعد دروازے پر جنگ چھڑ گئی مروان نے بھی جنگ میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ گر پڑا، میں اسے اٹھا کر ایک بڑھیا کے گھر لے گیا اور وہاں لٹا کر دروازہ بند کر دیا۔

ابو المعتمر حسن کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ محمد بن ابی بکر حضرت عثمان کے پاس آئے اور ان کی ڈاڑھی پکڑ لی، حضرت عثمان نے کہا "تم نے جس چیز کو پکڑا ہے اور جس طرح میرے ساتھ سلوک کیا ہے (تمھارے والد) ابوبکر اسے نہیں پکڑتے تھے اور نہ میرے ساتھ ایسا سلوک کرتے تھے" اس پر انھوں نے انھیں چھوڑ دیا اور چلے گئے اس کے بعد ایک شخص عثمان کے پاس آیا جسے "سیاہ موت" کہا جاتا تھا اس نے آپ کا گلا گھونٹ دیا اور پھر اسے ہلا کر چلا گیا وہ کہتا ہے "میں نے عثمان کے گلے سے زیادہ نرم چیز نہیں دیکھی، جب میں نے ان کا گلا گھونٹا تو میں نے محسوس کیا ان کی روح جنات کی روح کی طرح ان کے جسم میں حرکت کر رہی ہے"

امدادی فوجوں کی اطلاع

سیف کی روایت کے مطابق حضرت عثمان کا محاصرہ چالیس دن رہا اور ان افراد کا قیام ستر دن رہا، جب محاصرہ کے اٹھارہ دن گذر گئے تو معزز مسافر آئے اور انھوں نے بتایا کہ مختلف صوبوں سے (امدادی) فوجیں آرہی ہیں۔ شام سے حبیب، مصر سے معاویہ اور کوفہ سے قعقاع (امدادی فوج لے کر) آرہے ہیں اور مجاشع روانہ ہو گیا ہے جب انھیں یہ خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کو حضرت عثمان کے پاس آنے جانے سے روک دیا اور ہر چیز ان کے گھر جانی بند کر دی، البتہ حضرت علیؑ ضرورت کی چیزیں لے کر آجاتے تھے۔

حضرت علیؑ اور دیگر لوگوں سے تعاون کی اپیل

حضرت عثمان نے آل حزم کی طرف جو ان کے پڑوسی تھے متوجہ ہوئے اور عمرو کے فرزند کو حضرت علیؑ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا " ان لوگوں نے ہم پر پانی بھی بند کر دیا ہے اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو تھوڑا سا پانی بھیج دو"۔ طلحہ و زبیر، عائشہ اور دیگر ازواج نبی کی طرف بھی اس قسم کے پیغامات بھیجے۔ سب سے پہلے حضرت علیؑ اور ام المومنین ام حبیبہ مدد کے لیے آئیں۔ حضرت علیؑ صبح سویرے پہنچے اور فرمایا:۔

حضرت علی کی ملامت

"اے لوگو! تم جو حرکتیں کر رہے ہو وہ نہ مومنوں جیسی ہیں نہ کافروں جیسی، تم اس شخص کی ضروریات بند نہ کرو کیونکہ روم و فارس کے جو لوگ گرفتار کیے جاتے ہیں ان کو بھی کھانا پینا مہیا کیا جاتا ہے۔"

ابوہریرہ

ابوہریرہ اس وقت آئے جب اگلی ایک مختصر جماعت کے علاوہ وہ حضرت عثمان کے گھر سے ہٹ رہے تھے یہ جماعت جنگ کر رہی تھی ابوہریرہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور کہا یہ تمھارے لیے نمونہ ہوں اور یہ وہ دن ہے جبکہ جنگ کرنا بہتر ہے۔

گھر میں گھسنا

قباث کنانی نے نیار بن عبداللہ اسلمی کو قتل کر دیا تو پھر یہ لوگ حضرت عثمان کے گھر میں اطراف کے گھروں سے گھس آئے یہاں تک کہ ان سے گھر بھر گیا جو لوگ دروازے پر تھے انھیں محسوس تک بھی نہیں ہوا آخر کار قبائل کے لوگ اپنے بیٹوں کو لے کر آ گئے، کیونکہ ان کا امیر مغلوب ہو چکا تھا۔

قتیرہ اور سودان بن حمران جو قبیلہ سکون سے تعلق رکھتے تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے اس کام (قتل) کے لیے تیار ہوئے۔ ان دونوں کے ساتھ غافقی بھی شریک تھا۔ غافقی نے ان پر لوہا مارا جو اس کے ساتھ تھا.......... سودان بن حمران بھی عثمان پر تلوار کا وار کرنے کے لیے پہنچا تو نائلہ بنت فرافصہ (حضرت عثمان کی بیوی) اس کے درمیان حائل ہوئی اور اس کی تلوار پکڑ لی، جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔

عثمان کا قتل

آخر کار اس نے حضرت عثمان پر تلوار کی ضرب مار کر انھیں قتل کر دیا اس وقت کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عثمان کے غلام بھی پہنچے تا کہ وہ آپ کی مدد کر سکیں جب انھوں نے دیکھا کہ سودان نے آپ پر تلوار کا وار کیا ہے تو کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کی گردن اڑا کر اسے قتل کر دیا اس پر قتیرہ نے غلام پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

قاتل کا قتل

پھر ان لوگوں نے گھر کو بند کر دیا وہاں تین لاشیں تھیں جب وہ گھر سے نکلے تو حضرت عثمان کے دوسرے غلام نے قتیرہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

غم اور خوشی

اس موقع پر دو قسم کے لوگ تھے نیک لوگ ماتم کر رہے اور رو رہے تھے باہر سے آنے والے خوش ہو رہے تھے۔ آخر میں یہ لوگ بھی پشیمان ہوئے۔

عبدالرحمن بن محمد کی روایت ہے میں نے ابوعون کو یہ روایت کرتے سنا کہ کنانہ بن بشیر نے عثمان کی پیشانی اور سر کے اگلے حصہ پر لوہے کی سلاخ ماری اس کی وجہ سے وہ پیشانی کے بل گر پڑے۔ اس وقت سودان

بن حمران مرادی نے تلوار مار کر انھیں قتل کر دیا۔

فوجی امداد قتل کا سبب بنی

ابو عون مولیٰ مسور بن مخرمہ بیان کرتا ہے کہ اہل مصر حضرت عثمان کو قتل کرنا اور جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے مگر بصرہ اور کوفہ سے عراقی آئے اور شام سے بھی امداد آئی تو انھوں نے ان (اہل مصر) کی حوصلہ افزائی کی اسی اثناء میں انھیں اطلاع ملی کہ عراق سے حضرت عثمان کی حمایت میں فوجی مہم روانہ ہو گئی ہے اور مصر سے بھی عبداللہ بن سعد نے فوجی امداد بھیجی ہے اس سے پہلے ابن سعد مصر میں نہیں تھا اور وہاں سے بھاگ گیا تھا اور شام پہنچا ہوا تھا۔ اس لیے مصریوں نے کہا کہ:۔

"ہم فوجی امداد کے پہنچنے سے پہلے ان کا خاتمہ کر دیں۔"

باب ۲۲

ابو بشیر عابدی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان کی لاش تین دن تک (گھر میں) پڑی رہی، اسے کسی نے دفن نہیں کیا۔ پھر حکیم بن خرام اور جبیر بن مطعم نے حضرت علیؑ سے دفن کرنے کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے یہ اجازت طلب کی کہ ان کے گھر والے ان کی لاش کو دفن کر دیں حضرت علیؑ نے اس کی اجازت دے دی۔

تدفین میں رکاوٹ

جب ان (دشمنوں) کو اس کی اطلاع ملی تو وہ پتھر لے کر راستے میں بیٹھ گئے آپ کے اہل و عیال (جنازہ لے کر) نکلے وہ (لاش کو دفن کرنے کیلئے) مدینہ کے ایک باغ کی طرف جا رہے تھے حش کوکب کہتے ہیں یہاں یہودی اپنے مُردوں کو دفن کرتے تھے۔

حضرت علیؑ کی بروقت مداخلت

جب وہ جنازہ لے کر وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے جنازے پر سنگ باری کی (اور ان کی لاش کو) پھینک دینے کا ارادہ کیا اتنے میں حضرت علیؑ کو یہ اطلاع ملی۔ آپ نے انھیں یہ پیغام بھیجا کہ انھیں (عثمان کو) دفن کرنے دیں چنانچہ وہ باز آ گئے اور آپ کو حش کوکب میں دفن کر دیا گیا۔

قبرستان میں توسیع

جب معاویہ خلیفہ ہوا تو اس نے اس کی دیوار گرا دینے کا حکم دیا تاکہ اس قبر کا سلسلہ بقیع کے قبرستان کے ساتھ مل جائے۔ معاویہ نے مسلمانوں کو

کا بھی حکم دیا کہ وہ حضرت عثمان کی قبر کے قریب اردگرد اپنے مُردے دفن کریں اس طرح ان قبروں کا سلسلہ مسلمانوں کے قبرستان بقیع کے ساتھ مل گیا۔

تدفین کا حال

ابو کرب حضرت عثمان کے عہد میں ان کے بیت المال کا منتظم تھا وہ کہتا ہے، "حضرت عثمان مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان دفن ہوئے ان کے جنازے میں مروان بن حکم حضرت عثمان کے تین آزاد کردہ غلام اور ان کی پانچویں بیٹی شریک ہوئیں جب انکی صاحبزادی نے ماتم کے لیے آواز نکالی تو لوگوں نے پتھر اٹھا لیے اور قریب تھا کہ ان کی بیٹی پر پتھر برسائے جاتے کہ وہ لوگ جنازے کو دیوار کی طرف لے گئے اور وہیں دفن کر دیا۔"

جنازے کے شرکاء

عبداللہ بن ساعدہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان قتل ہوئے تو ان کی لاش دو راتوں تک وہیں رہی لوگ اسے دفن نہیں کر سکے پھر اس لاش کو ان چار اشخاص نے اٹھایا۔ ا۔ حکیم بن حزام ۲۔ جبیر بن مطعم ۳۔ نیاز بن مکرم ۴۔ ابوجہم بن حذیفہ۔ جب

جنازہ کو رکھا گیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو انصار میں سے کچھ لوگ آئے تاکہ نماز جنازہ پڑھنے سے روکیں ان میں اسلم بن اوس، ابو حنیبہ مازنی اور چند دیگر حضرات شامل تھے۔ انھوں نے بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ابوجہم نے کہا انھیں دفن کر دو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی ہے وہ کہنے لگا بخدا انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اس لیے انھیں حش کوکب میں دفن کیا گیا جب بنی اُمیہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اس احاطے کو بقیع کے قبرستان میں شامل کر دیا۔ چنانچہ آجکل یہ احاطہ بنوامیہ کا قبرستان ہے۔

حضرت عثمان پر ماتم

عبداللہ بن موسیٰ مخزومی کی روایت ہے جب حضرت عثمان قتل ہوئے تو انھوں نے ان کا سر کاٹ لینے کا ارادہ کیا اس پر نائلہ اور ام البنین لاش پر گر پڑیں اور انھیں اس کام سے باز رکھا وہ چیخنے اور چلانے لگیں انھوں نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کپڑے پھاڑ ڈالے اس پر ابن عدیس نے کہا

" انھیں اسی حالت میں چھوڑ دو۔"

چنانچہ غسل دیئے بغیر حضرت عثمان کی لاش بقیع لے گئے انھوں نے چاہا کہ جنازے والی جگہ پر ان کی نماز (جنازہ) پڑھی جائے مگر انصار نے روک دیا جب حضرت عثمان کا جنازہ دروازے پر رکھا گیا تو عمیر بن ضنابی ان کی لاش پر کود کر کہنے لگا تم نے میرے ماں باپ کو قید میں ڈالا اور وہ قید خانے میں مر گیا طرح ان کی ایک پسلی بھی ٹوٹ گئی تھی۔

مالک بن ابی عامر کہتا ہے جب حضرت عثمان قتل ہو گئے تو میں بھی ان کا جنازہ اٹھانے والوں میں سے تھا ہم ان کے جنازے کو اس قدر جلد لے جا رہے تھے کہ ایک دروازے سے ان کا سر ٹکرایا۔ اس وقت ہم پر اس قدر خوف و دہشت طاری تھی۔ کہ ہم نے انھیں حش کوکب (یہودیوں کے قبرستان) میں دفن کر دیا۔

شعبی کی روایت ہے کہ:۔

حضرت عثمان رات کے وقت دفن ہوئے مروان بن حکم نے انکی نماز جنازہ پڑھائی ان کے پیچھے ان کی صاحبزادی اور نائلہ بنت فرافصہ روتی ہوئی نکلیں۔

جمہور راویوں کا اتفاق ہے کہ حضرت عثمان ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں قتل ہوئے لیکن محمد اخنسی اور ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عثمان جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۳۶ھ عصر کے بعد قتل ہوئے انکی مدت خلافت بارہ سال سے بارہ دن کم تھی اور ان کی عمر بیاسی سال تھی۔

عامر شعبی کی روایت ہے کہ حضرت عثمان اپنے گھر میں بائیس دن تک محصور رہے اور رسول اللہ کی وفات کے بعد پچیسویں سال ۱۸ ذی الحجہ کو قتل ہوئے۔

تاریخ طبری جلد سوم کا حصہ دوم

باب ۱

خلافت امیر المومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ

۳۵ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت علیؑ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔

بعض مورخین کی رائے تو یہ ہے کہ صحابہ کرام نے جمع ہو کر حضرت علیؑ سے بیعت کی درخواست کی لیکن انھوں نے انکار فرمایا۔ جب صحابہ کرام نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو انھوں نے قبول فرما لیا۔

حضرت علیؑ کی بیعت

جعفر بن عبداللہ محمدی نے عمرو بن حماد علی بن حسین، حسین بن ربیعہ، عبدالملک بن ابی سلیمان فزاری اور سالم بن ابی الجعد کے واسطے سے محمد بن حنفیہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمان قتل کیے گئے میں اس دن اپنے والد حضرت علیؑ کے ساتھ تھا جب انھیں عثمان کے قتل کی خبر ملی تو وہ فوراً اپنے گھر سے نکلے اور حضرت عثمان کے گھر پہنچے وہاں رسول اللہؐ کے صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ حضرت عثمان قتل ہو گئے ہیں اور لوگوں کے لیے ایک نہ ایک امام کا موجود ہونا ضروری ہے جس کے بغیر چارہ کار نہیں اور آج روئے زمین پر ہم آپ سے زیادہ کسی کو اس کا حق دار نہیں پاتے نہ تو آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسلام میں آپ پر سبقت رکھتا ہو اور نہ کوئی ایسا فرد موجود ہے جسے آپ سے زیادہ نبی کریمؐ کا قرب اور آپ سے زیادہ رشتہ داری حاصل ہو (تو کیا اس سے پہلے کوئی تھا حیف ہے) اس لیے یہ بار آپ اپنے کاندھوں پر اٹھائیے اور لوگوں کو اس بے چینی اور پریشانی سے نجات دلائیے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا "بہتر یہ ہے کہ تم کسی اور کو اپنا امیر بنالو" .... صحابہ کرام نے عرض کیا "خدا کی قسم! ہم آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہیں"۔

حضرت علیؑ نے فرمایا "جب تم مجھے مجبور کر رہے ہو تو بہتر یہ ہے کہ بیعت مسجد (نبوی) میں ہونا چاہیے تاکہ لوگوں پر میری بیعت مخفی نہ رہے۔" عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علیؑ کا مسجد میں جانا بہتر معلوم نہیں ہوا۔ کیونکہ مجھے خوف تھا کہ لوگ ان کے خلاف شور نہ مچائیں۔ لیکن حضرت علیؑ نے میری بات

قبول نہ فرمائی اور مسجد تشریف لے گئے وہاں تمام مہاجرین وانصار نے جمع ہو کر آپ کی بیعت کی، اور ان کے بعد دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی۔

بیت المال کے بارے میں حضرت علیؑ کی روش

جعفر بن عبداللہ محمدی نے عمرو بن حماد، علی بن حسین، حسین عن ابیہ اور ابو میمونہ کے واسطے سے ابو بشیر عابدی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان قتل ہو گئے تو میں مدینہ میں موجود تھا مہاجرین وانصار جمع ہو کر جن میں طلحہ اور زبیر بھی تھے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی "اے ابوالحسنؑ! اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کریں حضرت علیؑ نے جواب دیا مجھے خلافت کی کوئی حاجت وضرورت نہیں تم جسے بھی خلیفہ بنانا چاہو میں خوش ہوں اور اس میں تمھارے ساتھ ہوں۔

مہاجرین وانصار نے جواب دیا:۔

"ہم آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ بنانے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔

الغرض قتل عثمان کے بعد مہاجرین وانصار حضرت علیؑ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتے رہے اور انھیں خلافت قبول کرنے پر مجبور کرتے رہے حتیٰ کہ ان مہاجرین وانصار نے ایک بار یہاں تک کہا کہ خلافت کے بغیر معاملات طے نہیں پا سکتے اور آپ کے ٹال مٹول سے معاملہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا

"چونکہ تم مجھے بار بار آ کر مجبور کر رہے ہو تو میں بھی تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اگر تم میری بات قبول کرو گے تو میں خلافت قبول کروں گا ورنہ مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں"۔

مہاجرین وانصار نے وعدہ کیا کہ آپ جو کچھ بھی حکم دیں گے ہم انشاء اللہ اسے ضرور قبول کریں گے یہ وعدہ لے کر حضرت علیؑ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"میں نے تمھاری اس خلافت کا بار مجبور ہو کر قبول کیا ہے کیونکہ تم لوگوں نے مجھ کو اس پر انتہائی مجبور کر دیا ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ میں تمھاری درخواست کو قبول کر لوں"

"اب میری شرط صرف یہ ہے کہ تمھارے خزانوں کی چابیاں اگرچہ میرے قبضہ میں ہوں گی لیکن میں

تمھاری رضامندی کے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نہ لوں گا"۔ صحابہ کرام نے یہ بات قبول کر لی حضرت علیؑ نے ان کا جواب سن کر فرمایا "اے اللہ! توان پر گواہ رہ" اس کے بعد حضرت علیؑ نے لوگوں سے بیعت لی۔

ابوبشیر کہتا ہے میں رسول اللہؐ کے منبر کے پاس کھڑا تھا اور حضرت علیؑ کا خطبہ سن رہا تھا۔

پہلی بد فالی

عمرو بن شعبہ نے علی بن محمد کے ذریعہ ابو بکر ہذلی سے ابوالملیح کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان مارے گئے تو حضرت علیؑ بازار تشریف لے گئے اور یہ واقعہ اٹھارہ ذی الحجہ بروز ہفتہ پیش آیا لوگ ان کے پیچھے لگ گئے اور انھیں دیکھنے لگے۔ تو حضرت علیؑ نے بنو عمرو بن مبذول کے باغ میں داخل ہو کر ابو عمرہ بن عمرو بن محض سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو لوگ باغ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ مجبوراً دروازہ کھول دیا گیا اور لوگ اندر داخل ہو گئے ان لوگوں میں طلحہ و زبیر بھی تھے، ان دونوں نے حضرت علیؑ سے کہا

"اے علیؑ! اپنا ہاتھ بڑھاؤ"

حضرت علیؑ نے ہاتھ آگے بڑھایا تو طلحہ اور زبیر نے آپ کی بیعت کی۔ جب طلحہ نے آپ کی بیعت کی تو حبیب بن ذویب آپ کو دیکھ رہا تھا اور چونکہ سب سے پہلے طلحہ نے بیعت کی تھی اس لیے حبیب نے کہا جس بیعت کی ابتداء کٹے ہاتھ سے ہوئی ہو وہ کبھی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر گئے اس وقت حضرت علیؑ ایک تہبند باندھے اور چوغہ پہنے ہوئے تھے۔ سر پہ خز کا عمامہ تھا اور پاؤں میں چپل تھے۔ ہاتھ میں ایک کمان تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔

بعض لوگوں کا بیعت سے گریز

عمرو بن شعبہ نے ابوالحسن اور بنوہاشم کے ایک بزرگ کے واسطے سے عبداللہ بن حسن سے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے تو آپ کے تمام انصار نے بیعت کی البتہ معدودے چند افراد نے اس سے گریز کیا جن میں حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابوسعید خدری، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید اور کعب بن عجرہ تھے۔ یہ سب کے سب عثمانی تھے۔ کسی نے عبداللہ بن حسن سے سوال کیا ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور یہ لوگ عثمانی کس طرح ہوئے۔ عبداللہ بن حسن نے جواب دیا واقعہ یہ تھا کہ حسان تو ایک شاعر تھا جسے یہ خبر بھی نہ تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ جہاں تک زید بن ثابت کا تعلق ہے تو اسے عثمان نے قضاوت وفیصلہ کا ذمہ دار بنایا تھا اور بیت المال بھی اس کے سپرد تھا جب عثمان کو محصور کیا گیا تو اس نے دوبارہ یہ اعلان کیا کہ اے معشر انصار! تم اللہ کے مددگار

بن جاؤ۔ جس پر ابو ایوب انصاری نے اسے جواب دیا کہ تو تو عثمان کی اس لیے مدد کر رہا ہے کہ تیرے بازو مضبوط ہو جائیں۔ رہا کعب بن مالک تو اسے عثمان نے قبیلہ مزینہ کے صدقات کا عامل بنایا تھا اس نے مزینہ سے جو صدقات وصول کیے تھے وہ عثمان نے اس کے لیے چھوڑ دیئے تھے زہری کا قول ہے کہ ایک جماعت شام کی طرف بھاگ کر چلی گئی تھی اور اس نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔

بنوامیہ کا مدینہ سے فرار

مجھے سری نے شعیب، سیف، ابو حارثہ اور ابو عثمان کے حوالہ سے تحریراً اس بات کی اطلاع دی ہے کہ جب حضرت عثمان غنی کے قتل کو پانچ دن گذر گئے اور جمعرات کا دن ہوا یعنی ۲۴ ذی الحجہ۔ تو اہلِ مدینہ یک جا جمع ہوئے بنوامیہ میں سے جو لوگ بھاگنے کی قدرت رکھتے تھے وہ مدینہ سے بھاگ گئے تھے اور ولید بن عقبہ اور سعید بن عاص بھاگ کر مکہ چلے گئے تھے۔ یہ دونوں سب سے پہلے بھاگے تھے ان لوگوں کے بعد مروان فرار ہوا پھر یکے بعد دیگرے (عثمانی) لوگ فرار ہوتے رہے۔ جب اہلِ مدینہ جمع ہو گئے تو اہلِ مصر نے ان سے کہا تم لوگ اصحابِ شورای ہو اور تم ہی لوگ خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہو تم جسے مناسب سمجھو اسے منتخب کر لو ہم تمھارے تابع ہیں۔ تمام اہلِ مدینہ نے جواب دیا

"ہم سب حضرت علیؑ پر راضی ہیں"۔

اہل مدینہ حضرت علیؑ کے پاس جمع ہوئے اور ان سے عرض کیا ہم آپ کی بیعت کے لیے تیار ہیں کیونکہ آپ نے اسلام کی خاطر مصائب برداشت کیے اور آپ ذوی القربیٰ میں شامل ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: "بہتر یہ ہے کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنا لو کیونکہ روز بروز ہمیں ایسے واقعات پیش آرہے ہیں کہ جن میں نہ تو دل ثابت قدم رہ سکتے ہیں اور نہ عقلیں قائم رہ سکتی ہیں"۔

اہل مدینہ نے عرض کیا "ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کیا آپ حالات نہیں دیکھ رہے کیا آپ اسلام کی اس تباہی پر غور نہیں کرتے، کیا آپ ان فتنوں کو نہیں دیکھتے، کیا آپ خوفِ خدا نہیں رکھتے؟"

حضرت علیؑ نے فرمایا میں جن فتنوں کو دیکھ رہا ہوں خود بھی انھیں قبول کر لوں اور جان بوجھ کر میں بھی تمھارے ساتھ ان فتنوں میں مبتلا ہو جاؤں، اگر تم مجھے تنہا چھوڑ دو گے تو میں تمھاری طرح کا ایک انسان ہوں اور (شاید) جسے بھی تم اپنا امیر بناؤ میں اس کا سب سے زیادہ مطیع اور تم سب سے زیادہ اس کا حکم سنوں گا"

یہ سن کر اہلِ مدینہ اٹھ کر چلے گئے اور اگلے روز فیصلہ کی تاریخ معین کی .... جب جمعہ کا دن آیا تو سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے، حضرت علیؑ تشریف لائے اور منبر پر جا کر فرمایا، "اے لوگو! (تمھارے دستور کے مطابق) اس کام کا وہی حقدار ہے جسے تم منتخب کرو۔ گزشتہ کل تم نے اور ہم نے ایک فیصلہ کیا تھا

اب اگر تم چاہو تو میں اس کام کی ذمہ داری سنبھال لوں ورنہ میری کسی پر کوئی زبردستی نہیں۔
لوگوں نے جواب دیا
ہم نے کل جو فیصلہ کیا تھا ہم اس پر قائم ہیں۔"

باب ۲
نفاذ خلافت

حضرت علیؑ کا پہلا خطبہ

حضرت علیؑ کی بیعت جمعہ کے دن ہوئی اس وقت ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں پانچ دن باقی تھے لوگ عثمان کے قتل کے بعد دن گن رہے تھے خلافت قبول کرنے کے بعد حضرت علیؑ نے خطبہ دیا۔ علیؑ بن حسینؑ کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ نے خلافت قبول کرنے کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

"اللہ عزوجل نے ایسی کتاب نازل فرمائی جو لوگوں کو ہدایت کرنے والی ہے اس کتاب میں ہر قسم کے خیر و شر کو بیان فرمایا۔ اب تمھیں چاہیے کہ تم خیر کو قبول کرو اور شر کو چھوڑ دو، اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے فرائض ادا کرو۔ وہ تمھیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے امور حرام فرمائے ہیں جو قطعاً ڈھکے چھپے نہیں ہیں اور تمام حرام کاموں میں سے زیادہ مسلمانوں کا خون حرام فرمایا ہے اس نے مسلمانوں کے ساتھ اخلاص اور باہم متحد رہنے کا حکم فرمایا ہے مسلم وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایذا دہی کا حکم دیا ہو۔ تم موت آنے سے پہلے عام اور خاص سب احکام پر عمل کر لو کیونکہ لوگ تو تمھارے سامنے موجود ہیں اور موت تمھیں گھیرتی چلی آ رہی ہے۔ تم گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو، لوگ تو ایک دوسرے کا انتظار رہی ہیں، تم لوگ اللہ کے بندوں اور اس کے شہروں کی بربادی کے معاملہ میں اللہ سے

ڈرو، کیونکہ تم سے اس کا ضرور سوال کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ چوپایوں اور گھاس پوس کے بارے میں بھی تم سے سوال ہوگا، اللہ کی اطاعت کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو، جو بھی تمھیں خیر نظر آئے اسے قبول کرو اور جو برائی دیکھو اسے چھوڑ دو اس وقت کو یاد کرو جب تم لوگ تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں کمزور تھے"۔

ابن عباس کی حج سے واپسی

حضرت عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ مجھے حضرت عثمان نے طلب کیا اور امیر حج بنایا یعنی ان کے قتل والے سال میں مکہ گیا لوگوں کو حج کرایا اور لوگوں کے سامنے حضرت عثمان کا خطبہ پڑھ کر سنایا حج سے فراغت کے بعد مدینہ واپس آیا تو حضرت علیؑ کی بیعت ہو چکی تھی اس لیے میں ان کے گھر پہنچا۔

حضرت علیؑ کا مغیرہ کی رائے قبول کرنے سے انکار

حضرت علیؑ کے پاس اس وقت مغیرہ بن شعبہ تھا جس کی وجہ سے میں باہر رکا رہا۔ جب مغیرہ باہر نکلا تو میں اندر گیا۔ حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ مغیرہ آپ سے کیا کہہ رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "اس سے پہلے اس نے مجھے یہ کہا تھا کہ آپ عبداللہ بن عامر، معاویہ اور حضرت عثمان کے دوسرے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھیے اس طرح سب لوگ آپ کی بیعت کریں گے اور تمام مقامات پر سکون و اطمینان پیدا ہو جائے گا نیز لوگ اپنی اپنی جگہ پر جا کر اطمینان سے ٹھہر جائیں گے"۔

"میں نے اس بات سے انکار کیا اور اسے یہ جواب دیا خدا کی قسم اگر مجھے دن کی ایک گھڑی بھی ایسی حاصل ہو جائے جس میں میں اپنی رائے پر عمل کرسکوں تو میں انھیں اور ان جیسے لوگوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی والی اور کارندہ رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میری یہ بات سن کر مغیرہ چلا گیا اور مجھے اس کے چہرے سے صاف نظر آرہا تھا کہ وہ مجھے غلطی پر سمجھ رہا ہے اس وقت یہ میرے پاس دوبارہ آیا ہے اور کہنے لگا اس سے پہلے میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا جسے آپ نے قبول نہیں کیا تھا لیکن غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کی رائے صائب اور درست ہے آپ ان سب کو ان کے عہدوں سے برطرف کر دیں اور جس پر آپ مطمئن ہوں اسے عامل بنائیں، جتنی ان کی شان و شوکت پہلے تھی اب اتنی نہیں ہے"۔

حضرت علیؑ اور ابن عباس کا مکالمہ

ابن عباس کہتے ہیں میں نے حضرت علیؑ سے کہا پہلی مرتبہ مغیرہ نے آپ کے ساتھ خیر خواہی کی تھی، اور دوسری مرتبہ آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علیؑ :۔ "تم مجھے نصیحت نہ کرو"

ابن عباس :۔ "آپ جانتے ہیں کہ معاویہ اور اس کے ساتھی دنیا دار ہیں اگر آپ انھیں ان کے عہدوں پر قائم رکھیں گے تو پھر انھیں اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ خلیفہ وقت کون ہے ؟ اگر آپ انھیں معزول کر دیں گے تو پھر وہ کہیں گے کہ خلافت بغیر مشورے کے قائم ہوئی ہے اور اس خلیفہ نے حضرت عثمان کو قتل کیا ہے اس طرح آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے اور اہلِ عراق آپ کے باغی بن جائیں گے۔ دوسری طرف سے میں طلحہ اور زبیر سے مطمئن نہیں ہوں۔ کہیں وہ آپ پر حملہ نہ کر بیٹھیں"۔

حضرت علیؑ :۔ "تم نے جو یہ کہا ہے کہ میں ان عہدے داروں کو ان کے عہدوں پر قائم رکھوں تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ دنیا کی اصلاح کے لیے یہی بہترین تدبیر ہے لیکن جہاں تک حق اور ان امور کا تعلق ہے جن کے عثمانی عہدے دار مرتکب ہو رہے ہیں اور جن کا مجھے علم ہے تو یہ امور مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ان میں سے کسی کو بھی کوئی عہدہ نہ دوں اگر برطرفی کے باوجود یہ میری خلافت قبول کر لیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے اور اگر یہ اس سے انحراف کریں تو میں تلوار نیام سے نکال لوں گا"۔

ابنِ عباس :۔ "تو میری ایک اور رائے تسلیم کیجیے آپ ینبع اپنی زمین پر چلے جائیں اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے۔ کیونکہ عرب پریشان اور مضطرب ہونے کے بعد آپ ہی کے پاس آئیں گے آپ کے علاوہ انھیں کوئی ایسا دوسرا شخص نظر نہ آئے گا جو خلافت کا بار سنبھال سکے اور اگر آپ نے آج ان کا ساتھ دے کر معاویہ وغیرہ پر لشکر کشی کی تو خدا کی قسم کل تمام لوگ عثمان کے خون کی ذمہ داری آپ کے سر ڈال دیں گے"۔

حضرت علیؑ :۔ "میں یہ بھی نہیں کر سکتا، تم شام جاؤ میں تمھیں وہاں کا عامل بناتا ہوں"

ابن عباس :۔ "وہاں معاویہ موجود ہے جو خاندان بنو اُمیّہ سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت عثمان کا چچازاد بھائی ہے جب میں وہاں پہنچوں گا تو وہ عثمان کے خون کے قصاص میں میری گردن اتار لے گا اگر وہ ایسا نہ بھی کرے تو کم از کم مجھے قید ضرور کر دے گا اور میرے خلاف کوئی نہ کوئی حکم صادر کرے گا"۔

حضرت علیؑ :۔ "میری اور تیری جو قرابت ہے تم نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا تم پر جو شخص بھی حملہ آور ہو گا، وہ دراصل مجھ پر حملہ آور ہے"۔

ابن عباس :۔ "آپ معاویہ کے نام خط تحریر کیجیے، اور اس کے ساتھ کچھ وعدے کیجیے اور اس پر احسانات کیجیے"

حضرت علی :۔ "خدا کی قسم! میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا"۔

طلحہ و زبیر اور قتل عثمان

ابن عباس کہتے ہیں حضرت علیؑ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم زبیر اور طلحہ سے ملے ہو۔ میں نے عرض کی میری اور ان کی ملاقات تو لصف میں ہوئی تھی۔ آپ نے سوال کیا ان کے ساتھ کون کون لوگ تھے ؟ میں نے جواب دیا کہ ابو سعید بن حارث بن ہشام اور قریش کی ایک جماعت تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "یہ لوگ یہاں سے بھاگنے سے ہرگز باز نہ آئیں گے اور کچھ دنوں کے بعد یہ دعویٰ کریں گے کہ ہم حضرت عثمان کا قصاص چاہتے ہیں اور خدا کی قسم ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ یہی لوگ عثمان کے قاتل ہیں۔"

باب ۳

معاویہ کے نام خط

حضرت علیؑ نے معاویہ کے پاس سبرۃ الجہنی کو قاصد بنا کر بھیجا یہ اس کے پاس گیا اور حضرت علیؑ کا خط دیا لیکن معاویہ نے خط کا کوئی جواب نہ دیا، کئی روز بعد قاصد کو واپس روانہ کر دیا۔ جب عثمان کے قتل کو تیسرا مہینہ شروع ہوا یعنی صفر کا مہینہ تو معاویہ نے بنو عبس کے ایک شخص اور بنو رواحہ کے ایک آدمی کو طلب کیا کہ جس کا نام قبیصہ تھا اور ایک دفتر اس کے سپرد کیا جس کا عنوان تھا

"معاویہ کی طرف سے علیؑ کو جواب"

اس پر مُہر لگی ہوئی تھی۔ قبیصہ کو یہ دفتر دے کر معاویہ نے حکم دیا کہ جب تم مدینہ پہنچو تو نیچے کا کاغذ کھول لینا پھر اسے کچھ باتیں سکھائیں کہ مدینہ پہنچ کر لوگوں سے ایسے ایسے کہنا۔ حضرت علیؑ کا قاصد بھی واپس ہوا اور معاویہ کے قاصد بھی مدینہ کو چلے جب معاویہ کے قاصد مدینہ پہنچے تو عبسی نے اس طرح کاغذات کھول لیے جس طرح معاویہ نے حکم دیا تھا۔ لوگوں نے ان کاغذات کو دیکھنا شروع کیا اور اسے دیکھ کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے سب کو یہ معلوم ہو گیا کہ معاویہ اس خلافت پر معترض ہے قاصد اسی طرح آگے بڑھتا ہوا حضرت علیؑ کے پاس پہنچا اور وہ کاغذات کا پلندہ انھیں دیا انھوں نے مہر توڑی تو اس میں کچھ بھی تحریر نہیں تھا۔

حضرت علیؑ نے دریافت کیا "تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو۔ قاصد نے کہا کیا آپ مجھے امان دیتے ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا "قاصد کو امان حاصل ہوتی ہے انھیں قتل نہیں کیا جاتا" قاصد نے کہا میں اپنے پیچھے ایسی قوم چھوڑ کر آیا ہوں جو قصاص کے علاوہ کسی دوسری بات پر راضی نہیں۔

حضرت علیؑ نے کہا "آخر وہ کس سے قصاص چاہتے ہیں؟" قاصد نے کہا "آپ سے، میں ستر ہزار بوڑھوں کو عثمان کے قمیص کے نیچے روتا چھوڑ کر آیا ہوں جو انھوں نے دمشق کی جامع مسجد کے منبر پہ لٹکا رکھی ہے"۔

حضرت علیؑ نے فرمایا "تم مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ طلب کر رہے ہو۔ اے اللہ میں عثمان کے خون سے تیرے سامنے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ خدا کی قسم اب قاتلین عثمان بچ جائیں گے یہ دوسری بات ہے کہ کسی کی قضا آگئی ہو.......

طلحہ اور زبیر کا اجازت لینا

طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ سے عمرے کی اجازت طلب کی حضرت علیؑ نے انھیں اجازت دے دی اور یہ دونوں مکہ پہنچ گئے۔

حضرت علیؑ کا خطبہ

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے ظالم کے لیے عفو و مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور ان لوگوں کے لیے جو دین کو لازم پکڑے رہیں اور اس پر استقامت اختیار کریں کامیابی اور نجات کا وعدہ کیا ہے جو شخص حق پر نہیں چل سکتا وہ باطل کو ضرور اختیار کر کے رہے گا خبردار زبیر طلحہ اور عائشہ میری امارت کی مخالفت پر آمادہ ہیں اور لوگوں کو اصلاح کی دعوت دے رہے ہیں میں ان حالات پر صبر کروں گا کیونکہ مجھے تمھاری جماعت کی جانب سے کوئی خوف نہیں اگر وہ جنگ سے گریز کریں گے تو میں بھی جنگ سے گریز کروں گا اور ان کی باتیں سن کر صبر کروں گا۔ پھر حضرت علیؑ کے پاس خبر پہنچی کہ طلحہ و زبیر وغیرہ بصرہ کی جانب بڑھ رہے ہیں تاکہ لوگوں کے حالات دیکھ کر ان کی اصلاح کریں حضرت علیؑ نے لوگوں کو ان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انھوں نے وہ کام شروع کیا ہے کہ جس سے نظام اسلام ختم ہو گیا ہے اور ان حالات میں ہم ان سے کوئی نرمی اختیار نہیں کر سکتے اور لوگوں پر کوئی زبردستی نہیں ہے یہ اعلانِ جنگ اہلِ مدینہ پر شاق گذرا۔

اخضر اور بی بی عائشہ

حضرت عائشہ جب حج کے ارادہ سے مدینہ سے چلی تھیں تو حضرت عثمان اس وقت محصور تھے مکہ میں ان کے پاس ایک شخص اخضر نامی پہنچا حضرت عائشہ نے اس سے دریافت کیا، لوگوں نے کیا کیا؟ اخضر نے کہا عثمان نے سب مصریوں کو قتل کرا دیا، حضرت عائشہ نے کہا " انا للہ وانا الیہ راجعون کیا اس قوم کو قتل کیا جا سکتا ہے جو حق طلب کرنے کے لیے آئی ہو؟ اور ظلم کی منکر ہو، خدا کی قسم ہم عثمان کے اس فعل سے ہرگز خوش نہیں ہیں۔

اس کے بعد مدینہ سے ایک اور شخص مکہ پہنچا حضرت عائشہؓ نے اس سے سوال کیا لوگوں نے کیا کیا؟ شخص مذکور نے کہا مصریوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔ حضرت عائشہ نے کہا اخضر پر بہت ہی تعجب ہے جس نے مقتول کو قاتل اور قاتل کو مقتول بنا دیا۔

قصاص عثمان کی تیاریاں

حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت عائشہ مکہ سے مدینہ کی طرف چلیں تو راستے میں ان کی ننہال کا ایک شخص ملا انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنے پیچھے کیا حالات چھوڑ آئے ہو شخص مذکور نے کہا حضرت عثمان قتل ہو گئے ہیں لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے اور چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہے حضرت عائشہ نے کہا مجھے تو یہ بیعت مکمل ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی مجھے مکہ واپس لے چلو جب واپس آئیں تو عبداللہ بن عامر حضرمی جو عثمان کی طرف سے مکہ کا گورنر تھا ان کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ ام المومنین کس لیے واپس تشریف لے آئیں تو عائشہ نے کہا میں اس لیے واپس آئی ہوں کہ عثمان مظلوم مارے گئے ہیں اور اب یہ فتنہ ختم ہونے والا نہیں اس شور و شر کو ختم کرنے کے لیے ایک اور کام کی ضرورت ہے تم حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ کر کے اسلام کو عزت بخشو۔ اس طرح بی بی عائشہ کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والا عبداللہ بن عامر حضرمی تھا اسی طرح بنو امیہ نے حجاز میں خلافت علیؑ سے اختلاف کیا اور مخالفت میں سر اٹھانے شروع کیے۔ ان کے ساتھ سعید بن عاص، ولید بن عقبہ اور سارے بنو امیہ تھے۔ عبداللہ بن عامر اموی بصرہ سے آکر اور یعلی بن امیہ یمن سے آکر ان کے ساتھ شامل ہو گیا بعد میں طلحہ و زبیر بھی مدینہ سے آکر اس جماعت میں شامل ہو گئے اور کافی غور و فکر کے بعد سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ انھیں بصرہ جانا چاہیے۔ بی بی عائشہ نے ان سے خطاب کیا:۔

"اے لوگو! یہ بہت زبردست حادثہ پیش آیا ہے اور انتہائی برا کام ہوا ہے، تم اپنے بھائیوں کے ساتھ بصرہ چلو تاکہ وہ بھی اس انکار میں شامل ہو جائیں اور تمھارے لیے اہل شام اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں بہت کافی ہیں۔ شاید اللہ عزوجل تمھیں عثمان کے قصاص لینے کی توفیق عطا فرمائے اور عثمان کو نیک اجر دے۔"

سب سے پہلے بی بی عائشہ کی بات قبول کرنے والے عبداللہ بن عامر اور بنو امیہ تھے۔ یہ لوگ عثمان کے قتل کے فوراً بعد حضرت عائشہ کے پاس پہنچ گئے تھے پھر عبداللہ بن عامر اموی پہنچا۔ پھر یعلی بن امیہ دونوں مکہ جا کر ملے اور یعلی کے ساتھ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم تھے ان لوگوں نے ابطح میں ڈیرہ ڈالا انھیں کے ساتھ طلحہ و زبیر بھی عائشہ کے پاس پہنچے۔

جماعت کی رائے تھی کہ شام چلنا چاہیے عبداللہ بن عامر نے کہا تمھاری امداد شام ہی کر سکتا ہے وہ تو علیؑ کے جگر میں ہی گھس جائے گا۔ طلحہ وزبیر نے کہا کہ بصرہ چلنا چاہیے (کافی بحث کے بعد) سب نے بصرہ چلنے پر اتفاق کر لیا۔ جب ان لوگوں نے بی بی عائشہ کے سامنے یہ بات پیش کی اور واقع میں یہ جماعت انھیں کے دم سے قائم تھی۔

عائشہ نے اس بات کو قبول کر لیا۔

باقی ازواج نبیؐ بھی عائشہ کے ساتھ مدینہ جانے کے ارادہ سے تھیں۔ جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ تو بصرہ چلی ہیں۔ تو انھوں نے عائشہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب تمام مشورے طے پا چکے اور کوچ کے علاوہ کسی قسم کا مشورہ باقی نہ رہا تو جماعت نے یہ سوال اٹھایا کہ کوچ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ کیونکہ ہمارے پاس تو مال موجود نہیں ہے جس سے ہم لوگوں کو تیار کر سکیں۔

یعلی بن امیہ نے کہا:

"میرے پاس چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹ ہیں آپ لوگ ان اونٹوں پر سوار ہو جائیں" ابن عامر نے بھی یہی کہا کہ میرے پاس اتنا ہی مال موجود ہے تم لوگ تیاری کرو۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کی پیش کش

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا "اے امیرالمومنینؑ اگر خدائے عزوجل کی نافرمانی نہ ہوتی اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ یہ تسلیم نہیں کریں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاتی میرا یہ بیٹا عمر موجود ہے خدا کی قسم یہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے یہ آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے گا عمر آخر دم تک حضرت علیؑ کے ساتھ رہے انھیں علیؑ نے بحرین کا عامل بھی بنایا تھا۔

بی بی عائشہ کیلیے ایک خاص اونٹ کی خریداری

یعلی نے جنگی تیاریوں کے لیے زبیر کو چار لاکھ کی امداد دی اور ستر قریشیوں کو سواری مہیا کی اور بی بی عائشہ کو ایک اونٹ پر سوار کرایا جس کا نام عسکر تھا یعلی نے اسے اسّی دینار میں خریدا تھا۔

حضرت علیؑ کو بھی اس لشکر کی روانگی کی خبر مل گئی انھوں نے مدینہ پر سہل بن حنیف انصاری کو امیر معین کیا اور لشکر لے کر کوچ فرمایا پہلی منزل ذی قار میں کی، سعید بن عاص، طلحہ وزبیر کے پاس خلوت میں گیا اور ان سے سوال کیا اگر آپ لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں تو کامیابی کے بعد کسے خلیفہ بنائیں گے؟ زبیر و طلحہ نے جواب دیا ہم دونوں میں سے جسے لوگ پسند کریں گے۔ سعید نے کہا بہتر یہ ہے کہ تم عثمان کے

کسی لڑکے کو خلیفہ بناؤ کیونکہ تم انھیں کے خون کا قصاص طلب کر رہے ہو۔ زبیر و طلحہ نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ بزرگ مہاجرین کو چھوڑ کر ان کے لڑکے کو خلیفہ بنایا جائے"۔

مروان کی پالیسی

مروان نے مکہ سے نکلنے کے بعد واپسی کی اجازت لی لیکن کچھ دیر بعد پھر واپس آیا اور طلحہ و زبیر کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے دریافت کیا تم دونوں میں سے امارت کس کے سپرد کی جائے گی اور نماز پڑھانے کی کسے اجازت دی گئی ہے عبداللہ بن زبیر نے کہا ابو عبداللہ یعنی زبیر کو پڑھانا چاہیے اور محمد بن طلحہ نے کہا نہیں نماز ابو محمد یعنی طلحہ کو پڑھانی چاہیے بی بی عائشہ کو جب ان باتوں کا پتہ چلا تو انھوں نے مروان کو کہلا بھیجا

"تو ہم میں اختلاف پیدا کرنا ہے نماز میرا بھانجا پڑھائے گا"

الغرض بصرہ پہنچنے تک عبداللہ بن زبیر ہی لشکر کو نماز پڑھاتا رہا، معاذ بن عبید اللہ نامی شخص نے کہا خدا کی قسم اگر ہم کامیاب بھی ہو گئے تب بھی ہم آزمائش میں مبتلا ہو جائیں گے جب تک کہ زبیر طلحہ کیلیے اور طلحہ زبیر کے لیے خلافت کو چھوڑ دے۔

باب ۴

حضرت علیؑ کا بصرہ کی طرف کوچ

عبداللہ بن سلام کی پیشین گوئی

حضرت علیؑ کو مدینہ میں ہی زبیر و طلحہ کے جمع ہونے اور ان کے بصرہ کی طرف کوچ کرنے کی خبر مل گئی تھی۔ حضرت بی بی عائشہ کی بات بھی معلوم ہو چکی تھی۔ لہذا آپ اس لشکر کو جو شام کے لیے تیار کر رکھا تھا عائشہ کے مقابلہ پر لے کر چلے حضرت علیؑ کے ساتھ کوفہ اور بصرہ کے بھی سات سو اشخاص تھے۔ حضرت علیؑ کا ارادہ تھا کہ عائشہ کے لشکر کو راستے میں ہی روک لیں گے اور بغاوت سے باز رکھیں گے جب حضرت علیؑ لشکر لے کر چلنے لگے تو عبداللہ بن سلام نے انؑ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کی "اے امیر المومنینؑ! آپ مدینہ سے ہرگز باہر نہ جائیے خدا کی قسم اگر آپ مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تو پھر آپ کبھی مدینہ واپس نہ آسکیں گے۔ اور نہ کبھی آئندہ مدینہ دارالسلطنت بن سکے گا۔"

یہ سن کر کچھ لوگ عبداللہ کو برا بھلا کہنے لگے تو حضرت علیؑ نے ان سے کہا "اسے کچھ نہ کہو، کیونکہ یہ رسول اللہؐ کے صحابہ میں سے اچھے آدمی ہیں" حضرت علیؑ مدینہ سے ربذہ پہنچے تو وہیں انھیں اطلاع ملی کہ حضرت عائشہ وغیرہ کا لشکر آگے بڑھ گیا ہے۔ آپ نے دوسری اطلاع آنے تک ربذہ میں ہی قیام کیا۔

عرفی کا بیان

عرفی کہتا ہے میں ان (عائشہ کے لشکر) کے ساتھ ہو لیا راہ میں چلتے چلتے ہم حوّاب کے چشمے پر پہنچے تو وہاں کے کُتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا "یہ کون سا چشمہ ہے؟" عرفی نے کہا "یہ چشمہ حوّاب کے نام سے مشہور ہے" عرفی کہتا ہے "میرا یہ جواب سن کر بی بی عائشہ زور سے چیخیں اور اپنے اونٹ کی گردن پر چابک مار کر اسے ہنکایا" پھر کہا "خدا کی قسم! حوّاب کے کتوں والی میں ہی ہوں، اے لوگو! مجھے واپس لے چلو" بی بی عائشہ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی اور اپنا اونٹ ہنکایا لوگوں نے بھی اپنے اونٹ تیز کیے اور واپس لوٹے، یہاں تک کہ جب اگلا دن ہوا اور وہ وقت آیا جس وقت ان لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تھی تو عبداللہ بن زبیر گھبرائے ہوئے

بی بی عائشہ کے پاس پہنچے اور چیخ کر بولے بچاؤ، بچاؤ۔ خدا کی قسم! یہ علیؑ کا لشکر تمھارے سروں پر پہنچ گیا ہے" عرفی کہتا ہے "اُن لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور مجھے بُرا بھلا کہنے لگے تو میں ان کے پاس سے واپس چلا آیا تھوڑی دور چلا تھا کہ حضرت علیؑ اور ان کا لشکر مل گیا ان کے ساتھ تین سو کے قریب آدمی تھے مجھے آواز دی کہ اے سوار ادھر آؤ۔ میں ان کے پاس گیا تو انھوں نے سوال کیا وہ لشکر کہاں ہے" عرفی "فلاں فلاں مقام پر مقیم تھا اور یہ اس (حضرت عائشہ) کی اونٹنی ہے میں نے ان لوگوں کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تھا۔"

حضرت علیؑ :۔ "کیا تم نے بھی ان کے ساتھ سفر کیا ہے؟"

عرفی : "جی ہاں میں نے ان کے ساتھ سفر کیا ہے لیکن جب ہم حؤاب کے چشمہ پر پہنچے تو اس عورت پر وہاں کے کتے بھونکنے لگے جس پر اس عورت نے ایسی ایسی بات کہی تھی لیکن جب میں نے ان لوگوں میں باہم اختلاف دیکھا تو میں واپس آگیا اور وہ لوگ کوچ کر گئے۔"

عرفی: "جی حضور" تو تم ہمارے ساتھ چلو۔ عرفی کا بیان ہے "میں ان کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ذی وقار پہنچ گئے۔"

بی بی عائشہ اور قتل عثمان

علی بن احمد بن حسن عجلی نے حسین بن نصر عطار، ابو نصر بن مزاحم عطار، سیف بن عمر، محمد بن نویرہ، طلحہ بن اعلم حنفی، عمر بن اسد عبداللہ اور دیگر چند علماء کے حوالے سے مجھے یہ تحریر کر کے روانہ کیا کہ جب حضرت عائشہ مکہ سے واپس لوٹیں اور مقام سرف پر پہنچیں تو وہاں ان کی ملاقات عبد بن ام کلاب سے ہوئی۔ حضرت عائشہ نے اسے دیکھ کر کہا تم اس وقت خوب آئے۔ عبد بن ابی سلمہ نے کہا لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا ہے اور آٹھ دن تک ان کا کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا پھر لوگوں نے کیا کیا۔

عبد : اہل مدینہ نے باہم جمع ہو کر مشورہ کیا اور آخر کار ایک بھلائی انھوں نے حاصل کر لی کہ ان سب نے علیؑ بن ابی طالب پر اتفاق کر لیا۔

حضرت عائشہ : کاش یہ زمین و آسمان اس سے پہلے ہی ایک دوسرے سے مل جاتے اور تیرے اس ساتھی کی خلافت قائم نہ ہوتی مجھے واپس لے چلو مجھے واپس لے چلو۔

بی بی عائشہ سرف سے واپس مکہ لوٹیں اور یہ کہتی جارہی تھیں خدا کی قسم! عثمان مظلوم قتل کیے گئے اور میں ان کے خون کا مطالبہ ضرور کروں گی۔

عبد : اے ام المومنین! آخر اس انحراف کی کیا وجہ ہے خدا کی قسم سب سے پہلے آپ ہی نے

حضرت علیؑ سے انحراف کیا ہے آپ تو پہلے کہا کرتی تھیں اس نعثل (عثمان) کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔

حضرت عائشہ: ان قاتلوں نے پہلے عثمان سے توبہ کرائی پھر انھیں قتل کر دیا۔ میں نے پہلے قتل کے لیے کہا تھا اب یہ کہہ رہی ہوں، اور میرا آخری قول پہلے سے بہتر ہے۔

یہ سن کر عبد بن ابی سلمہ نے یہ اشعار پڑھے۔

منك البداء ومنك الغير ومنك الرياح ومنك المطر

ترجمہ:۔ آپ کی طرف سے اس فساد کی ابتداء ہوئی اور آپ ہی کی جانب سے یہ تمام تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ آپ کی طرف سے یہ عذاب کی آندھیاں چلی ہیں اور آپ ہی کی طرف سے بارش ہوئی۔

وانت امرت بقتل الامام وقلت لنا انه قد كفر

ترجمہ: آپ ہی نے امام (عثمان) کے قتل کا حکم دیا اور آپ ہی نے کہا تھا کہ بیشک وہ کافر ہو گیا ہے۔

فهبنا اطعناك في قتله وقاتله عندنا من امر

ترجمہ: ہم نے ان کے قتل میں آپ کی اطاعت کی ہے اب ان کا قاتل ہمارے سامنے موجود ہے اور وہ وہ شخص ہے جس نے قتل کا حکم دیا۔

ولم يسقط السقف من فوقنا ولم ينكسف شمسنا والقمر

ترجمہ: نہ تو اس واقعہ سے ہم پر چھت گری اور نہ سورج و چاند کو گہن لگا۔

وقد بايع الناس ذا تدرأ يزيل الشبا ويقيم الصعر

ترجمہ: اب لوگوں نے ایسے باہمت کی بیعت کی ہے جو آفتوں کو پیچھے ہٹا دیتا ہے اور سخت چٹانوں پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

ويلبس الحرب اثوابها وما من وفى مثل من قد غدر

ترجمہ: جو جنگی لباس پہنے وہ ہر وقت تیار ہے اور عذر کرنے والوں میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔

اس کے بعد عائشہ مکہ لوٹیں مسجد کے دروازے پر پہنچ کر سواری سے اتریں اور حطیم جانے کا ارادہ کیا وہاں ان کے لیے پردہ کر دیا گیا اور ان کے پاس لوگ آکر جمع ہو گئے حضرت عائشہ نے لوگوں سے کہا عثمان مظلوم قتل کر دیئے گئے اور خدا کی قسم میں ان کے خون کا مطالبہ ضرور کروں گی۔

بی بی عائشہ کی روانگی پر لوگوں کا رنج وغم

جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو پہلے زبیر اور طلحہ نے کوچ کیا ان کے بعد حضرت عائشہ نے کوچ کیا ان کے ساتھ کچھ اور ازواج پیغمبرؐ بھی تھیں جو ذات عرق تک ان کے ساتھ گئی تھیں اس دن سے زیادہ لوگ اسلام پر کبھی نہیں روئے ان کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا یہانتک کہ اس دن کا نام "یوم النخیب" (آنسوؤں کا دن) مشہور ہو گیا۔

مطالبہ قصاص کی وجہ

جب یہ لشکر اوطاس سے داہنی جانب مڑ گیا تو راستہ میں ان کی ملاقات ملیح بن عوف سلمی سے ہوئی جو مال کی تلاش میں نکلا ہوا تھا اس نے زبیر کو سلام کیا اور دریافت کیا اے ابو عبداللہ یہ کیا معاملہ ہے ؟

زبیر: امیر المومنین عثمان کے خلاف بغاوت کی گئی اور انھیں بلا جرم قتل کر دیا گیا۔

ملیح : انھیں کس نے قتل کیا ؟

زبیر: مختلف شہروں کے اوباش اور مختلف قبائل کے جھگڑالو لوگوں نے اور ان میں زیادہ تر اعراب اور غلام شامل تھے۔

ملیح : اب آپ کیا چاہتے ہیں ؟"

زبیر : ہم ان لوگوں کے خلاف جنگ کریں گے تا کہ اس خون کا بدلہ لیا جائے اور یہ خون رائگاں نہ جائے کیونکہ اس کے رائیگاں جانے سے اللہ کے حکم کی ہمیشہ اسی طرح توہین ہوتی رہے گی اگر لوگوں نے اس قسم کے طریقہ کار کو ابھی سے نہ روکا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر امام کو جب لوگ چاہیں گے اس قسم کے بدقماش لوگ قتل کر دیا کریں گے۔

ملیح : واقعاً یہ بہت سخت معاملہ ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ یہ ظاہر میں آسان بھی ہے اس کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور لشکر آگے بڑھ گیا۔

باب ۵

حضرت عائشہ کا بصرہ میں داخلہ

یہ لشکر سیدھی راہ چھوڑ کر آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بصرہ کے میدانوں میں پہنچ گیا یہاں ان کی عمیر بن عبداللہ تمیمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا "اے ام المومنین میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ آگے تشریف نہ لے جائیں بلکہ ان لوگوں میں سے کسی کو آگے روانہ کر دیں جو وہاں کے لوگوں کو سمجھا بجھا سکے۔"

عائشہ: "تم نیک آدمی معلوم ہوتے ہو لہٰذا تم ہی کوئی مشورہ دو۔"

عمیر: "آپ ابن عامر کو آگے بھیج دیجیے کیونکہ بصرہ میں اس کی زمینیں اور مکانات وغیرہ ہیں وہ آپ کے پہنچنے سے پہلے لوگوں سے ملاقات کرے گا اور آپ جو بات کہنا چاہتی ہیں۔ وہ اہل بصرہ تک پہنچائے گا۔"

بی بی عائشہ نے ابن عامر کو آگے بھیج دیا۔ بی بی عائشہ نے بصرہ کے مشہور اور با اثر لوگوں کے نام خطوط بھی روانہ کر دیئے جن میں احنف بن قیس اور صبرہ بن شیمان وغیرہ داخل تھے بی بی عائشہ آگے بڑھ کر حفیر میں ٹھہر گئیں اور جواب کا انتظار کرنے لگیں۔

بی بی عائشہ کے پاس قاصد کی روانگی

اہل بصرہ کو ان حالات کا علم ہوا تو عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود دئلی کو قاصد بنا کر بی بی عائشہ کے پاس بھیجا۔ عمران بن حصین کا تعلق عوام سے تھا جبکہ ابوالاسود حضرت علیؑ کے مخصوص آدمیوں میں سے تھے۔ عثمان نے ان دونوں آدمیوں سے کہا "تم اس خاتون کے پاس جاؤ اسے اپنے خیالات سے آگاہ کرو اور اس کے خیالات معلوم کرو" یہ دونوں حضرات حضرت عائشہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس حفیر میں پہنچے اور حضرت عائشہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے کے بعد یہ اندر گئے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور کہا ہمیں ہمارے امیر نے آپ کے پاس اس لیے روانہ کیا ہے تاکہ ہم یہ معلوم کریں کہ آپ کی یہاں تشریف آوری کی کیا وجہ ہے؟

حضرت عائشہ نے کہا مجھ جیسی عورت کسی مخفی کام کے لیے سفر نہیں کرسکتی اور نہ ہی اولاد سے کوئی بات چھپا سکتی ہے بات یہ ہے کہ مختلف علاقوں کے شور مچانے والوں اور قبائل کے جھگڑالو لوگوں نے رسول اللہ ؐ کے حرم میں قتل وقتال کیا اس میں فتنے اٹھائے اور بدعتیں ایجاد کیں ، فتنہ گروں کو حرم رسول ؐ میں پناہ دی اس طرح سے وہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی لعنت کے مستحق ہوتے بلاجرم مسلمانوں کے امام کو قتل کیا اس طرح انھوں نے ایک حرام خون کو حلال سمجھ کر بہایا اور وہ مال لوٹ لیا جس کا لینا حرام تھا بلد حرام اور ماہ حرام کی حرمت کا بھی پاس نہ کیا لوگوں کی آبروریزی کی اور انھیں جسمانی تکالیف پہنچائیں ان لوگوں کے شہر اور مکانات میں اکر ٹھہر گئے جنھیں ان کا ٹھہرنا گوارا نہ تھا۔ ان لوگوں نے سوائے نقصان اور مضرت کے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا نہ ان کے دلوں میں خدا کا خوف تھا جن لوگوں کے پاس یہ جاکر ٹھہرے ان میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ انھیں روک سکتے۔ کیونکہ انھیں خود اپنی جان کا خوف تھا۔

میں نے اس لیے سفر کیا ہے تاکہ تمام مسلمانوں کو یہ بتادوں کہ یہ جماعت کس قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے اور عوام ان کی وجہ کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور اب ان کا اصلاح پانا ممکن نہیں اس کے بعد بی بی عائشہ نے یہ آیت تلاوت کی۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ

ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس کے کہ یہ سرگوشی صدقے کا حکم دے یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔

ہم اس اصلاح کی خاطر میدان میں نکلے ہیں جس کا اللہ عزوجل اور رسول اللہ ؐ نے ہر چھوٹے بڑے اور مرد وعورت کو حکم دیا ہے۔ ہم اس لیے آئے ہیں تاکہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور اس کی حفاظت کریں اور برائی سے لوگوں کو روکیں اور دنیا سے برائی کو مٹائیں۔

طلحہ وزبیر کی شرط

عمران اور ابوالاسود بی بی عائشہ سے گفت گو کر کے طلحہ کے پاس پہنچے اور ان سے ان کی آمد کی وجہ دریافت کی۔

طلحہ : ہم حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔

قاصدین : کیا آپ حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کر چکے ؟

طلحہ : ہاں۔ لیکن اس صورت میں کہ تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی حضرت علیؑ سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں اور نہ میں علیؑ کی بیعت توڑنا چاہتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ہمارے اور قاتلوں کے درمیان

حائل نہ ہوں۔

اس کے بعد یہ دونوں قاصد لوٹ کر بی بی عائشہ کے پاس آئے اور ان سے رخصت طلب کی۔ بی بی عائشہ نے عمران کو تو رخصت کیا اور ابوالاسود کو مخاطب ہو کر کہا" اے ابوالاسود تو اپنے آپ کو اس بات سے بچانا کہ کہیں تیری خواہشات تجھے دوزخ میں نہ دھکیل دیں"۔

کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔

ترجمہ اللہ کے لیے عدل و انصاف کے گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی عداوت تمھیں ناانصافی کے جرم میں مبتلا نہ کردے، انصاف کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت مواخذہ کرنے والا ہے۔

ان دونوں قاصدوں نے کوچ کیا اور منادی نے ان کی واپسی کا اعلان کیا جب یہ دونوں عثمان بن حنیف کے پاس پہنچے تو ابوالاسود نے گفتگو کرنے میں عمران سے پہل کی اور عثمان سے مخاطب ہو کر کہا

یا ابن حنیف قد اتیت فانفر وطاعن القوم وجالد واصبر

ترجمہ: اے حنیف کے بیٹے جب تو یہاں آگیا ہے تو اب میدان میں نکل اور لوگوں کو نیزوں کی انیوں پر رکھ لے، ان سے جنگ کر اور ثابت قدم رہ۔

وابرز لھم مستلئما وشمر

"اور اپنی آستین چڑھا کر اچھی طرح مزہ چکھا دے"۔

یہ سن کر عثمان بن حنیف نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور کہا قسم ہے کعبہ کے پروردگار کی اب اسلام کی چکی چل چکی ہے۔ اب دیکھیے کہ چکی کا کون سا پاٹ گرتا ہے۔

عمران نے کہا "خدا کی قسم اب تمھیں یہ جنگ ایک زبردست عذاب میں مبتلا کر دے گی جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر کوئی تم میں سے بچ بھی گیا تب بھی بہت سے کام اس جنگ سے مساوی نہ ہو سکیں گے۔

عثمان: "تو پھر تم ہی کوئی مشورہ دو"

عمران: "میں تو گھر جا کر بیٹھ رہا ہوں اور آپ بھی اپنے گھر جا کر بیٹھ رہیں"۔

عثمان: "جب تک امیرالمومنین حضرت علیؑ یہاں پہنچ نہ جائیں میں انھیں ہرگز شہر میں داخل نہ ہونے دوں گا"۔

عمران: "اصل فیصلہ اللہ کا ہے اور وہ جو ارادہ کرتا ہے ہو کر رہتا ہے۔"

اس کے بعد عمران اپنے گھر جاکر بیٹھ گیا اور عثمان مقابلہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

ہشام بن عامر عثمان کے پاس گیا اور انھیں مشورہ دیا "اے عثمانؓ! اب یہ جھگڑا اسی طرح چلتا رہے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم خود بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے یہ ایک ایسا زخم ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا اور ایسا اختلاف ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا لہٰذا تم حضرت علیؑ کا حکم آنے تک خاموشی اختیار کرو اور ان لوگوں سے جھگڑا مول نہ لو لیکن عثمان نے ہشام کی یہ رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عائشہ اور ان کے ساتھی آگے بڑھ کر مربد پہنچے اور بالائی جانب سے مربد میں داخل ہو گئے اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ عثمان بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے اہل بصرہ میں سے جو لوگ بی بی عائشہ کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے وہ ان کے لشکر میں چلے گئے اس طرح دونوں فریق مربد میں صف آراء ہو گئے اور ایک دوسرے کو جوش دلانے لگے یہاں تک کہ دونوں فریق غصہ سے بے قابو ہو گئے۔

طلحہ مربد کے دائیں جانب کھڑے تھے ان کے پہلو میں زبیر تھے عثمان بن حنیف مربد کے بائیں جانب کھڑے تھے۔ طلحہ نے عثمان کے قتل ہونے اور ان کی فضیلت کا ذکر کیا نیز بتایا کہ مدینہ رسولؐ کی کس طرح بے حرمتی ہوئی ہے جو کچھ عثمان کے ساتھ ہوا اسے بیان کرنے کے بعد لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کی دعوت دی اور کہا اس قصاص میں اللہ عزوجل کے دین اور اس کے حکم کی عزت ہے کیونکہ مظلوم خلیفہ کے خون کا قصاص طلب کرنا اللہ کے احکام میں سے ایک ہے اگر تم قصاص طلب کرو گے تو صحیح راستہ پہ چلو گے اور تمھاری خلافت تمھارے ہاتھ میں آجائے گی اگر تم اس قصاص کو چھوڑ دو گے تو نہ کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے اور نہ کوئی نظام چل سکتا ہے۔

اس قسم کی تقریر زبیر نے بھی کی۔ ان کی تقاریر پہ داہنی جانب کے لوگوں نے کہا کہ آپ دونوں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے اور آپ نے ہمیں حق بات کا حکم دیا ہے جبکہ بائیں جانب کے لوگ کہنے لگے کہ انھوں نے نہایت غلط بات کہی ہے اور غداری کی ہے لوگوں کو برائی کا حکم دیا ہے ان دونوں (طلحہ و زبیر) نے پہلے تو حضرت علیؑ کی بیعت کر لی اور آج یہ کچھ اور کہہ رہے ہیں اس پر ایک شور مچا اور لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔

حضرت عائشہ کی تقریر

اس کے بعد بی بی عائشہ نے تقریر کی ان کی آواز نہایت بلند تھی ان کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں میں پھوٹ

پڑگئی اور ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے "خدا کی قسم! بی بی عائشہ نے سچ کہا اور نیک کام کا حکم دیا" دوسری جماعت نے کہا "ہم تم لوگوں کی بات قطعاً نہیں سمجھے" اس پر ایک شور مچ گیا اور لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت عائشہ نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر میمنہ سے ہٹ کر اس میدان میں جا کھڑی ہوئیں جہاں چمڑہ صاف کرنے والے رہتے تھے۔ عثمان کے ساتھیوں میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ جن میں سے بعض ان کا ساتھ چھوڑ کر بی بی عائشہ سے مل گئے اور بعض اس گلی کے نکڑ پر عثمان کے ساتھ جمے رہے جو مسجد کو جاتی تھی اور لشکر عائشہ کے مدمقابل کھڑے ہو کر راستہ روک لیا

جاریہ بن قدامہ کی بی بی عائشہ سے گفتگو

جاریہ بی بی عائشہ کے پاس گئے اور کہا اے امّ المومنین! خدا کی قسم عثمان کا قتل ہو جانا ہمارے لیے آسان تھا، لیکن آپ کا اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر ہتھیار سنبھال کر نکلنا اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے پردے میں رہنے اور اپنے احترام کو باقی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن آپ نے اس پردہ کو چاک کر دیا اور اپنے احترام کو ختم کر دیا یاد رکھیے کہ جو شخص آپ سے قتال کو جائز سمجھتا ہے وہ لازماً آپ کے قتل کو بھی جائز سمجھتا ہے اگر آپ خوشی سے یہاں آئی ہیں تو فوراً واپس لوٹ جائیں اور اگر آپ مجبوراً یہاں آئی ہیں تو لوگوں سے امداد طلب کیجیے تاکہ وہ باعزت طور پر آپ کو یہاں سے نکال دیں۔

طلحہ و زبیر سے ایک نوجوان کی گفتگو

بنو سعد کا ایک نوجوان طلحہ و زبیر کے پاس گیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے زبیر! آپ رسول اللہؐ کے حواری ہیں اور طلحہ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کی عزت کو بچایا ہے آج میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دونوں کی ماں آپ کے ساتھ ہے تو کیا آپ اپنی بیویوں کو بھی ساتھ لائے ہیں"؟

طلحہ و زبیر نے جواب دیا "نہیں"

وہ سعدی جوان بولا کہ میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکتا" یہ کہہ کر وہ لشکر سے علیحدہ ہو گیا اس نے اس واقعہ پر حسب ذیل اشعار کہے۔

ترجمہ: "تم نے اپنی بیویوں کو بچا لیا اور اپنی ماں کو میدان میں گھسیٹ لائے تیری عمر کی قسم یہ انتہائی بے انصافی کی بات ہے"۔

بیویوں کو تو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہریں اور باہر نہ جائیں

اور ماں کو اپنی اغراض کا آلہ کار بنا لیا تاکہ ان کے بیٹے انھیں بچانے کے لیے نیزوں، تیروں اور تلواروں سے لڑیں۔ اس طرح سے طلحہ و زبیر کے پردوں کی بھی پردہ دری ہوئی یہ وہ خبر ہے کہ جو لوگوں کی

جانب سے بیان کی جا رہی ہے۔

محمد بن طلحہ کی رائے

جہینہ کا ایک لڑکا حضرت طلحہ کے بیٹے محمد کے پاس گیا۔ یہ محمد بہت عبادت گذار تھا اور اس سے سوال کیا کہ عثمان کے قاتل کون لوگ ہیں تو اس نے جواب دیا کہ عثمان کے قتل کی ذمہ داری تین شخصوں پر ہے تہائی ذمہ داری تو اس ہودج والی یعنی عائشہ پر ہے تہائی ذمہ داری اس شخص پر ہے جو سرخ اونٹ پر سوار ہے یعنی میرے باپ طلحہ پر اور تہائی علیؑ بن ابی طالب پر ہے یہ سن کر وہ لڑکا کہنے لگا میں تو خود کو گمراہی پر سمجھتا ہوں، یہ کہہ کر وہ حضرت علیؑ کے ساتھ مل گیا اور محمد کے جواب میں یہ اشعار کہے۔ ترجمہ اشعار

"میں نے طلحہ کے بیٹے سے دریافت کیا کہ مدینہ میں جو شخص لوگوں نے قتل کیا ہے
جو کہ دفن بھی نہیں کیا جا سکا اس کی ہلاکت کی ذمہ داری کس پر ہے" تو
اس نے جواب دیا کہ عثمان کی ذمہ داری تین شخصوں پر ہے
تہائی تو اس عورت پر ہے جو ہودج میں سوار ہے تہائی سرخ اونٹ کے سوار پر
اور تہائی علیؑ بن ابی طالب پر ہے بات یہ ہے کہ ہم لوگ تو بدوی آدمی ہیں ان باتوں کو ہم نہیں سمجھتے۔

تو میں نے اس سے کہا کہ پہلے دو شخصوں کے بارے میں تم نے سچ بات کہی ہے لیکن تیسرے واضح اور روشن کردار کے شخص کے بارے میں تم نے غلطی کی ہے۔

ابو الجرباء کا مشورہ

بنو عثمان میں سے ایک شخص ابو الجربا نامی حضرت عائشہ، طلحہ اور زبیر کے پاس پہنچا اور اس نے انھیں مخالفین کے گھروں کے پتے بتائے۔ بی بی عائشہ نے اس سے مشورہ طلب کیا اور اس کی رائے پر چلنے کا ارادہ کیا وہ انھیں بنو مازن کے مقبرے سے لے کر آگے بڑھا اور جبانیہ کی جانب بصرہ کی بلندی پر پہنچ گیا پھر زابوقہ سے ہوتا ہوا مقبرہ بنی حصن پر آیا اس کا ایک حصہ بیت المال سے ملا ہوا تھا مخالف غافل سوئے ہوئے تھے اور یہ آگے بڑھ رہے تھے جب صبح ہوئی تو یہ لوگ بیت المال کے صحن میں ڈیرہ زن تھے۔ صبح ہوئی تو بیت المال کے سامنے جنگ شروع ہو گئی اور سورج نکلنے کے وقت سے شروع ہو کر زوال تک نہایت شدت کی جنگ جاری رہی۔ عثمان بن حنیف کے کافی آدمی مارے گئے۔ اور دونوں فریق کے کافی لوگ زخمی ہوئے۔ حضرت عائشہ کے منادی جنگ بندی کا اعلان کر رہے تھے لیکن کسی نے ان کے اعلان کو نہیں سنا اور انھوں نے اپنے مخالفین کو اچھی طرح ڈھیر کر کے رکھ دیا۔

شرائطِ صلح (آخر کار) آپس میں جنگ بندی ہو گئی اور باہم یہ معاہدہ لکھا گیا کہ مدینہ ایک قاصد روانہ کیا جائے اور جب تک قاصد واپس نہ آجائے جنگ بند رہے گی قاصد مدینہ پہنچ کر یہ معلوم کرے کہ کیا طلحہ و زبیر نے خوشی سے حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی یا ان سے زبردستی بیعت لی گئی اگر طلحہ و زبیر سے زبردستی بیعت لی گئی ہے تو عثمان بن حنیف ان دونوں کے لیے بصرہ خالی کر دیں گے اور اگر ان دونوں نے خوشی سے بیعت کی تھی تو یہ دونوں بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

عہد نامہ

عہد نامہ کی عبارت یہ تھی:۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

"یہ وہ تحریر ہے جس پر طلحہ و زبیر ان کے تمام مسلمان ساتھیوں عثمان اور ان کے تمام ساتھیوں نے صلح کی ہے جس مدت کے لیے یہ صلح ہوئی ہے اس وقت تک عثمان کے قبضہ میں جو حصہ ہے اس پر عثمان قابض رہیں گے اور جس حصہ پر طلحہ و زبیر قابض ہیں اس پر وہی قابض رہیں گے جب تک دونوں فریقوں کے قاصد کعب بن مسور مدینہ سے واپس نہ آجائیں۔ دونوں فریقوں میں سے کسی شخص کو مسجد بازار راستہ یا کسی مخفی مقام پر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ تاوقتیکہ کعب بن سور واپس نہ آجائے اگر وہ یہ خبر لاتا ہے کہ لوگوں نے طلحہ و زبیر کو بیعت پر مجبور کیا تھا تو بصرہ کی حکومت ان دونوں کی ہوگی اور عثمان کو اختیار ہوگا خواہ وہ شہر چھوڑ کر اپنی جماعت کے ساتھ چلے جائیں یا طلحہ و زبیر کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اگر کعب یہ جواب لاتا ہے کہ طلحہ و زبیر نے خوشی سے بیعت کی تھی تو بصرہ کی حکومت عثمان کے قبضہ میں رہے گی اور طلحہ و زبیر کو اختیار ہوگا کہ خواہ وہ صرف حضرت علیؑ کی اطاعت پر قائم رہیں یا بصرہ چھوڑ کر اپنی جماعت کے ساتھ چلے جائیں اور بصرہ کے تمام مسلمان اس شخص کے ساتھ ہوں گے جو کامیاب ہوگا۔"

کعب کی مدینہ آمد کعب بصرہ سے چل کر مدینہ پہنچا لوگ اس کی آمد کی وجہ سے جمع ہو گئے مدینہ میں جمعہ کے روز پہنچا تھا۔ کعب نے کھڑے ہو کر سوال کیا اے اہلِ مدینہ میں اہلِ بصرہ کی جانب سے تمہارے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا اس جماعت نے طلحہ و زبیر کو علیؑ کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا انھوں نے برضا و رغبت بیعت کی تھی۔

اُسامہ کا جواب

تمام قوم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف اسامہ بن زید کھڑا ہوا اور کہا دونوں سے زبردستی بیعت لی گئی یہ سن کر تمام نے اس کو مارنے کا حکم دیا سہیل بن حنیف اور ان کے ساتھی اسے مارنے کے لیے جھپٹے۔

لشکر عائشہ کا حملہ

کعب مدینہ سے لوٹا اس دوران طلحہ وزبیر تیاری مکمل کر چکے تھے اور انھیں جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ مہیا کر چکے طلحہ وزبیر نے ایک رات اپنے تمام آدمیوں کو جمع کیا اس رات سخت سردی پڑ رہی تھی زبردست آندھی چل رہی تھی جس کی وجہ سے تاریکی بھی بے پناہ چھا گئی تھی اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا یہ دونوں اپنے لشکر لیے ہوئے عشاء کی نماز کے وقت مسجد میں پہنچے۔ عثمان بن حنیف آگے بڑھے لیکن طلحہ وزبیر نے عبدالرحمٰن بن عتاب کو آگے بڑھا دیا اس پر جاٹوں اور کاشت کاروں نے ہتھیار اٹھا لیے اور عائشہ کے لشکر کا مقابلہ شروع کر دیا انھوں نے بھی جنگ چھیڑ دی اور کافی دیر تک مسجد میں جنگ ہوتی رہی عائشہ کے ساتھیوں نے عثمان کے بہت سے حامی گرفتار کر لیے اور چالیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا طلحہ وزبیر نے کچھ لوگ عثمان کے پاس بھیجے کہ انھیں ہمارے پاس بلا لاؤ جب عثمان ان کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے انھیں خوب لاتوں سے روندا اور ان کے چہرے کے تمام بال اکھاڑ ڈالے۔

عثمان بن حنیف کے ساتھ ظالمانہ سلوک

سہل بن سعد سے منقول ہے کہ جب ان لوگوں نے عثمان بن حنیف کو پکڑ لیا تو ابان بن عثمان کو حضرت عائشہ کے پاس روانہ کیا کہ ان کا عثمان کے بارے میں کیا حکم ہے تو بی بی عائشہ نے کہا "انھیں قتل کر دو"۔ لیکن کسی عورت نے بی بی عائشہ سے کہا اے ام المومنین! میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ عثمان کے بارے میں یہ سوچ لیں کہ وہ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں"

بی بی عائشہ نے کہا کہ "ابان کو واپس بلاؤ" جب ابان آیا تو اس سے کہا

"اسے قتل نہ کرو، بلکہ قید کر دو"

ابان نے کہا "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ نے مجھے اس کام کیلیے بلایا ہے تو میں نہ آتا"

حضرت عائشہ کا یہ حکم سن کر مجاشع بن مسعود نے لوگوں سے کہا "اسے مارو پیٹو اور اس کی داڑھی کے بال نوچ لو"۔ اس پر ان لوگوں نے عثمان کو چالیس کوڑے مارے اور ان کی داڑھی کے بال نوچ لیے اور مونچھیں اور پلکیں اکھاڑ ڈالیں اور قید کر دیا۔

حوأب کا واقعہ

امام زہری کا بیان ہے کہ جب طلحہ و زبیر کو یہ علم ہوا کہ حضرت علی ذی وقار پہنچ چکے ہیں تو وہ بصرہ کی طرف گئے راستے میں بی بی عائشہ نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں تو دریافت کیا کہ یہ کون سا چشمہ ہے ؟

لوگوں نے جواب دیا "یہ حوأب کا چشمہ ہے" یہ سن کر بی بی عائشہ نے انا للہ پڑھا اور کہا یہ تو وہی معاملہ ہے جو میں نے رسول اللہ سے سنا تھا کہ آپ کے پاس کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا شاید تم میں سے ایک عورت ایسی ہو جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔

اس کے بعد بی بی عائشہ نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن زبیر بی بی عائشہ کے پاس آیا اور اس نے کہا جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ حوأب کا چشمہ ہے وہ جھوٹ بولتا ہے الغرض بی بی عائشہ آگے بڑھ کر بصرہ پہنچ گئیں وہاں عثمان بن حنیف امیر تھے ۔

عثمان نے ان سے پوچھا "تم نے اپنے امیر کی بیعت کیوں توڑ دی ؟"

طلحہ و زبیر : ہم اسے اپنے سے زیادہ خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ تو سامنے ہی ہے ۔

عثمان : تو اس شخص نے مجھے یہاں کا امیر بنایا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں انھیں لکھ کر بھیج دیتا ہوں اور جبتک انکا جواب نہ آئے نماز میں پڑھاؤں گا ۔

الغرض اس بات پر صلح ہو گئی اور عثمان نے حضرت علیؑ کے پاس خط لکھ کر روانہ کیا لیکن ابھی دو دن بھی نہ گذرے تھے کہ طلحہ و زبیر کے لشکر نے عثمان پر حملہ کر دیا ۔ اور مدینۃ الرزق کے قریب زابوقہ مقام پر ان سے جنگ کی اور عثمان پر غالب آ گئے اور انھیں پکڑ لیا پہلے تو انھیں قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں اہل مدینہ ان کے قتل پر ناراض نہ ہو جائیں اس لیے انھیں قتل تو نہ کیا لیکن انھیں مارا پیٹا اور ان کے بال نوچ ڈالے ۔

طلحہ و زبیر کی تقریر

طلحہ و زبیر تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور بولے :۔

"توبہ دل سے ہوتی ہے ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ امیرالمومنین عثمان کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کریں اور ہمارا ان کو قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا لیکن بدعقل عقل مندوں پر غالب آ گئے اور انھیں قتل کر دیا ۔"

لوگوں نے طلحہ سے کہا آپ کے خطوط ہمارے پاس آئے تھے ان سے تو کچھ اور ظاہر ہوتا تھا زبیر نے کہا عثمان کے بارے میں میرا تو تمھارے پاس کوئی خط نہیں آیا ۔ . . . . . .

اس پر بنو عبد القیس کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر زبیر سے کہا "تم خاموش ہو جاؤ اور پہلے مجھے تقریر کرنے دو۔"

عبد اللہ بن زبیر نے کہا "تمھارا تقریر سے کیا واسطہ؟" لیکن عبدی کھڑا ہوا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

عبدی کی تقریر

"اے مہاجرین! تم سب سے پہلے وہ اشخاص ہو جنھوں نے نبی کریمؐ کی دعوت کو قبول کیا اور اس لحاظ سے تمھیں ایک بہت بڑی فضیلت حاصل ہے پھر جس طرح تم نے اسلام قبول کیا تھا اسی طرح اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی بیعت کی اور ہم سے اس سلسلہ میں کوئی مشورہ طلب نہیں کیا ہم اس پر راضی ہو گئے اور اس معاملہ میں ہم نے تمھاری اتباع کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پھر ابو بکر انتقال کر گئے اور ان میں سے ایک شخص کو تم پر خلیفہ بنا دیا ان کی خلافت کے سلسلہ میں بھی ہم سے کوئی مشورہ طلب نہیں کیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جب ان کی وفات ہوئی تو خلافت کا معاملہ چھ افراد کے سپرد کر دیا گیا اور انھوں نے عثمان کو منتخب کیا اور ہمارے مشورہ کے بغیر ان کی بیعت کر لی پھر ان ہی لوگوں نے عثمان کے خلاف کسی بات پر اتفاق کیا اور اسے ہمارے مشورہ کے بغیر قتل کر دیا پھر تم نے ہمارے مشورے کے بغیر حضرت علیؑ کی بیعت کر لی پھر تم نے ان سے اختلاف کیا اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہم حضرت علیؑ سے جنگ کریں تم ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا حضرت علیؑ نے مالِ غنیمت پر قبضہ کر لیا ہے یا حق کو چھوڑ دیا ہے یا وہ اعمال اختیار کر لیے ہیں جنھیں تم برا سمجھتے ہو اگر فی الواقع ایسا ہے تو ہم تمھارے ساتھ مل کر ان سے لڑیں گے اور اگر ایسا نہیں تو ہم ان سے جنگ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

ان لوگوں نے عثمان بن حنیف کے قتل کا ارادہ کر لیا لیکن اہلِ قبیلہ انھیں بچانے کیلیے کھڑے ہو گئے۔ عائشہ کے لشکر نے اگلے دن عثمان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ان کے ستر آدمی قتل کر دیے۔

اہلِ شام کے نام طلحہ و زبیر کا خط

طلحہ و زبیر نے (گذشتہ) تمام واقعات اہلِ شام کو لکھ کر روانہ کیے اور تحریر کیا ہم قاتلین (عثمان) سے جنگ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لیے نکلے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس پر بصرہ کے نیک اور شریف لوگوں نے ہماری بیعت کی اور شریر و جھگڑالو قسم کے لوگوں نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے مقابلہ پر ہتھیار اٹھائے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم ام المومنین کی اطاعت کے لیے تیار ہیں (لیکن) انھیں چاہیے کہ وہ حق کے مطابق حکم کریں اور لوگوں کو حق پر چلنے کے لیے آمادہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوبارہ سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ان لوگوں کے سامنے ہر قسم کے دلائل پیش کیے گئے اور جب کوئی حجت باقی نہ رہی تو حضرت امیر المومنین عثمان کے قاتل ایک جگہ جمع ہو گئے اور اپنی پرانی روش اختیار کرتے ہوئے ہمارے مدمقابل ہوئے ان میں سے ہر قوص بن زہیر کے علاوہ کوئی شخص نہیں بچا اور ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ انشاء اللہ اسے بھی قید کرے گا ...... ہم تمھیں اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ جس طرح ہم نے ان قاتلین سے جنگ کی ہے تم بھی ان سے اسی طرح جنگ کرو .....

یہ خط سیار عجلی کے ہاتھ روانہ کیا گیا اسی قسم کا ایک اور خط اہلِ کوفہ کے نام روانہ کیا گیا اور بنو عمرو بن اسد میں سے ایک شخص مظفر بن معرض کو قاصد بنا کر بھیجا گیا اور ایک خط اہلِ یمامہ کے نام لکھا گیا اس وقت یمامہ کا عامل سبرہ بن عمرو عنبری تھا اسی طرح ایک خط اہلِ مدینہ کے نام لکھ کر ابن قدامہ قشیری کے ہاتھوں روانہ کیا گیا۔

بی بی عائشہ کا اہلِ کوفہ کے نام خط

حضرت عائشہ نے اہلِ کوفہ کے نام ایک خط تحریر کیا اس میں لکھا کہ میں تمھیں اللہ عزوجل اور اسلام کا واسطہ دیتی ہوں کہ اللہ کی کتاب اور اس میں جو احکام ہیں انھیں دنیا میں قائم کرو، اللہ سے ڈرو، اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کتاب پر چلو ہم بصرہ پہنچے اور لوگوں کو اس امر کی دعوت دی کہ وہ دنیا میں اللہ کی کتاب اور اس کے احکام کو نافذ کریں گے۔ نیک لوگوں نے ہماری اس بات کو قبول کر لیا اور جن میں خیر کا مادہ نہیں تھا انھوں نے ہمارے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے اور یہ دعویٰ کیا کہ تمھیں بھی عثمان کے پاس پہنچا دیں گے ....

اے اہلِ کوفہ! تم قاتلین کی جانب سے نہ جھگڑو نہ مخالفین کی مدد کرو اور نہ ان لوگوں سے کوئی تعلق رکھو جن پر اللہ کی حد قائم ہے ورنہ تم بھی ظالم بن جاؤ گے۔

بی بی عائشہ نے نام بنام بہت سے آدمیوں کو خط لکھے جن میں تحریر تھا

"لوگوں کو ان قاتلوں کو پناہ دینے سے روکو، ان کی مدد نہ کرو اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو کیونکہ ہماری جماعت ان حرکات سے ہرگز راضی نہیں جو حضرت عثمان بن عفان کے خلاف کی گئیں ....."

حضرت عائشہ کا زید بن صوحان کے نام خط

یہ خط عائشہ بنت ابی بکر ام المومنین محبوبۂ رسول اللہؐ کی جانب سے اس کے مخلص بیٹے زید بن صوحان کے نام ہے۔

"اے زید! جب تمھارے پاس میرا خط پہنچے تم میرے پاس چلے آؤ اور اس کام میں میری مدد کرو اگر تم میری مدد نہیں کرو گے تو لوگ علیؑ کے ہاتھوں ذلیل ہو جائیں گے۔"

زید بن صوحان کا جواب

یہ خط زید بن صوحان کی جانب سے عائشہ بنت ابی بکر ام المومنین محبوبۂ رسول اللہؐ کے نام ہے

"آپ اس کام کو چھوڑ کر واپس چلے جائیں ورنہ میں سب سے پہلے آپ سے مقابلہ کروں گا۔"

زید فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اُمّ المومنین پر رحم کرے اللہ نے انھیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا تھا اور ہمیں جنگ کرنے کا۔ لیکن انھوں نے اس حکم کو توڑ دیا جس کا انھیں حکم دیا گیا تھا۔ اور جو حکم انھیں تھا وہ ہمیں دینا شروع کیا اور جو حکم ہمارے لیے تھا اس پر ام المومنین نے خود عمل کرنا شروع کر دیا

باب ٦

حضرت علیؑ کا بصرہ کی جانب کوچ

جب حضرت علیؑ کو مدینہ میں طلحہ و زبیر اور عائشہ کے بارے خبر ملی کہ انھوں نے عراق کی طرف کوچ کیا ہے تو آپ نے انتہائی تیزی کے ساتھ کوچ کیا تاکہ انھیں راستہ میں ہی روک لیں اور مکہ کی طرف واپس کردیں لیکن حضرت علیؑ جب ربذہ پہنچے تو انھیں یہ خبر ملی کہ اس گروہ نے اپنا راستہ بدل دیا ہے چند روز آپ نے ربذہ میں قیام رکھا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ بصرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں تو آپ زیادہ خوش ہوئے۔

آپ نے اہلِ کوفہ کو خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا:۔

اہل کوفہ کے نام حضرت علیؑ کا خط

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں تم لوگوں کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں اور تمھارے درمیان رہنا پسند کرتا ہوں کیونکہ مجھے تمھاری دوستی کا اچھی طرح علم ہے۔ اور مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ تم اللہ عزّوجل اور رسول اللہؐ سے بے پناہ محبت کرتے ہو جو شخص میرے پاس آئے گا اور میری مدد کرے گا اس نے حق کو قبول کیا اور اپنے فریضے کو ادا کیا جو اس کے ذمہ ہے۔"

آپ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن عون کو کوفہ روانہ کیا جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو لوگ ابو موسیٰ اشعری کے پاس جمع ہوئے اور اس سے جنگ میں شرکت کے لیے مشورہ طلب کیا۔

ابو موسیٰ اشعری کا فیصلہ

موسیٰ اشعری:۔ اگر تم آخرت چاہتے ہو تو اپنی جگہ بیٹھے رہو اور اگر دنیا کے طلب گار ہو تو بے شک اس جنگ میں شریک ہو جاؤ۔

جب محمد بن ابی بکر اور محمد بن عون کو ابو موسیٰ اشعری کا یہ مشورہ معلوم ہوا تو انھوں نے اسے بُرا بھلا کہا۔ جس پر ابو موسیٰ نے کہا .... ہم اگر جنگ کریں گے بھی تو اس وقت کریں گے جب

تمام قاتلین عثمان قتل کر دیئے جائیں اور ان میں سے ایک بھی آدمی زندہ نہ رہے۔

حضرت علیؑ نے ۳۶ھ ماہ ربیع الآخر کے آخر میں کوچ کیا۔

بنو طے سے خطاب

جب حضرت علیؑ نے زبذہ میں قیام کیا تو بنو طی کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ طی کے وہ لوگ ہیں جو آپ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی خلافت کو قبول کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ: اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر دے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا بیٹھنے والوں کے مقابلہ میں بہت بڑا درجہ رکھا ہے۔

پھر یہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس ان کے خیمہ میں پہنچے تو حضرت علیؑ نے ان سے سوال کیا:۔

"تم کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟"

اہل طی: ہم ہر چیز پر گواہی دیتے ہیں جو آپ پسند کریں

حضرت علیؑ: اللہ تمھیں جزائے خیر دے تم لوگ مطیع ہو کر آئے تم نے مرتدین سے بھی جنگ کی تھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے جو چیز چلی گئی تھی تم نے اسے پورا کر دکھایا۔

سعید بن عبید طائی: اے امیر المومنینؑ! بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنے مافی الضمیر کو زبان سے بہت اچھی طرح ادا کر دیتے ہیں اور خدا کی قسم میں بھی اپنے مافی الضمیر کو اپنی زبان سے اچھی طرح ادا کر سکتا ہوں میں علانیہ اور پوشیدہ طور پر ہر وقت آپ کا خیر خواہ رہوں گا اور ہر مقام پر آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا اور آپ کا اپنے اوپر حق سمجھوں گا جو دنیا میں کسی اور کا نہیں، یہ صرف آپ کی فضیلت اور قرابت رسولؐ کا باعث ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:۔ اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے تم نے اپنے دلی خیالات کو زبان سے بہت اچھی طرح ظاہر کیا یہ سعید حضرت علیؑ کی طرف سے جنگ صفین میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔

محمد بن ابی بکر کی کوفہ روانگی

جب حضرت علیؑ نے ربذہ پہنچ کر قیام کیا تو محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو کوفہ روانہ کیا اور انھیں تحریر فرمایا:۔

"میں تم لوگوں کو تمام شہروں کے رہنے والوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں اور جو حالات پیش آئے ہیں ان میں تمھاری امداد کا طالب ہوں تم لوگ اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ ہمارا ساتھ دو اور ہمارے ساتھ مل کر لوگوں سے جنگ کرو کیونکہ ہم اصلاح کے طالب ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امت بھائی بھائی بن جائے جس نے اس بات کو پسند کیا

اور اسے اپنی جان پر ترجیح دی اُس نے حق کو محبوب رکھا اور اس پر جان دی جس سے اس بات کو برا سمجھا اس نے حق سے دشمنی کی اور اسے ختم کیا۔"

یہ دونوں حضرت علیؑ کا خط لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔ حضرت علیؑ ربذہ میں رہ کر جنگی تیاریاں فرماتے رہے مدینہ سے سواریاں اور ہتھیار منگوائے۔

حضرت علیؑ کا خطبہ

جب یہ سامان پہنچ گیا تو حضرت علیؑ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور فرمایا:۔

"اللہ عزوجل نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت بخشی اس کی وجہ سے ہمارا درجہ بلند کیا اور ہم سب کو بھائی بھائی بنایا۔ حالانکہ ہم ذلیل تھے ہماری تعداد بھی کم تھی اور ہم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے جب تک اللہ نے چاہا لوگ اسی طریقہ کار پہ عمل کرتے رہے اسلام ان کا دین تھا حق ان میں عام تھا اور وہ کتاب اللہ کو اپنا امام اور رہبر سمجھتے تھے یہاں تک کہ ایک جماعت نے جسے شیطان نے ورغلایا تھا اس شخص کو قتل کر دیا۔۔۔۔ اس طرح شیطان نے اُمت میں پھوٹ ڈال دی خبردار جس طرح پہلی امتوں میں تفریق پیدا ہوئی اسی طرح اس اُمت میں بھی تفریق پیدا ہو کر رہے گی ہم اس پیدا ہونے والی برائی سے پناہ مانگتے ہیں"

اس کے بعد حضرت علیؑ نے دوبارہ فرمایا کہ:۔

"یہ تفریق ضرور پیدا ہو کر رہے گی اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب سے بدتر فرقہ وہ ہوگا جو مجھے چھوڑ دے گا اور اس چیز پر عمل نہیں کرے گا جس پر میں عمل کرتا ہوں اب تم نے سب چیزوں کو دیکھ لیا اور پا لیا ہے لہذا اپنے دین کو لازم پکڑو۔ اپنے نبیؐ کے طریقہ کار پر چلو اور آپ کی سنت کی اتباع کرو تمھیں جو مشکل در پیش آئے اس کا فیصلہ قرآن کے مطابق کرو اگر قرآن اس کا حکم دیتا ہے تو اسے لازم سمجھو اور اگر قرآن اس کا انکار کرتا ہے تو اسے رد کر دو تم لوگ اللہ عزوجل کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے حکم اور امام ہونے پر راضی ہو"

حضرت علیؑ کی بصرہ کی طرف روانگی

حضرت علیؑ نے کوچ فرمایا مقدمۃ الجیش پر ابو لیلی بن عمر جراح کو معین کیا۔ علم حضرت محمد بن حنفیہ کو دیا، میمنہ عبداللہ بن عباس کے سپرد اور میسرہ پر عمر بن ابی سلمہ یا عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو مامور کیا گیا

اور اس طرح حضرت علیؑ نے سات سو ساٹھ سواروں کے ساتھ کوچ فرمایا

عثمان بن حنیف کی واپسی

محمد بن حنیفہ کا بیان ہے حضرت علیؑ ابھی ربذہ میں ہی قیام پذیر تھے کہ ان کے پاس عثمان بن حنیف پہنچے۔ ان کے سر داڑھی اور پلکوں کے بال اکھاڑ دیئے گئے تھے انھوں نے عرض کیا "اے امیر المومنینؑ آپ نے مجھے داڑھی والا بھیجا تھا لیکن اب میں بغیر داڑھی کے واپس آیا ہوں۔"

حضرت علیؑ: تو نے اجر و ثواب حاصل کیا بات یہ ہے کہ مجھ سے پہلے دو شخص لوگوں کے والی ہوئے (یعنی ابوبکر و عمر) .... پھر تیسرا شخص (عثمان) لوگوں کا والی بنا لوگوں نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا اور جو اس کے ساتھ سلوک کیا وہ سامنے ہے پھر لوگوں نے میری بیعت کر لی طلحہ و زبیر نے بھی بیعت کی لیکن دونوں نے بعد میں بیعت توڑ ڈالی اور لوگوں کو میرے خلاف چڑھا لائے۔

مجھے تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ دونوں ابوبکر و عمر کے کیسے مطیع و فرمانبردار تھے لیکن میرے اتنے مخالف ہیں خدا کی قسم! یہ دونوں یہ بات خوب جانتے ہیں کہ میں گذشتہ لوگوں سے کم نہیں ہوں اے اللہ انھوں نے میرے لیے جو مشکل پیدا کر دی ہے اسے حل فرما دے اور انھوں نے اپنی ذات کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے اس میں انھیں ذلیل کر اور ان کے عمل کی برائی انھیں دکھا دے۔"

قبیلہ ربیعہ اور بنو عبد القیس کی آمد

جب حضرت علیؑ ذی قار پہنچے تو وہاں ان سے عثمان بن حنیف آکر ملے ان کے چہرے پر کوئی بال نہیں تھا حضرت علیؑ نے جب انھیں دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا جب یہ ہمارے پاس سے گئے تھے تو بوڑھے تھے اور جب لوٹ کر آئے ہیں تو جوان ہیں۔"

حضرت علیؑ ذی قار میں ٹھہرے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کا انتظار کر رہے تھے یہیں انھیں خبر ملی کہ قبیلہ ربیعہ اور بنو عبد القیس طلحہ و زبیر سے ٹوٹ گئے ہیں اور راستہ میں ٹھہرے ہوئے حضرت علیؑ کے لشکر کا انتظار کر رہے ہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا قبیلہ ربیعہ میں عبد القیس سب سے بہتر ہیں ویسے تو تمام ربیعہ میں ہی بھلائی ہے اس کے بعد آپ کے سامنے بکر بن وائل قبیلہ پیش ہوا تو آپ نے ان کے لیے بھی وہی الفاظ کہے جو بنی طے اور اسد کے لیے فرمائے تھے۔

ابوموسیٰ اشعری کا قاصدوں کو جواب

جب محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کوفہ پہنچے تو ابوموسیٰ اشعری کو حضرت علیؑ کا خط دیا اور لوگوں سے حضرت علیؑ کی امداد طلب کی، لیکن ان دونوں کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہ دیا جب شام ہوئی تو سمجھدار لوگ ابوموسیٰ کے پاس جمع ہوئے اور اس سے دریافت کیا کہ اس جنگ میں شرکت کے لیے آپ کیا کہتے ہیں۔ ابوموسیٰ نے کہا

"کل گذشتہ جو رائے تھی وہ آج نہیں ہے وہ شخص (علیؑ) جسے تم اس کے معاملات میں کمزور سمجھ رہے ہو اسی نے تمھیں ان حالات میں مبتلا کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو اور ابھی تو بہت کچھ حالات اور پیش آنے والے ہیں راستے صرف دو ہیں ایک آخرت کا راستہ اور ایک دنیا کا راستہ، تم جس راستے کو چاہو اختیار کرو۔"

ابوموسیٰ کی اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ کوئی شخص حضرت علیؑ کے ساتھ مل کر جنگ میں شرکت کے لیے تیار نہیں ہوا یہ بات محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو بہت بری معلوم ہوئی۔ ان دونوں نے ابوموسیٰ کو برا بھلا کہا ان کی باتیں سن کر اس نے کہا خدا کی قسم! عثمان کی بیعت میری گردن میں پڑی ہوئی ہے .... اگر جنگ میں ہماری شرکت ضروری بھی ہوئی تو ہم اس وقت تک ہرگز جنگ نہیں کریں گے جب تک حضرت علیؑ قاتلین عثمان کے قتل سے فارغ نہ ہو جائیں خواہ یہ قاتل دنیا کے کسی کونے میں کیوں نہ ہوں۔"

یہ سن کر محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کوفہ سے واپس لوٹے اور ذی قار میں حضرت علیؑ کے پاس آکر انھیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔

ابوموسیٰ کی تقریر

حضرت علیؑ مالک اشتر کے ساتھ کوفہ کی طرف چل چکے تھے اور جلد کوفہ پہنچنا چاہتے تھے یہ حالات سن کر آپ نے مالک اشتر سے فرمایا "اے اشتر! ابوموسیٰ کو جواب دینے کے صحیح معنوں میں تم اہل ہو اور تم ہی ان پر اعتراضات کر سکتے ہو اس لیے تم اور عبداللہ بن عباس کوفہ جاؤ اور ان خراب حالات کی اصلاح کرو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس اور جناب مالک اشتر کوفہ پہنچے ابوموسیٰ سے گفتگو کی اور کوفہ والوں سے حضرت علیؑ کے لیے مدد طلب کی۔

ابوموسیٰ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"اے لوگو! رسول اللہؐ کے وہ صحابہ جو مختلف مقامات میں آپ کے ساتھ رہے،۔

اللہ عزوجل کے احکام اور رسول اللہ کی سنت کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جو لوگ آپ کی صحبت میں نہیں رہے۔ تمھارا ہم پر ایک حق ہے جسے میں ادا کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اللہ عزوجل کی قدرت کو معمولی نہ سمجھو اور نہ اللہ عزوجل کے احکامات کا مقابلہ کرو۔"

دوسری رائے یہ ہے کہ :۔

"تمھارے پاس مدینہ سے جو بھی شخص آئے تم اسے مدینہ واپس کر دو تا وقتیکہ تمام اہلِ مدینہ ایک امیر پر متفق نہ ہو جائیں کیونکہ وہ تم سے اس بات کو زیادہ جانتے ہیں کہ تم میں سے کون شخص امامت و خلافت کے لائق ہے اس جنگ میں شامل ہو کر خود کو تکلیف میں مبتلا نہ کرو کیونکہ یہ ایک خاموش فتنہ ہے جس میں سونے والا جاگنے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا سوار ہونے والے سے بہتر ہے تم لوگ عرب کے کیڑوں کی مانند ہو جاؤ، تلواروں کو میان میں کر لو نیزوں کو توڑ دو اور کمانیں توڑ کر پھینک دو، مظلوم اور پریشان کی مدد کرو اور اس وقت تک خاموش بیٹھے رہو جب تک اس خلافت کے معاملہ میں اتفاق نہ ہو جائے اور یہ فتنہ دور نہ ہو جائے۔"

جب عبداللہ بن عباس اور مالک اشتر ناکام ہو گئے، حضرت علیؑ کے پاس پہنچے آپ کو حالات سے آگاہ کیا تو حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے حسنؑ کو بلا کر کوفہ روانہ کیا ان کے ساتھ جناب عمار یاسر کو بھی بھیجا، حضرت حسنؑ سے فرمایا :۔

"تم کوفہ جا کر وہاں کے خراب حالات کو درست کرو۔"

یہ دونوں حضرات کوفہ پہنچے اور مسجد میں گئے۔

حضرت حسنؑ اور ابوموسیٰ کی گفتگو

ابوموسیٰ کو جب ان حضرات کی آمد کا علم ہوا تو وہ مسجد میں آیا اور حضرت حسنؑ کو دیکھ کر انھیں سینے سے چمٹا لیا۔

اس کے بعد ابوموسیٰ نے جناب عمار کی طرف متوجہ ہو کر کہا

"اے ابو یقظان! کیا اور لوگوں کی طرح تم نے بھی امیرالمومنین (عثمان) کی دشمنی اختیار کر لی اور اس طرح تم نے اپنے آپ کو فاجروں میں شامل کر لیا۔"

عمار : میں ایسا کیوں نہ کرتا اور مجھے یہ بات کیوں بری معلوم ہوتی۔"

ابھی عمار بات بھی پوری نہ کر پائے تھے کہ حضرت حسنؑ نے درمیان میں بات کاٹ دی اور ابوموسیٰ سے

مخاطب ہو کر فرمایا

"اے ابوموسیٰ! تو نے لوگوں کو ہماری مدد سے کیوں روک دیا ہے خدا کی قسم ہمارا ارادہ لوگوں کی اصلاح کرنا ہے اور امیرالمومنین (علیؑ) جیسی ہستی کے بارے میں کسی برائی کا خیال بھی ذہن میں نہیں لایا جاسکتا"

ابوموسیٰ: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے یہ بات سچ فرمائی لیکن جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے ہمارے اموال اور خون ایک دوسرے پر حرام کیے ہیں۔

حضرت حسنؑ کی تقریر

حضرت حسنؑ نے تقریر فرمائی:۔

"اے لوگو! اپنے امیر کی دعوت کو قبول کرو اور اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے چلو کیونکہ حضرت علیؑ اس کے اہل ہیں کہ ان کا ساتھ دیا جائے۔ خدا کی قسم! عقل مند لوگ انھیں کے ساتھ شامل ہوں گے اور اس میں ہی دنیا و آخرت کی بہتری ہے تم لوگ ہماری دعوت کو قبول کرو اور جس آزمائش میں ہم اور تم مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس میں ہماری مدد کرو"

لوگوں نے حضرت حسنؑ کی تقریر کو غور سے سنا، ان کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔

بنو طی کی ایک جماعت حضرت عدی کے پاس پہنچی اور ان سے پوچھا

"آپ کی کیا رائے ہے اور ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

حضرت عدی: ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ لوگ کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں لیکن جب عدی کو حضرت حسنؑ کی تقریر کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ ہم اس شخص (علیؑ) کی بیعت کر چکے ہیں اب وہ ہمیں نیک کام کی دعوت دے رہے ہیں اور اس عظیم حادثہ میں ہماری مدد کے طلب گار ہیں اس لیے ہم ان کی مدد کے لیے جائیں گے اور دیکھیں گے کہ معاملات کیا ہیں؟"

ہند بن عمرو کی تقریر

ہند بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا:۔

"اے لوگو! امیرالمومنینؑ نے ہمیں دعوت دی ہے

اور اپنے متعدد پیغام بر ہمارے پاس بھیجے ہیں حتیٰ کہ اب ان کے صاحبزادے آئے ہیں ان کی بات سنو اور ان کے حکم کو تسلیم کر کے اپنے امیر کی امداد کے لیے چلو۔ اس معاملہ میں ان کے ساتھ مل کر غور کرو اور اپنی رائے سے ان کی مدد کرو۔"

حجر بن عدی کی تقریر

اس کے بعد حجر بن عدی نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے لوگو! امیرالمومنینؑ کے حکم کو قبول کرو سواری اور بغیر سواری کے ان کی مدد کے لیے چلو، میں تم سب سے پہلے چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

عبد خیر کی ابوموسیٰ سے گفتگو

عبد خیر خیوانی ابوموسیٰ کے پاس گئے اور اس سے سوال کیا:۔

"اے ابوموسیٰ! کیا ان دونوں شخصوں یعنی طلحہ و زبیر نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی؟"

ابوموسیٰ: "ہاں"

عبد خیر: "وہ کون سی برائیاں سامنے آئیں کہ جن کے باعث ان کے لیے بیعت توڑنا جائز ہوا۔"

ابوموسیٰ: مجھے معلوم نہیں۔

عبد خیر: جب تمھیں معلوم نہیں تو میں اس سلسلہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا جب تک تمھیں اس کا علم نہ ہو، لیکن یہ بتاؤ کہ جب تم اسے فتنہ قرار دے رہے ہو تو تم یہ تو جانتے ہو گے کہ اس فتنے سے کون شخص محفوظ رہے گا۔ اس وقت لوگ چار جماعتوں میں منقسم ہیں۔ علیؑ کوفہ میں، طلحہ و زبیر بصرہ میں، معاویہ شام میں اور چوتھی جماعت حجاز میں ہے جو اس جنگ میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہی اور نہ کوئی اس سے جنگ کر رہا ہے۔"

ابوموسیٰ: "یہی لوگ سب سے بہتر ہیں بقیہ سب فتنے میں مبتلا ہیں۔"

عبد خیر: "تم پر کینہ پرستی چھائی ہوئی ہے۔"

مالک اشتر کی حضرت علیؑ سے درخواست

جناب اشتر نے حضرت علیؑ سے عرض کیا:

"اے امیرالمومنینؑ آپ نے ان دونوں حضرات سے قبل ایک اور شخص کو کوفہ روانہ کیا تھا اور یہ دونوں حضرات جنھیں آپ نے بھیجا ہے واقعتاً اس لائق ہیں کہ آپ کی

مرضی کے مطابق لوگوں کو آمادہ کر سکیں یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کیا حالات پیش آئیں گے لیکن اگر امیر المومنینؑ مجھے ان کے پیچھے روانہ کریں تو یہ بہتر ہے کیونکہ شہر والے میرے بہت مطیع ہیں۔ اگر میں وہاں چلا جاؤں تو مجھے توقع ہے کہ اہل شہر میں سے کوئی شخص میری مخالفت نہیں کرے گا۔"

حضرت علیؑ: اچھا تم بھی چلے جاؤ۔

مالک اشتر وہاں سے چل کر کوفہ پہنچے، لوگ جامع مسجد میں جمع تھے۔ مالک اشتر کا جس قبیلہ یا مسجد سے گذر ہوتا اور وہاں انھیں جو لوگ نظر آتے تو وہ انھیں دعوت دیتے اور کہتے میرے پیچھے قصر کی طرف چلے آؤ، اس طرح سے وہ لوگوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر قصر الامارہ میں پہنچے۔ قصر لوگوں سے پہلے بھی بھرا ہوا تھا مالک اشتر یہ جماعت لیے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

ابو موسیٰ کی تقریر

مسجد میں ابو موسیٰ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کر رہا تھا اور انھیں جنگ میں شمولیت سے منع کر رہا تھا۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا:

"اے لوگو! یہ اندھا اور بہرہ فتنہ ہے جو سب کو روند ڈالے گا، اس فتنے میں سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے، چلنے والا دوڑنے والے سے اور دوڑنے والا سوار سے بہتر ہے، یہ پیٹ کے کیڑے کی طرح کھا جانے والا فتنہ ہے، جو تمھارے پاس تمھاری امن گاہ سے آیا ہے۔"

"یہ فتنہ بردبار انسان کو بھی ایسا بنا دے گا جیسا کوئی کل کا بچہ ہو، اے لوگو! ہم رسول اللہ کے صحابہ ہیں اور اس فتنے سے خوب واقف ہیں یہ جب آئے گا تو لوگوں کو شبہات میں مبتلا کر دے گا اور جب ختم ہوگا تو اس کی حقیقت روشن ہوگی۔"

جناب عمار ابو موسیٰ کو مخاطب کرنا چاہتے تھے کہ حضرت امام حسنؑ نے ابو موسیٰ سے فرمایا۔ "ہمارے اس کام سے تم علیحدہ ہو جاؤ اور ہمارے منبر سے اتر جاؤ۔ تمھاری ماں مرے۔"

عمارؓ: کیا واقعتہً تو نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے سنی ہے؟"

ابو موسیٰ: "یہ میرا ہاتھ موجود ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حق کہہ رہا ہوں۔"

عمار: نبی کریمؐ نے تمھارے لیے یہ مخصوص طور پر فرمایا ہوگا۔ تجھ جیسے بیٹھنے والے سے اس میں کھڑا

ہونے والا بہتر ہے۔ اللہ اس شخص کو ضرور غالب فرمائے گا جو اس فتنہ پر غالب آئے اور اس کا مقابلہ کرے۔"

ابوموسیٰ سے مالک اشتر کی گفتگو

ابومریم ثقفی کا بیان ہے خدا کی قسم میں اس دن مسجد میں تھا۔ عمار ابوموسیٰ سے تکرار کر رہے تھے، اور ابوموسیٰ اپنی بات دھرا رہا تھا کہ اتنے میں ابوموسیٰ کے کچھ غلام چلّاتے اور ابوموسیٰ کو آواز دیتے ہوئے آئے کہ مالک اشتر قصر میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے مار کر ہمیں نکال دیا ہے۔"

تو ابوموسیٰ منبر سے اتر کر قصر میں گیا تو مالک اشتر نے چلا کر کہا:۔

"تیری ماں مرے ہمارے قصر سے نکل جاؤ اللہ تیری جان نکالے خدا کی قسم تو پرانا منافق ہے۔"

ابوموسیٰ: "مجھے یہاں سے جانے کے لیے شام تک مہلت دیجیے۔"

مالک اشتر: "ہاں شام تک مہلت ہے لیکن رات گذارنے کی اجازت نہیں۔"

یہ حالات دیکھ کر کچھ لوگ قصر میں گھس گئے اور ابوموسیٰ کا سامان لوٹنا چاہا تو مالک اشتر نے انھیں روک دیا اور انھیں قصر سے باہر نکال کر کہا "میں نے اسے باہر نکال دیا ہے اس بات پر لوگ ابوموسیٰ پر دست درازی سے رُک گئے۔ [۱۱]

باب ۷

صلح کی گفت و شنید

جب یہ تمام لشکر (اہلِ کوفہ کا) ذی قار پہنچ گیا تو حضرت علیؑ نے قعقاع بن عمرو کو طلب فرمایا، اور انہیں اہلِ بصرہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ یہ قعقاع رسول اللہؐ کے صحابہ میں سے تھے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا تم بصرہ جا کر طلحہ اور زبیر سے ملو اور انھیں باہمی محبت اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو، اور جماعت میں تفریق بندی سے انھیں ڈراؤ۔ اس کے بعد آپؑ نے ان سے سوال کیا اگر طلحہ و زبیر تم سے کوئی ایسی بات کریں جس کے بارے میں میں نے تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تو تم کیا طریقہ اختیار کرو گے۔ قعقاع نے جواب دیا۔ اوّلاً تو میں ان سے وہ بات کہونگا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا ہے۔ لیکن اگر بالفرض انہوں نے کوئی ایسا سوال کیا جس کا آپ نے مجھے حکم نہ دیا ہو، تو پھر میں اپنی رائے سے جواب دوں گا، اور حتی الامکان ان کی بات کا صحیح صحیح اور پورا پورا جواب دیا جائیگا۔ اور جو مناسب ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا واقعاً تم اس کام کے اہل ہو۔

حضرت علیؑ کا معجزہ

ابو طفیل کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا تمہارے پاس کوفہ سے بارہ ہزار کا لشکر آرہا ہے۔ جب یہ لشکر آیا تو ذی قار کے ایک کونہ پر ایک شخص نے بیٹھ کر اس لشکر کو شمار کیا تو اس میں ایک آدمی کم تھا نہ زیادہ۔

حضرت علیؑ کی بصرہ میں آمد

قتادہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے ذی قار سے کوچ فرما کر بصرہ کے سامنے زاویہ میں قیام کیا۔ (پھر) حضرت علیؑ کا لشکر زاویہ

سے چل کر عبداللہ بن زیاد کے قصر کے سامنے جا کر ٹھہرا۔ حضرت عائشہ بھی فرضہ سے اپنا لشکر لے کر یہیں آگئیں، اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے روبرو پڑاؤ ڈالا۔ یہ دونوں لشکر آمنے سامنے تین دن تک ٹھہرے رہے۔ اس دوران ان میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ حضرت علیؑ کے قاصد لشکرِ عائشہ میں آجا رہے تھے اور آپس میں پیغام رسانی کا سلسلہ جاری تھا۔

حضرت علیؑ کی طلحہ و زبیر سے گفتگو

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ٹھہر گئے تو زبیر ہتھیار پہن کر سوار ہو کر میدان میں نکلا۔ لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا یہ زبیر جا رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ زبیر اور طلحہ میں سے زبیر اس لائق ہے کہ اگر اسے اللہ یاد دلایا جائے تو وہ طلحہ کی نسبت زیادہ خوفِ خدا کر سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد طلحہ جاتا ہوا نظر آیا تو حضرت علیؑ ان دونوں کے پاس گئے، حتیٰ کہ تینوں کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں ملی ہوئی تھیں آپ نے دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم ہر ایک نے بہت سے لشکر، سامانِ جنگ اور گھوڑے جمع کر لیے ہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ اللہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کون سا عذر تیار کیا ہے تم دونوں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے ڈرو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جو سوت کاتنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دیا کرتی تھی۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں کیا تم پر میرا خون اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں۔ وہ کون سی وجہ ہے جس کے باعث تمہارے نزدیک میرا خون حلال ہو گیا ہے۔ طلحہ نے کہا آپ نے لوگوں کو عثمان کے قتل پر اُبھارا تھا حضرت علیؑ نے فرمایا جس روز اللہ تعالیٰ لوگوں کو پورا پورا بدلہ دے گا اس روز لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ واضح حق کیا ہے۔ اے زبیر کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جس روز تم رسول اللہؐ کے ساتھ بنو غنم کے محلہ سے گزر رہے تھے تو حضورؐ میری جانب دیکھ کر ہنسے اور تم حضورؐ کی جانب دیکھ کر ہنسنے لگے، اور تم نے اس وقت یہ بھی کہا کہ یہ ابو طالبؑ کا بیٹا اپنے تکبر سے باز نہیں آتا تمہاری اس بات پر نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا اس میں تو کوئی تکبر نہیں ہے۔ اور اس کے بعد حضورؐ نے تم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے زبیر تم ایک روز اس سے جنگ کرو گے حالانکہ تم ظالم ہو گے۔ زبیر نے کہا آپؑ نے سچی بات کی ہے اور خدا کی قسم اگر مجھے حضورؐ کا یہ فرمان پہلے سے یاد ہوتا تو میں ہرگز یہ سفر نہ کرتا۔ اور خدا کی قسم اب میں آپؑ سے جنگ نہیں کروں گا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علیؑ واپس چلے آئے۔

زبیر کا جنگ سے علیحدگی کا ارادہ

زبیر چونکہ عہد کر چکا تھا کہ وہ حضرت علیؑ سے جنگ نہیں کرے گا۔ اس لیے وہ جب میدان سے واپس لوٹا تو حضرت عائشہ کے پاس آیا۔ اور کہا اے ام المومنین میں ہر مقام پر اپنے موقف کو جانتا تھا سوائے

اس مقام کے ۔حضرت عائشہ نے کہا آخر تمہارا کیا ارادہ ہے ۔زبیر نے کہا میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر خود کہیں چلا جاؤں ۔عبداللہ بن زبیر نے کہا پہلے تو تم نے ہی یہ دو غار کھودے اور جب لوگ ان غاروں میں گرنے لگے تو تم انھیں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو۔ دراصل علی بن ابی طالبؑ کے جھنڈے کو دیکھ کر تمہیں یقین ہو گیا ہے کہ ان کے نیچے تمہاری موت ہے اس لیے تم میدان چھوڑ رہے ہو۔ زبیر نے کہا میں قسم کھا چکا ہوں کہ اب علیؑ سے جنگ نہیں کروں گا۔ اور مجھے وہ بات بھی یاد ہے جو علیؑ نے مجھے یاد دلائی ہے۔عبداللہ کہنے لگا تو آپ اپنی قسم کا کفّارہ دے کر جنگ کیجئے۔ اس گفتگو کے بعد عبداللہ نے زبیر کے غلام مکحول کو بلایا، اور اسے آزاد کر دیا۔ اس پر عبدالرحمٰن تمیمی نے اشعار کہے کہ مجھے تو قسم کا کفّارہ دینے والے پر تعجب ہے کہ جس نے خدا کی نافرمانی پر غلام آزاد کیا۔

باب ۸

جنگ جمل

قرآن اٹھانے کا حکم

حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کر سکتا ہے کہ وہ قرآن اُٹھا کر فریقین کے درمیان کھڑا ہو جائے، اور انھیں قرآن پر چلنے کی دعوت دے۔ اگر اس کا وہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تو قرآن دُوسرے ہاتھ میں لے لے۔ اور اگر دُوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو قرآن دانتوں سے تھام لے۔ ایک نوجوان نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت علیؑ کی خواہش تھی کہ کوئی اور شخص اس کام کو انجام دے اس لیے آپ تمام لشکر میں گھومے اور ہر ایک کے سامنے یہ بات پیش کی لیکن اس جوان کے علاوہ کوئی بھی اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینے کے لیے تیار نہیں ہُوا۔ حضرت علیؑ نے اس نوجوان سے فرمایا یہ قرآن ان کے سامنے پیش کرو اور ان سے کہو کہ یہ قرآن اوّل سے آخر تک ہمارے اور تمہارے خونوں کا فیصلہ کرے گا۔ لیکن مخالفین کے لشکر نے اس نوجوان پر حملہ کر دیا۔ قرآن اس کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے تو اس نے قرآن دانتوں سے تھام لیا۔ حتیٰ کہ یہ نوجوان شہید کر دیا گیا۔

ابتدائے جنگ

اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اب تمہارے لیے جنگ حلال ہو گئی ہے تم ان سے جنگ کرو۔ اس روز ستر آدمی (بی بی عائشہ کے) اُونٹ کی مہار تھامے ہُوئے مارے گئے۔ جب اونٹ کی کونچیں کٹ گئیں، اور لوگوں کو شکست ہُوئی تو طلحہ کو ایک تیر

آکر لگا جس سے وہ مار اگیا۔ زہری کہتے ہیں لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ تیر مارنے والا مروان الحکم تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے عائشہ کے اونٹ کی مہار تھام لی۔ تو حضرت عائشہ نے ہودج میں سے سوال کیا، کہ یہ کس نے مہار تھام رکھی ہے لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن زبیر ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا ہائے اسماء کی بے اولادگی (اسماء بنت ابوبکر عبداللہ بن زبیر کی ماں اور عائشہ کی بہن تھی) جب عبداللہ لڑتا لڑتا زخمی ہوگیا تو اس نے اپنے آپ کو زخمیوں میں ڈال دیا تاکہ لوگ اسے مردہ سمجھیں جنگ ختم ہونے کے بعد وہ خاموشی سے میدان جنگ سے نکل آیا، اور زخموں کی مرہم پٹی کی جس سے وہ اچھا ہو گیا۔

محمد بن ابوبکر نے حضرت عائشہ کا ہودج اٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ اور اس پر ایک خیمہ لگا دیا۔ حضرت علیؑ نے خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر فرمایا، تم لوگوں کو گھروں سے باہر نکال لائیں ہیں تو وہ باہر نکل آئے۔ انھیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ بعض نے دوسرے بعض کو قتل کر دیا اور بھی بہت کچھ فرمایا، تو بی بی عائشہ کہنے لگیں۔ اے فرزند ابوطالبؑ آپؑ کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا پردہ پوشی کیجیے۔ آپؑ نے اپنی قوم کا بہتر طریقہ سے امتحان لیا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے انہیں روانہ فرمایا، اور کچھ مرد اور عورتیں ان کے ساتھ کردیں۔ ان کا سامان سفر تیار کرایا اور بارہ ہزار درہم انھیں دینے کا حکم دیا اور زبیر کو بھی قتل کر دیا گیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے ابن جرموز نے قتل کیا تھا۔

محمد بن حنفیہ

محمد بن حنفیہ کا بیان ہے کہ جمل کے روز میرے والد گرامی نے علم لشکر مجھے عنایت کیا، اور فرمایا آگے بڑھو میں برابر آگے بڑھتا رہا۔ لیکن جب میرے آگے نیزے اور سنانیں آڑے آگئیں تو میں رک گیا۔ کسی نے میرے پیچھے سے کہا تیری ماں مرے آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ میں نے جواب دیا آگے کوئی جگہ نظر نہیں آتی چاروں طرف نیزے اور سنان ہیں۔ کہنے والے نے ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ سے علم لے لیا میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ میرے والد محترم تھے، وہ فرما رہے تھے۔ (ترجمہ اشعار) اے عائشہ تجھے میری نیکی نے دھوکہ دیا، اور قوم کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ بیٹوں کے قتل ہونے سے تو تیرا اچک جانا بہتر تھا۔

محمد بن ابوبکر اور عائشہ

محمد بن ابوبکر اور عمار بن یاسرؓ (بی بی عائشہ) کی سواری کے اونٹ کے ذبح ہونے کے بعد عائشہ کے پاس پہنچے، اور ان کے ہودج کے بندھن کاٹے اور ان کا ہودج اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ سری کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے عائشہ کا ہودج اٹھا لیا جائے قعقاع اور زفر بن حارث نے پہلے ہی ہودج اونٹ پر سے اتار کر اونٹ کے ایک طرف رکھ

دیا تھا۔ حضرت علیؑ کے اِس حکم کے بعد محمد بن ابوبکر رضؓ ایک جماعت کے ساتھ ہودج کے قریب پہنچے اور ہودج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا یہ کون ہے۔

محمّد : تمہارا اچھا بھائی۔

حضرت عائشہ : نہیں بلکہ نافرمان بھائی۔

عمار بن یاسر نے کہا اے میری ماں آج تم نے اپنے بیٹوں کی جنگ کیسی پائی۔

حضرت عائشہ : تو کون ہے۔

عمارؓ : تمہارا نیک بیٹا عمار!

عائشہ : میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔

عمارؓ : کیوں نہیں چاہے تم بُرا کیوں نہ مانو۔

عائشہ : اگر تم کامیاب ہو گئے تو اس پر فخر کر رہے ہو۔ حالانکہ جیسا تم نے دوسروں کو نقصان پہنچایا ہے ویسا ہی تمہیں بھی پہنچا ہے۔ افسوس خدا کی قسم جن کی عادات اس قسم کی ہوتی ہیں وہ تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

شریک کا بیان ہے کہ محمدؒ نے ہودج کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا آپ کا بھائی محمد ہے۔

عائشہ : یعنی قابلِ مذمت بھائی۔

محمد : آپ کو کوئی زخم تو نہیں پہنچا۔

عائشہ : تمہیں میرے زخم سے کیا واسطہ

یہ واقعہ بقول واقدی ۱۵ رجادی الآخر ۳۶ھ کو پیش آیا۔

عبداللہ بن زبیر اور محمد بن ابوبکر

عبداللہ نے وزیر نامی ایک شخص کے مکان میں پناہ لی، اور اس سے کہا کہ امّ المومنین کے پاس جاؤ اور انھیں میری جائے پناہ بتا دو، اور یہ بھی کہہ دو کہ محمد بن ابوبکر کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ وہ شخص عائشہ کے پاس پہنچا۔ اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ عائشہ نے کہا جاؤ محمدؐ کو میرے پاس لاؤ۔ وزیر نے کہا عبداللہ نے مجھے اِس سے منع کیا ہے کہ محمد کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ عائشہ نے ایک دُوسرا شخص بھیج کر محمد کو طلب کیا۔ جب محمد آئے تو ان سے کہا اِس شخص کے ساتھ جاؤ، اور میرے بھانجے کو میرے پاس لے آؤ۔ محمد اس ازدی شخص کے ساتھ گئے اور عبداللہ کے پاس پہنچے، اور اس سے کہا خدا کی قسم میں مجبور ہو کر تیرے پاس آیا ہوں مجھے تو ام المومنین نے مجبور کیا ہے کہ میں تمہارے پاس آؤں۔

مقتولین کی تدفین

حضرت علیؑ تین دن تک لشکر گاہ میں مقیم رہے، اور بصرہ میں قیام نہیں کیا۔ کیونکہ لوگ اپنے اپنے مقتولین کو تلاش کر کے دفن کر رہے تھے، اور ایک بڑی قبر میں سب کو دفن کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ میدان میں جتنی چیزیں ملیں سب جمع کر کے لے آؤ۔ جب سب چیزیں جمع ہو گئیں تو مسجد بصرہ میں بھیج کر اعلان کرایا کہ ہر شخص اپنی چیز پہچان کر لے جائے لیکن ہتھیار خزانہ میں داخل کیے جائیں۔ جنگ جمل میں اونٹ کے ارد گرد لڑتے ہوئے دس ہزار آدمی مارے گئے۔

تقسیم مال

پھر حضرت علیؑ بصرہ میں داخل ہوئے تو اہل بصرہ نے اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے حضرت علیؑ کی بیعت کی، اور ان لوگوں نے بھی بیعت کی جو زخمی تھے یا کسی کی امان میں تھے۔ جب مروان واپس لوٹا تو وہ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ جب حضرت علیؑ اہل بصرہ کی بیعت سے فارغ ہوئے تو بیت المال کا جائزہ لیا۔ اس میں چھ لاکھ سے زیادہ کا مال تھا۔ وہ آپ نے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جو ان کے ساتھ تھے۔ ان سب کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے۔

حضرت علیؑ کا اصول

حضرت علیؑ کا یہ اصول تھا کہ وہ کسی بھاگتے ہوئے اور زخمی کو قتل نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کا پردہ فاش کرتے تھے۔ اور نہ کسی کا مال لیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان کا خون تو ہمارے لیے حلال ہے اور ان کے مال حرام ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سن کر فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں جس نے ہم سے درگزر کیا وہ ہم میں داخل ہے اور ہم ان میں داخل ہیں۔ اور جو شخص ہمارے مقابلے میں آ کر قتل ہوا تو اس سے جنگ میری طرف سے اس کے مقابلہ میں رہنے کی صورت میں ہے۔ اس لیے ان کے مال کا خمس ہی کافی ہے۔ اسی وقت سے وہ لوگ جو بعد میں خارجی ہو گئے تھے حضرت علیؑ کے خلاف اندرونی سازشیں کرنے لگے۔

حضرت عائشہ کی روانگی کی تیاری

حضرت علیؑ نے بی بی عائشہ کی روانگی کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی مہیا کیں۔ سواری سامان اور زاد راہ وغیرہ اور جو لوگ مکہ سے بی بی عائشہ کے ساتھ آئے تھے، ان میں سے جو بچ گئے، وہ بھی حضرت عائشہ کے ساتھ گئے۔ اور بصرہ کی چالیس عورتوں کو جو مشہور و معروف تھیں ساتھ کیا۔ اور محمدؓ سے فرمایا اپنی بہن کے لیے کوچ کی تیاری کرو حضرت عائشہ کو بھی اطلاع مل گئی تھی۔ جب کوچ کا دن آیا تو حضرت علیؑ عائشہ کے پاس آئے، اور انھیں رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت عائشہ

باہر آئیں۔ اور لوگوں نے انھیں الوداع کہا، اور عائشہ لوگوں سے رُخصت ہوئیں، اور ان سے کہا اے میرے بیٹو ہم جلد بازی میں ایک دُوسرے کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ آئندہ ہمارے اختلافات کے باعث کوئی شخص ایک دُوسرے پر زیادتی نہ کرے۔ خدا کی قسم میرا اور علیؑ کا شروع ہی سے اختلاف تھا، لیکن یہ اختلاف اسی قسم کا تھا جیسے ساس اور داماد میں ہوتا ہے۔ فی الحقیقت علیؑ میرے نزدیک نیک آدمی ہیں حضرت عائشہ نے شروع رجب ۳۶ھ میں ہفتہ کے روز بصرہ سے کوچ کیا، اور کئی میل تک حضرت علیؑ انہیں چھوڑنے آئے، اور اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ ایک دن تک ام المومنین کا ساتھ دینے کے بعد واپس لوٹ آئیں۔

حضرت عائشہ کی عمارؓ سے گفتگو

جنگ سے فراغت کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ نے عائشہ سے کہا۔ آپ سے پردہ نشینی کا جو عہد لیا گیا تھا، آپ کا یہ سفر اس عہد سے کتنا متضاد ہے۔

عائشہ: کیا یہ ابو الیقضان ہیں؟

عمارؓ: جی ہاں!

عائشہ: خدا کی قسم میں یہ جانتی ہوں کہ تم خوب حق بات کہنے والے ہو۔

عمار: ہر قسم کی تعریف اس خدا کے لیے ہے جس نے آپ کی زبان سے میرے لیے اس فیصلہ کا اظہار کرایا۔

باب ۱۰

جنگ صفین کی تیاریاں

عمرو عاص کی معاویہ سے بیعت

۳۶ھ ہی میں عمرو عاص نے علیؑ کے مقابلہ میں معاویہ کے ساتھ شامل ہو کر اس کی بیعت کی۔

عمرو عاص کا بیٹوں سے مشورہ

تمہیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عثمان قتل کر دیئے گئے ہیں اور لوگوں نے علیؑ کی بیعت کر لی ہے لیکن معاویہ علیؑ کی مخالفت پر آمادہ ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے تو علی کے ساتھ ملنے سے کوئی بھلائی نہیں۔ وہ پرانے راستے (اسلام پر) ہی پر چلے گا اور مجھے اپنے کام میں شریک نہیں کرے گا۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ روکے رکھیں اور اپنے گھر میں بیٹھ جائیں۔ اور جب لوگ ایک امام پر متفق ہو جائیں تو آپ اس کی بیعت کر لیں۔ محمد بن عمرو نے کہا آپ کی عرب میں وہی حیثیت ہے جو دانتوں میں کچلی (داڑھ) کی ہوتی ہے۔ مجھے کسی امام پر اتفاق ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ کا لوگوں میں کوئی ذکر اور شہرہ ہو۔ عمرو نے کہا اے عبداللہ تیری رائے واقعتاً میری آخرت کے لیے بہتر ہے، اور اس رائے پر عمل کرنے سے دین بھی سالم رہے گا۔ اور محمد نے جو رائے دی ہے وہ دنیاوی لحاظ سے بہت بہتر لیکن آخرت کے لحاظ سے بری ہے۔

عمرو عاص کی شام کو روانگی

عمرو نے اس گفتگو کے بعد اپنے بیٹوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا اور شام پہنچا۔ شام کے باشندے مُعاویہ کو قصاص پہ آمادہ کر رہے تھے۔ عمرو عاص نے لوگوں سے کہا تم واقعۃً حق پر ہو۔ اس لیے خلیفہ مظلوم کے قصاص کا مطالبہ کرو۔ لیکن معاویہ نے عمرو کے اس قول پر توجہ نہ دی۔ عُمرو کے بیٹوں نے کہا معاویہ نے تمہاری بات کی جانب توجہ نہیں دی اس لیے آپ کسی اور کے پاس چلیے۔ لیکن عمرو نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور تنہائی میں معاویہ کے پاس پہنچا، اور اس سے کہا مجھے تجھ پر بہت تعجب ہے کہ میں تو تیری حمایت پہ آمادہ ہوں اور تو مجھ سے مُنہ پھیر رہا ہے۔ خدا کی قسم اگر ہم تیرے ساتھ خلیفہ کے قصاص کا مطالبہ کریں تو ہمیں اس شخص سے جنگ کرنی ہو گی جس کی سبقت اسلام قرابت رسولؐ اور فضیلت سے تو بھی واقف ہے۔ لیکن ہم نے دُنیا کو اختیار کر لیا ہے۔ یہ سُن کر معاویہ نے اس سے صلح کر لی اور اس کی جانب مائل ہو گیا۔

جریر بن عبداللہ کی پیغامبری

جب حضرت علیؑ جنگ جمل سے فارغ ہو گئے اور بصرہ سے کوفہ کی طرف کوچ کیا تو جریر بن عبداللہ البجلی کو معاویہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تاکہ اسے اطاعت کی دعوت دے۔ ابو عوانہ کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؑ نے معاویہ کے پاس قاصد بھیجنے کا ارادہ کیا تو جریر نے عرض کیا۔ آپ مجھے قاصد بنا کر بھیج دیجئے کیونکہ میری اس سے دوستی ہے۔ میں معاویہ کو آپ کی اطاعت کی دعوت دوں گا۔ اور اسے اس پر مجبور کروں گا۔ مالک اشتر نے کہا آپ اسے ہرگز معاویہ کے پاس نہ بھیجئے۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ دل سے معاویہ کے ساتھ ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اسے جانے دو تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ یہ وہاں سے کیا خبر لاتا ہے۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کے نام ایک خط بھی تحریر کیا جس میں لکھا کہ تمام مہاجرین و انصار نے آپ کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اس میں طلحہ و زبیر کے بیعت توڑنے اور ان سے جنگ کا بھی ذکر تھا۔ اس خط میں معاویہ کو حضرت علیؑ نے اپنی اطاعت کی دعوت دی تھی کہ جیسے مہاجرین و انصار نے میری اطاعت قبول کر لی ہے اسی طرح تم بھی میری بیعت کر لو۔ جب جریر شام پہنچا تو معاویہ نے اسے ٹالنا شروع کیا تاکہ وہ یہاں کا ماحول دیکھ لے۔ اور عمرو عاص کو بُلا کر مشورہ طلب کیا۔ عمرو نے جواب دیا کہ آپ شام کے رؤسا کو مدد کے لیے لکھئے اور خونِ عثمان کا تمام الزام علیؑ کے سر تھوپ کر ان سے جنگ شروع کر دیجئے۔ معاویہ نے اسی رائے پر عمل کیا۔

قمیضِ عثمان

بشیر بن نعمان حضرت عثمان کا وہ قمیض لے کر شام پہنچا، جس میں عثمان قتل ہوا تھا۔ اور جو خون آلودہ ہوا تھا۔ نعمان کے پاس عثمان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں بھی تھیں معاویہ

نے یہ قمیص منبر پر رکھ دی اور تمام مقامات کے لشکروں کو اس قمیص کے حال سے مطلع کیا۔ لوگ اس قمیص پر ٹوٹ پڑے۔ یہ قمیص ایک سال تک منبر پر رکھی رہی اور انگلیاں ٹنگی رہیں۔ لوگ اس قمیص کو دیکھ کر زار و قطار روتے تھے۔ لوگوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ وہ نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے، اور نہ احتلام کے بغیر غسل کریں گے، اور نہ بستروں پر سوئیں گے۔ جب تک قاتلین عثمان کو قتل نہ کر دیں کبھی کبھی معاویہ اس قمیص کو خود پہنتا، اور اپنے گلے میں نائلہ کی انگلیاں ڈال لیتا۔ جریر نے یہ تمام منظر شام میں دیکھا، اور حضرت علیؑ سے آکر بتایا کہ تمام اہل شام آپؑ سے جنگ کرنے پر متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ علیؑ نے عثمانؓ کو قتل کیا اور ان کے قاتلین کو پناہ دی۔

حضرت علیؑ کی صفین کو روانگی

حضرت علیؑ نے کوفہ پہنچ کر صفین جانے کا ارادہ کیا۔ جب معاویہ کو حضرت علیؑ کے ارادے کی خبر ملی تو اس نے عمرو عاص کو طلب کیا اور اس سے مشورہ کیا۔ عمرو نے کہا جب تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ علیؑ خود جنگ کرنے کے لیے آرہے ہیں تو تم خود بھی لشکر لے کر جاؤ اور اپنی تدابیر کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ معاویہ نے کہا اے ابوعبداللہ اب تو یہی کرنا ہے۔ معاویہ نے شام کے تمام لشکروں کو تیاری کا حکم دیا، اور اس تمام لشکر کا جھنڈا عمرو عاص کے سپرد کیا۔

پانی پر جنگ

جندب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ جب ہم معاویہ کے لشکر کے بالمقابل پہنچے تو معاویہ نے پہلے ہی سے کشادہ اور عمدہ میدان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور گھاٹ کی طرف کا حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ اور اس میدان میں پانی لینے کے لیے دریا پر صرف ایک ہی گھاٹ تھا۔ اس گھاٹ پر معاویہ نے ابوالاعور سلمی کو متعین کیا تھا کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور دشمن کو پانی نہ لینے دے۔ ہم نے دریائے فرات کے کنارے کافی دور تک چکر لگایا کہ شاید پانی لینے کے لیے کوئی اور گھاٹ موجود ہو۔ لیکن وہاں کوئی اور گھاٹ ہی نہ تھا۔ ہم نے آکر حضرت علیؑ کو حالات سے مطلع کیا کہ دریا پر صرف ایک ہی گھاٹ ہے جو دشمن کے قبضہ میں ہے اور لوگ پیاسے مر رہے ہیں۔

معاویہ کی جانب قاصد کی روانگی

حضرت علیؑ نے صعصعہ بن صوحان کو طلب فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ تم معاویہ کے پاس جاؤ، اور اس سے جاکر کہو کہ اگرچہ ہم تمہارے مقابلے پر آئے ہیں لیکن ہم حجت تمام کیے بغیر تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ تم نے اپنے سوار اور پیدل ہمارے مقابلہ پر بھیجے جنہوں نے ہم سے جنگ کی ابتداء کی حالانکہ ہم تو حجت

تمام کیے بغیر تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ دوسری غلطی تم نے یہ کی کہ لوگوں کو پانی پینے سے روک دیا، حالانکہ لوگ پانی سے رکنے والے نہیں وہ ہر صورت میں پانی حاصل کر کے رہیں گے۔ تم اپنے لشکریوں کو حکم دو کہ وہ پانی کا راستہ چھوڑ دیں اور اس وقت تک کوئی اقدام نہ کریں جب تک ہم آپس میں کوئی معاملہ طے نہ کر لیں۔ اور ہمیں تمہاری آمد اور تمہیں ہماری آمد کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔ ورنہ ہم لوگوں کو جنگ کی اجازت دے دیں گے۔ پھر پانی وہی شخص حاصل کر لے گا جو غالب ہو گا۔

معاویہ کا مشورہ

معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا تمہاری کیا رائے ہے۔ ولید بن عقبہ نے کہا آپ انہیں قطعاً پانی نہ دیجئے۔ جس طرح انہوں نے عثمان بن عفان کو چالیس روز تک پانی اور کھانے سے محروم رکھا۔ عمرو بن عاص نے کہا۔ آپ پانی کا راستہ چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ تو سیراب ہوں اور وہ پیاسے رہیں۔ آپ پانی پر جنگ نہ کریں بلکہ دیگر معاملات پر غور کیجئے۔ ولید نے اپنی بات دوبارہ دہرائی۔ عبداللہ بن ابی سرح نے کہا رات تک آپ پانی روکے رکھیے۔ اگر رات تک یہ پانی حاصل نہ کر سکے تو خود ہی لوٹ جائیں گے۔ اور اگر یہ خود بخود لوٹ گئے تو یہ ان کی شکست ہو گی۔ خدا انھیں قیامت کے روز پانی نصیب نہ کرے۔ صعصعہ نے کہا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پانی تو کفار و فساق اور شرابیوں سے روکے گا جس کے باعث تجھ پر اور اس فاسق ولید پر حد لگائی گئی تھی۔ اس پر وہ لوگ انھیں گالیاں دینے لگے، اور انہیں مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ معاویہ نے کہا اسے کچھ نہ کہو یہ قاصد ہے۔ جب صعصعہ واپس لوٹ کر آئے، تو انہوں نے تمام گفتگو ہم سے بیان کی ہم نے ان سے پوچھا کہ خود معاویہ نے کیا جواب دیا تو صعصعہ نے کہا جب میں واپس لوٹنے لگا تو معاویہ سے پوچھا تمہارا کیا جواب ہے تو اس نے کہا میرا جواب تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

پانی پر قبضہ

ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ سوار دستے الاعور کی مدد کے لیے پہنچنے شروع ہو گئے۔ تاکہ وہ پانی سے انہیں روکیں۔ حضرت علیؑ نے بھی ہمیں ان کے مقابلہ پر بھیجا۔ پہلے آپس میں تیر اندازی ہوئی۔ پھر نیزے چلے اور آخر میں تلواریں نکل آئیں۔ ہم ان پر غالب آئے اور پانی ہمارے قبضہ میں آ گیا۔ ہم نے دل میں سوچا کہ شامیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا جائے۔ لیکن حضرت علیؑ نے ہمارے پاس کہلا بھیجا کہ اپنی ضرورت کا پانی لے کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ آؤ اور پانی پر کوئی روک ٹوک نہ کرو۔ کیونکہ اللہ نے ان کی سرکشی اور ظلم کے باعث ہی تمہاری مدد فرمائی ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭

حضرت علیؑ کا پیغام

دو دن تک اسی طرح دونوں لشکر خاموش پڑے رہے۔ دو روز بعد حضرت علیؑ نے بشیر بن عمرو انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی کو طلب کیا۔ اور ان سے فرمایا تم معاویہ کے پاس جاؤ، اور اسے حق پر چلنے امیر کی اطاعت کرنے اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دو۔ شبث نے کہا آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ معاویہ کو کچھ طمع دلائیں، اور اس سے کہیں کہ وہ آپ کی بیعت کرلیں۔ اور آپ اسے شام کی امارت عطا فرما دیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم اس کے پاس جاؤ اور اپنی حجت پیش کرو اور دیکھو کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ یہ سفراء معاویہ کے پاس گئے یہ واقعہ اوائل ذی الحجہ ۳۶ھ میں پیش آیا تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد بشیر بن عمرو نے معاویہ سے کہا اے معاویہ ایک نہ ایک روز دُنیا تم سے زائل ہو جائے گی اور تم آخرت کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اللہ عزّوجل تمہارے تمام اعمال اور تمام کاموں کا محاسبہ فرمائے گا۔ میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم جماعت میں تفریق پیدا نہ کرو، اور مسلمانوں کا آپس میں خون نہ بہاؤ۔ معاویہ نے درمیان سے ہی کلام قطع کر کے سوال کیا کہ جس شئی کی تم مجھے نصیحت کرتے ہو کیا اس کی نصیحت اپنے امیر کو بھی کی ہے۔ بشیر نے کہا میرا امیر تم جیسا نہیں وہ تمام مخلوق میں دوسروں کو نصیحت کرنے کے زیادہ حقدار ہیں اس لیے کہ وہ صاحب فضیلت بھی ہیں اور صاحب دین بھی، انہیں سبقت اسلام بھی حاصل ہے اور رسول اللہ کی قرابت بھی۔ معاویہ نے کہا آخر وہ کیا چاہتے ہیں۔ بشیر نے کہا وہ تمہیں تقویٰ اختیار کرنے اللہ عزّوجل سے ڈرنے اور حق کے معاملہ میں اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں اس میں تمہاری دُنیا بھی قائم رہے گی، اور آخرت کی بھی بھلائی ہے۔ معاویہ نے کہا تو کیا میں حضرت عثمانؓ کے خون کو رائیگاں جانے دوں۔ خدا کی قسم ایسا تو میں ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ سعید بن قیس نے کچھ کہنا چاہا لیکن شبث بن ربعی نے پہل کی وہ آگے بڑھا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد معاویہ سے مخاطب ہو کر کہا اے معاویہ تم نے بشیر کو جواب دیا ہے اسے میں خوب سمجھتا ہوں۔ خدا کی قسم تمہارے ارادے اور مقاصد ہم پر مخفی نہیں ہیں۔ تمہارے پاس لوگوں کو بہکانے کا کوئی ذریعہ نہیں بس اسی بات سے تم لوگوں کو اپنی جانب مائل کیے ہوئے ہو۔ اور اسی لیے وہ تمہاری اطاعت کرتے ہیں۔ تم یہی کہہ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو، کہ تمہارا امام مظلوم مارا گیا ہے اور ہم اس کا قصاص چاہتے ہیں۔ اس پر بے وقوف اور سرکش لوگ تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم نے بھی عثمانؓ کی مدد میں تاخیر کی اور تم دل سے چاہتے تھے کہ وہ قتل ہو جائے۔ تاکہ تم اس کے خون کا مطالبہ کر کے یہ مقام حاصل کر لو بعض اوقات انسان اپنی طاقت و قوت سے زیادہ اہم کام کی تمنا کرتا ہے۔ اور کبھی کبھار انسان کی وہ تمنا پوری بھی ہو جاتی ہے۔ بلکہ اللہ

عزّوجل اس سے بھی زیادہ عطا فرما دیتا ہے۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ ان دو کاموں میں سے کون سا تیرے لیے بہتر ہے۔ جس چیز کی تم آرزو کر رہے ہو، اگر وہ غلط ہے تو تم اس وقت عرب کے سب سے بدترین شخص ہو اور اگر تمہارے ارادے صحیح ہیں تو تم اس وقت تک اسے حاصل نہیں کر سکتے جب تک خود کو دوزخ کا مستحق نہ بنا لو۔ اے معاویہ اپنے ارادوں کو ترک کر دو، اور خلافت کے معاملہ میں اس شخص سے اختلاف نہ کرو جو فی الحقیقت اس کا مستحق ہے۔ (معاویہ نے شبث کی تقریر کا جواب دیا جس کے آخر میں کہا) تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرا اور تمہارا فیصلہ اب تلوار کرے گی۔ معاویہ انتہائی سیخ پا ہو گیا۔ قاصد بھی اس کے پاس سے لوٹ آئے چلتے ہوئے شبث نے یہ جملہ کہا تو ہمیں تلواروں سے ڈراتا ہے خدا کی قسم وہ تلواریں بھی جلد تیرے سر پر پہنچ جائیں گی۔ ان لوگوں نے واپس پہنچ کر تمام حالات حضرت علیؑ سے بیان کیے۔ یہ سفارت شروع ذی الحجہ میں گئی تھی۔

جنگِ صفین

حضرت علیؑ روزانہ ایک معزز شخص کو معاویہ کے مقابلہ پر روانہ کرتے۔ اسی طرح معاویہ کی جانب سے بھی ایک دستہ میدان میں نکلتا۔ ان دونوں دستوں میں جنگ ہوتی، اور کچھ دیر جنگ کے بعد دونوں واپس لوٹ جاتے۔

حضرت علیؑ مالک اشتر، حجر بن عدی، شبث بن ربعی، خالد بن معمر، زیاد بن نضر، زیاد بن خصفہ سعید بن قیس، معقل بن قیس، اور قیس بن سعد میں سے ایک نہ ایک کو امیر بنا کر بھیجتے۔ لیکن اکثر و بیشتر مالک اشتر ہی کو روانہ کیا جاتا۔ اسی طرح تمام ماہ ذی الحجہ میں جنگ ہوتی رہی۔ اور بعض اوقات دن میں دو بار جنگ ہوتی۔

اشتر کی شجاعت

عبداللہ بن عامر فائشی کا بیان ہے کہ ایک دن مالک اشتر جنگ کے لیے نکلے، ان کے ساتھ کچھ قراء اور کچھ عرب کے شہ سوار بھی تھے۔ جب جنگ زوروں پر تھی تو معاویہ کی جانب سے ایک شخص میدان میں نکلا۔ خدا کی قسم میں نے آج تک اتنا لمبا اور موٹا انسان نہیں دیکھا تھا۔ اس نے مقابلہ کی دعوت دی۔ ہماری جانب سے اس کے مقابلہ کے لیے مالک اشتر کے علاوہ کوئی نہ نکلا ان دونوں میں جنگ ہوئی تو اشتر نے اسے قتل کر دیا۔ حالانکہ خدا کی قسم ہم دل میں ڈر رہے تھے کہ وہ ضرور اشتر کو مار ڈالے گا، اور ہم نے اشتر کو مقابلے پر جانے سے منع بھی کیا تھا۔ لیکن جب

اشتر نے اسے قتل کر دیا تو ایک ازدی جوان نے اس کی لاش دیکھ کر قسم کھائی کہ یا تو میں تیرے قاتل کو قتل کروں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا۔ وہ میدان میں نکلا اور اشتر پر حملہ کر دیا۔ اشتر نے بھی پلٹ کر ایسا وار کیا کہ وہ نیچے گر پڑا۔ ابھی وہ اپنے گھوڑے کے پاؤں میں پڑا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اشتر پر حملہ کر کے اسے بچا لیا۔ جب ماہِ محرم آیا تو دونوں نے ایک دوسرے سے جنگ بندی کی خواہش کی تاکہ صلح کی گفت و شنید کی جا سکے۔ اور دونوں نے اس عارضی جنگ بندی کو منظور کر لیا۔

باب ۱۱

جنگ بندی اور صلح کی گفتگو

حضرت علیؑ نے عدی بن حاتم طائی، یزید بن قیس ارجی شبث بن ربعی اور زیاد بن خصفہ کو صلح کی غرض سے معاویہ کے پاس روانہ کیا۔

عدی بن حاتم کی تقریر جب یہ وفد معاویہ کے پاس پہنچا۔ تو عدی بن حاتم نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ ہم تمہارے پاس اس غرض سے آئے ہیں تاکہ ہم تجھے ایسی چیز کی دعوت دیں جس کے ذریعہ اللہ عز و جل ہماری جماعت کو اور اس امت کو متحد کر دے۔ اور یہ خون کے دریا جو بہہ رہے ہیں بند ہو جائیں۔ راہیں جو پرخطر ہو چکی ہیں، وہ محفوظ و مامون ہو جائیں، اور آپس میں صلح و آشتی ہو جائے۔ اے معاویہ تم یہ جانتے ہو کہ تمہارے یہ چچازاد بھائی یعنی علیؑ تمام مسلمانوں کے سردار اور تمام لوگوں میں سابق الاسلام ہیں۔ انہوں نے حالتِ اسلام میں بہترین کارنامے انجام دیئے اور لوگ بھی ان پر متحد و متفق ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے لوگوں کو ایسے بہترین شخص کو خلیفہ منتخب کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آج روئے زمین پر تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے علاوہ کوئی ان کا مخالف نہیں۔ اے معاویہ تم اپنے ان اختلافات سے باز آجاؤ کہیں اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا وہی حشر نہ کر دے جو اس نے اصحاب جمل کا حشر کا کیا تھا۔

معاویہ کا جواب: معاویہ نے کہا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم مبلغ اور ہادی بن کر آئے ہو اور

صلح کی غرض سے نہیں آئے۔ اے عدی بہت افسوس کی بات ہے۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا میں حرب کا بیٹا ہوں مجھے اختلافات کا نام لے کر دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ خدا کی قسم کیا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جنہوں نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اکسایا اور تم بھی ان کے قاتلوں میں داخل ہو اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزّ وجل عثمان کے بدلے تجھے ضرور قتل کرے گا۔ اے عدی بن حاتم تجھ پر افسوس ہے کہ تو ایک مردِ میدان کو للکارنا چاہتا ہے۔

یزید بن قیس کا خطاب

یزید بولے ہم تو تمہارے پاس صرف پیغام پہنچانے کی غرض سے آئے ہیں۔ جو ہمیں دے کر بھیجا گیا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم تمہارا جواب وہاں تک پہنچا دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نصیحت کو بھی ترک نہیں کرسکتے، اور جس چیز کو ہم حق سمجھتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ چیز تم پر حجت ہوگی۔ اور اس سے تم محبت و الفت اور جماعتِ مسلمین کے اتحاد کی طرف پلٹ سکو گے۔ اسے بیان کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ ہمارا امیر تو وہ شخص ہے جن سے تمام مسلمان واقف ہیں۔ اور ان کی فضیلت سے تم بھی ناواقف نہیں ہو تمام دیندار اور افضل لوگ علیؑ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تمہارا ان سے ہرگز موازنہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اے معاویہ اللہ سے ڈرو اور علیؑ کی مخالفت نہ کرو۔ خدا کی قسم ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو علیؑ سے زیادہ متقی، زاہد اور پرہیزگار ہو اور علیؑ سے زیادہ اس میں نیک خصائل پائے جاتے ہوں۔

معاویہ کا جواب

تم مجھے امیر کی اطاعت اور جماعت کے اتحاد کی دعوت دیتے ہو تو جہاں تک جماعت کا تعلق ہے تو وہ میرے ساتھ بھی موجود ہے اور جہاں تک تمہارے امیر کا تعلق ہے تو ہم اسے امیر ہی تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے کہ تمہارے ساتھی نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہماری جماعت میں انتشار پھیلایا ہے ہمارے قاتلوں کو پناہ دی ہے تمہارے ساتھی کا یہ خیال کہ اس نے عثمان کو قتل نہیں کیا تو ہم اس کی تردید کرنا نہیں چاہتے لیکن کیا تم قاتلین عثمان سے واقف نہیں ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ قاتلین عثمان ہی تمہارے امیر کے ساتھی ہیں۔ وہ ان قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم انہیں عثمان کے قصاص میں قتل کر دیں۔ اس کے بعد ہم تمہارے امیر کی اطاعت کرنے اور جماعت کے اتحاد کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

شبث کا جواب

اس پر شبث نے جواب دیا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اے معاویہ اگر تمہارا جناب عمار پر بھی بس چلے تو تم انھیں بھی قتل کر دو گے۔ معاویہ نے کہا مجھے ان کے قتل سے کون سی چیز مانع ہوسکتی ہے۔ خدا کی قسم اگر سمیہ کے بیٹے پر میرا بس

پہلے تو میں عثمان کے قصاص میں اسے بھی ضرور قتل کروں گا۔ اور عثمان تو کُجا اگر عمارؓ نے عثمانؓ کے غلام ناقل کو قتل کیا ہو تو میں ناقل کے قصاص میں عمار کو بھی قتل کروں گا۔ اس پر شبث نے کہا زمین و آسمان کے خدا کی قسم تم نے انصاف نہیں کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم عمار پر اس وقت تک قابو نہیں پا سکتے جب تک کہ بہت سی کھوپڑیاں کاندھوں سے نہ اُتر پڑیں اور زمین کی فضا وسعت کے باوجود تم پر تنگ نہ ہو جائے معاویہ نے کہا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو تو پھر تم پر بھی زمین تنگ ہو جائے گی۔ اس گفتگو کے بعد یہ قاصد واپس چلے آئے۔

معاویہ کی طرف سے رشوت کی پیش کش

جب یہ لوگ واپس چلے آئے تو معاویہ نے زیاد بن خصفہ تیمی کو طلب کیا اور انھیں خلوت میں لے گیا اور کہا کہ اے ربیعہ کے بھائی علیؑ نے ہم سے قطع رحمی کی اور ہمارے خلیفہ کے قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ میں تم سے اور تمہارے قبیلے سے امداد کا طالب ہوں۔ اور تم سے اللہ کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ جب میں غالب آجاؤں گا تو جس شہر کی ولایت و حکومت تم پسند کرو گے تمہیں اس کا والی بنا دیا جائیگا۔ زیاد کا بیان ہے کہ جب معاویہ اپنی بات پوری کر چکا تو میں نے جواب میں اللہ عزّ وجل کی ثنا بیان کی اور اس کے بعد جواب دیا۔ میں اس حجت اور ان انعامات پر قائم ہوں جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمائے ہیں، اور میں مجرموں کی پشت پناہی نہیں کر سکتا۔ اس جواب کے بعد میں معاویہ کے پاس سے اُٹھ کر چلا آیا۔ میرا یہ جواب سن کر معاویہ نے عمرو عاص سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ اس وقت معاویہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارا کوئی شخص بھی ان کے کسی آدمی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ اور نہ وہ ہمارے آدمی کی بات قبول کرتا ہے۔ ان سب کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہیں اور افتراق کی بُرائی سے اللہ نے انھیں محفوظ رکھا ہے۔

معاویہ کا وفد

پھر معاویہ نے حضرت علیؑ کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں حبیب بن مسلمہ شرجیل بن سمط اور معن بن یزید شریک تھے۔ حبیب نے کہا عثمان ایک ہادی خلیفہ تھا جو اللہ کی کتاب پر عمل کرتا اور اللہ کے احکام کو بجالاتا تھا۔ تم نے اس کی زندگی اجیرن بنا دی تم اس کی موت کے خواہاں تھے۔ تم نے اس سے دشمنی برتی، اور اسے شہید کر دیا۔ اے علی اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم نے عثمان کو قتل نہیں کیا، تو عثمان کے قاتل ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم انھیں عثمان کے قصاص میں قتل کر دیں۔ نیز آپ یہ خلافت لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیجئے تاکہ وہ آپس میں مشورہ کرکے

جسے چاہیں خلیفہ بنالیں، اور جس پر سب کا اتفاق ہو تمام لوگ اپنے کام اس کے سپرد کر دیں۔ پھر شرجیل بن سمط نے کہا میں بھی وہی بات کہنا چاہتا ہوں جو میرے ساتھی نے کہی ہے۔ اس پر حضرت علیؑ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

حضرت علیؑ کا جواب

اللہ نے نبی کریمؐ کو حق دے کر بھیجا۔ آپؐ کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی سے نکالا اور ہلاکتِ اخروی سے بچایا۔ اور لوگوں کے اختلافات دُور کر کے انھیں متحد کیا۔ جب آپؐ نے اللہ کے احکام لوگوں کو پورے طور پر پہنچا دیئے۔ تو اللہ نے آپؐ کو اپنے پاس بُلالیا۔ پھر لوگوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنالیا، اور اس کے بعد ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ ہم ان دونوں سے ناخوش تھے۔ کیونکہ یہ زبردستی ہمارے والی بن بیٹھے۔ حالانکہ ہم آلِ رسولؐ ہونے کی بناء پر اس کے مستحق تھے، پھر عثمان خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے کچھ ایسے کام کیے۔ جن کے باعث لوگوں نے ان پر نکتہ چینی کی، اور جاکر اسے قتل کر دیا۔ عثمانؓ کے بعد لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئے حالانکہ میں ان کے معاملات سے علیحدگی اختیار کیے ہوئے تھا، اور مجھ سے اصرار کیا کہ آپؑ بیعت لیجئے میں نے خلیفہ بننے سے انکار کیا۔ لیکن انہوں نے مجھ سے اصرار کیا، اور کہا کہ اُمّت آپ کے علاوہ کسی کی خلافت پر راضی نہیں ہے۔ اور ہمیں خوف ہے کہ اگر آپ خلافت قبول نہ کریں گے تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور لوگوں کا اتحاد ختم ہو جائے گا تب میں نے ان لوگوں سے بیعت لی۔ مجھے دو شخصوں کے اختلاف کا خوف تھا۔ لیکن انہوں نے بھی میری بیعت کر لی (طلحہ و زبیر) رہا معاویہ کا اختلاف تو اللہ عزوجل نے نہ تو اسے دین میں سبقت عطا فرمائی ہے، اور نہ ہی صداقت اسلام پر اس کا کوئی کارنامہ ہے۔ یہ طلیق بن طلیق (فتح مکہ پر آزاد کردہ) کا بیٹا ہے، اس گروہ سے ہے جو دین کے دشمن تھے۔ یہ اور اس کا باپ ہمیشہ سے اللہ اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کا دشمن رہا۔ حتیٰ کہ اس نے مجبوراً اسلام قبول کیا۔ اب ان کے ساتھ مل کر تمہارے اختلاف کرنے، اور اس کی اطاعت کرنے کی کوئی پرواہ نہیں جبکہ تم نے اہلِ بیت نبی کو چھوڑ دیا کہ جن سے اختلاف کرنا کسی صورت میں مناسب نہیں اور تمہیں چاہیئے کہ اہلِ بیت کے برابر کسی کو نہ سمجھو۔ خبردار میں تمہیں اللہ کی کتاب اور رسول اللہؐ کی سنت، باطل کو مٹانے اور احکامِ دین کو قائم کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ دونوں قاصدوں نے سوال کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ عثمان مظلوم مارے گئے۔ آپ نے فرمایا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ مظلوم مارے گئے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ ظالم مارے گئے۔ قاصد کہنے لگے جس شخص کا اس پر یقین نہیں کہ عثمان مظلوم مارے گئے ہم اس سے بری ہیں اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باب ۱۲

ہر دو طرف سے جنگی تیاریاں اور مورچہ بندی

ماہِ محرّم کے ختم ہونے تک دونوں جانب سے جنگ بندی رہی۔ جب ماہِ محرم ختم ہوگیا تو حضرت علیؑ نے مرثد بن حارث کو حکم دیا کہ شامیوں کو جنگ کا پیغام پہنچادو۔ مرثد نے غروبِ آفتاب کے قریب شامیوں کو آواز دے کر کہا۔ امیر المومنینؑ تم سے فرماتے ہیں کہ میں برابر کوشش کرتا رہا کہ تم حق کو قبول کرلو اور اس کے سامنے جھک جاؤ میں نے تمہارے سامنے اللہ کی کتاب پیش کی، اور اس کے حکم کو قبول کرنے کی دعوت دی لیکن تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے، اور نہ تم نے حق کو قبول کیا۔ میں نے تمہارے ساتھ برابر کا معاملہ کیا۔ اور اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا شامی یہ اعلان سن کر اپنے اپنے امراء اور رؤسا کو اطلاع دینے کیلئے دوڑے۔ معاویہ اور عمرو عاص لوگوں کے ساتھ باہر نکلے اور فوج کو دستوں میں تقسیم کرکے انھیں مورچوں پر بٹھایا۔ لوگوں نے آگ روشن کی۔ دوسری جانب حضرت علیؑ نے بھی دستے تقسیم کیے، اور لوگوں کو مورچوں میں بٹھایا اور ساری رات گشت کرکے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا۔

حضرت علیؑ کی فوجیوں کو ہدایت

جندب ازدی کی روایت ہے کہ جب کبھی ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوتی تو ہمیں حضرت علیؑ نصیحت فرماتے کہ اس وقت تک ہرگز جنگ نہ کرو جب تک دشمن پہل نہ کرے۔ اللہ عزّ وجل کا شکر ہے کہ تم حق پر ہو، اور تمہاری طرف سے جنگ کی ابتدا نہ ہونا یہ تمہارے حق پہ ہونے کی دوسری دلیل

یہ ہے۔ جب تم اُن سے جنگ کرو اور وہ شکست کھا جائیں تو پشت پھیر کر بھاگنے والے کو قتل نہ کرو، اور نہ ہی کسی زخمی پر حملہ کرو اور نہ کسی کو ننگا کرو اور نہ ہی کسی مقتول کے ہاتھ پاؤں یا ناک کان کاٹو جب تم ان کے کجاوٗں تک پہنچ جاؤ تو ان کے خیموں کے پردے چاک نہ کرو، اور نہ بغیر اجازت کے گھروں میں داخل ہونا اور نہ ان کے مال میں سے اس چیز کے علاوہ کوئی اٹھاؤ جو تمہیں میدان جنگ میں ملے۔ عورتوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ، خواہ وہ تمہاری بے عزتی کریں اور تمہارے سرداروں اور نیک لوگوں کو برا بھلا کہیں۔ کیونکہ عورتیں اعضا اور دل کے لحاظ سے کمزور ہوتی ہیں۔

حضرت علیؑ کا میدانِ صفین میں خطبہ

حضرت علیؑ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو۔ نگاہیں نیچی رکھو، آوازیں پست رکھو، گفتگو کم کرو۔ اپنے کو مورچہ بندی، لڑائی، آگے بڑھنے، مقابلہ کرنے تدبیر جنگ، تیراندازی اور نیزہ بازی میں مشغول رکھو۔ ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اے اللہ ان پر صبر نازل فرما اور ان کی امداد فرما اور ان کے اجر میں اضافہ فرما۔

حضرت علیؑ کی دُعا

حضرت علیؑ جب چہار شنبہ کے دن میں میدان میں تشریف لائے تو یہ دُعا فرمائی۔ اے اللہ اس بلند و محفوظ اور بند چھت کے پروردگار جس نے اس چھت کو شب و روز کی آمد کا ٹھکانا بنایا۔ اور تو نے اس چھت میں شمس و قمر کی راہیں اور ستاروں کی منزلیں بنائیں، اور اس کے ساکنوں میں سے ایک جماعت فرشتوں کی بنائی جو عبادت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتی، اور اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں اور درندوں اور چوپایوں کی جائے قرار بنایا اور ایسی لاتعداد مخلوقات کا جو نظر نہیں آتی۔ اور اس عظیم مخلوق کا مسکن بنایا جو نظر آتی ہے۔ اے اس کشتی کے پروردگار جو لوگوں کے منافع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہے۔ اے اس بادل کے پروردگار جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہے۔ اے اس سمندر کے پروردگار جو تمام عالم کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور ان گڑھے ہوئے پہاڑوں کے پروردگار جنہیں تو نے زمین کی میخیں اور مخلوق کی روزی کا سامان بنایا ہے۔ اگر تو ہمیں ہمارے دشمن پر غالب فرمائے تو ہمیں سرکشی اور بغاوت سے نجات ملے اور ہمیں حق پر چلنے کی توفیق عطا فرما، اور اگر تو دشمنوں کو ہم پر غالب کرے تو مجھے شہادت عطا فرما، اور میرے ساتھیوں کو آزمائش سے محفوظ رکھ۔

حضرت علیؑ کا خطبہ

حضرت علیؑ نے صفین کے روز یہ خطبہ دیا۔ اللہ نے تمہیں وہ تجارت بتادی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے اور تمہارے ذریعہ خیر کو ترقی دے۔ وہ تجارت اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور اس کا اجر یہ ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے اور جنت میں پاکیزہ مکانات عطا کیے جاتے ہیں۔ خدا نے تمہیں یہ بات بھی بتادی کہ وہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں ایسی صفیں بنا کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔ تم بھی سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح اپنی صفوں کو سیدھا کر لو۔ نیزوں کو آگے کر لو، دانتوں کو دبالو کیونکہ یہ چیز کھوپڑیوں کو اُتارنے میں مددگار ہے۔ نیزوں کے پھلوں کو تیز کر لو۔ کیونکہ اس طرح وہ چلنے میں تیز ہو جاتے ہیں۔ نگاہیں نیچی رکھو کیونکہ اس سے ہمت بندھتی ہے، اور دلوں کو اطمینان رہتا ہے۔ آوازیں بند رکھو اور چیخو چلاؤ نہیں کیونکہ یہ چیز دوسروں کو ہٹانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سے وقار قائم رہتا ہے۔ اپنے جھنڈوں کا خیال رکھو۔ نہ تو سب کے سب جھنڈوں کی جانب مائل ہو اور نہ انہیں گرنے دو، اور بہادروں کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں جھنڈا نہ دو، کیونکہ حقائق کے نزول کے وقت شکست کو روکنے والے اور صبر کرنے والے وُہی لوگ ہوتے ہیں جو جھنڈوں کی حفاظت کرتے، اور ان کے اردگرد رہتے ہیں جو جھنڈوں کو بچاتے، اور اس کے آگے اور پیچھے سے ہونے والے حملوں کو روکتے ہیں اور اسے گرنے نہیں دیتے۔ وہ شخص بہت ہی بہتر ہے جس نے اس کے اردگرد جنگ کی ہو۔ اللہ تم پر رحمت نازل کرے اپنی جان قربان کرو۔ اپنے ساتھی کو کسی دُوسرے بھائی کے بھروسہ پر نہ چھوڑو، کیونکہ یہ پشیمانی اور سستی کا سبب ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ شخص دو شخصوں سے مقابلہ کر رہا ہے اور ساتھ ہی اپنے بھائی کا ہاتھ تھامے ہے کیا اس کی حفاظت ایسے بھائی کے سپرد کرنا چاہیئے جو میدان سے بھاگ رہا ہو یا اس کی جانب کھڑا دیکھتا ہو کہ یہ کیا کرتا ہے۔ تو اللہ ایسے شخص سے ناراض ہوتا ہے۔ تم اللہ کی ناراضگی کو مول نہ لو۔ کیونکہ تمہیں اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ عزّوجل نے ایک شخص کا قول نقل کیا ہے جو اس نے اپنی قوم سے کہا تھا۔ اگر تم موت اور قتل سے بھاگو گے تو تمہارا یہ فرار تمہیں ہرگز کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا اور اس وقت تو تم صرف معمولی سا فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔" خدا کی قسم اس فوری تلوار سے بچ بھی گئے تو آخرت کی تلوار سے ہرگز محفوظ نہ رہو گے۔ صداقت و صبر کے ذریعہ مدد طلب کرو، کیونکہ صبر کے بعد ہی اللہ تعالیٰ امداد نازل فرماتا ہے۔

مالک اشتر کی شجاعت

راوی کہتا ہے کہ اشتر میمنہ کی جانب بڑھے۔ ان لوگوں میں سے کہ جن میں صبر و حیا اور وفا کا مادّہ تھا۔ ان کے پاس آکر جمع ہوگئے وہ جس دستہ کی طرف بڑھتے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے، اور جس جماعت کا مقابلہ کرتے اسے پیچھے ہٹا دیتے۔ اشتر اس روز ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک چوڑی یمنی تلوار تھی۔ جب اسے نیچے کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اس سے پانی گرنے والا ہے، اور جب اسے اوپر اٹھاتے تو اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتیں۔ جب وہ تلوار چلاتے تو یہ کہتے۔ الغمرات ثم ینجلینا ہم پر آندھیاں آئیں لیکن وہ کھل گئیں۔ قیس ناعطی کے بیٹے حمیر اور منقذ کی اشتر پر نظر پڑی تو منقذ نے حمیر سے کہا۔ آج عرب میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ البتہ اس کا قتل و قتال نیت پر موقوف ہے نیت تو وہی ہے جس کے لیے جنگ کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے شام تک جنگ کی۔ پھر اشتر نے قبیلہ ہمدان اور کچھ اور لوگوں کو ساتھ لے کر شامیوں پر حملہ کیا اور انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دیا حتیٰ کہ انھیں پیچھے دھکیلتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پانچ صفیں معاویہ کے گرد اپنے آپ کو عماموں سے باندھے کھڑی تھیں۔ یہاں پہنچ کر اشتر نے پھر سختی سے حملہ کیا۔ حتیٰ کہ چار صفوں کو الٹ پلٹ کر پھینک دیا جو خود کو عماموں سے باندھے ہوئے تھے۔ پھر یہ لوگ پانچویں صف پر حملہ آور ہوئے جو معاویہ کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ معاویہ کے قریب پہنچے تو معاویہ نے گھوڑا طلب کیا اور کہنے لگا، ارادہ تو میرا بھی یہی تھا کہ جیسے اور لوگ پیچھے ہٹ گئے ہیں اسی طرح میں بھی پیچھے ہٹ جاؤں لیکن مجھے ابن اطفابہ کے بیٹے کے اشعار یاد آگئے۔

باب ۱۳

حضرت عمارؓ بن یاسر کی شہادت

حضرت عمارؓ کی دُعا

جب عمارؓ لوگوں کی طرف نکلے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تیری رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو اس سمندر میں غرق کردوں تو میں یہی کرتا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر مجھے اس کا علم ہوتا کہ تیری رضا اس میں ہے کہ اپنے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر اس پر گر جاؤں اور وہ میری پُشت سے نکل جائے تو میں یہ بھی کرتا۔ آج کے دن مجھے کسی ایسے عمل کا پتہ نہیں جو اِن فاسقوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہو۔ اور اگر مجھے کسی ایسے عمل کا علم ہوتا جو اس عمل سے زیادہ تیری رضا کا باعث ہوتا تو میں اسے ضرور انجام دیتا۔

جنگ کے بارے میں عمّار کی رائے

خدا کی قسم اگر یہ لوگ ہمیں مارتے مارتے ہجر کے کھجوروں کے باغوں تک پہنچا دیں تب بھی ہم یہی یقین رکھیں گے کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں۔

حضرت عمارؓ کے بارے میں حضرت نبی کریمؐ کا ارشاد

حبہ بن جوین عرنی کا بیان ہے کہ میں اور ابو مسعود مدائن میں حذیفہ بن یمان کے پاس گئے، اور عرض کیا اے ابو عبد اللہ ہم فتنوں سے ڈرتے ہیں۔ آپ ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا اس

وقت تم اس جماعت میں شامل ہونا جس میں سمیہ کے بیٹے عمار ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سُنا کہ اسے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جو راہ حق سے ہٹی ہوئی ہوگی۔ اور عمار کا آخری رزق پانی ملا دودھ ہوگا۔ حبہ کہتا ہے کہ میں جنگِ صفین میں موجود تھا، اور میں نے عمار کو یہ کہتے سُنا میرا دُنیا کا آخری رزق لاؤ۔ ایک کشادہ پیالے میں جس کے سُرخ حلقے تھے پانی ملا ہُوا دودھ ان کے پاس لایا گیا۔ حذیفہ نے اس حدیث میں بال بھر فرق نہیں کیا۔ عمار یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ الیوم القی الاحبہ۔ محمدًا و حزبہ۔ میں آج اپنے دوستوں سے ملوں گا یعنی رسُول اللہؐ اور ان کی جماعت سے۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ ہمیں مارتے مارتے ہجر شہر کے باغات تک پہنچا دیں تب بھی ہمیں اس پر فخر رہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا موت تلواروں کی دھار کے نیچے ہے، اور جنت ان کی چمک کے نیچے۔

عمارؓ کا خطبہ

عمار نے اس روز لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا متلاشی ہو اور اسے نہ مال کی آرزو ہو اور نہ اولاد کی۔ کچھ لوگ ان کے پاس پہنچ گئے تو عمار نے کہا اے لوگو ہمارے ساتھ ان لوگوں کے مقابلہ میں چلو جو عثمان بن عفان کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ مظلوم مارا گیا ہے۔ خدا کی قسم وہ اس کے خون کا مطالبہ نہیں کر رہے بلکہ اس قوم نے دُنیا کا مزہ چکھ لیا ہے۔ اور اس سے یہ محبت رکھتی ہے اور اسی کے پیچھے لگی ہے یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے حق کو قبول کر لیا تو حق ان کے دُنیاوی اُمور میں حائل ہو جائے گا جن میں یہ مُبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو اسلام میں کوئی سبقت حاصل نہیں جس کے باعث یہ لوگوں کی اطاعت اور ان کی امارت کے حقدار ہوں۔ یہ لوگ اپنے پیرکاروں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام مظلوم قتل ہُوئے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ یہ جابر بادشاہ بن کر بیٹھ جائیں۔ اور یہ ایک ایسی چال ہے جس میں ان کے متبعین مُبتلا ہو چکے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی یعنی خونِ عثمان کا مطالبہ نہ کرتے تو لوگوں میں سے دو شخص بھی ان کی اتباع نہ کرتے۔ اے اللہ اگر تو ہماری امداد فرمائے تو کئی دفعہ مرتبہ تو نے ہماری امداد فرمائی ہے۔ اور اگر مخالفین کو کامیاب فرمائے تو چونکہ انہوں نے تیرے بندوں میں بدعات پھیلائی ہیں اس لیے ان کے لیے دردناک عذاب کا ذخیرہ فرما۔ پھر عمار آگے بڑھے، اور وہ جماعت بھی ان کے ساتھ ہو گئی جنہوں نے ان کی آواز پر لبیک کہی تھی۔ یہاں تک کہ عمار آگے بڑھتے بڑھتے عمرو عاص کے پاس پہنچ گئے۔ تو حضرت عمار نے عمرو کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عمرو تو نے اپنے دین کو مصر کی حکومت

کے بدلے بیچ ڈالا ہے۔ تجھ پر افسوس صد [illegible]وس تو اسلام میں بھی ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتا رہا۔

حضرت عمارؓ اور عبید اللہ بن حضرت عمر

اِس کے بعد عمّار نے عبید اللہ بن عمرؓ سے مُخاطب ہو کر فرمایا تو نے اپنا دین اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے جو خود بھی دشمن اسلام ہے، اور دشمن اسلام کا بیٹا ہے۔ ابن عمر کہنے لگا میں نے اپنا دین ہرگز نہیں فروخت کیا بلکہ میں تو عثمان کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں حضرت عمارؓ نے فرمایا تو اس بات کا گواہ رہ کہ میری معلومات تو یہ کہتی ہیں کہ تو رضائے الٰہی کے لیے نہ تو کسی شئے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اور نہ تیرا کوئی فعل رضائے خُداوندی کے لیے ہے۔ اور اگر تو آج قتل نہ ہُوا تو ایک نہ ایک روز تجھے موت ضرور آئے گی۔ اور لوگوں کو وہاں جو صلہ ملے گا وہ ان کی نیتوں کے مطابق ہو گا، اب تو اس پر غور کر لے کہ تیری نیت کیا ہے۔

حضرت علیؑ کی شجاعت

ابو عبد الرحمٰن سلمی کا بیان ہے کہ ہم لوگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے دو شخص ان کی حفاظت کے لیے ان کے گھوڑے کے ادھر ادھر رہتے اور انھیں حملہ کرنے سے روکتے رہتے۔ حضرت علیؑ جب اپنے ان دو محافظوں کو ذرا بھی غافل دیکھتے تو فوراً حملہ کرتے اور اس وقت تک واپس نہ لوٹتے جب تک ان کی تلوار سُرخ نہ ہو جاتی۔ اسی طرح انہوں نے جو ایک روز حملہ کیا تو اس وقت تک نہ لوٹے جب تک ان کی تلوار مُڑ نہ گئی۔ انہوں نے وہ تلوار اپنے ساتھیوں کی طرف پھینک دی، اور فرمایا اگر میری تلوار مُڑ نہ جاتی تو میں ہرگز نہ لوٹتا۔ اعمش کہتے ہیں خدا کی قسم علیؑ کی مار ایسی مار تھی جو خالی نہ جاتی تھی۔

حضرت عمار کی شہادت

راوی کہتا ہے میں نے عمار کو دیکھا کہ وہ صفین کی جس وادی میں پہنچتے تو نبی کریمؐ کے صحابہؓ ان کے ساتھ ہوتے۔ عمارؓ ہاشم بن عتبہ مرقال کے پاس پہنچے جو حضرت علیؑ کے علمبردار تھے۔ عمارؓ آگے بڑھتے ہُوئے کہہ رہے تھے۔ ہاشم آگے بڑھو کیونکہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے اور موت تلواروں کی دھاروں میں پوشیدہ ہے۔ آسمان کے دروازے کھُل چکے ہیں اور حوریں بناؤ سنگھار کر چکی ہیں۔ آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی جماعت سے۔ عمار اور ہاشم پھر واپس نہیں آئے اور وہیں شہید ہو گئے۔

عمرو عاص کے بیٹے عبداللہ کا اپنے باپ سے مکالمہ

ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتا ہے کہ جب رات ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ میں دشمنوں میں جاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ آیا ہماری طرح انھیں عمار کی شہادت کا علم ہوا ہے کہ نہیں اور چونکہ جب جنگ بند ہو جاتی تو دونوں لشکری آپس میں ملتے اور باتیں بھی کرتے تھے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آہستہ آہستہ شامیوں کے لشکر کی جانب چلا۔ جب میں شامی لشکر میں داخل ہوا تو چار شخص میدانِ جنگ میں گھوم رہے تھے۔ یہ چار افراد معاویہ ابوالاعور سلمی عمرو عاص اور عبداللہ عمرو کا بیٹا تھے۔ اور عبداللہ ان چاروں میں سب سے بہتر تھا۔ میں ان چار شخصوں کے بیچ میں داخل ہو گیا تاکہ وہ باتیں سنوں جو مخالفین عمارؓ کے بارے میں کریں۔ عبداللہ نے ایک شخص کی لاش کو دیکھ کر باپ سے کہا اے میرے باپ کیا تم نے آج اس شخص کو بھی قتل کر دیا حالانکہ رسول اللہؐ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا تھا باپ نے پوچھا حضورؐ نے کیا فرمایا تھا۔ عبداللہ نے کہا کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم مسجدِ رسولؐ بنا رہے تھے، اور لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لا رہے تھے۔ اور عمار دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں اُٹھا کر لاتے۔ جس سے عمار پر غشی طاری ہو گئی تو رسول اللہؐ ان کے پاس تشریف لائے، اور ان کے چہرہ سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا اے سمیہ کے بیٹے افسوس لوگ تو ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اُٹھا کر لاتے ہیں اور تو دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں لاتا ہے۔ اور یہ کام تو ثواب کی زیادتی کے لیے کر رہا ہے اور افسوس تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

حدیث کی غلط تاویل

عمرو عاص نے یہ سُن کر اپنے گھوڑے کا رُخ موڑ لیا تو معاویہ نے اسے پیچھے سے پکڑ کر کھینچا۔ عمرو نے کہا کیا تم نے وہ حدیث نہیں سُنی۔ جو عبداللہ بیان کر رہا تھا۔ معاویہ نے پوچھا وہ کیا حدیث ہے۔ عمرو عاص نے اسے وہ حدیث سُنائی تو معاویہ نے جواب دیا تیرا تو بڑھاپے کی وجہ سے دماغ خراب ہو گیا ہے تو ہمیشہ حدیثیں بیان کرتا رہتا ہے۔ اور تمام دن پیشاب میں ڈوبا رہتا ہے۔ کیا ہم نے عمار کو قتل کیا ہے بلکہ عمار کو تو اس شخص نے قتل کیا ہے جو انھیں میدان میں گھسیٹ لایا ہے۔ ابوعبدالرحمٰن کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی زیادہ تعجب خیز ہے۔

حضرت علیؑ کی معاویہ کو مقابلہ کی دعوت

جب عمارؓ شہید ہو گئے تو حضرت علیؑ نے ربیعہ اور ہمدان قبیلہ کو پکارا اور فرمایا تم میری زرہ اور میرے نیزے ہو۔ تقریباً بارہ ہزار کے قریب یہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس جمع ہو گئے۔ علیؑ آگے آگے ایک خچر پر سوار تھے علیؑ اور ان کے اس لشکر نے یکبارگی سخت حملہ کیا۔ شامی افواج کی کوئی ایسی صف نہیں تھی جو اس لشکر نے تتر بتر نہ کر دی ہو، اور جس شخص کے پاس بھی یہ لوگ پہنچتے اسے قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ یہ جنگ کرتے کرتے معاویہ کے پاس پہنچ گئے۔ پھر علیؑ نے معاویہ کو پکار کر فرمایا۔ اے معاویہ تو لوگوں کو بلاوجہ کیوں قتل کرا رہا ہے۔ یہاں آ جائیں تجھ سے اللہ کے یہاں سے فیصلہ کر لوں۔ ہم میں سے جو شخص بھی اپنے مخالف کو قتل کر دے وہی تمام امور کا مالک ہو۔ عمرو عاص نے کہا یہ شخص انصاف کی بات کر رہا ہے۔ مقابلہ پر جاتے کیوں نہیں ہو معاویہ نے جواب دیا۔ اس نے کوئی انصاف کی بات نہیں کی۔ اس لیے کہ تو بھی یہ بات جانتا ہے کہ جو شخص بھی اس کے مقابلہ پہ جائیگا وہ اسے قتل کر دے گا۔ عمرو عاص نے کہا اب تمہارے لیے مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ معاویہ نے جواب دیا تو میرے بعد خلافت کا خواہاں ہے۔

ایک نوجوان کی گمراہی سے توبہ

راوی کہتا ہے کہ اس جنگ کے دوران ایک نوجوان مقابلہ پہ آیا، اور وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا (ترجمہ اشعار) میں ملوک غسان کا بیٹا ہوں، اور آج عثمان کے دین پہ ہوں۔ میرے پاس ایک دردناک خبر پہنچی ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کر دیا ہے۔ یہ شعر پڑھ کر وہ سختی سے حملہ کرتا۔ ہاشم بن عتبہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا اے اللہ کے بندے تیری اس یاوہ گوئی کے بعد لڑائی اور لڑائی کے بعد حساب ہے تو اللہ سے ڈر کیونکہ تجھے اللہ کے پاس جانا ہے۔ وہ تجھ سے اس جنگ اور اس جنگ سے جو تیرا ارادہ ہے اس کے متعلق سوال کرے گا۔ اس نوجوان نے کہا میں تو تم سے اس لیے جنگ کرتا ہوں کہ تمہارے امیر جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے نماز نہیں پڑھتا اور تم لوگ بھی نماز نہیں پڑھتے اور میں تم سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں کہ تمہارے امیر نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور تم لوگ بھی خلیفہ کے قتل کے خواہاں تھے۔ ہاشم نے جواب دیا۔ تیرا عثمان سے کیا تعلق اسے تو رسول اللہ کے صحابہ کی اولاد اور قاریوں نے قتل کیا ہے۔ اور اس وقت قتل کیا جب عثمان نے نئی نئی بدعتیں ایجاد کیں اور اللہ کی کتاب کی مخالفت کی۔ یہ قاتلین تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے زیادہ گہری نظر رکھتے ہیں اور تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے زیادہ اس امت کی بہتری کو جانتے اور تم سے زیادہ دین سے واقف

ہیں۔ ذرا ایک لمحہ ٹھہر جا، وہ رُک گیا تو ہاشم نے کہا اِس بات کو وہ لوگ زیادہ جانتے ہیں جن کا اس بات سے تعلق ہے۔ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتا، کیونکہ جھوٹ سے تو نقصان ہی پہنچتا ہے اور نفع کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ اِس لیئے تو اس معاملہ کو ان لوگوں پر چھوڑ دے جو اس سے زیادہ واقف ہیں۔ اس نے کہا میرا خیال ہے آپ نے مجھے بہتر نصیحت کی ہے۔ ہاشم نے کہا تیرا یہ الزام کہ ہمارا امیر نماز نہیں پڑھتا تو علیؑ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے رسُول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی، اور وہ اللہ کی مخلوق میں اس کے دین کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور رسول اللہؐ کے زیادہ حقدار ہیں اور جتنے اشخاص بھی تو میرے ساتھ دیکھ رہا ہے یہ سب کتاب اللہ کے قاری ہیں۔ ساری رات تہجد پڑھتے ہیں، اور ایک لمحہ نہیں سوتے۔ تجھے یہ مغرور اور بدبخت دھوکہ دے کر دین سے بے راہ نہ کر دیں۔ اس نوجوان نے کہا اے اللہ کے بندے میں تجھے ایک نیک آدمی سمجھتا ہوں تو مجھے بتا کہ میری توبہ کا بھی کوئی ذریعہ ہے۔ ہاشم نے جواب دیا۔ ہاں تو اللہ سے توبہ کر وہ تیری توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سُن کر اس نوجوان نے ان لوگوں کو چھوڑا اور میدان سے پلٹ آیا۔ اس پر ایک شامی نے کہا تجھے عراقی نے دھوکہ دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں بلکہ اس نے مجھے نصیحت کی ہے۔

ہاشم بن عتبہ کی شہادت

اِس کے بعد ہاشم اور ان کے ساتھیوں نے سخت جنگ کی۔ ہاشم کا لقب مرقال تھا اِس لیے کہ وہ جنگ میں تیزی سے گھس جاتے تھے۔ ان لوگوں نے سخت جنگ کی، ان کے قریب جو دشمنوں کی صفیں تھیں انھیں اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ انھیں اپنی کامیابی سامنے نظر آرہی تھی۔ اچانک مغرب کے قریب تنوخیوں کا ایک لشکر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر نے آتے ہی ان پر نہایت سخت حملہ کیا۔ ہاشم نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس وقت ہاشم یہ شعر پڑھ رہے تھے (ترجمہ) یک چشم خود یہ چاہتا ہے وہ زندگی کے مسائل حل کرتے کرتے تھک چکا ہے۔ میں انھیں گرہ دار نیزوں سے مارتا ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ہاشم نے اس روز نو یا دس آدمی قتل کیے۔ حارث بن منذر تنوخی ان کی جانب بڑھا اور ان کے نیزہ کھینچ کر مارا حضرت علیؑ نے انھیں کہلا بھیجا کہ اپنا علم آگے بڑھاؤ۔ ہاشم نے قاصد سے کہا میرا پیٹ دیکھ لے اس نے ان کے شکم پر جو نظر ڈالی تو وہ پھٹ چکا تھا۔

عبداللہ بن کعب مُرادی کی وصیت

جب عبداللہ بن کعب شہید ہوئے تو ان کے پاس سے اسود بن قیس کا گذر ہوا اس نے پکار کر کہا۔ اے اسود اس میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ اس نے جواب دیا ہاں میں حاضر ہوں اور اسود نے انہیں پہچان لیا، اور کہا آپ کا شہید ہونا بخدا مجھے بہت شاق گذرا۔ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو آپ کی ضرور مدد کرتا اور آپ کو دشمنوں سے بچاتا اور اگر مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے آپ کو شہید کیا ہے تو میں اس کے مقابلے سے اس وقت تک پیچھے نہ ہٹتا جب تک اُسے قتل نہ کر لیتا یا خود بھی آپ سے آکر مل جاتا۔ پھر اسود گھوڑے سے اتر کر ان کے پاس گیا اور کہا بخدا اگر میں آپ کے قریب ہوتا تو آپ ان آفتوں سے محفوظ رہتے۔ اور آپ بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے تھے۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے مجھے کچھ وصیت کرو۔ انہوں نے جواب دیا میں اللہ عزّوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم امیرالمومنینؑ کا خیال رکھنا اور ہر مقام پر ان کی حمایت میں جنگ کرنا حتیٰ کہ یا امیرالمومنینؑ غالب آجائیں یا تم اللہ کے پاس چلے جاؤ، اور میری جانب سے امیرالمومنینؑ کو سلام پہنچا دینا کہ اس وقت تک برابر لڑتے رہیں جب تک کہ لڑائی ختم کر کے اسے پس پشت نہ ڈال دیں کیونکہ جو لڑائی کرتے کرتے اسے پس پشت ڈال دیتا ہے وُہی غالب رہتا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ فوت ہو گئے۔ اور اسود عبداللہ کو اٹھا کر امیرالمومنینؑ کے پاس لایا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا، اللہ اس پر رحمت نازل فرمائے۔ وہ زندگی بھر ہماری خاطر ہمارے دشمنوں سے لڑتا رہا اور مرتے وقت بھی ہمارے لیے نصیحت کر گیا۔

لیلۃ الہریر

اس رات تمام رات جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ اور اس رات کا نام لیلۃ الہریر ہے حتیٰ کہ نیزے ٹوٹ گئے اور تیر ختم ہو گئے تو لوگوں نے تلواریں نکال لیں حضرت علیؑ میسرہ سے میمنہ تک جاتے اور قاریوں کے ہر دستہ کو حکم دیتے کہ وہ اپنے اپنے مقابل کی جانب آگے بڑھیں۔ وہ تمام رات لوگوں کو اسی طرح حکم دیتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور لڑائی ان کے پس پشت ہو رہی تھی۔ میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر عبداللہ بن عباسؓ امیر تھے۔ اور خود جناب امیر قلب لشکر میں تھے۔ لوگ ہر طرف جنگ میں مشغول تھے اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

اشتر کی شجاعت

اشتر میمنہ کو لے کر حملہ کرتے رہے، اور ان کے ساتھ برابر مصروف جنگ رہے۔ وہ جمعرات کی شام سے جمعہ کے روز سورج چڑھنے تک برابر مصروفِ جنگ رہے۔ یہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہتے۔ اس نیزے کے برابر ذرا آگے

بڑھو۔ جب یہ لوگ ایک نیزے کے برابر شامیوں کی جانب بڑھ جاتے تو مالک اشتر اور آگے بڑھتے، اور پھر کہتے کہ اس کمان کے برابر آگے بڑھ آؤ جب ان کے ساتھی اور آگے بڑھ آتے تو پھر وہی کہتے یہاں تک کہ اکثر لوگ کافی آگے بڑھ گئے۔ جب اشتر نے دیکھا کہ ان کے ساتھی بڑھ چکے ہیں، تو انھوں نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اس سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم تمام دن بکری کا دودھ پیتے رہو۔ پھر اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنا علم حیان بن ہوذہ نخعی کو تھمایا اور تمام دستوں میں ایک چکر لگایا اور کہتے جاتے تھے کون ہے جو اللہ عزوجل کو اپنی جان فروخت کرے اور اشتر کے ساتھ ہو کر جنگ کرے حتیٰ کہ یا تو غالب آجائے یا اللہ سے جا ملے۔ لوگ ان کے پاس جمع ہوتے جاتے تھے انھیں میں حیان بن ہوذہ بھی تھا۔ عمارہ کا بیان ہے کہ میرے پاس سے اشتر گزرے تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ ان کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ مالک آگے بڑھے اور اس مقام پر پہنچ گئے جہاں وہ پہلے میمنہ پر کھڑے ہوئے تھے، پھر اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان سے کہا تم پر میرے چچا اور میرے ماموں قربان ہوں سختی سے حملہ کرو اور اس جنگ سے اپنے رب کو راضی کرو، اور دین کو غالب کرو۔ جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کرو۔ اشتر نے اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر گھوڑے کے منہ پر ہاتھ مارا اور علمبردار سے کہا آگے بڑھو، پھر شامیوں پر شدید حملہ کیا اور انھیں اتنا مارا کہ وہ پسپا ہو کر اپنے لشکر گاہ تک پہنچ گئے۔ لیکن لشکر گاہ میں پہنچ کر انھوں نے اشتر سے سخت مقابلہ کیا۔ اسی دوران شامی علمدار قتل ہو گیا۔ جب حضرت علیؑ نے اشتر کو کامیاب ہوتے دیکھا تو وہ بھی لوگوں کو ساتھ لے کر ادھر متوجہ ہوئے۔

شامیوں کا قرآن نیزوں پر اٹھانا

جب عمرو بن العاص نے دیکھا کہ عراقی غالب آتے جا رہے ہیں، اور اسے ہلاکت کا خوف ہوا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں جس سے ہم میں اتحاد اور اُن میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ معاویہ نے کہا ہاں بیان کرو عمرو بن العاص نے کہا وہ تدبیر یہ ہے کہ ہم قرآن نیزوں پر اٹھالیں اور یہ کہیں قرآن جو فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمیں اور تمہیں منظور ہونا چاہیے۔ اب اگر ان میں سے کچھ لوگوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تب بھی آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ایک گروہ ایسا پیدا ہو جائے گا جو اس فیصلہ کو قبول کرے گا۔ اس طرح ان میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ اور اگر سب نے کہا کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر منظور ہے تو پھر ایک مدت تک یہ جنگ ہمارے سروں پر سے دور ہو جائے گی۔ اس بات پر شامیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھا لیے اور بولے کہ ہمارے

اور تمہارے درمیان یہ کتاب فیصلہ کرے گی۔ شامیوں کا فیصلہ سب اہلِ شام پر واقع ہوگا اور عراقیوں کا فیصلہ تمام اہلِ عراق پر نافذ ہوگا۔ عراقیوں نے جب دیکھا کہ قرآن اُٹھا لیے گئے ہیں تو وہ بولے کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

باب ۱۴

واقعہ تحکیم

حضرت علیؑ کا فیصلہ

جندب ازدی سے منقول ہے کہ جس وقت یہ (قرآن نیزہ پر اٹھانا) صورتِ حال رُونما ہُوئی تو حضرت علیؑ نے لوگوں سے فرمایا۔ اے اللہ کے بندو تم اپنے حق وصداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو، کیونکہ معاویہ، عمرو عاص، عقبہ بن ابی معیط، حبیب بن ابی معیط، عبداللہ بن ابی سرح اور ضحاک بن قیس دیندار اور قرآن پر چلنے والے نہیں ہیں۔ میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔ میں تو بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور بڑے ہو کر بھی ان کے ساتھ رہا۔ یہ بچپن میں نہایت شریر تھے اور بڑے ہو کر بھی نہایت شریر نکلے تم پر افسوس انہوں نے اس چیز کو نیزوں پر اٹھایا ہے جسے یہ کسی دوسرے وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہاں تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہُوا ہے۔ انہوں نے صرف تمہیں دھوکہ دینے اور فریب میں مُبتلا کرنے کے لیے قرآن اُٹھایا ہے۔

منافقین کی مُخالفتِ علیؑ

وہ لوگ کہنے لگے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اللہ کی کتاب کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں نے تو ان سے اسی لیے جنگ کی تھی تاکہ وہ اس کتاب کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ انہوں نے اللہ عزوجل کے ان احکامات کی نافرمانی کی، جو انہیں دیئے گئے تھے، اور انہوں نے اللہ عزّوجل سے جو عہد کیا تھا اسے بُھلا دیا، اور اس کتاب کو

پس پشت ڈال دیا۔

خارجی ہو جانے والوں کا جواب

اِس پر مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین طائی جو بعد میں قاریوں کی ایک جماعت کے ساتھ خارجی بن گئے تھے بولے اسے علیؑ جب تجھے کتاب اللہ کی دعوت دی جا رہی ہے تو تم اسے قبول کرو ورنہ ہم تجھے اور تیرے مخصوص ساتھیوں کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیں گے یا جو سلوک ہم نے عفان کے بیٹے کے ساتھ کیا تھا وہی تیرے ساتھ کریں گے۔ (ابن اثیر میں ہے کہ جس طرح ہم نے عثمان بن عفان کو قتل کیا تھا۔ اسی طرح تجھے بھی قتل کر دیں گے) ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ عزّ و جل کی کتاب پر عمل پیرا ہوں اور ہمیں شامیوں کی یہ دعوت قبول ہے۔ خدا کی قسم یا تو تجھے اس پر ضرور بالضرور عمل کرنا ہو گا یا ہم تیرا بھی ضرور وہی حشر کریں گے (یعنی عثمان جیسا حشر (مسلمان قاتلانِ عثمان کو پہچان لیں یہ خارجی ہیں نہ کہ مالک اشتر محمد بن ابی بکر جیسے اشخاص جو آخر دم تک جناب امیر کے حامی رہے حضرت علیؑ نے فرمایا تم میری اس غیر رضامندی کو دماغ میں محفوظ رکھ لو، اور میری یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم میری اطاعت کرتے ہو تو تمہیں جنگ کرنی چاہیئے۔ اور اگر تم میری نافرمانی کرتے ہو تو تم جو بہتر سمجھو کرو۔ ان لوگوں نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ آپ کسی آدمی کو بھیج کر اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلا لیجئے (یعنی آپ کو ہر صورت میں ہماری رائے اور حکم پر چلنا ہو گا۔ اور ہم آپ کے حکم پر چلنے کے لیے تیار نہیں۔

منافقین کی رٹ

مصعب بن زبیر کا بیان ہے کہ جس وقت لوگوں نے حضرت علیؑ کو تحکیم پر مجبور کیا تو میں بھی حضرت کے پاس تھا، ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کیا کہ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو واپس بلائیے۔ مصعب کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے یزید بن ہانی سبیعی کو اشتر کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ فوراً میرے پاس آؤ۔ قاصد نے یہ پیغام اشتر کو دیا تو اشتر نے جواب دیا کہ میری جانب سے آنحضرت کی خدمت میں عرض کرو، یہ وقت ایسا نہیں کہ جس وقت مجھے میری جگہ سے ہٹایا جائے۔ آپ قطعاً جلدی نہ کریں کیونکہ مجھے امید ہے کہ میں فتح حاصل کر لوں گا۔ یزید بن ہانی واپس آیا، اور حضرت علی کو اشتر کے جواب سے مطلع کیا۔

منافقین کا شور و غوغا

اس پر ایک شور و شر بلند ہوا اور اشتر کے بارے میں لوگ چیخنے لگے، اور حضرت علیؑ سے کہا خدا کی قسم ہمیں یقین ہے کہ تو نے اسے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تمہارے لیے یہ رائے قائم کر لینا

مناسب نہیں ہے کیا تم نے مجھے اس سے سرگوشیاں کرتے دیکھا ہے۔ کیا میں اشتر سے تمہارے سامنے اعلانیہ گفت گو نہیں کرتا۔ کیا جب میں اس سے گفت گو کرتا ہوں تم نہیں سنتے ان لوگوں نے جواب دیا یا تو آپ آدمی بھیج کر اسے فوراً بلوائیے، ورنہ خدا کی قسم ہم تجھے معزول کر دیں گے۔ حضرت علیؑ نے یزید بن ہانی سے کہا۔ اے یزید اشتر سے جاکر کہو کہ فوراً میرے پاس آجائے، یہاں فتنہ برپا ہوچکا ہے۔ یزید نے اشتر کو یہ پیغام پہنچایا۔ اشتر نے سوال کیا کیا قرآن اٹھانے کی وجہ سے فتنہ برپا ہوچکا ہے۔ یزید نے جواب دیا ہاں۔ اشتر نے کہا میں تو پہلے ہی جب قرآن بلند کیے گئے سمجھ گیا تھا کہ عنقریب نیا اختلاف اور نئی فرقہ بندی پیدا ہوگی کیونکہ یہ عاہرہ (زناکار عورت) کے بیٹے کا مشورہ ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے کیا غیب سے مدد فرمائی ہے۔ کیا مناسب ہے کہ ایسے وقت میں دشمنوں کو چھوڑ کر میدان سے واپس لوٹ جاؤں۔ یزید نے جواب دیا کیا تم چاہتے ہو کہ یہاں میدان جنگ میں تو کامیابی حاصل کرلو اور وہاں امیر المومنین ایسی منزل پر پہنچ گئے ہیں، کہ یا تو ان کی فوری مدد کی جائے یا انھیں بھی دشمنوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اشتر نے جواب دیا خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا سبحان اللہ یہ کیسے ممکن ہے۔ یزید نے کہا وہ (دشمنانِ دین) تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یا تو آپ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو فوراً بلالیجئے ورنہ ہم تجھے بھی اسی طرح قتل کر دیں گے جیسے ہم نے ابن عفان کو قتل کیا ہے۔ اشتر یہ سن کر فوراً واپس ہوئے اور ان لوگوں کے پاس پہنچے اشتر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عراقیو اے ذلیلو اور بزدلو جب تم ان کی پشت پر بلند ہوگئے اور انھیں یہ یقین ہوگیا کہ تم ان پر غالب آجاؤ گے تو انھوں نے قرآن (نیزوں پہ) بلند کر دیئے اور قرآن کے فیصلہ پر عمل کرنے کی دعوت دینے لگے۔ حالانکہ وہ تو خدا کی قسم اللہ کے ان احکام پر عمل کرنے کو چھوڑ چکے ہیں جو اللہ نے اس کتاب میں نازل فرمائے ہیں۔ اور وہ اس کی سنت کے تارک ہیں جس پر یہ قرآن نازل ہوا ہے تم ان کی اس دعوت کو ہرگز قبول نہ کرو، اور کم ازکم مجھے اتنی دیر کی مہلت دو جتنی دیر میں گھوڑا اُرک جاتا ہے (ابن اثیر میں ہے کہ جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے)، کیونکہ مجھے فتح سامنے نظر آرہی ہے۔ اس پر انھوں (ملاعین منافقین) نے کہا۔ اس صورت میں تو ہم بھی تیرے ساتھ گناہ میں شریک بن جائیں گے۔ اشتر نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ جب تمہارے بڑے قتل ہو رہے تھے اور ذلیل لوگ باقی رہ گئے تو تم کس وقت حق پر تھے کیا اس وقت جب تم جنگ کر رہے تھے، اور تمہارے نیک لوگ قتل ہو رہے تھے تو پھر اب جبکہ تم جنگ سے رُک رہے ہو، باطل پر ہو یا اس وقت تم حق پر ہو تو پھر تمہارے وہ مقتول کہ جن کی فضیلت کا تم انکار نہیں کرسکتے جو تم سے

زیادہ اچھے تھے وہ جہنّم میں ہیں۔ ان (ملاعین نے جواب دیا۔ اشتر اس قسم کی باتوں کو چھوڑ دو۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم نے شامیوں سے اللہ کی خاطر جنگ کی۔ اور آج جو ان کے قتال سے ہاتھ روک رہے ہیں یہ بھی اللہ کی خاطر روک رہے ہیں۔ ہم نہ تیرے مطیع ہیں اور نہ تیرے امیر کے مطیع ہیں تو ہم سے علیحدہ ہو جا۔ اشتر نے کہا تم لوگوں کو دھوکہ دیا گیا، اور خدا کی قسم تم دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہو تمہیں جنگ بندی کی دعوت دی گئی۔ تم نے فریب میں آکر اسے قبول کر لیا۔ اے سیاہ پیشانیوں والو (سجدوں کے نشانات سے چونکہ ان کی پیشانیاں سیاہ تھیں اس لیے اشتر نے یہ جملہ کہا) ہم تو تمہاری نمازیں دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ تمہیں دُنیا سے کوئی غرض نہیں، اور تم جو یہ عبادات کر رہے ہو اللہ عزّ وجل کی ملاقات کے شوق میں کر رہے ہو، لیکن اب تمہارے فرار سے یہ ظاہر ہوا کہ تم دُنیا کی طلب میں موت سے بھاگنا چاہتے ہو۔ افسوس صد افسوس۔ اے بڑی بڑی جھولیں پہننے والو تم آج کے بعد ہمیشہ دوراہیوں پہ چلتے رہو گے یعنی ایک راستے پر کبھی متفق نہ ہو گے۔ تم بھی ہمارے سامنے سے اس طرح دور ہو جاؤ جس طرح ظالم قوم دور ہو گئی ہے۔

اشعث بن قیس کو پیغام رسانی کا شوق

اشعث حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا خیال ہے، کہ سب لوگ اس پر راضی اور خوش ہیں کہ قرآن کے حکم پر چلنے کی جو انھیں دعوت دی گئی ہے، وہ اسے قبول کر لیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں معاویہ کے پاس جا کر اس کا ارادہ معلوم کروں تاکہ آپ اس کے سوالات پر غور کر سکیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، اگر تم یہی چاہتے ہو تو پھر اس سے جا کر پوچھو۔ چنانچہ اشعث معاویہ کے پاس گیا، اور اس سے پوچھا۔ اے معاویہ تم نے یہ قرآن کس لیے نیزوں پر بلند کرائے ہیں۔ معاویہ نے کہا اس لیے تاکہ ہم اور تم ان احکامات پر عمل کریں جو اللہ عزّ وجل نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں۔ تم اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلہ کے لیے متعین کر دو جس پر ہم راضی ہوں اور ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں اور ہماری جانب سے ان دونوں پر یہ لازم ہو گا کہ جو کچھ اللہ عزّ وجل کی کتاب میں پائیں اس پر عمل پیرا ہوں۔ اور اس سے سر مُو تجاوز نہ کریں اور جس امر پر یہ دونوں متفق ہو جائیں ہم اس کی پیروی کریں۔ اشعث بن قیس نے کہا۔ یہ حق کی بات ہے اس کے بعد اشعث حضرت علیؑ کے پاس لوٹ کر آیا۔ اور جو کچھ معاویہ نے کہا تھا۔ اس سے انھیں مطلع کیا۔ حضرت علیؑ کے ساتھ والوں نے جواب دیا ہم نے یہ بات قبول کی اور ہم اس پر راضی ہیں۔ شامیوں نے اپنی جانب سے عمرو عاص کو معین کیا۔ اشعث نے کہا (اور اشعث ان لوگوں میں سے تھا

جو بعد میں خارجی بن گئے تھے) ہم ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنانے پر راضی ہیں۔

حضرت علیؑ کی بے بسی

حضرت علیؑ نے فرمایا تم نے پہلی بات میں تو میری نافرمانی کی ہے۔ لیکن اب تو میری نافرمانی نہ کرو۔ میں ابو موسیٰ کو حکم بنانا نہیں چاہتا اِس پر اشعث، زید بن حصین اور مسعر فدکی بولے ہم اِس کے علاوہ کسی کا فیصلہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ جس آفت میں ہم مبتلا ہو گئے ہیں اس سے وہ ہمیں پہلے ڈراتا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اس پر کوئی اعتماد نہیں اِس لیے کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اور میری جانب سے لوگوں کو بہکایا تھا اور میرے پاس سے بھاگ گیا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے کئی ماہ بعد اس کو امان دی تھی۔ لیکن یہ ابنِ عباس موجود ہیں ہم انہیں حکم بناتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا ہم اسے ہرگز قبول نہیں کر سکتے اِس لیے کہ ابنِ عباس کا حکم بننا ایسا ہی ہے جیسے آپ خود حکم بن جائیں۔ ہم تو ایسے شخص کو حکم بنانا چاہتے ہیں۔ جس کی نظر میں آپ اور معاویہ مساوی ہوں۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ایک کی بہ نسبت دوسرے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا پھر میں اشتر کو متعین کرتا ہوں۔ حضرت علیؑ کے اس فرمان پر اشعث نے کہا۔ کیا رُوئے زمین پر اشتر کے علاوہ کوئی دُوسرا شخص موجود نہیں ہے۔ جندب کا بیان ہے کہ اشعث نے کہا ہم لوگ تو اب صرف اشتر کے حکم میں ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اشتر کا کیا حکم ہے۔ اشعث نے جواب دیا اس کا حکم یہ ہے کہ ہم لوگ ایک دُوسرے کی گردنیں کاٹتے رہیں حتیٰ کہ اے علیؑ تیرا اور اشتر کا ارادہ پورا ہو جائے۔

ابو موسیٰ اشعری بطورِ حکم

حضرت علیؑ نے فرمایا کیا تم ابو موسیٰ کے علاوہ کسی پر راضی نہیں انہوں نے جواب دیا ہاں ہم صرف اسی کو حکم بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اچھا جو تمہارا جی چاہے۔ ان لوگوں نے ابو موسیٰ کے پاس آدمی بھیجا۔ ابو موسیٰ جنگ سے الگ رہا تھا، اور مقامِ عرض میں مقیم تھا۔ اس کے غلام نے آکر یہ خبر پہنچائی کہ لوگوں نے صلح کر لی ہے ابو موسیٰ نے کہا۔ الحمد للہ رب العالمین غلام نے کہا ان لوگوں نے آپ کو حکم بنایا ہے۔ ابو موسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی۔ اِس کے بعد ابو موسیٰ لشکرگاہ میں آیا۔ اشتر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ آپ مجھے عمرو عاص کے ساتھ لگا دیجئے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اگر میں اسے دھوکہ دہی کرتے دیکھوں گا تو اسے قتل کر دوں گا۔

لقب امیر المومنین پر بحث

خلاصہ یہ کہ معاہدہ لکھا جانا شروع ہوا۔ اِس معاہدہ کے ابتدائی جملے یہ تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ فیصلہ ہے جو امیر المومنین

علیؑ نے کیا ہے۔ ابھی صرف اتنے الفاظ تحریر ہوئے تھے کہ عمرو عاص نے اعتراض کیا اور کہا کہ ان کا اور ان کے باپ کا نام لکھو کیونکہ یہ تمہارے امیر ہیں ہمارے نہیں۔ احنف بن قیس نے کہا اے امیرالمومنین آپ اس لفظ کو ہرگز نہ مٹائیے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر آپ نے لفظ امیرالمومنین مٹا دیا تو زندگی بھر یہ آپ کی طرف نہیں لوٹے گا۔ آپ اس لفظ کو ہرگز نہ مٹائیے خواہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کیوں نہ کر دیں۔ احنف کے کہنے پر حضرت علیؑ نے اس لفظ کو مٹانے سے انکار کر دیا۔ اس بحث میں کافی دن گذر گیا۔ اس پر اشعث بن قیس نے کاتب سے کہا اس لفظ کو مٹا دو الغرض یہ لفظ مٹا دیا گیا۔

واقعہ تحکیم کی صلح حدیبیہ سے مشابہت

جس وقت یہ لفظ مٹا دیا گیا تو حضرت علیؑ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور فرمایا سنت سنت کے مقابلہ میں اور مثل مثل کے مقابلہ میں ہے اور بالکل اس سنت کے عین مشابہ ہے۔ خدا کی قسم میں حدیبیہ کے روز رسول اللہؐ کے روبرو معاہدہ صلح تحریر کر رہا تھا تو کفار نے اعتراض کیا۔ آپؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور نہ ہم آپؐ کو رسول تسلیم کرتے ہیں۔ آپؐ اپنا اور اپنے باپؑ کا نام لکھیے۔ غرض آپ کا اور آپ کے باپ کا نام لکھا گیا۔ اس پر عمرو عاص نے کہا۔ اس مثال کا اس واقعہ سے کیا واسطہ ہمیں مومن ہونے کے باوجود کفار سے تشبیہ دی جائے گی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اے نابغہ کے بیٹے تو کب فاسقین کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن نہیں رہا، اور کیا تو اپنی ماں سے مشابہت نہیں رکھتا جس نے تجھے جنا ہے۔ پس عمرو عاص کھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا۔ آج کے دن کے بعد میرے اور آپ کے درمیان کبھی کوئی اجتماع نہ ہوگا، اور نہ ہم ایک مجلس میں جمع ہوں گے۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا میں اللہ عزّ وجل سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مجلس کو تجھ سے اور تیرے جیسے اشخاص سے پاک رکھے اور معاہدہ لکھا گیا۔

معاہدہ کی تحریر

معاہدہ ان الفاظ میں تحریر کیا گیا:۔

یہ وہ معاہدہ ہے جو علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم کیا۔ حضرت علیؑ کا یہ فیصلہ اہلِ عراق اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو ان کی جماعت میں مومنین اور مسلمین میں داخل ہیں۔ اور معاویہ کا یہ معاہدہ اہلِ شام اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو ان کے ساتھ ہیں ہم اللہ عزّ وجل کے حکم اور اس کی کتاب کو قبول کرتے ہیں، اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا۔ اور اللہ عزّ وجل کی کتاب میں از اوّل تا آخر جو کچھ بھی موجود ہے اس پر عمل کریں گے

جس چیز کے احیاء کا یہ کتاب حکم دیتی ہے اسے رائج کریں گے اور جس چیز کے ختم کرنے کا حکم دیتی ہے اسے ختم کریں گے۔ دونوں حکم یعنی ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص قرشی کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے اس پر عمل پیرا ہوں گے، اور اگر اس معاملہ میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل و انصاف پر مبنی ہوگی، اور جس پر سب کا اتفاق ہو گا اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہوگا۔

ہر دو حکم علی و معاویہ اور ان کے لشکروں سے عہد و پیمان لیں گے اور اسی طرح دیگر معتبر لوگوں سے بھی کہ ان دونوں کی جان و مال محفوظ رہیں گے، اور جو کچھ یہ دونوں فیصلہ کریں گے اس پر تمام اُمت ان کی معاون و مددگار ہوگی۔ اور دونوں فریقین کے مسلمانوں پر اللہ کے نام پر یہ عہد لازم ہو گا کہ جو کچھ اس معاہدہ میں تحریر ہے وہ ہمیں قبول ہے۔ اور ان دونوں حکموں کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ یہ سب لوگ ہتھیار اتار کر رکھ دیں گے۔ اور سب لوگ مامون ہوں گے۔ جہاں چاہیں وہ جائیں انکی جان و مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔ موجود و غائب سب لوگ مامون ہوں گے۔ اور عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص پر اللہ کا عہد و میثاق ہو گا کہ وہ اس اُمت کا فیصلہ کر دیں، اور انھیں دوبارہ جنگ اور اختلاف میں مبتلا نہ کریں یہ دوسری شئے ہے کہ کوئی ان کا فیصلہ قبول نہ کرے اور اس فیصلہ کی مدت رمضان تک ہو گی۔ اور اگر یہ دونوں حکم اس مدت کو بڑھانا چاہیں تو باہمی رضامندی سے بڑھا سکتے ہیں۔ اگر دونوں حکموں میں سے کسی حکم کا انتقال ہو جائے تو ہر گروہ کا امیر اس کی جگہ دوسرا حکم مقرر کرے گا اور وہ شخص اہل عدل و انصاف میں سے منتخب کیا جائے گا اور ان دونوں کے فیصلہ کا مقام جس میں فیصلہ کریں گے وہ جگہ ہوگی جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں حکم فیصلہ پر جن لوگوں کی گواہی لینا چاہیں وہ لے سکتے ہیں اور ان کی شہادت وہ اس فیصلہ پر تحریر کریں گے۔ اور یہ گواہ اس فیصلے کی ان لوگوں کے مقابلے میں حمایت کرینگے جو اسے مٹانا چاہے یا اس کی مخالفت کرے۔ اے اللہ ہم تجھ سے اس شخص کے مقابلہ میں امداد طلب کرتے ہیں جو اس فیصلہ کو چھوڑ دے۔

گواہوں کے دستخط

حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے اسی معاہدہ پر یہ لوگ گواہ تھے۔ اشعث بن قیس کندی۔ عبداللہ بن عباس۔ سعید بن قیس ہمدانی ورقا بن سمی بجلی۔ عبداللہ بن محل عجلی۔ حجر بن عدی کندی۔ عبداللہ بن طفیل عامری۔ عقبہ بن زیاد حضری۔ یزید بن حجیتہ تیمی اور مالک بن کعب ہمدانی۔

حضرت علیؑ کی تقریر

حضرت علیؑ نے صفین کے دن لوگوں سے فرمایا۔ تم نے وہ کام کہ ہے جس سے تمہاری قوت ختم ہو گئی۔ تمہارے احسانات ختم ہو گئے۔ تم سست پڑ گئے۔ سُستی اور ذلت تم نے وراثت میں لے لی ہے۔ جب تم بلند ہو چکے تھے۔ اور تمہارے دشمن مقابلہ سے گھبرا رہے تھے اور ان کا قتلِ عام ہو رہا تھا، اور انہیں زخموں کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ تو ان لوگوں نے قرآن بلند کیے، اور تمہیں قرآن کے احکام پر چلنے کی اِس لیے دعوت دی تاکہ تم ان سے اپنے ہاتھ روک لو اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ختم ہو جائے، اور دھوکہ بازوں کی طرح وہ تمہاری گھات میں لگ جائیں، اور تمہیں دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دیں۔ انہوں نے جو خواہش کی تھی تم نے اسے پُورا کر دکھایا، اور تم نے مدافعت اور بزدلی کے علاوہ کسی شئے کو قبول نہ کیا۔ خدا کی قسم میرا گمان تو تمہارے بارے میں یہ ہے کہ تم آئندہ کبھی ہدایت حاصل نہ کر سکو گے، اور نہ تم کوئی یقینی بات حاصل کر سکو گے۔

فیصلہ کی تاریخ

حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان جو معاہدہ لکھا گیا وہ بروز بدھ تیرہ صفر ۳۷ھ میں لکھا گیا، اور فیصلہ کیا گیا کہ حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں ماہ رمضان میں دومۃ الجندل میں جمع ہوں گے، اور ہر ایک کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں سے سو اشخاص ساتھ آئیں گے۔

خارجیوں کی حضرت علیؑ سے علیحدگی

جب حضرت علیؑ صفین سے لوٹے تو خوارج مخالف بن گئے۔ اور آپ کی جماعت سے خارج ہو گئے۔ یہ سب سے پہلا اختلاف تھا جو (حضرت علیؑ کے ساتھ والوں میں) ظاہر ہوا انہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کا اعلان کیا اور حضرت علیؑ کی مخالفت شروع کر دی اور کہنے لگے اللہ کے حکم میں انسان کے حکم کا کیا دخل اور کہا۔ اللہ سبحانہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی۔

خلیفہ کے انتخاب پر بحث

جب یہ دونوں حکم جمع ہوئے اور باہم گفت گو شروع ہوئی تو عمرو عاص نے کہا اے ابوموسیٰ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ سب سے پہلا فیصلہ تو اس بات کا ہونا چاہیئے کہ باوفا لوگوں کو ان کی وفا کا حق ادا کیا جائے اور غداروں کو ان کی غداری کی سزا ملے۔ ابوموسیٰ:۔ وہ کیونکر۔ عمرو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ معاویہ اور اہلِ شام نے اپنا وعدہ پُورا کیا۔ اور اس عہد کو نباہا جو انہوں نے لوگوں سے کیا تھا۔ ابوموسیٰ۔ کیوں نہیں۔ عمرو۔ تو

بات تحریر کر لیجئے۔ ابوموسیٰ نے اسے تحریر کر لیا۔

عمرو :۔ کیا آپ کسی ایک ایسے شخص کا نام بتا سکتے ہیں جسے اس امت کی خلافت سونپی جائے۔ آپ نام بتائیے۔ اگر میں آپ کی متابعت پر قادر رہوں گا۔ تو ضرور آپ کی متابعت کروں گا۔ ورنہ آپ پر لازم ہوگا کہ میری متابعت کریں۔

ابوموسیٰ :۔ میں اس کام کیلئے عبداللہ بن عمر کا نام لیتا ہوں۔ ابن عمر ان لوگوں میں شامل تھا جو اس معاملہ سے علیحدہ رہے۔

عمرو :۔ میرے نزدیک معاویہ بہتر ہے۔

یہ مجلس زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ اور ہر ایک نے دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔ جب یہ دونوں باہر آئے تو ابوموسیٰ نے لوگوں سے کہا۔ عمرو کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم ان لوگوں کو اس شخص کا واقعہ سنا دو جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں پھر وہ ان سے ہٹ گیا۔ جب ابوموسیٰ خاموش ہوگیا تو عمرو بولا اے لوگو میں نے ابوموسیٰ کو ایسا پایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جن لوگوں نے تورات کو اٹھایا۔ پھر اس کے اُٹھانے کا حق ادا نہ کیا ان کی مثال اس گدھے کی ہے جو کتابیں اُٹھائے ہوئے ہو۔ ان دونوں نے اپنی مثل کو جو دوسرے کے لیے کہی تھی مختلف شہروں میں لکھ بھیجا۔

حضرت علیؑ کی مالک اشتر کے بارے میں رائے

جب معاہدہ لکھا جا چکا تو حضرت علیؑ سے عرض کیا گیا کہ معاہدہ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اشتر تو اس پر راضی نہیں، اور وہ تو ان لوگوں سے جنگ کے علاوہ اور کوئی صورت مناسب نہیں سمجھتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی اس معاہدہ پر راضی نہ تھا اور نہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ تم ہی لوگ اسے پسند کرتے ہو۔ جب تم لوگوں نے معاہدہ کے علاوہ ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تو میں نے بھی اِسے قبول کر لیا، اور جب میں اسے قبول کر چکا تو قبول کر لینے کے بعد اس بات سے پلٹ جانا مناسب نہیں، اور اقرار کے بعد اقرار سے ہٹ جانا کسی صورت میں مناسب نہیں۔ سوائے اس صورت کے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی جائے، اور اس کتاب سے تجاوز کیا اب تم ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ عزوجل کے حکم کو چھوڑ دیا ہے۔ تم نے مجھ سے جو یہ بات کہی ہے کہ اشتر نے میرے فیصلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ ایسے لوگوں میں سے نہیں، اور نہ ہی مجھے یہ خوف ہے۔ کیونکہ وہ ان غداروں میں داخل

نہیں۔ کاش تم میں اس جیسے دو آدمی اور موجود ہوتے بلکہ کاش (کم از کم) تم میں اس جیسا ایک ہی آدمی موجود ہوتا جس کی میرے دشمنوں کے بارے میں وہی رائے ہوتی جو میری رائے ہے۔ اس وقت تمہارا بوجھ مجھ سے اُتر جاتا ہے مجھے یہ امید ہوتی کہ تمہارا کچھ ٹیڑھا پن میرے لیے سیدھا ہو جاتا، اور میں نے تمہیں (جنگ بند کرنے اور ان سے صلح کرنے سے) روکا تھا۔ لیکن تم نے میری نافرمانی کی۔ جندب کہتے ہیں کہ جب ہم صفین سے واپس ہوئے تو جس راستہ سے ہم آئے تھے وہ راہ چھوڑ کر دُوسری راہ اختیار کی۔

حضرت علیؑ خباب کی قبر پہ

جب ہم بنو عوف کے علاقہ پر پہنچے تو ہمیں داہنی جانب سات یا آٹھ قبریں نظر آئیں۔ حضرت علیؑ کے سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کے جانے کے بعد خباب کا انتقال ہوا۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں کھلے میدان میں دفن کیا گیا۔ پھر لوگوں نے دُوسرے لوگوں کو بھی ان کے پہلو میں دفن کر دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اللہ خباب پر رحم فرمائے، وہ رغبت و شوق سے اسلام لائے اور خدا و رسُولؐ کی اطاعت میں ہجرت کی، اور تمام زندگی جہاد میں گذاری اور انھیں اسلام پر مختلف قسم کی جسمانی تکالیف دی گئیں، اور جو شخص اچھے عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ پھر حضرت علیؑ ان قبروں پر تشریف لے گئے، اور فرمایا اے وحشت زدہ گھروں اور ویران مقامات کے رہنے والو مومن مردو اور عورتو اور اے مسلم مردو اور عورتو تم پر سلام ہو تم ہمارے پیش رو اور آگے بڑھنے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں، اور کچھ مدت میں تمہارے ساتھ مل جائیں گے۔ اے اللہ ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور اپنے عفو کے ذریعہ ہماری اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرما۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے تمہیں اس مٹی سے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں لوٹائے گا اور اسی سے تمہارا حشر و نشر ہو گا۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اپنے اس لوٹنے کی جگہ کو یاد رکھے، اور حساب کے لیے عمل کرے۔ قوت لایموت پر قناعت کرے اور اللہ عزّ و جل سے راضی ہو۔

آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والوں کی شہادت کی گواہی

جب حضرت ثوریین کے محلّہ سے گزرے تو وہاں سے رونے کی آواز آئی۔ دریافت فرمایا یہ کیسی آواز ہے۔ عرض کیا گیا یہ لوگ صفین کے مقتولین پر رو رہے ہیں آپ نے

فرمایا۔ میں اس شخص کے لیے جو ان میں سے ثابت قدم رہا اور اس نے یہ جنگ ثواب کی نیت سے کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ پھر فائشین کے مُحلہ سے گزر ہُوا وہاں بھی رونے کی آواز سُنی تو یہی جملہ کہا اور آگے بڑھ گئے۔ جب شبامیین کے محلہ پہ پہنچے تو حرب بن شرجیل شامی باہر نکل آیا (اس سے کچھ گفتگو کی اور آخر میں فرمایا) اللہ تمہارے مقتولین اور مرنے والوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔ جب آپ یہاں سے آگے بڑھے تو حرب آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے جبکہ آنحضرت سوار اور حرب پیدل چل رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم واپس جاؤ۔ لیکن جب حرب واپس نہ ہُوا تو آپ ٹھہر گئے، اور اسے دوبارہ واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا تجھ جیسے شخص کے لیے مُناسب نہیں کہ میرے پیچھے چلے کیونکہ مجھ جیسے شخص کے پیچھے چلنے سے دو نقصان ہیں ایک تو والی اور حاکم میں غرور پیدا ہوتا ہے اور دوسرے پیچھے چلنے والے مومن کی ذلت ہوتی ہے۔

باب ۱۵

خارجیوں کی حضرت علیؑ سے علیحدگی

جب حضرت علیؑ کوفہ تشریف لائے اور خارجیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو حضرت کے پیروکاروں نے آپ کے پاس جمع ہو کر کہا ہم اپنی گردنوں میں دوبارہ آپ کی بیعت کا قلاوہ ڈالنا چاہتے ہیں، اور وہ بیعت یہ ہوگی کہ ہم ہر اس شخص کے دوست ہوں گے۔ جسے آپ دوست رکھیں، اور ہر اس شخص کے دشمن ہوں گے جسے آپ دشمن رکھیں۔ اس پر خارجیوں نے کہا۔ تم اور شامی دونوں کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔ بعینہٖ اسی طرح جیسے گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں شامیوں نے معاویہ سے بھی اسی بات پر بیعت کی ہے۔ اور تم لوگوں نے علیؑ سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ علیؑ جسے دوست رکھیں گے تم اس کے دوست ہوگے اور علیؑ جس کے دشمن ہوں گے تم اس کے دشمن ہوگے۔ زیاد بن نضر نے جواب دیا خدا کی قسم علیؑ نے جب بیعت کے لیے ہاتھ پھیلایا تھا تو ہم نے اللہ عزّ وجل کی کتاب اور نبی کریمؐ کی سنت پر چلنے کی بیعت کی تھی، لیکن جب تم لوگوں نے حضرت علیؑ کی مخالفت شروع کی تو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے، اور ان سے عرض کیا ہم ہر اس شخص کے دوست ہیں جو آپ کا دوست ہو اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو آپ کا دشمن ہو، اور واقعتاً ہم اسی طرح ہیں کیونکہ علی حق و ہدایت پر ہیں اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ خود گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔

حضرت علیؑ کا خارجیوں سے مناظرہ

آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اے اللہ یہ ایسا مقام ہے جس نے آج کے دن کامیابی حاصل کی وہ قیامت کے دن ضرور کامیاب ہوگا، اور جس نے آج گفت گو کی اور وہ لاجواب ہو گیا تو وہ آخرت میں اندھا اور گمراہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؑ نے سوال کیا تمہارا رہبر کون ہے۔ انہوں نے کہا، عبداللہ بن کوّاء آپ نے فرمایا تم لوگوں نے ہم سے بغاوت کیوں کی ہے خارجیوں نے کہا اس لیے کہ تم نے صفین میں تحکیم کو قبول کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ جب شامیوں نے قرآن بلند کیے تو تم نے ہی یہ کہا تھا کہ ہم اللہ کی کتاب کو قبول کرتے ہیں حالانکہ میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ میں اس گروہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ لوگ نہ دیندار ہیں، اور نہ قرآن پر عمل کرنے والے ہیں۔ یہ بچپن میں بھی بُرے تھے اور بڑے ہو کر بھی بُرے رہے تم اپنی حقانیت اور صداقت پر قائم رہو، اور ان لوگوں نے جو قرآن اُٹھایا ہے وہ مکر و فریب اور دھوکہ دہی کے لیے اُٹھایا ہے لیکن تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا اور تم نے جواب دیا نہیں ہم تو ان کی بات قبول کرتے ہیں۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی اس بات کو یاد کرو اور تم نے جو میری نافرمانی کی تھی اسے بھی یاد کرو جب تم نے سوائے معاہدہ کے کسی بات کو قبول نہ کیا تو میں نے دونوں حکمین پر یہ شرط لگائی کہ جس چیز کا قرآن حکم دے گا وہ اس کا حکم دیں گے، اور جس سے قرآن منع کرے گا وہ اس سے رک جائیں گے۔ اب اگر وہ قرآن کے مطابق حکم دیتے ہیں تو ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے اس فیصلے کی خلاف ورزی کریں جو قرآن کے مطابق ہو۔ اور اگر وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم ان کے حکم سے بری ہیں۔ خارجی کہنے لگے آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ خونوں کے معاملہ میں آدمیوں کو حکم بنائیں کیا یہ عادلانہ فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ ہم نے تو قرآن کو حکم بنایا ہے اور قرآن ایسی تحریر ہے جو دو گتوں کے درمیان لکھی گئی ہے۔ اور قرآن خود کلام تو نہیں کر سکتا۔ اس کے مطابق تو آدمی ہی کلام کریں گے۔ خارجی کہنے لگے یہ بتائیے کہ آپ نے شامیوں سے یہ مدت کس لیے متعین کی ہے۔ آپ نے فرمایا تا کہ جاہل اس بات کو جان لے اور عالم تحقیق کر سکے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ عزّ و جل اسی ذریعہ سے اس امت کی اصلاح فرما دے۔ اللہ تم پر رحم کرے تم اپنے شہروں میں واپس جاؤ۔ یہ سب کے سب اس جواب پر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

دومۃ الجندل میں حکمین کا اجتماع

حضرت علیؑ نے چار سو آدمی روانہ فرما دیئے۔ ان پر شریح کو امیر بنایا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس بھی تھے۔

ہی لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان آدمیوں کا انتظام کرتے۔ ابو موسیٰ اشعری بھی انھی کے ساتھ تھا۔ معاویہ نے عمرو عاص کے ساتھ چار سو آدمی روانہ کیے۔ یہ دونوں جماعتیں اذرح میں دومتہ الجندل کے مقام پر جمع ہوئیں۔

حکمین کے سوالات و جوابات

جب دونوں حکم ایک دوسرے سے ملے تو عمرو عاص نے کہا اے ابو موسیٰ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ عثمان مظلوم مارے گئے۔ ابو موسیٰ نے کہا ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ معاویہ اور اس کا خاندان عثمانؓ کے وارث ہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا کیوں نہیں تو عمرو نے کہا اللہ عزّ وجل کا ارشاد ہے، اور جو شخص مظلوم قتل ہو جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قدرت دی ہے اسے چاہیے کہ وہ قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی مدد کی جائے گی۔ اے ابو موسیٰ اس چیز سے کیا مانع ہے کہ معاویہ کو خلیفہ بنا دیا جائے۔ کیونکہ معاویہ عثمان کا وارث اور قریش خاندان سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آپ کو علم ہے۔ اگر آپ کو یہ خوف ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ آپ نے معاویہ کو کیسے خلیفہ بنا دیا حالانکہ اسے تو اسلام میں سبقت حاصل نہیں تو آپ یہ دلیل پیش کر سکتے ہیں کہ معاویہ عثمان خلیفہ مظلوم کا وارث تھا اور وہ ان کے قصاص کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ سیاست اور تدبیر میں علیؓ سے زیادہ ماہر اور زوجہ رسول اللہ ام حبیبہ کا بھائی ہے، اور خود بھی حضور کی صحبت میں رہا ہے۔ اس لیے وہ بھی صحابہ میں داخل ہے۔ پھر عمرو نے ابو موسیٰ کو حکومت کی پیش کش کی۔ اور کہا اے ابو موسیٰ اگر معاویہ خلیفہ بن گیا تو وہ آپ کی وہ عزت کرے گا جو کسی خلیفہ نے نہ کی ہوگی ابو موسیٰ نے کہا اے عمرو اللہ عزّ وجل سے ڈر تو نے معاویہ کی شرافت بیان کی ہے تو وہ اس قسم کی شرافت نہیں جس کے باعث اسے خلافت سونپی جائے۔ اور اگر اس شرافت کی بنیاد پر خلافت مل جاتی تو اس خلافت کا ابرہتہ بن صباح زیادہ حقدار ہوتا۔ یہ خلافت تو اہل دین اور اہل فضل کا حق ہے۔ اس لحاظ سے میں اگر کسی شخص کو خلیفہ بناتا تو اس شخص کو خلافت دیتا، جو قریش میں سب سے افضل ہے۔ یعنی علی بن ابی طالبؑ تمہارا یہ کہنا کہ معاویہ خونِ عثمان کا وارث ہے تو تم معاویہ کو خلیفہ بنا دو لیکن میں یہ نہیں کر سکتا کہ میں معاویہ کو خلیفہ بنا دوں اور مہاجرین اوّلین کو چھوڑ دوں، تم نے جو حکومت کی پیش کش کی ہے تو سن لو کہ بخدا اگر معاویہ مجھے اپنی تمام حکومت بھی دے دے، تب بھی میں اس حکومت کا حاکم نہیں بنوں گا میں اللہ کے احکام پر رشوت نہیں لیتا ہاں اگر تو چاہے تو عمر بن خطاب کا نام زندہ کر دے۔ اس پر عمرو نے کہا اگر تم ابن عمر کی بیعت کرنا چاہتے

ہو تو میرے بیٹے میں کیا کمی ہے حالانکہ آپ اس کے فضل و صلاح کے منکر نہیں ہو سکتے۔ ابو موسیٰ نے کہا واقعتاً تیرا بیٹا ایک سچا آدمی ہے لیکن تو نے اسے فتنہ میں مبتلا کر دیا۔

حضرت علیؑ کی عمرو عاص کو نصیحت

شریح بن ہانی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے شریح کے ذریعہ عمرو عاص کو چند باتیں کہلا بھیجیں فرمایا تھا شریح جب تو عمرو سے ملاقات کرے تو اس سے کہنا علیؑ نے تجھ سے کہا ہے کہ اللہ عزّ و جل کے نزدیک لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جسے باطل کے مقابلے میں حق پر عمل کرنا زیادہ محبوب ہو، چاہے حق سے اسے نقصان ہی کیوں نہ ہو اور وہ اس کے لیے تکلیف کا باعث ہی کیوں نہ ہو، اور چاہے باطل اس کی طرف مائل ہو اور وہ اس کی زیادتی کا باعث بنے۔ خدا کی قسم تو یہ خوب جانتا ہے کہ حق کس جانب ہے تو جان بوجھ کر جاہل نہ بن۔ اگر تجھے حق چھوڑنے پر کچھ لالچ دی گئی ہے تو یاد رکھ تو اس کے ذریعہ اللہ اور اس کے دوستوں کا دشمن بن جائے گا۔ اور بخدا جو کچھ تجھے دیا جائے گا وہ بھی تجھ سے جدا ہو جائے گا۔ وائے ہو تجھ پر تو خائن کی طرف سے جھگڑا نہ کر اور نہ ہی ظالموں کا مددگار بن۔ میں وہ دن جانتا ہوں جس روز تجھے اس پہ ندامت ہوگی، اور وہ تیری موت کا دن ہے۔ تو اس روز اس کی تمنا کرے گا کہ تو نے کسی مسلمان سے عداوت نہ برتی ہوتی اور نہ ہی کسی فیصلہ پر رشوت لی ہوتی۔ شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کا یہ ارشاد عمرو تک پہنچا دیا تو اس کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ پھر اس نے کہا میں کیسے علیؑ کا مشورہ قبول کر لوں یا ان کی بات مان لوں اور کیسے ان کی رائے پر چل سکتا ہوں۔ شریح کہتے ہیں میں نے کہا نابغہ کے بیٹے تو کیسے اپنے حاکم و مولا اور اپنے سردار کا مشورہ قبول نہیں کر سکتا جو کہ نبی کریمؐ کے بعد سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔ اور تو ان کے مشورہ کو کیسے قبول نہیں کرتا جبکہ ابوبکرؓ و عمرؓ جو تجھ سے بہتر تھے، وہ ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ عمرو نے جواب دیا مجھ جیسا شخص تجھ جیسے شخص سے بات نہیں کرتا۔ میں نے کہا تو کون سے باپ دادا کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ کیا اپنے خسیس باپ کی وجہ سے یا اپنی نابغہ ماں کی وجہ سے۔ شریح کہتے ہیں یہ سن کر عمرو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

ابو موسیٰ اشعری کا بودا فیصلہ

ابو خباب کلبی سے منقول ہے کہ جب عمرو عاص دومۃ الجندل میں ابو موسیٰ سے ملا تو عمرو ابو موسیٰ کو گفت گو کرنے میں آگے رکھتا اور کہتا آپ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ پہلے

آپ بات کریں۔ تو پھر میں گفتگو کروں گا۔ اِس طرح اس نے ابوموسیٰ کو عادی کر لیا کہ وہ آپ سے ہر بات میں مقدم رکھتا اور اس کو دھوکہ دیا اور وہ چاہتا تھا کہ ابوموسیٰ سے حضرت علیؑ کی خلافت ختم کرنے کا اعلان کرا دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان دونوں نے اپنے معاملہ پر غور کیا۔ لیکن کسی بات پر ان کا اتفاق نہ ہو سکا۔ عمرو نے ابوموسیٰ کے سامنے معاویہ کا نام پیش کیا۔ ابوموسیٰ نے انکار کر دیا پھر عمرو نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نام پیش کیا لیکن ابوموسیٰ نے اس رائے سے بھی انکار کیا۔ ابوموسیٰ نے عمرو عاص کو عبداللہ بن عمر کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن اس سے عمرو نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد عمرو نے ابوموسیٰ سے دریافت کیا۔ پھر آخر آپ کی کیا رائے ہے۔ ابوموسیٰ نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہم ان دونوں شخصوں کو معزول کر دیں اور اس خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیں اور مسلمان اپنے لیے جسے پسند کریں اسے خلیفہ بنا لیں۔ عمرو نے کہا صحیح رائے تو یہی ہے جو آپ نے دی ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں شخص لوگوں کے پاس آئے۔ تمام لوگ جمع تھے۔ عمرو نے ابوموسیٰ سے کہا آپ انھیں بتا دیجئے کہ ہم ایک رائے پر متفق اور متحد ہو چکے ہیں۔ ابوموسیٰ نے لوگوں سے کہا میں اور عمرو عاص ایک رائے پر متفق ہو چکے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ اللہ عزوجل اس رائے کے ذریعہ اس امت کی اصلاح فرما دے گا۔ عمرو نے کہا ابوموسیٰ سچ بولتے اور نیک بات کر رہے ہیں۔ اے ابوموسیٰ آگے بڑھو اور لوگوں کو بتا دو۔

حضرت ابنِ عبّاس کی ابوموسیٰ کو تنبیہ

جب ابوموسیٰ اعلان کرنے کے لیے آگے بڑھا تو ابنِ عباس نے ابوموسیٰ سے فرمایا تم پر افسوس ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عمرو نے تجھے دھوکہ دیا ہے۔ اگر تم دونوں ایک امر پر متفق ہو تو اعلان کے لیے عمرو کو آگے کرو تاکہ وہ پہلے اس کا اعلان کرے۔ پھر بعد میں تم اعلان کرنا کیونکہ عمرو ایک دھوکے باز شخص ہے، اور مجھے یقین ہے کہ جو تمہارا اور اس کا فیصلہ ہوا ہے اس پر وہ راضی بھی ہو تب بھی اگر تم پہلے لوگوں میں کھڑے ہو کر اعلان کر دو گے تو وہ تمہاری مخالفت کرے گا۔ چونکہ ابوموسیٰ بے خبر اور سادہ لوح آدمی تھا۔ اُس نے ابنِ عباس کو جواب دیا نہیں ہم دونوں ایک فیصلہ پر متفق ہو چکے ہیں۔

ابوموسیٰ کا احمقانہ اعلان

ابوموسیٰ نے اعلان کیا۔ اس نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور پھر کہا اے لوگو ہم نے اس امت کی خلافت

کے معاملہ پر غور کیا تو ہم نے اِس خلافت کے بارے میں اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھی جس پر میرا اور عمرو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں، اور اس خلافت کو اُمّت پر چھوڑ دیں، وہ جسے پسند کرے اور اپنا خلیفہ منتخب کر لے۔ اِسی لیے میں نے علیؑ اور مُعاویہ دونوں کو معزول کیا۔ تم اس کام میں خود غور کرلو اور جسے تم اس خلافت کا اہل سمجھو، اسے یہ خلافت سونپ دو۔ یہ کہہ کر ابوموسیٰ پیچھے ہٹ گیا۔

عمرو عاص کی چالبازی و مکّاری

اِس کے بعد عمرو آگے بڑھا اور ابوموسیٰ کی جگہ کھڑے ہو کر پہلے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی، اور اس کے بعد کہا۔ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ تم نے سُن لیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اسے معزول کرتا ہوں جسے اس نے معزول کیا۔ لیکن میں اپنے ساتھی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ عثمان بن عفان کا وارث اور ان کے قصاص کا طلب گار ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کا حقدار ہے۔ ابوموسیٰ نے کہا اے عمرو تجھے کیا ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ تجھے نیک کام کی توفیق دے تو نے غداری کی اور دھوکہ دیا تیری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث اوتترکہ یلھث اس کی مثال کتے جیسی ہے کہ اگر اسے کچھ ڈالو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے، اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے۔

عمرو نے کہا تیری مثال ایسی ہے جیسا کہ گدھے پر کتابیں لدی ہوں۔ یہ دیکھ کر شریح بن ہانی نے عمرو پر کوڑے سے حملہ کیا، اور اس کے کوڑے مارے عمرو کے بیٹے نے اس کے جواب میں شریح کو کوڑے مارے۔ فیصلہ کے بعد لوگ کھڑے ہو گئے، اور ان میں مزید اختلاف پیدا ہو گیا۔ شریح کہتے ہیں کہ مجھے عمرو عاص کو کوڑوں سے مارنے پر اتنی ندامت ہے کہ آج تک میں کبھی بات پر اتنا نادم نہیں ہوا اور ندامت یہ ہے کہ کیوں نہ میں نے اسے تلوار سے مارا، پھر زمانہ میں جو کچھ ہوتا سو ہوتا۔ اِس کے بعد شامیوں نے ابوموسیٰ کو تلاش کیا۔ لیکن وہ اسی وقت سوار ہو کر مکّہ چلا گیا تھا۔

ابوموسیٰ کا اِعتراف

ابن عباس رض فرماتے ہیں۔ اللہ ابوموسےٰ کی رائے کا بُرا کرے میں نے اسے ڈرایا بھی تھا، اور مشورہ

بھی دیا تھا۔ لیکن اسے پھر بھی عقل نہ آئی۔ ابوموسیٰ کہا کرتا تھا۔ مجھے ابن عباس رض نے ایک فاسق کی دھوکہ دہی سے خبردار کیا تھا۔ لیکن میں نے اسپر اعتماد کیا۔ اور یہ خیال کیا یہ شخص امت کی بھلائی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے گا۔ فیصلہ کے بعد عمرو اور شامی معاویہ کے پاس واپس چلے گئے۔ اور اس پر سلام خلافت کیا یعنی اس سے کہا یا خلیفہ۔ اور ابن عباس اور شریح حضرت علیؑ کے پاس واپس چلے گئے۔

واقدی کے بقول حکمین کا اجتماع شعبان ۳۸ھ میں ہوا۔

باب ۱۶

حضرت علی علیہ السلام اور خوارج

لاحکم الا اللہ کی غلط تاویل

ایک دن حضرت علیؑ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو مسجد کے ایک گوشے سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ لاحکم الا اللہ (اللہ کے علاوہ کسی کے لیے حکم نہیں) فوراً دوسری جانب سے دوسرے شخص نے بھی کھڑے ہو کر یہی جملہ کہا۔ اور اس کے بعد پے در پے کئی آدمی یہی نعرہ لگاتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اللہ اکبر یہ ایک کلمۂ حق ہے۔ جس کے ذریعہ باطل کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ جب تک تم لوگ ہمارے ساتھ ہو۔ میری جانب سے تمہارے لیے تین فیصلے ہیں۔ ہم تمہیں اس وقت تک مسجد میں آنے سے نہ روکیں گے۔ جب تک تم مسجد میں اللہ کا ذکر کرتے رہو گے۔ ۲: اور جب تک تم ہمارا ساتھ دیتے رہو گے مالِ غنیمت بھی تم سے نہیں روکا جائے گا۔ ۳: اور جب تک تم ہم سے جنگ کی ابتداء نہیں کرو گے ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے جس مقام پر خطبہ چھوڑا تھا اسی جگہ سے خطبہ شروع فرمایا۔

خارجیوں کی فتنہ پروری

جب واقعہ تحکیم پیش آیا اور حضرت علیؑ صفین سے لوٹے تو یہ خارجی بھی ساتھ تھے۔ جب حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی نہر پہ پہنچے تو یہ مخالفین وہیں نہر پر ہی رک گئے۔ حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی تو کوفہ تشریف لے گئے لیکن ان خارجیوں نے حروراء کے مقام پہ جا کر قیام کیا۔ حضرت علیؑ نے عبداللہ بن عباس کو سمجھانے کے

لیے بھیجا لیکن وہ ناکام واپس آئے۔ پھر حضرت خود تشریف لے گئے اور ان سے گفتگو فرمائی۔ یہاں تک کہ آپس میں رضامندی ہوگئی، اور یہ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ کوفہ میں آگئے۔

عبداللہ بن وہب خارجی

جب حضرت علیؑ نے ابو موسیٰ کو فیصلے کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا تھا تو خارجی باہم ایک دوسرے سے ملے اور عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے پہلے عبداللہ بن وہب نے تقریر کی پھر مرقوص بن زہیر نے تقریر کی۔ پھر حمزہ بن سنان اسدی نے کہا اے قوم رائے تو وہی ہے جو تمہارے سامنے ہے تم اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا امیر بنالو (کئی ایک افراد کو امارت پیش کی جب وہ تیار نہ ہوئے) تو اس کے بعد انہوں نے عبداللہ بن وہب کو امارت پیش کی اس نے قبول کرلی اور دس شوال کو ان لوگوں نے راسبی کی بیعت کرلی۔

لوگوں کا حضرت علیؑ کی دوبارہ بیعت کرنا

جب خارجی کوفہ سے نکل گئے تو حضرت علیؑ کے بقیہ ساتھیوں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر دوبارہ بیعت کی اور کہا ہم اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ جسے آپ دوست رکھیں گے ہم بھی اسے دوست رکھیں گے، اور جسے آپ دشمن رکھیں گے ہم بھی اسے دشمن رکھیں گے۔ حضرت علیؑ نے ان سے سنت رسول اللہؐ پر چلنے کی شرط لگائی۔ جب یہ بیعت ہو رہی تھی تو ربیعہ بن ابو شداد خثعمی بھی بیعت کے لیے آیا۔ حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا آ مجھ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی پیروی پر بیعت کر اس نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سنت پر بھی بیعت لیجئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر تو اتنی بات بھی نہیں سمجھتا کہ اگر ابوبکرؓ و عمرؓ نے کوئی ایسا کام کیا ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہ ہو تو اس صورت میں وہ ہرگز حق پر نہ تھے (اور اگر ان دونوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کیا تو ان کا وہ عمل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے خارج نہیں) اس پر ربیعہ نے بھی حضرت علیؑ کی بیعت کرلی۔ آپ نے ربیعہ کو غور سے دیکھا، اور فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے تو یہ نظر آرہا ہے کہ عنقریب تو ان خارجیوں کے ساتھ مل جائے گا، اور قتل ہوگا اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ گھوڑے تجھے اپنے کھروں سے روندیں گے یہ ربیعہ نہروان کی جنگ میں بصرہ کے خارجیوں کے ساتھ قتل ہوا۔

شامیوں سے مقابلہ کی تیاریاں

واقعہ تحکیم کے بعد جب خارجی حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ اور ابو موسیٰ اشعری شامیوں سے

کے خوف سے بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ اور عبداللہ بن عباس بصرہ واپس چلے گئے تو حضرت علیؑ نے اہلِ کوفہ کو جمع کر کے انھیں خطبہ دیا اور فرمایا۔ اگرچہ زمانہ بڑے بڑے مصائب اور نئے نئے حوادث لے کر آیا ہے۔ لیکن ہر صورت میں تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یاد رکھو کہ نافرمانی حسرت کا باعث ہوتی ہے اور بعد میں ندامت کا سبب بنتی ہے۔ میں نے ان دونوں ثالثوں اور ان کے فیصلے کے بارے میں بہت سوچ کر تمہیں اپنی رائے سے مطلع کر دیا تھا۔ کاش قصیر شخص (ضرب المثل ہے) کی رائے کو مان لیا جاتا لیکن تم نے میری رائے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اب میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ ہوازن کے ایک بھائی نے کہا تھا۔ (شعر کا ترجمہ) میں نے منعرج اللوای کے مقام پر انھیں اپنی رائے سے متنبہ کر دیا تھا لیکن انھیں تو دن چڑھنے کے بعد عقل آئی۔ خبردار! تم لوگوں نے جن حکمین کا انتخاب کیا تھا، ان دونوں نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا اور قرآن نے جن امور کو ختم کیا تھا۔ انہوں نے انھیں دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر صرف اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ انہوں نے کسی دلیل اور گذشتہ سُنّت کے بغیر فیصلہ کیا۔ پھر اس فیصلہ میں دونوں مختلف رہے، اور کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکے تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں میں سے نیک لوگ ان دونوں کے فیصلے سے بری الذمہ ہیں۔ اِس لیے تم تیار ہو جاؤ، اور شام چلنے کی تیاری کرو اور دوشنبہ کے روز تم سب لشکر میں پہنچ جاؤ انشاء اللہ! اس خطبہ کے بعد حضرت علیؑ منبر سے نیچے اتر آئے۔

حضرت علیؑ کا خارجیوں کے نام خط

حضرت علیؑ نے ایک خط خارجیوں کے نام لکھ کر نہروان روانہ کیا۔ اس خط میں تحریر تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علیؑ کی جانب سے زید بن حصین عبداللہ بن وہب اور ان لوگوں کے نام ہے جو ان دونوں کے ساتھ شریک ہیں۔ ان دونوں حکمین نے جن کے فیصلہ کو ہم نے قبول کیا تھا۔ کتاب اللہ کی مخالفت کی اور ہدایتِ خداوندی کے بغیر فیصلہ کر کے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ نہ تو ان دونوں نے سنت پر عمل کیا اور نہ حکمِ قرآن کو نافذ کیا۔ اِس لئے اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین ان دونوں کے فیصلے سے بری الذمہ ہیں۔ جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اسے قبول کرو۔ کیونکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کر رہے ہیں۔ اب ہمارا وہی فیصلہ ہے جو پہلے تھا والسلام۔

خارجیوں نے جواب میں تحریر کیا کہ تحکیم کو قبول کر کے ہم نے کفر کیا تھا۔ پہلے آپ اس سے توبہ کریں۔ پھر ہم غور کریں گے۔

جب حضرت علیؑ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی حمایت سے مایوس ہو گئے، اور یہ رائے قائم کی کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اور لشکر لے کر شامیوں کے مقابلہ پر جایا جائے، اور ان سے جنگ کی جائے۔

پہلے خارجیوں سے جنگ کرنے کا مشورہ

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کو اطلاع ملی کہ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آنحضرتؑ کو چاہیئے کہ وہ ہمیں حروریہ کے مقابلہ پر لے کر چلیں۔ جب ہم ان کی جنگ سے فراغت حاصل کر لیں تو پھر ان بد عہدوں کے مقابلہ پہ جانا چاہیئے

حضرت علیؑ نے لوگوں کو جمع کیا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا کی، اور فرمایا میں نے تمہارا یہ قول سنا ہے تم کہتے ہو کہ امیر المومنینؑ کو چاہیئے کہ پہلے ہمیں اس خارجی جماعت کے مقابلہ پر لے چلیں تاکہ پہلے ہم ان سے نمٹ لیں۔ ان سے فراغت کے بعد ان بدعہدوں کے مقابلہ پر جانا چاہیئے لیکن میرے نزدیک ان خارجیوں سے زیادہ اہم یہ بدعہد لوگ ہیں۔ اِس لیے تم خارجیوں کا خیال چھوڑ کر اس قوم کے مقابلہ پر چلو جو تم سے اِس لیے جنگ کر رہی ہے۔ تاکہ وہ جابر بادشاہ بن جائیں۔ اور اللہ کے بندوں کو ذلیل و خوار کریں۔ اِس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ ہر طرف سے لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے امیر المومنینؑ آپ جہاں چاہیں ہمیں لے چلیں۔

حضرت عبداللہ بن خباب سے سوالات و جوابات

جو خارجی بصرہ سے چلے تھے جب وہ نہر کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک جماعت آگے بڑھ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک عورت کو گدھے پر لیے جا رہا ہے یہ لوگ اس کے پاس پہنچے۔ اِسے للکارا اور ڈانٹ ڈپٹ کی، اور اسے خوفزدہ کیا۔ پھر اس سے سوال کیا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میں عبداللہ بن خباب رسول اللہؐ کا صحابی ہوں۔ یہ کہہ کر عبداللہ نے زمین پر سے اپنے کپڑے اُٹھا لیے جو گھبراہٹ میں گر گئے تھے۔ خارجیوں نے سوال کیا کیا تم ہم سے ڈر گئے تھے۔ عبداللہ نے کہا ہاں۔ خارجی بولے۔ آپ ڈریئے نہیں۔ آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجئے۔ جو آپ نے اپنے والد سے سُنی ہے اور انہوں نے رسول اللہؐ سے شاید اللہ تعالےٰ اس حدیث کے ذریعہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے۔ عبداللہ نے کہا مجھ سے میرے والد نے فرمایا، کہ

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے عنقریب ایک فتنہ واقع ہوگا جس میں انسانوں کے دل ایسے ہی مُردہ ہو جائیں گے جیسا کہ اس فتنہ میں انسانوں کے جسم ختم ہو جائیں گے۔ ایک شخص شام کے وقت مومن ہوگا لیکن اس فتنہ کی وجہ سے صبح کو کافر بن جائے گا۔ اور اگر وہ اس فتنہ میں صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا۔ خارجی کہنے لگے۔ ہم تم سے یہی حدیث معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ابوبکر و عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تو عبداللہ نے ان دونوں کی تعریف کی۔ خارجی کہنے لگے۔ اچھا عثمان کے ابتدائی اور آخری دَور کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا وہ اوّل و آخر دور میں حق پر تھا۔ خارجی کہنے لگے۔ اچھا علیؑ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے تحکیم سے پہلے وہ کیسے تھے اور تحکیم کے بعد ان کے دین کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو۔ عبداللہ نے کہا وہ اللہ کو تم سے زیادہ جانتے، تم سے زیادہ دین میں پرہیزگار، اور تم سے زیادہ بصیرت کے مالک ہیں۔ خارجی کہنے لگے تو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور مشہور لوگوں کے ناموں کو دیکھ کر ان سے محبت کرتا ہے ان کے افعال کو نہیں دیکھتا۔ خدا کی قسم ہم تجھے اس بُری طرح قتل کریں گے کہ آج تک کسی کو قتل نہ کیا ہوگا۔ پھر ان خارجیوں نے انھیں پکڑ کر باندھا اور انہیں اور ان کی عورت کو جس کے عنقریب بچہ ہونے والا تھا پکڑ کر لے گئے۔

مذہبی ڈھونگ

چلتے چلتے یہ لوگ ایک پھلدار درخت کے نیچے جا کر ٹھہرے، اوپر درخت سے ایک کھجور ٹوٹ کر گری۔ ایک خارجی نے اٹھا کر اسے منہ میں ڈال لیا۔ دوسرے نے اعتراض کیا کہ بلا اجازت اور قیمت ادا کیے بغیر کیسے کھا رہے ہو، اس خارجی نے وہ کھجور منہ سے تھوک دی۔

خنزیر کو قتل کرنا فساد میں داخل ہے

یہ لوگ آگے بڑھے تو ایک ذمی کافر کا سُؤر پھرتا ہُوا نظر آیا۔ کسی نے اسے اپنی تلوار سے قتل کر دیا۔ اس پر بقیہ خارجیوں نے کہا۔ یہ زمین میں فساد ہے۔ یہ سُن کر وہ خارجی اس ذمی کے پاس گیا، اور اسے راضی کیا، اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ عبداللہ بن خباب نے جب ان کا مذہبی ڈھونگ دیکھا تو فرمایا جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے تمہارے حالات دیکھ رہا ہُوں۔ اگر واقعتاً تم دین میں ایسے ہی سچّے اور پختہ ہو تو تم سے مجھے بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیئے اور خصوصاً اس حالت میں جبکہ تم مجھے امان دے چکے ہو۔ کیونکہ تم نے ابھی کہا تھا کہ تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں ایک مسلمان ہُوں میں نے اسلام میں کوئی بدعت بھی ایجاد نہیں کی۔ اس پر ان خارجیوں

نے انھیں پکڑ کر زمین پر لٹایا، اور انھیں ذبح کر دیا۔ ان کا خون پانی میں بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد ان کی عورت کو پکڑا۔ وہ عورت بولی کہ میں ایک عورت ہوں کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ ان لوگوں نے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ اس کے بعد انھوں نے بنو طے کی تین عورتوں کو قتل کیا اور ام سنان صیداویہ کو بھی قتل کیا۔

خارجیوں کے مقابلہ کی تیاری

جب حضرت عبداللہ بن خباب کی شہادت کی خبر حضرت علیؑ اور ان کے حامیوں کو پہنچی اور دیگر وہ حالات بھی ان تک پہنچے جو یہ خارجی فتنہ و فساد پھیلا رہے تھے تو حضرت علیؑ نے حارث بن مرہ عبدی کو یہ حالات معلوم کرنے کے روانہ کیا۔ انھیں جو حالات معلوم ہوئے وہ انھوں نے مکمل حضرت علیؑ کو تحریر کر دیئے۔ اور ان میں سے کوئی بات نہ چھپائی۔ پھر حارث نہر کی طرف گئے تاکہ خارجیوں سے اس کا سوال کریں۔ انھوں نے جب حارث کو دیکھا تو انھیں بھی پکڑ کر فوراً قتل کر دیا۔ یہ اطلاع بھی حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو پہنچ گئی۔ اب حضرت علیؑ کے ساتھی آپ کے پاس جمع ہوئے، اور عرض کیا۔ اے امیر المومنینؑ کیا ایسے لوگوں کو آپ ہمارے اہل و عیال اور ہمارے اموال پر پیچھے چھوڑ کر شامیوں کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ تاکہ بعد میں یہ لوگ خوب غارتگری کر سکیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ ہمیں اس جماعت کے مقابلہ پر لے کر چلیے۔ جب ہم ان سے فارغ ہو لیں تو پھر ہمیں ہمارے شامی دشمنوں کے مقابلہ پر لے جائیے۔ الغرض خارجیوں کے مقابلہ پر اتفاق رائے ہوا اور کوچ کا اعلان ہو گیا۔ حضرت علیؑ لشکر لے کر نکلے، اور دریا کے پل کو عبور کیا، اور پل پر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ حضرت علیؑ نے کوفہ سے چل کر دیر عبدالرحمٰن میں پہلی منزل کی۔ پھر دوسری منزل دیر ابو موسیٰ میں کی، پھر قریہ شاہی پر پھر مقام دبا پر اور اس کے بعد فرات کے کنارے نزول اجلال فرمایا۔

نجومی کی مخالفت

راستہ میں حضرت علیؑ کی ایک نجومی سے ملاقات ہو گئی۔ اُس نے بتایا کہ اس وقت تمہارا کوچ بہت بہتر ہے۔ لیکن اگر تم فلاں وقت سفر کرو گے تو تمھیں اور تمہارے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ حضرت علیؑ نے اس نجومی کی مخالفت کی، اور اس وقت کوچ کیا جس وقت کے لیے اس نے منع کیا تھا۔ جب حضرت علیؑ جنگ نہروان سے فارغ ہو چکے تو اللہ کی حمد و ثنا کی، اور فرمایا اگر ہم اس ساعت میں چلتے جس ساعت کے لیے نجومی نے کہا تھا تو جاہل اور لاعلم لوگ یہی کہتے کہ علیؑ نے چونکہ اس وقت

کوچ کیا تھا جس کا نجومی نے حکم دیا تھا اس لیے کامیاب ہوئے۔

خونِ مسلمان کو مُباح سمجھنا

جب حضرت علیؑ نے انبار کی نہر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو قیس بن سعد بن عبادہ کو آگے روانہ کیا، اور انہیں حکم دیا کہ پہلے مدائن جاؤ اور وہاں پہنچ کر اہلِ مدائن کو جنگ کا حکم دو، اور انھیں ساتھ لے کر آؤ۔ الغرض قیس بن سعد اور سعد بن مسعود ثقفی نہر پر حضرت علیؑ سے آکر مل گئے۔ حضرت علیؑ نے اہلِ نہر کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارے جن آدمیوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے انھیں ہمارے پاس بھیجدو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ اور تم سے درگذر کر کے شامیوں کے مقابلہ پر چلا جاؤں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو تبدیل کر دے۔ اور تمہیں تمہاری اس حالت سے بھلائی کی طرف پھیر دے۔ انہوں نے جواب دیا ہم سب نے ان آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور ہم سب ان لوگوں کا اور تم لوگوں کا خون حلال سمجھتے ہیں۔

حضرت علیؑ کا خارجیوں سے خطاب

آپ نہر کی جانب تشریف لے گئے، اور خارجیوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے فرمایا۔ اے وہ جماعت جسے دھوکہ دہی اور فریب کی عداوت نے جماعت مسلمین سے نکال دیا ہے اور جسے خواہشات نے حق سے پھیر دیا ہے جو اختلاط اور لاعلمی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ میں تمہیں اس بات سے ڈرانے آیا ہوں کہ کہیں اُمت مسلمہ تمھیں کل اس نہر کے سامنے اور ان پست وادیوں میں پچھڑا ہوا نہ پائے۔ اپنے پروردگار کی دلیل وحجت کے بغیر اس حال میں کہ تمہارے پاس اس کی کوئی واضح دلیل و حجت موجود نہ ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہیں تحکیم اور ثالثی سے منع کیا تھا۔ میں نے تمہیں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ شامیوں کا مقصد تمہیں دھوکہ میں مبتلا کرنا ہے۔ اور تمہاری قوت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ دین اور قرآن کے عامل نہیں۔ میں ان لوگوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں ان کے بچپن اور جوانی سے واقف ہوں۔ اور یہ اہلِ مکر و غدر ہیں۔ اور اگر تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا تو تم سے یکجہتی اور باہمی ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود تم نے میری نافرمانی کی۔ حتیٰ کہ مجبوراً میں نے بھی ثالثی قبول کر لی لیکن میں نے اس میں کچھ شرائط کا اضافہ کیا اور کچھ عہد پیمان لیے میں نے حکمین پر یہ شرط قائم کی کہ جس کا قرآن حکم دے گا وہ اس پر عمل پیرا ہوں گے، اور جس کی قرآن ممانعت کرے گا۔ اسے ختم کریں گے۔ پھر ان دونوں ثالثوں نے باہم اختلاف کیا اور کتاب اللہ

اور سنتِ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ اسی لیے ہم نے ان کا حکم قبول نہیں کیا۔ اور جو فیصلہ ہمارا تحکیم سے پہلے تھا۔ ہم فوراً اسی فیصلہ پر پہنچ گئے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم یہ باتیں کہاں سے کرنے لگے خارجیوں نے کہا چونکہ ہم نے ثالثی کو قبول کیا اس لیے ہم گنہ گار ہوئے اور اس گناہ کی وجہ سے کافر ہو گئے (خارجیوں کے نزدیک ہر گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے) ہم نے اپنے اس کفر سے توبہ کی۔ تو اگر تم بھی جیسے ہم نے توبہ کی ہے توبہ کرو تو ہم بھی تمہارے ساتھ شامل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ اور اگر تمہیں توبہ سے انکار ہے تو ہم تم سے برابر کا مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خائنوں کو پسند نہیں فرماتا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تمہیں اس فتنہ کے طوفان نے آلیا۔ اب تم میں کوئی قابلِ اصلاح باقی نہیں رہا تو کیا رسول اللہ پر ایمان لانے اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے اور آپؐ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہونے کے بعد میں اپنے نفس پر کفر کی گواہی دوں پھر تو میں گمراہ ہو گیا اور میرا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں نہیں رہے گا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ واپس چلے آئے۔

دوبارہ دعوتِ حق

انس بن مالک کی صاحبزادی سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے اہلِ نہر کو دعوت دی اور فرمایا۔ اے لوگو تمہیں اس تحکیم کے مسئلہ نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا حالانکہ تم نے خود اس کی ابتدا کی تھی۔ اور تم ہی نے ثالثی کا سوال کیا تھا۔ میں نے تو اسے مجبوراً قبول کیا تھا۔ اور میں نے تمہیں خبردار کیا تھا کہ یہ لوگ تمہیں دھوکہ و فریب دینے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تم نے مخالفین کی طرح انکار کیا۔ اور تم نے نافرمانوں کی طرح میری بات قبول نہ کی۔ مجبوراً میں نے اپنی رائے تبدیل کی اور تمہاری رائے سے موافقت کی۔ خدا کی قسم تم ایک ایسی جماعت ہو جن کی کھوپڑیوں میں دماغ نہیں اور تمہاری عقلیں بیکار ہو چکی ہیں۔ تمہارا باپ مرے میں نے کوئی فعلِ حرام نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں نے تمہارے امور میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی اس معاملہ میں کوئی بات تم سے چھپا رکھی۔ میں نہ تم پر لشکر کشی کرنا چاہتا ہوں، اور نہ ہی تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہمارا معاملہ تمام مسلمانوں پر عیاں ہے۔ تم لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ دو شخص ثالث مقرر کیے جائیں۔ ہم نے ان حکمین سے یہ عہد لیا کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اور اس سے تجاوز نہیں کریں گے۔ پس وہ سرگرداں ہوئے اور انہوں نے حق کو دیکھنے کے باوجود اسے چھوڑ دیا۔ اور بے راہروی ان کی خواہش تھی۔ حالانکہ ہمارا ان سے پہلے عہد یہ تھا کہ وہ انصاف کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اور حق کی موجودگی میں اپنی رائے اور خواہشات

کو دخل نہیں دیں گے۔ لیکن جب انہوں نے حق کی مخالفت کی اور ایسا فیصلہ دیا جو کسی صورت میں قابلِ قبول نہ تھا تو ہم پر حقیقتِ حال واضح ہو گئی۔ اور ہماری باگ ڈور ہمارے قبضہ میں تھی ان تمام امور سے واقف اور شریکِ کار ہونے کے باوجود بتاؤ کہ تم ہم سے کس طرح قتال کو حلال سمجھتے ہو، اور کس دلیل سے تم نے ہماری جماعت سے بغاوت کو جائز سمجھا۔ صرف اس بناء پر کہ لوگوں نے تحکیم کے لیے دو شخصوں کو انتخاب کیا۔ تم نے تلواریں کھینچ لی ہیں اور ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرتے ہو، اور لوگوں کا خون بہاتے ہو۔ یہ تو ایک کھلا ہوا نقصان ہے۔ اگر تم بخدا ایک مرغی کو قتل کر دیتے تو اللہ کے ہاں اس کا قتل کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہوتا تو پھر اس نفس کو قتل کرنا کہ جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے کیسے حلال ہو گا۔ اس تقریر پر خارجیوں نے ایک دوسرے سے چلا کر کہا، ان لوگوں سے کسی قسم کی گفتگو نہ کرو، بلکہ خدا تعالیٰ سے ملاقات اور جنت میں جانے کی تیاری کرو۔

باب ۱۷

جنگ نہروان

اعلانِ امان

پھر حضرت علیؑ نے اپنی فوج کو مختلف دستوں پر تقسیم کیا اور خوارج نے بھی اپنے دستوں کی تقسیم کی۔ آپ نے ابوایوب انصاری کو امان کا جھنڈا دیا انہوں نے وہ جھنڈا لے کر اعلان کیا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص جنگ کیے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آجائے گا اس کے لیے امان ہے۔ اسی طرح جو شخص کوفہ یا مدائن چلا جائے گا یا اس جماعت سے جُدا ہو کر کسی اور جگہ چلا جائے اس کے لیے بھی امان ہے۔ یہ سُن کر فروہ بن نوفل پانچسو افراد کے ساتھ بندنیجین اور دسکرہ کی طرف جا کر مقیم ہو گیا۔ ایک گروہ خارجیوں کا ساتھ چھوڑ کر کوفہ میں جا ٹھہرا۔ اور تقریباً سو آدمی حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے۔

ابتدائے جنگ

خارجیوں کی کل تعداد چار ہزار تھی۔ اب صرف دو ہزار آٹھ سو آدمی عبداللہ بن وہب کے ساتھ باقی رہ گئے تھے۔ ان بقیہ خارجیوں نے حضرت علیؑ کی جانب لشکر بڑھایا۔ آپ نے سوار فوج کو آگے اور پیدل فوج کو سوار فوج کے پیچھے دو صفوں میں تقسیم کیا۔ اور پہلی صف کے آگے نیزہ برداروں کو کھڑا کیا۔ آپؑ نے اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم اس وقت تک جنگ سے ہاتھ روکے رکھو۔ جب تک دشمن جنگ کی ابتدا نہ کرے اگر انہوں نے تم پر سخت حملہ بھی کیا۔ تب بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ان کے ساتھ زیادہ تر پیدل فوج ہے۔ وہ تم تک اسی وقت پہنچ سکتے ہیں جب کہ وہ اپنا اکثر لشکر تباہ کر لیں اور تم پلٹ کر بھی

حملہ کر سکتے ہیں ایک دُوسرے کی مدد کر سکتے ہو۔ اِس کے بعد خارجیوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ چلو جلدی سے جنت کی طرف چلو، یہ آواز سنتے ہی تمام خارجیوں نے حضرت علیؑ کے سوار دستوں اور ان لوگوں پر سخت حملہ کیا، جو پیدل فوج کے آگے تھے۔ حملہ کی شدت کی وجہ سے سوار فوج کے گھوڑے اپنی جگہ نہ ٹھہر سکے۔ اور دو حصوں میں بٹ گئے کچھ داہنی طرف اور کچھ بائیں طرف چلے گئے۔ جس سے خارجیوں کو آگے بڑھنے کا موقعہ مل گیا، اور وہ پیدل فوج کی طرف بڑھے۔ نیزہ برداروں نے نیزوں سے انکا استقبال کیا، اور سوار فوج دائیں بائیں سے واپس لوٹی۔ اور خارجیوں کو گھیرے میں لے لیا، اور پیدل فوج نے نیزوں اور تلواروں سے حملہ کیا۔ خدا کی قسم کچھ دیر بھی نہ لگی تھی، کہ ان لوگوں نے خارجیوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

ذوالثدیہ کی تلاش

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضرت علیؑ ذوالثدیہ کی تلاش میں نکلے۔ زیان بن صبرہ نے اسے نہر کے کنارے ایک گڑھے میں چالیس پچاس مقتولین کے ساتھ اسے پڑا ہوُا پایا۔ راوی کہتا ہے کہ جب اسے گڑھے سے نکالا تو حضرت علیؑ نے اس کا مونڈھا دیکھا تو مونڈھے پر گوشت اس طرح جمع ہو کر ابھرا ہوُا تھا جیسے عورت کا پستان ہو اور اس کی باریک سی گھنڈی نکلی ہُوئی تھی جس پر سیاہ بال تھے جب اسے کھینچا جاتا تو وہ دُوسرے ہاتھ کی لمبائی تک پہنچ جاتی، اور جب اسے چھوڑ دیا جاتا تو پھر وہ مونڈھے پر پہنچ کر پستان کی صورت اختیار کر لیتی۔ جب ذوالثدیہ کو گڑھے سے باہر نکالا گیا۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اللہ اکبر خدا کی قسم نہ تو میں نے جھوٹ بولا تھا، اور نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم عمل کرنا چھوڑ بیٹھو گے تو میں تمہیں وہ فیصلہ سناتا جو اللہ کی طرف سے نبی کریمؐ کی زبان پر ان لوگوں کے حق میں جاری ہوا، جو ان خارجیوں سے بابصیرت ہو کر اس حق کو پہچان کر جہاد کریں جس پر ہم ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت علیؑ کا گزر خارجیوں کی لاشوں پر سے ہوا انھیں دیکھ کر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ تمہارا بُرا ہو تمہیں اس نے نقصان پہنچایا جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنینؑ ان لوگوں کو کس نے دھوکہ دیا۔ فرمایا۔ شیطان اور ان کے نفس امّارہ نے انہوں نے ان لوگوں کو آرزوئیں دلا کر دھوکہ میں مُبتلا کیا اور ان کے لیے گناہوں کو خوبصورت بنایا، اور انہیں یہ سبق پڑھایا کہ یہ لوگ غالب آجائیں گے۔

زخمیوں کے لیے امان اور ان کی مرہم پٹی

اِس کے بعد حضرت علیؑ نے ان زخمیوں کو طلب کیا جن میں تا بنوز

جان باقی تھی۔ وہ چار سو اشخاص نکلے۔ آپ نے حکم دیا کہ انھیں ان کے قبیلہ والوں کے پاس پہنچا دیا جائے اور ان کے قبیلہ والوں سے فرمایا۔ انھیں ساتھ لے جاؤ اور ان کا علاج معالجہ کرو جب یہ اچھے ہو جائیں تو انھیں کوفہ پہنچا دو، اور ان کے لشکرگاہ میں ان کی جو چیزیں موجود ہیں ان کے ساتھ لے جاؤ۔

مقتولین کی تدفین اور مالِ غنیمت کی تقسیم

سامانِ حرب، سواریاں اور وہ سامان جو جنگ کی حالت میں خارجیوں کے ساتھ موجود تھا اسے حضرت علیؑ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ بقیہ سامان غلام اور باندیوں کو جب ان کے رشتہ دار حضرت علیؑ کے پاس آئے انھیں واپس کر دیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے مقتولین کو دفن کیا۔

مسلمانوں کی جنگ سے پہلو تہی

جب حضرت علیؑ جنگ نہروان سے فارغ ہو چکے تو آپ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر لوگوں سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر بہت احسان فرمایا اور تمہاری امداد کی۔ اس لیے اب تم شامی دشمنوں کے مقابلہ پر چلو وہ کہنے لگے۔ اے امیر المومنینؑ ہمارے پاس تیر ختم ہو چکے، تلواریں کند ہو گئیں، اور نیزوں کی سنانیں مڑ گئیں۔ اور ہم میں سے اکثر لوگ زخمی ہیں۔ اس لیے آپ شہر واپس چلئے تاکہ ہم دوبارہ اچھی طرح تیاری کر لیں۔ اور اے امیر المومنینؑ شاید ہماری تعداد میں اور اضافہ ہو جائے اور ہم میں سے جو لوگ ہلاک ہوئے ہیں ان کی کمی پوری ہو جائے (حالانکہ اس جنگ میں صرف سات آدمی مارے گئے تھے) اگر ایسا ہوا تو یہ چیز ہمارے لیے ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ تقویت کا باعث ہو گی۔ یہ گفتگو اشعث بن قیس نے کی تھی۔ حضرت علیؑ واپس چلے اور نخیلہ میں قیام فرمایا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب لوگ لشکرگاہ میں رہیں اور جہاد کے لیے تیار رہیں۔ عورتوں اور بچوں کے پاس کم آئیں جائیں تاوقتیکہ ہم دشمن کے مقابلہ پر نہ جائیں۔ ان لوگوں نے چند روز لشکرگاہ میں قیام کیا، پھر آہستہ آہستہ کھسکنا شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ چند رؤسا کے علاوہ سب لشکرگاہ خالی چھوڑ کر چلے گئے۔ جب حضرت علیؑ نے یہ حال دیکھا تو کوفہ واپس چلے آئے اور شامیوں پر حملہ کی رائے مجبوراً ملتوی کرنا پڑی۔

خوارج کے بارے میں حضورؐ کی پیشین گوئی

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ واقعہ نہروان سے پہلے

ہم سے بسا اوقات بیان کیا کرتے تھے کہ ایک قوم ہوگی جو اسلام اور دین سے اِس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت ایک شخص ہوگا جس کا ایک ہاتھ بے کار ہوگا۔

حضرت علی اور خارجیوں کے درمیان جنگ ۳۸ھ میں ہوئی۔

باب ۱۸

مصر میں محمد بن ابوبکر کی شہادت

حضرت علیؑ کو جب معلوم ہوا کہ اہلِ مصر محمدؓ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اور انھیں اس پر اعتماد نہیں رہا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ مصر کی حکومت کے لیے دو ہی شخص لائق ہیں۔ ایک تو قیس بن سعد اور دوسرے مالک بن حارث اشتر۔

مالک اشتر کے نام حضرت علیؑ کا خط

حضرت علیؑ نے مالک اشترؓ کو خط لکھا جبکہ مالک نصیبین میں مقیم تھے۔

امابعد! تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے ذریعہ میں اقامتِ دین کی خدمت انجام دیتا ہوں، اور گنہ گاروں کی نخوت کا قلع قمع کرتا ہوں۔ اور تم جیسے شخص کے ذریعہ میں خوفناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ میں نے محمدؓ کو مصر کا گورنر بنایا تھا۔ اس کے خلاف باغیوں نے بغاوت کر دی ہے۔ ابھی وہ ایک نوجوان لڑکا ہے۔ جسے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں۔ اور نہ ہی دوسرے امور کا اسے تجربہ ہے۔ تم میرے پاس چلے آؤ، تاکہ مصر کے معاملہ میں مناسب طور پر غور کر سکیں اور اپنی جگہ پر اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایسے شخص کو چھوڑ آؤ جس پر تمہیں اعتماد ہو، اور جو تمہارے ساتھیوں کے ساتھ بہتر سلوک کر سکے۔

مالک اشتر کی مصر کو روانگی اور شہادت

مالک اشتر حضرت علیؑ کے پاس پہنچے آپ نے ان سے مصر کی حالت بیان

کی اور فرمایا تم مصر چلے جاؤ تمہیں کسی نصیحت کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ مجھے تمہاری رائے پر بھروسہ ہے۔ اہم امور میں اللہ سے مدد طلب کرنا۔ اشتر نے واپس آ کر مصر جانے کی تیاری کی۔ معاویہ کو اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ حضرت علیؑ نے اشتر کو مصر کی حکومت دے دی ہے۔ معاویہ چونکہ مصر پر نگاہیں لگائے ہوئے تھا اس لیے اسے مالک اشتر کی امارت بہت شاق گذری اسے معلوم تھا کہ اگر اشتر مصر پہنچ گئے تو وہ محمدؓ سے زیادہ سخت ثابت ہونگے۔ معاویہ نے ذمیوں میں سے ایک شخص جالیستار نامی کو کہلا بھیجا جو افسر خراج تھا کہ اشتر کو مصر کی حکومت سونپی گئی ہے۔ اگر تو اس کا کام تمام کر دے تو جب تک زندہ رہے گا تجھ سے خراج نہیں لوں گا۔ جہاں تک ممکن ہو تو اسے کسی حیلہ سے ختم کر دے۔ یہ پیغام سُن کر یہ افسر خراج بحیرہ قلزم پر آیا۔ اور وہاں قیام کیا۔ ادھر اشتر عراق سے مصر کی جانب چلے۔ جب بحیرہ قلزم پر پہنچے تو اس افسر خراج نے ان کا استقبال کیا اور کہا آپ کے ٹھہرنے کے لیے یہ مکان اور کھانا و چارہ سب کچھ حاضر ہے۔ میں ایک ذمی شخص ہوں اشتر نے اس کے یہاں قیام کیا۔ وہ دہقان اشتر کی سواری کے لیے چارہ اور اشتر کے لیے کھانا لایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ شہد کا شربت لے کر آیا جس میں اُس نے زہر ملا رکھا تھا۔ وہ گلاس اشتر کو پینے کے لیے دیا۔ اشتر نے وہ شربت پیا تو پیتے ہی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔

معاویہ شامیوں سے کہا کرتا تھا کہ علیؑ نے اشتر کو مصر روانہ کیا ہے۔ تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں اس سے بچائے۔ لہٰذا شامی روزانہ ان کے لیے بددعا کرتے تھے۔ چند دنوں کے بعد جس شخص نے اشتر کو زہر دیا تھا وہ معاویہ کے پاس آیا اور اسے اشتر کی شہادت کی خبر سنائی معاویہ نے اس خوشی میں لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور حمد و ثنا کے بعد کہا۔ علیؑ کے دو داہنے ہاتھ تھے۔ ان میں سے ایک صفین کے روز کاٹ دیا گیا یعنی عمار یاسر اور دوسرا آج کاٹ دیا گیا ہے یعنی اشتر۔

مصریوں کے نام حضرت علیؑ کا خط

مالک اشترؓ کے غلام سے منقول ہے کہ جب اشتر شہید ہو گئے تو ان کے سامان میں سے حضرت علیؑ کا ایک خط ملا جو مصریوں کے نام تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے امیر المومنین علیؑ کی جانب سے مسلمانوں کی اس جماعت کے نام جو اللہ کے لیے غضبناک ہوئی جبکہ زمین میں اللہ کی نافرمانی کی گئی۔ اور نیک و بد ہر قسم کے لوگوں پر ظلم کو عام کیا گیا۔ اب ایسا کوئی حق باقی نہیں رہا کہ جس کے ذریعہ آرام حاصل کیا جائے اور منکرات کا یہ حال ہے کہ ان سے قطعاً روکا نہیں جاتا تم پر سلام ہو میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تم پر

سلام ہو۔ میں تمہارے پاس اللہ کے بندوں میں سے ایک ایسا بندہ بھیج رہا ہوں۔ جو خوف کے زمانہ میں راتوں کو قطعاً نہیں سوتا اور جو دشمنوں سے قطعاً نہیں گھبراتا۔ جو کفار کے لیے آگ کی جلن سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور وہ مذحج کا بھائی مالک بن حارث ہے۔ اس کی بات سنو، اور اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ نہ تو اس کی مار کمزور ہے، اور نہ اس کی دھار کند ہے۔ اگر وہ تمہیں آگے بڑھنے کا حکم دے تو تم آگے بڑھو اور پیچھے ہٹنے کا حکم دے، تو پیچھے ہٹو۔ کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھتا ہے، اور نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ میں نے تمہاری بھلائی کے لیے تمہارے پاس اسے بھیج کر تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے اور تمہارے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے ایک سخت جان کو روانہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کے ذریعہ ہر برائی سے محفوظ رکھے، اور تمہیں ایمان و یقین پر ثابت قدم قرار دے۔ والسلام

فتح مصر کے لیے معاویہ کی کوششیں

جب شامی مقام صفین سے لوٹے، تو پہلے تو وہ منتظر رہے کہ حکمین کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ جب حکمین اپنا اختلافی فیصلہ سنا کر واپس ہو گئے، تو اہل شام نے خلافت معاویہ کی بیعت کر لی جس سے اس کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ اس کی نگاہ میں مصر سے زیادہ کسی ملک کی حیثیت نہیں تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ مصر پر غالب آگیا تو حضرت علیؑ پر غلبہ حاصل کرنا آسان ہو گا کیونکہ مصر کا خراج اور اس کی آمدنی بہت زیادہ ہے۔

عمرو عاص کی مصر روانگی

معاویہ نے عمرو عاص کے ساتھ چھ ہزار لشکر روانہ کیا اور اسے رخصت کرنے کے لیے دور تک ساتھ گیا جب وہ مصر کے قریب پہنچ گیا تو مصر میں عثمان کے جتنے بھی حامی تھے۔ وہ سب کے سب اس کے پاس جمع ہو گئے۔

فریقین میں جنگ

عمرو عاص لشکر لے کر آگے بڑھا اور اس نے مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو محمد بن ابوبکر رضؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آخر میں ان سے کہا کہ تم فوراً کنانہ بن بشر کے ساتھ ان کے مقابلہ پر جاؤ، اللہ تم پر رحم کرے۔ بشر بن کنانہ کے ساتھ دو ہزار کا لشکر جنگ کے لیے نکلا، اور محمد رضؓ بھی دو ہزار کا لشکر لے کر نکلے۔ عمرو عاص کنانہ کے مقابلہ پر آیا۔ اور کنانہ محمد رضؓ کے مقدمۃ الجیش (ہراول دستہ) پر مامور تھا۔ عمرو نے اپنی فوج کو کئی دستوں میں تقسیم کیا۔ لیکن ان کا جو دستہ کنانہ کے مقابلہ میں آتا۔ کنانہ اس پر اتنا سخت حملہ کرتا کہ

اسے پیچھے دھکیلتا ہوا عمرو تک پہنچا دیتا۔ عمرو نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو معاویہ بن خدیج کو طلب کیا وہ اپنا لشکر لے کر آیا جو کثرت کے باعث سیاہ آندھی کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے کنانہ اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا، اور شامیوں نے بھی ہر طرف سے ان پر حملے شروع کر دیئے۔ جب کنانہ نے دیکھا کہ ہم گھر چکے ہیں، تو گھوڑے سے نیچے اترا اور اس کے ساتھی بھی اُتر پڑے کنانہ اس وقت یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ (ترجمہ آیت) کسی نفس میں یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے۔ وہ بھی وقتِ مُعینہ پر اور جو شخص دُنیا کا اجر چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا اجر دیتے ہیں۔ اور عنقریب شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دیں گے۔ کنانہ بہت دیر تک مُخالفین سے جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ جب کنانہ شہید ہو گئے تو عمرو عاص لشکر لے کر محمّد بن ابی بکر کی جانب بڑھا۔ لیکن محمدؓ کے ساتھیوں کو کنانہ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ سب ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہُوئے۔ اور محمدؓ یکہ وتنہا رہ گئے تو وہ نکل کر راستہ چلنے لگے یہاں تک کہ وہ سڑک کی ایک نکڑ پر ایک ویران مکان تک پہنچے تو اس میں پناہ لی معاویہ بن خدیج نے چاروں طرف انہیں تلاش کیا۔ حتیٰ کہ بازار میں کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا اور ان سے سوال کیا۔ کیا تمہارے سامنے سے کوئی ایسا شخص گزرا ہے جسے تم نہ پہچانتے ہو۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا نہیں خدا کی قسم یہاں سے تو کوئی شخص نہیں گزرا۔ مگر ہاں میں اس ویرانے میں اندر گیا تھا تو اس میں ایک شخص بیٹھا ہُوا دیکھا۔ اس پر ابنِ خدیج نے کہا۔ ربِّ کعبہ کی قسم یہ وہی شخص ہے۔ یہ لوگ اس کی تلاش میں چلے اور اس ٹوٹے ہُوئے مکان میں پہنچے، اور وہاں سے محمّدؓ کو پکڑ کر لائے۔ وہ سخت پیاسے تھے۔ یہ لوگ انھیں پکڑ کر فسطاط لے کر آئے۔

محمّد بن ابی بکرؓ کی شہادت

محمدؓ نے لوگوں سے کہا مجھے پانی پلا دو۔ معاویہ نے کہا، اللہ تعالیٰ مجھے کبھی پانی کا ایک قطرہ نہ پلائے اگر میں تجھے پانی پلاؤں۔ خدا کی قسم اے ابوبکر کے بیٹے میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تجھے اللہ کھولتا ہُوا پانی اور جہنمیوں کی پیپ پلائے۔ محمّدؓ نے جواب دیا۔ اے جُلاہن یہودیہ کے بچے تیری یہ آرزو ہرگز پوری نہ ہوگی۔ یہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اپنے دوستوں کو پانی پلائے گا اور اپنے دشمنوں کو پیاسا مارے گا۔ مثلاً تو اور تجھ جیسے اشخاص اور جو عثمان سے محبت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم سے میں یہ بات نہ سنتا۔ معاویہ بن خدیج نے کہا کیا تو جانتا ہے کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہوں، تجھے گدھے کی کھال میں لپیٹوں گا۔ پھر اسے آگ میں جلاؤں گا۔

محمدؓ نے جواب دیا اگر تم میرے ساتھ یہ سلوک کرو گے تو ہمیشہ اللہ کے دوستوں کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا آیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جو آگ تو میرے لیے جلائے گا۔ اللہ اسے میرے لیے ٹھنڈی کر دے گا اور اسے سلامتی کا ذریعہ بنا دے گا جیسا کہ اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ اور اس آگ کو تجھ پر اور تیرے دوستوں پر اس طرح دہکا دے گا۔ جیسا کہ نمرود اور اس کے ساتھیوں پر دہکائی تھی اللہ تجھے بھی آگ میں جلائے گا۔ اور جس کا ابھی تو نے ذکر کیا یعنی عثمان اور تیرے امیر معاویہ کو بھی آگ میں جلائے گا، اور اسے بھی اور اس سے اشارہ کیا عمرو عاص کی طرف۔ تمہیں ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جو تم پر ہر وقت بھڑکتی رہے گی اور جب بھی ہلکی ہوگی تو اللہ اسے بھڑکا دے گا۔ معاویہ نے کہا تو میں تجھے عثمان کے قصاص میں قتل کر رہا ہوں۔ محمدؓ نے جواب دیا تیرا عثمان سے کیا تعلق۔ عثمان نے ظلم کیا اور قرآن کے حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ) اور جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں ہم نے اسے اس جرم کی سزا دی اور اسے قتل کر دیا تو اور تجھ جیسے اشخاص جو اس کی تعریف کرتے ہیں تو انشاء اللہ اللہ نے ہمیں تو اس کے گناہ سے بری رکھا ہے اور تو اس کے گناہ میں اس کا شریک ہے۔ اور تیرا انجام بھی اللہ وہی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے معاویہ کو غصہ آگیا، اور اس نے آگے بڑھ کر محمدؓ کو شہید کر دیا پھر اسے گدھے کی کھال میں لپیٹ کر جلا دیا۔

حضرت عائشہ کی بددعا

جب حضرت عائشہ کو محمدؓ کے اس طرح شہید ہونے کی خبر پہنچی تو انھیں اس کا بہت افسوس ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بی بی عائشہ ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمرو عاص کے لیے بددعا کرتی تھیں۔

محمدؓ کی شہادت پر شام میں خوشی کے شادیانے

حضرت علیؑ کے پاس حجاج بن غزیہ انصاری مصر سے آیا اور اسی وقت عبد الرحمٰن فزاری بھی آیا جو شام میں حضرت علیؑ کا جاسوس تھا۔ انصاری محمد بن ابوبکر کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اس نے مصر میں جو حالات دیکھے تھے بیان کئے، اور محمد کی شہادت کا ذکر کیا اور فزاری نے یہ بتایا کہ اس کے شام سے چلنے سے پہلے عمرو عاص کی طرف سے پے در پے فتح مصر کی خوش خبریاں آئی تھیں، اور آخر میں محمدؓ کی شہادت کی خبر آئی، کہ ان کی شہادت کا اعلان منبر پر کیا گیا۔ فزاری نے بیان کیا۔ اے امیر المومنینؑ میں نے کبھی قوم کو آج تک

اتنا خوش نہیں دیکھا جتنی خوشی محمدؓ کی شہادت سے شامیوں کو حاصل ہوئی۔

محمدؓ کی شہادت پر حضرت علیؑ کا رنج و غم

حضرت علیؑ نے فرمایا ہمیں اس کی شہادت پر اتنا ہی غم ہے جتنی شامیوں کو اس کی خوشی ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ کو محمدؓ کی شہادت کا اتنا دکھ ہوا کہ اس کے آثار آپؑ کے چہرے پر صاف نظر آتے تھے۔ اور آپؑ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا اور رسول اللہؐ پر درود کے بعد فرمایا۔ خبردار مصر کو فاجروں اور صاحبانِ ظلم و جور نے چھین لیا ہے جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے اور اسلام میں خدا کی نافرمانی کر کے ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔ خبردار محمد بن ابوبکر خدا اس پر رحم کرے شہید کر دیئے گئے۔ ہم اس کی شہادت پر اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں (اس کے بعد آپؑ نے محمدؓ کی مدد کے لیے آپ کے لوگوں کو اکسانے اور ان کے سستی کرنے کو بیان کیا) پھر آپؑ نے عبداللہ بن عباس کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ امابعد مصر فتح ہو گیا، اور محمد بن ابی بکر شہید کر دیئے گئے۔ ہم اللہ کے پاس اسے اجر کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اور اپنے لیے نیک اجر کا ذخیرہ خیال کرتے ہیں۔ الخ (ابن عباس نے خط کا جواب دیا جس میں یہ بھی تحریر تھا۔ آپؑ نے خط میں مصر کے فتح ہونے اور محمد بن ابوبکر کے شہید ہونے کی خبر دی ہے تو ہر حال میں اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اللہ محمدؓ پر رحم کرے اور اے امیرالمومنینؑ آپکو اس کا اجر دے۔

باب ۲۵

حضرت علیؑ کی شہادت اور اس کا سبب

اسی سال ۴۰ھ میں حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی۔ اسمٰعیل بن راشد کا بیان ہے کہ ابن ملجم برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی نے ایک جگہ جمع ہو کر معاملات پر غور و فکر کیا اور ان تینوں نے حکام کے طرزِ عمل پر نکتہ چینی کی۔ اس کے بعد نہروان کے لوگوں (خارجیوں) کا ذکر کیا اور ان کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کی، اور کہنے لگے ہم ان لوگوں کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ لوگ ایسے بھائی تھے کہ جو لوگوں کو پروردگار کی طرف دعوت دیتے۔ اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہم اپنی جانوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دیں، اور ان گمراہ اماموں کے پاس جائیں اور ان کے قتل کی کوشش کریں۔ اس طرح تمام علاقہ کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا مل جائے گا اور ہم اپنے بھائیوں کا انتقام بھی لے لیں گے۔ اس پر ابن ملجم نے کہا۔ علی ابن ابی طالبؑ سے تمہیں میں چھٹکارا دلاؤں گا۔ یہ ابن ملجم مصر کا باشندہ تھا۔ برک بن عبداللہ نے معاویہ کے قتل کا ذمہ لیا اور عمرو بن بکر نے عمرو عاص کے قتل کا ان تینوں نے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر باہم معاہدہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک نے جس شخص کے قتل کا ذمہ لیا ہے وہ اپنے عہد سے پیچھے نہ ہٹے گا یا تو اس شخص کو قتل کر دے گا یا خود قتل ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے اپنی تلواروں کو زہر میں بجھایا۔ اور ان تینوں کے قتل کے لیے سترہ ۱۷ رمضان متعین کی گئی۔ اور اس کے بعد یہ تینوں ان تینوں کے قتل کے لیے روانہ ہو گئے۔

مہر میں حضرت علیؑ کا سر

ابن ملجم کا شمار بنی کندہ میں ہوتا تھا۔ یہ شخص کوفہ پہنچا، اور وہاں اپنے ہم قوم اور دوست واحباب سے ملا، لیکن اس راز کو اس نے اپنے سینہ میں چھپائے رکھا۔ اور اپنی قوم اور دوستوں سے بھی اس کا کہیں ذکر نہیں کیا تاکہ کہیں راز پہلے سے فاش نہ ہو جائے۔ ایک دن اس نے بنو تیم الرباب کے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے اپنے مقتولوں کا ذکر کر رہے ہیں جو حضرت علیؑ نے جنگ نہروان میں ان کے دس افراد قتل کیے تھے۔ اسی دن ابن ملجم تیم الرباب کی ایک عورت سے ملا جس کا نام قطام بنت شجنہ تھا۔ حضرت علیؑ نے جنگِ نہروان میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہ عورت حسن وجمال میں یگانہ روزگار تھی۔ ابنِ ملجم نے جب اسے دیکھا تو اپنی عقل کھو بیٹھا اور جس کام کے لیے آیا تھا وہ بھی بھول گیا۔ اور اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ قطامہ نے جواب دیا میں اس وقت تک تجھ سے شادی نہیں کر سکتی جب تک تو میرے کلیجے کی آگ نہ بجھا دے۔ ابن ملجم نے کہا وہ کیسے بجھ سکتی ہے۔ قطام نے کہا تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک کنیز اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کا قتل۔ ابنِ ملجم نے کہا کیا یہ تیرا مہر ہوگا۔ کیونکہ تو نے علیؑ کے قتل کا بلاوجہ ذکر نہیں کیا۔ قطام نے کہا ہاں یہ میرا مہر ہوگا۔ میں علیؑ کا سر چاہتی ہوں اگر تو نے ایسا کیا تو تو اپنا اور میرا دونوں کا دل ٹھنڈا کرے گا اور عیش سے زندگی گزارے گا۔ اور اگر تو قتل ہو گیا تو اللہ کے پاس جو اجر ہے وہ دنیا اور اس کی زینت سے کہیں بہتر ہے۔ ابن ملجم نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس شہر میں علیؑ کے قتل ہی کے لیے آیا ہوں۔ میں تیری ہر خواہش پوری کروں گا۔ قطام نے کہا میں یہ چاہتی ہوں کہ تیرے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جو تیری پشت پناہی اور مدد کر سکے اس کے بعد قطامہ نے اپنی قوم تیم الرباب کے ایک شخص کو جس کا نام وردان تھا طلب کیا اِس کے سامنے یہ منصوبہ رکھا جسے اس نے قبول کیا۔ اس کے بعد ابنِ ملجم بنو اشجع کے ایک شخص کے پاس گیا جس کا نام شبیب بن بجرہ تھا اور اس سے کہا کیا تو دُنیا اور آخرت کی عزّت وکرامت چاہتا ہے۔ شبیب نے کہا وہ کس طرح ابن ملجم نے کہا وہ عزت وشرافت علیؑ کو قتل کر کے مل سکتی ہے۔ شبیب نے کہا تیری ماں تجھے روئے۔ تو نے بہت ہی بُری بات زبان سے نکالی ہے تو علیؑ پر کیسے قابو پا سکتا ہے۔ ابن ملجم نے کہا میں مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا۔ جس وقت علیؑ صبح کی نماز کے لیے نکلے گا۔ ہم اس پر حملہ کر کے اِسے قتل کر دیں گے۔ اِس کے بعد اگر ہم بچ گئے تو ہمارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ اور ہم اپنے مقتولین کا بدلہ بھی لے لیں گے اور

اگر ہم قتل ہو جائیں گے تو اللہ کے پاس ہمارے لیے جو اجر ہے وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے شبیب نے کہا وائے ہو تجھ پر اگر علیؑ کے علاوہ کوئی اور شخص تیرا نشانہ ہوتا تو مجھے اتنا شاق نہ گزرتا۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ علیؑ نے اسلام کی خاطر کتنے مصائب برداشت کیے۔ اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ نبی کریمؐ کا ساتھ دینے میں انہوں نے سبقت کی ہے۔ میرا دل ان کے قتل پر مطمئن نہیں۔ ابن ملجم نے کہا تو یہ بات تو جانتا ہے کہ علیؑ نے اہل نہروان کو قتل کیا ہے۔ اور یہ سب نیک بندے تھے۔ شبیب نے کہا کیوں نہیں۔ ابن ملجم بولا تو ہم ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ اس بات پر شبیب نے بھی ابن ملجم کی حمایت کا وعدہ کیا۔ یہ سب مل کر قطامہ کے پاس پہنچے۔ وہ جامع مسجد میں اعتکاف میں بیٹھی تھی۔ ان سب نے اس سے جا کر کہا ہم نے علیؑ کے قتل پر اتفاق کر لیا ہے۔ قطامہ نے کہا جس روز تم قتل کرنا چاہو اس دن میرے پاس آنا۔ جب اس جمعہ کی شب آئی جس کی صبح کو ۴۰ھ حضرت علیؑ کو شہید کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ ابن ملجم قطامہ کے پاس آیا، اور کہا کہ یہی وہ رات ہے جس کی صبح کو ہم لوگوں نے اپنے اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا عہد کیا تھا۔ اس کے بعد قطامہ نے ریشم کی پٹیاں منگوائیں اور ان کے سینوں پر باندھ دیں۔ ان لعینوں نے اپنی اپنی تلواریں لیں اور اس چوکھٹ کے قریب بیٹھ گئے۔ جہاں سے حضرت علیؑ نماز کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حضرت علیؑ صبح کے وقت نماز کے لیے نکلے تو شبیب نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جو دروازے کی چوکھٹ یا طاق پر پڑا۔ لیکن ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر تلوار کیا (سنی شیعہ روایات میں ہے کہ ابن ملجم لعین نے نماز کی حالت میں آپ کو شہید کیا) اور وردان بھاگ کر اپنے گھر میں گھس گیا اسی کے باپ کی اولاد میں سے ایک شخص اس کے گھر اچانک پہنچ گیا۔ وردان اپنے سینہ سے ریشم کی پٹی اتار رہا تھا۔ اس نے سوال کیا یہ تلوار اور ریشم کی پٹی کیسی ہے۔ وردان نے اسے تمام واقعہ بیان کیا تو وہ شخص اپنے گھر گیا اور تلوار لے کر آیا اور وردان کو قتل کر دیا۔ اور شبیب اندھیرے میں بنو کندہ کے گھروں کی طرف چلا گیا۔ لوگ اس کے پیچھے چلائے۔ راستے میں اسے حضر موت کا ایک شخص ملا جس کا نام عویمر تھا۔ جب اس نے شبیب کے ہاتھ میں تلوار دیکھی، تو اسے پکڑ لیا اور شبیب کو نیچے گرا لیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ لوگ ادھر اس کی تلاش میں دوڑے ہوئے آرہے ہیں اور شبیب کی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے تو حضرمی کو اپنی جان کا خوف پیدا ہوا۔ اس نے شبیب کو چھوڑ دیا، اور شبیب لوگوں کے ساتھ شامل ہو کر جان بچا کر نکل گیا

البتہ ابن ملجم کو لوگوں نے گھیر کر پکڑ لیا۔ اور ہمدان کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابوادماء تھی اپنی تلوار نکال کر ابن ملجم کے پاؤں پر ماری اور اس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔

محمد بن حنفیہ کا بیان

محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت علیؑ کو زخمی کیا گیا میں اس رات جامع مسجد میں تمام رات نماز میں مشغول رہا اور شہر کے دوسرے لوگ بھی چوکھٹ کے قریب نماز میں مشغول رہے۔ ان لوگوں نے تمام رات قیام و رکوع اور سجدوں میں گذاری اور شروع رات سے آخر رات تک نہیں سوئے۔ جب صبح کے وقت حضرت علیؑ نماز کے لیے نکلے تو لوگوں کو آواز دی۔ نماز نماز یعنی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت علیؑ نے یہ کلمات چوکھٹ سے نکل کر کہے تھے یا چوکھٹ کے اندر کہے تھے۔ ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ میں نے ایک چمک دیکھی۔ اور میں نے یہ الفاظ سنے اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں اور حکم کا اے علیؑ نہ تجھے اختیار ہے، اور نہ تیرے ساتھیوں کو میں نے ایک تلوار دیکھی۔ پھر دوسری تلوار دیکھی۔ پھر حضرت علیؑ کو یہ کہتے سنا کہ تم سے یہ شخص بچ کر نہ نکل جائے۔ اور لوگ اس پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا اور حضرت علیؑ کے روبرو پیش کیا گیا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ حضرت علیؑ فرما رہے تھے۔ جان کے بدلے جان۔ اگر میں مر جاؤں تو تم بھی اسے اسی طرح قتل کر دینا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں زندہ رہا تو اس کے بارے میں خود فیصلہ کروں گا۔

تلوار کا اثر

راوی کہتا ہے کہ لوگ گھبرائے ہوئے حضرت حسنؑ کے پاس پہنچے اور یہ اس وقت ہوا جبکہ ابن ملجم کو باندھ کر لوگوں نے ان کے سامنے پیش کیا تو حضرت ام کلثوم بنت علیؑ نے روتے ہوئے ابن ملجم سے فرمایا۔ اے اللہ کے دشمن میرے والد پر کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تجھے رسوا کرے گا۔ ابن ملجم نے کہا تو پھر تم کس پر رو رہی ہو۔ خدا کی قسم میں نے اس تلوار کو ہزار میں خریدا تھا اور ہزار میں زہر دی ہے۔ اگر یہ ضرب تمام شہر والوں پر بھی پڑ جاتی تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔

آنحضرتؑ کی حسنینؑ کو نصیحت

آپ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلا کر فرمایا میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور یہ کہ تم دونوں ہرگز دنیا کو نہ چاہنا۔ اگرچہ دنیا تمہیں چاہے۔ اور دنیا کی جو چیز تم سے دور کر دی جائے۔ اس پر گریہ نہ کرنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ پریشان کی مدد کرنا۔ آخرت کی تیاری میں مصروف

رہنا۔ ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا۔ اور کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنا۔ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ گھبرانا۔ پھر محمد بن حنفیہ کی جانب دیکھ کر فرمایا میں نے تیرے بھائیوں کو جو وصیت کی ہے تو نے اسے سُنکر محفوظ کر لیا ہے۔ محمد نے عرض کیا۔ جی ہاں آپ نے محمدؒ سے مُخاطب ہو کر فرمایا۔ میں تجھے بھی وصیت کرتا ہوں جو تیرے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ میں تجھے وصیت کرتا ہُوں کہ اپنے بھائیوں کی عزت و توقیر کرنا۔ اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو ان کا تیرے ذمہ ہے۔ ان دونوں کے حکم کی پیروی کرنا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔

اس کے بعد حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے فرمایا میں تم دونوں کو بھی محمدؒ کے ساتھ حُسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

آپؑ کی وصیت

جب وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے جو علیؑ ابن ابی طالب نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسُول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ خواہ یہ بات مشرکین کو بُری ہی کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ کے لیے ہے۔ جو عالمین کا ربّ ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں سر تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہوں۔ اے حسنؑ میں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے اور اس بات کی کہ تم صرف اسلام پر جان دینا۔ تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم متفرق نہ ہو جانا۔ کیونکہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے۔ باہم ایک دُوسرے سے تعلق رکھنا اور صلاح و درستی کے ساتھ رہنا عام (نوافل) نماز روزوں سے افضل ہے۔ تم اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ رہنا اس سے اللہ تم پر حساب کو نرم کر دے گا۔ یتیموں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا نہ تو انھیں اتنا موقع دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ڈرو

کیونکہ وہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وصیت ہیں۔ آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں حضور پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرو کہیں قرآن پر عمل کرنے میں تمہارے اغیار تم سے سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے معاملہ میں بھی اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ تم اپنے پروردگار کے گھر کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اور جب تک زندہ رہو اس کو خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اگر اسے خالی چھوڑ دیا گیا تو مخلوق پر اللہ کی نظرِ رحمت نہیں رہے گی۔ اور جہاد کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو،

، اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ غضب خدا کو بجھا دیتی ہے۔ اور اپنے نبی کی ذمہ داری کے لیے اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو (یعنی کافر ذمی کے متعلق) تمہاری موجودگی میں ان پر ظلم نہ ہونے پائے۔ اپنے نبیؐ کے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقراء اور مساکین کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو۔ انہیں اپنی روزیوں اور کھانے میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ نماز ادا کرو

۔ دین کے معاملہ میں ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرو۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے گا۔ اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا، تو اللہ تمہاری کفایت کرے گا۔ لوگوں سے اچھی بات کہو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو اگر تم اس کو ترک کر دو گے تو اللہ تم پر بُرے لوگوں کو حاکم بنا دے گا۔ پھر تم دُعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہو گی۔ صلہ رحمی کرو اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ پشت دکھانے قطع رحمی کرنے اور تفرقہ اندازی سے احتراز کرو۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملہ میں ایک دُوسرے سے اعانت کرو اور اللہ سے ڈرو۔ نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ سخت عذاب والا ہے اے اہلِ بیت اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہارے بارے میں تمہارے نبی کی حفاظت کرے میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔ پھر آپ لاالٰہ الااللہ پڑھنے میں مشغول رہے۔ یہانتک کہ طائر رُوح عالمِ بالا کو پرواز کر گیا۔ آپ کی شہادت ماہِ رمضان ۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ کو آپ کے بیٹوں حسنؑ و حسینؑ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے غسل دیا تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا۔ امام حسنؑ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور نماز میں نو تکبیریں کہیں۔ پھر چھ ماہ تک تختِ خلافت پر متمکن رہے۔

قاتل کے بارے میں آپؑ کی وصیت

حضرت علیؑ نے حضرت حسنؑ کو قاتل کا مُثلہ (اس کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹنا) کرنے سے منع فرمایا۔ پھر فرمایا اے اولادِ عبدالمطلب کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کا خون نہ بہانا اور یہ نہ کہتے پھرنا کہ امیرالمومنینؑ قتل کر دیئے گئے۔ سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا۔ اے حسنؑ اگر میں اس کے وار سے مرجاؤں تو تم بھی قاتل کو ایک ہی وار سے ختم کرنا۔ کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک ہی وار ہے۔ اور اس شخص کا مثلہ نہ کرنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے احتراز کرو۔ خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔

قاتل کا انجام

امام حسنؑ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ پھر لوگ اس کی لاش سے چپٹ گئے، اور اس کی بوٹیاں کر کے اسے آگ میں ڈال دیا۔

حضرت علیؑ کی شہادت پر بی بی عائشہ کی خوشی

بی بی عائشہ کو جب حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا (شعر کا ترجمہ) اس نے اپنی لاٹھی رکھ دی اور جُدائی کو قرار مل گیا جس طرح مسافر کی آنکھیں سفر کی واپسی سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد سوال کیا کہ انھیں کس نے قتل کیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ بنو مراد کے ایک شخص نے اس پر انہوں نے دُوسرا شعر پڑھا (ترجمہ شعر) وہ دور تھا اس کی موت کی خبر ایک لڑکا لے آیا۔ خبر دینے والے کے منہ میں مٹی نہ پڑے۔ اس پر زینب بنتِ ابی سلمہ نے کہا۔ آپ علیؑ کے بارے میں یہ کہہ رہی ہیں۔ تو بی بی عائشہ نے کہا۔ میں بھول جایا کرتی ہوں۔ جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلادیا کرو۔

ابوالاسود دُئلی کا مرثیہ

(اشعار کا ترجمہ) معاویہ بن حرب کو یہ خبر پہنچا دو۔ خُدا کرے خوش ہونے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں۔ کیا تُو نے ہمیں روزوں کے مہینہ میں مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ اُس شخص کے ذریعہ جو تمام لوگوں سے بہتر تھا۔ جتنے لوگ سواریوں اور کشتیوں پر سوار ہُوئے ان میں سب سے بہتر شخص کو تم نے قتل کر دیا ہے۔ اور ان سے بہتر جو جوتا پہن کر یا ننگے پاؤں چلتے، اور جو مثانی (سورۂ فاتحہ) اور مئین کی تلاوت کرتے ہیں۔ جب تیرے سامنے ابوحسینؑ کا چہرہ آیا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چودھویں کا چاند ہے جو دیکھنے والوں کو لبھا رہا ہے۔ قریش یہ خوب جانتے ہیں (اے علیؑ) کہ تو حسبؔ نسب میں سب سے بہتر ہیں۔ (یہ اشعار قابلِ غور ہیں)

حضرت علیؑ کی عمر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ تریسٹھ سال کی عمر میں شہید کیے گئے (مؤلف کتاب کہتا ہے) کہ یہی سب سے زیادہ ہے۔ ہشام کا قول ہے جب حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو ان کی عمر اٹھاون سال کچھ ماہ تھی اور تین ماہ کم پانچ سال تک ان کی خلافت رہی۔ پھر انھیں ابن ملجم نے شہید کیا جس کا نام عبد الرحمٰن بن عمرو تھا۔ چار سال نو ماہ آپ نے خلافت (ظاہری) کی اور ۴۰ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

حلیہ مبارک

اسحٰق نے ابو جعفر محمد بن علی (امام باقرؑ) سے سوال کیا حضرت علیؑ کا حلیہ کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا درمیانہ قد، رنگ زیادہ گندم گوں۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ پیٹ کچھ بڑا۔ خود پہننے کی وجہ سے زیادہ تر سر کے بال گر چکے تھے (داڑھی چوڑی تھی اور سر و داڑھی کے بال سپید ہو گئے تھے۔

نسب و خاندان

آپؑ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب تھا۔ آپ کے والد ابو طالب عبد مناف تھے، جو عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔

ازواج و اولاد

۱: سب سے پہلے آپؑ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ سے شادی فرمائی۔ اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی حضرت علیؑ کے یہاں حضرت فاطمہؑ سے حسنؑ وحسینؑ اور ایک لڑکا جس کا نام محسن تھا پیدا ہوئے۔ محسنؑ کا کم عمری میں ہی انتقال ہو گیا تھا (قابل غور ہے) دو صاحبزادیاں یعنی زینب کبریٰ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۲: حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کے بعد ام البنین بنت حزام سے شادی فرمائی۔ ان سے حضرت علیؑ کے یہاں حضرت عباس حبعفر عبد اللہ اور عثمان پیدا ہوئے۔ جناب عباس کے علاوہ کسی کی نسل نہیں چلی۔ یہ سب بھائی حضرت حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

۳: ایک شادی لیلیٰ بنت مسعود سے کی جس سے دو لڑکے ہوئے جو حضرت حسینؑ کے ساتھ طف میں شہید ہوئے۔

۴: ایک شادی اسماء بنت عمیس سے فرمائی۔ ان سے یحییٰ اور محمد اصغر یا یحییٰ اور عون پیدا ہوئے محمد اصغر حضرت حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے

۵: ایک زوجہ صہبا تھیں جن کی کنیت ام حبیب ہے۔ ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئے۔

۶ : امامہ بنتِ ابو عاص ان کی والدہ حضرت زینب بنت (ربیبہ) رسُول تھیں ۔ ان سے محمد اوسط پیدا ہوئے ۔

۷ : خولہ بنتِ جعفر ان سے محمد حنفیہ پیدا ہوئے ۔

۸ : ایک زوجہ ام سعید تھیں ۔ ان سے ام الحسن اور رملہ کبریٰ پیدا ہوئیں ۔

آپ کے ہاں اور بھی لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں جن کی ماؤں کے نام معلوم نہیں ہیں ۔

۹ : ایک زوجہ محیات بنت امرءِ القیس تھیں جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں فوت ہو گئی ۔

حضرت علیؑ کی پشت سے چودہ فرزند اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں ۔ واقدی کا قول ہے کہ حضرت علیؑ کے پانچ بیٹوں سے اولاد چلی ۔ حضرت حسنؑ حضرت حسینؑ ، محمد حنفیہ ، عباس اور عمر بن تغلبیہ

حضرت علیؑ کے اوصافِ حمیدہ

یزید بن عدی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو قبیلہ ہمدان سے نکلتے دیکھا ۔ جب باہر نکلے تو دو جماعتیں باہم لڑ رہی تھیں ۔ حضرت دونوں کے درمیان گھس گئے اور دونوں کو جُدا کر دیا ۔ ابھی کچھ دُور گئے تھے کہ انہوں نے یہ آواز سُنی کوئی مددگار ہے کوئی مددگار ہے ۔ جلدی جلدی آپ ادھر چلے ۔ حتیٰ کہ میں آپ کے جوتوں کی آواز سن رہا تھا ۔ اور آپؑ فرما رہے تھے تیرے پاس تیرا مددگار آ گیا ۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک شخص دُوسرے سے چمٹا ہُوا ہے ۔ آپؑ کو دیکھ کر ان میں سے ایک شخص نے کہا اے امیرالمومنینؑ میں نے اسے یہ کپڑا نو درہم میں فروخت کیا تھا ۔ اور یہ شرط کی تھی کہ یہ مجھے بیکار اور کٹے ہوئے درہم نہیں دے گا ۔ اور اس وقت لوگ یہ شرط لگایا کرتے تھے ۔ میں اس کے پاس یہ درہم لے کر آیا تاکہ یہ انھیں تبدیل کر دے ۔ اُس نے انکار کیا میں نے اِس سے اصرار کیا تو اس نے میرے طمانچہ مارا ۔ اس پہ حضرت علیؑ نے طمانچہ مارنے والے سے کہا اس کے درہم بدل دے ۔ اور دُوسرے سے کہا ۔ اِس پر گواہ لاؤ کہ اس نے تمہارے طمانچہ مارا ہے وہ گواہ لے آیا ۔ تو حضرت علیؑ نے طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے فرمایا اِس سے قصاص لے لو مظلوم نے جواب دیا اے امیرالمومنینؑ میں نے اسے معاف کیا حضرت علیؑ نے فرمایا میں نے تو تیرا حق پورا کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ پھر اس ظالم کے نو کوڑے مارے اور فرمایا یہ حاکم کی جانب سے سزا ہے ۔

ناجیہ کے باپ کا بیان ہے کہ ہم قصر الامارۃ کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ ہمارے پاس حضرت علیؑ تشریف لائے۔ ہم نے جب انہیں آتے دیکھا تو ان کی ہیبت سے ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔ جب حضرت علیؑ آگے بڑھ گئے تو ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ ابھی کچھ دور چلے تھے کہ انہوں نے یہ آواز سنی کہ اللہ کے واسطے کوئی مددگار! اچانک دو آدمی باہم لڑ رہے تھے۔ آپ نے ان دونوں کے سینوں پر ہاتھ مار کر انھیں پیچھے ہٹا دیا اور ان دونوں سے فرمایا ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ۔ ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا امیر المومنینؑ اس نے مجھ سے بکری خریدی تھی اور شرط یہ تھی کہ یہ مجھے خراب اور ردّی درہم نہیں دے گا۔ لیکن اس نے مجھے ایک کھوٹا درہم دیا میں نے اسے وہ درہم واپس کر دیا تو اس نے مجھے طمانچہ مارا آپؑ نے دوسرے سے سوال کیا تم کیا کہتے ہو اس نے جواب دیا۔ اے امیر المومنینؑ یہ سچ کہتا ہے آپؑ نے اس سے فرمایا اچھا پہلے اپنی شرط پوری کرو جب شرط پوری ہو گئی تو طمانچہ مارنے والے کو بٹھا دیا اور مظلوم سے کہا اس سے قصاص لے لو۔ مظلوم نے پوچھا کیا قصاص لوں یا معاف کر دوں۔ آپؑ نے فرمایا اس کا تجھے اختیار ہے۔ الغرض اس ظالم کو معاف کر دیا گیا جب وہ وہاں سے کچھ دور چلا گیا تو حضرت علیؑ نے لوگوں سے فرمایا اسے پکڑ کر یہاں لاؤ۔ لوگ اسے پکڑ کر آپ کے پاس لائے تو اس کی پشت پر کوئی چیز رکھ دی جیسے مکتب کے بچوں پر رکھی جاتی ہے۔ (یعنی کان پکڑوا کر اوپر سے پشت پر کوئی چیز رکھ دی) پھر اس کے نو کوڑے مارے اور فرمایا یہ اس شخص کی ہتک عزت کی سزا ہے۔

حضرت حسنؑ کا خطبہ

ابو خالد بن جابر کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت حسن علیہ السلام خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا :۔

"تم نے اس رات ایک شخص کو شہید کر دیا۔ جس رات قرآن نازل ہوا۔ جس میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) آسمان پر اٹھائے گئے جس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھی حضرت یوشع بن نون شہید ہوئے خدا کی قسم جو لوگ پہلے گذر چکے ہیں نہ وہ حضرت علی (علیہ السلام) سے آگے بڑھ سکے ہیں اور نہ بعد میں آنے والے ان سے سبقت لے سکیں گے۔ خدا

کی قسم رسُول اللہؐ انھیں لشکر دے کر روانہ فرماتے تو جبرئیل و میکائیل ان کے دائیں بائیں ہوتے۔ خدا کی قسم نہ اُنھوں نے کچھ سونا چھوڑا اور نہ کچھ چاندی چھوڑی۔ سوائے آٹھ یا سات سو درہم کے جو خادمہ کے لیے چھوڑے ہیں۔

جلد چہارم

معاویہ بن ابوسفیان

بیعت امام حسنؑ

سنہ ۴۰ھ میں حضرت حسنؑ بن علی علیہ السلام کیلئے خلافت کی بیعت ہوئی۔ سب سے پہلے قیس بن سعد نے بیعت کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا میں آپ سے خدائے عزوجل کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سنّت اور مفسدوں سے جنگ کرنے پر بیعت کرتا ہوں۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ خدا کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت سب شرطوں سے افضل ہے۔ قیس نے بیعت کرلی اور کچھ نہ کہا۔ پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔

اہلِ عراق کی بدعہدی

روایت ہے کہ بیعت خلافت کے بعد حضرت حسنؑ لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے مدائن میں آکر ٹھہرے اور اپنے ہراول دستے پر بارہ معزز آدمیوں کے ہمراہ قیس بن سعد کو روانہ کیا۔ معاویہ نے اہلِ شام کے ساتھ مقام مسکن پر منزل کی۔ امام حسنؑ بھی مدائن میں تھے کسی نے لشکر میں سے پکار کر کہا قیس بن سعد مارے گئے۔ اب بھاگو (سنتے ہی) لوگ بھاگ کھڑے ہوئے امام حسنؑ کے خیمہ کو لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جس فرش پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اسے بھی گھسیٹ لیا۔ آپ وہاں سے چل کر مقصورۂ بیضا میں جاکر اُترے۔ امام حسنؑ نے جب دیکھا کہ حکومت کے معاملہ میں تفرقہ پڑ گیا ہے۔ تو معاویہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ معاویہ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سمرہ کو ان کے پاس روانہ کیا۔ یہ دونوں شخص مدائن میں امام حسنؑ کے پاس آئے اور جو کچھ آپ چاہتے تھے، سب منظور کرلیا۔ پھر اہلِ عراق کے مجمع میں امام حسنؑ نے کھڑے ہوکر فرمایا۔ اے اہلِ عراق میں نے تم لوگوں سے جو اپنی جان چھڑا لی ہے اس کے تین سبب ہیں۔ میرے باپ کو تم نے قتل کیا، مجھ پر تم نے برچھی کا وار کیا اور میرا مال تم نے لُوٹ لیا۔ اسی سال مقام ایلیا پر معاویہ کے لیے بیعت خلافت لی گئی۔ اس سے پیشتر معاویہ کو شام میں امیر اور حضرت علیؑ کو عراق میں امیر المؤمنین کہتے تھے (ایک روایت ہے کہ امام حسنؑ کے صلح کے خط سے پہلے)، معاویہ نے سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگاکر امام حسنؑ کو لکھ بھیجا تھا کہ اس کاغذ پر جو جو شرطیں آپ کا جی چاہے

لکھ دیں مجھے سب منظور ہیں۔

امام حسنؑ کی کوفہ میں تقریر کوفہ میں جب مجمع ہو گیا عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ وہ حسنؑ سے کہے اُٹھ کر تقریر کریں۔ معاویہ کو یہ بات ناگوار تھی معاویہ نے عمرو سے پوچھا تمہارا اس سے کیا مقصد ہے کہ وہ تقریر کریں۔ عمرو نے کہا میں چاہتا ہوں لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر کرنے میں عاجز ہیں۔ اس سلسلے میں عمرو نے اتنا اصرار کیا کہ آخر معاویہ کو ماننا پڑا معاویہ نے خود مجمع میں آکر تقریر کی۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا اس نے پکار کر کہا اے حسنؑ اٹھئے اس مسجد میں تقریر کیجئے انہوں نے بلا تامل توحید و رسالت کی شہادت دی اس کے بعد فرمایا اے لوگو خدا نے ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعہ تمہاری ہدایت کی اور ہم میں سے آخری شخص کے ذریعے تمہیں کشت و خون سے بچا لیا اور سنو حکومت کے لیے ایک مدت و میعاد ہے اور دنیا دست بدست (پھرا کرتی) ہے اور حق تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرما چکا ہے وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین کیا معلوم کہ وہ تمہاری آزمائش ہو، اور چند دن کی آسائش!! اتنا ہی کہا تھا کہ معاویہ نے کہا بیٹھ جائیے اور عمرو پر معاویہ کو غصہ آرہا تھا کہ تمہاری رائے پر چلنے کا یہ انجام ہے۔ اس کے بعد حسنؑ مدینہ چلے گئے کوفہ میں معاویہ کا داخلہ ربیع الاول یا جمادی الاولی سنہ ۴۱ھ کی پچیسویں تاریخ کو ہوا۔

امام حسنؑ کی روانگی کوفہ صلح کے بعد مقام مسکن سے امام حسنؑ، حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر اپنے حشم و خدم اور ساز و سامان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ امام حسنؑ جب وہاں پہنچے تو آپ کا زخم اچھا ہو گیا تھا مسجد کوفہ میں آئے اور فرمایا اے اہل کوفہ تمہیں اپنے ہمسایے اپنے مہمان اور اپنے نبیؐ کے اہل بیت کے بارے میں جن سے خدا نے نجاست کو دور رکھا اور جنہیں اس طرح پاک رکھا جو پاک رکھنے کا حق ہے، خوف خدا کرنا چاہیئے یہ سُن کر لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔

سنہ ۵۰ھ کے واقعات

منبر رسولؐ کو منتقل کرنے کا ارادہ اس سال معاویہ نے حکم دیا کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر شام لے جائیں۔ منبر کو ذرا سی جنبش دی گئی تو سورج کو گہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ دن کو تارے نکل آئے۔ معاویہ کے اس حکم کو سب لوگوں نے ایک امر عظیم (بد) سمجھا اس پر معاویہ نے کہا میرا یہ ارادہ نہ تھا کہ منبر اٹھایا جائے مجھے تو یہ اندیشہ ہوا تھا کہ اسے دیمک لگ گئی ہو گی۔ اس لیے میں نے خود دیکھ لیا۔ پھر اسی دن منبر پر پوشش ڈال دی گئی۔

معاویہ کی منبرِ رسولؐ کے متعلق معذرت

خود معاویہ نے بیان کیا کہ میری رائے یہ تھی کہ رسولؐ اللہ کے منبر اور عصا کو مدینہ میں نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہاں کے لوگ "امیر المومنین" عثمان کے قاتل اور دشمن ہیں۔ جب معاویہ کا مدینہ میں ورود ہوا تو عصائے مبارک سعد قرظ کے پاس تھا۔ ان سے معاویہ نے منگوا بھیجا۔ ابوہریرہ اور جابر بن عبد اللہ یہ سن کر معاویہ کے پاس آئے اور کہا اے "امیر المومنین" خدا کے واسطے ایسا نہ کیجیے۔ یہ بات مناسب نہیں کہ جس جگہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھ دیا ہے وہاں سے آپ منبر اور عصا کو اٹھا کر شام لے جائیں پھر مسجد کو بھی یہاں سے لے جائیے" بالآخر معاویہ نے یہ ارادہ ترک کیا اور منبر میں چھ زینے اور بڑھا دیئے اس زمانہ میں منبر رسول اللہؐ آٹھ زینوں کا ہے اس باب میں معاویہ نے لوگوں سے بہت معذرت کی۔

منبر رسول اللہؐ کی عظمت

پھر عبد الملک نے اپنے عہد میں منبر کو اٹھا لانے کا قصد کیا قبیصہ بن ذویب نے کہا۔ خدا کے واسطے ایسا نہ کیجیے۔ منبر کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائیے۔ معاویہ نے ذرا سا اسے سرکایا تھا جس سے سورج کو گہن لگ گیا۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ میرے منبر پر جو کوئی جھوٹی قسم کھائے گا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے گا اسی منبر کے پاس اہلِ مدینہ کے حقوق کا قطعی فیصلہ ہوا کرتا ہے آپ اسے مدینہ سے لے جانا چاہتے ہیں بالآخر عبدالملک نے یہ خیال دل سے نکال دیا اور دوبارہ کبھی اس کا ذکر تک نہ کیا۔ ولید کا زمانہ آیا تو اس نے بھی جس سال حج کیا یہی ارادہ کر لیا اور کہا کہ میں تو اس بات کو کر ہی گذروں گا۔ یہ سن کر سعید بن مسیب نے عمر بن عبدالعزیز کو کہلا بھیجا کہ ذرا ولید کو سمجھاؤ کہ خدا سے ڈرے اور اسے ناراض نہ کرے۔ غرض عمر بن عبدالعزیز کے کہنے سے ولید اس کام سے باز آیا اور پھر اس کا ذکر نہ کیا۔ جس سال سلیمان بن عبدالملک حج کو آیا تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سب باتوں کا ذکر کیا کہ ولید نے ایسا ارادہ کیا تھا اور سعید بن مسیب نے یہ کہلا بھیجا سلیمان نے یہ سن کر کہا عبدالملک اور ولید کا اس بات کا ذکر کرنا ہی مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا ہم کو اس بات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دنیا کو تو ہم لے چکے وہ تو ہمارے قبضہ میں ہے پھر بھی یہ ارادہ کریں کہ اسلام کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی کو جس کی زیارت کو لوگ آیا کرتے ہیں اٹھا کر اپنے پاس لے جائیں یہ کسی طرح مناسب نہیں۔

حُجر اور اصحابِ حُجر کی شہادت

معاویہ کے قاصد نے ان لوگوں سے کہا چھ شخص چھوڑ دیئے جائیں گے اور آٹھ قتل کر دیئے جائیں گے۔ ہم لوگوں کو حکم ہے کہ تم کو علیؑ سے تبرّا اور ان پر لعنت کرنے کو کہیں اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو چھوڑ دیں ورنہ تم کو قتل کر دیں — "امیر المومنین" کا خیال ہے کہ خود تمہارے ہی ہم وطنوں کی گواہی سے تمہارا قتل کرنا ان کے لیے جائز ہو چکا

ہے۔ مگر انہوں نے معاف کر دیا ہے۔ تم اس شخص (علیؑ) پر تبرا کرو۔ تو ہم سب کو چھوڑ دیں گے۔ ان لوگوں نے کہا۔ خداوندا ہم سے تو یہ فعل کبھی نہ ہو سکے گا۔ پس ان کے لیے قبروں کے کھودنے کا حکم دے دیا گیا۔ قبریں کھدنے لگیں۔ کفن سب کے لیے آ گئے۔ رات بھر یہ لوگ نماز پڑھتے رہے۔ صبح ہوئی تو اصحابِ معاویہ نے ان سے کہا۔ رات تو ہم نے تمہاری طولانی نمازوں اور دعاؤں کو دیکھا۔ یہ تو بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے انہوں نے کہا وہی تو پہلا شخص ہے جس نے حکم میں جور کیا اور ناحق پر عمل کیا۔ یہ سن کر اصحاب معاویہ کہنے لگے۔ "امیر المومنین" نے تمہیں خوب پہچانا تھا یہ کہہ کر قتل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اس شخص (حضرت علیؑ) پر تبرا کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ان سے تولّی رکھتے ہیں اور جس نے ان سے تبرا کیا ہم اس سے تبرا کرتے ہیں۔ اب ایک ایک شخص کو قتل کرنے کے لیے کھینچا۔ پھر حجرؓ نے ان لوگوں سے کہا ذرا مجھے وضو کر لینے دو۔ انہوں نے کہا کر لو۔ جب وضو کر چکے تو کہا کہ دو رکعت نماز بھی پڑھ لینے دو۔ بخدا میں نے جب وضو کیا ہے دو رکعت نماز ضرور پڑھی ہے کہا پڑھ لو۔ حجر نماز پڑھ کر واپس آئے اور کہنے لگے واللہ اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تم خیال کرو گے کہ مجھے موت سے اضطراب ہے تو جی چاہتا تھا کہ اس نماز کو طول دیتا۔ پھر کہا خداوندا ہم تجھ سے اس گروہ کے مقابلہ میں مدد چاہتے ہیں۔ اہلِ کوفہ نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اہلِ شام ہم کو قتل کر رہے ہیں واللہ اگر تم مجھے قتل کرتے ہو تو سن لو مسلمانوں میں پہلا شخص میں ہوں جو وادیٔ شام میں شہید ہوا اور پہلا شخص میں ہوں جس پر یہاں کے کتے بھونکے۔ یہ سن کر یک چشم ہدبہ قضاعی تلوار کھینچے ہوئے ان کی طرف بڑھا جس سے ان کے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری پڑ گئی ہدبہ نے کہا ہاں ہاں تم تو سمجھتے تھے کہ موت سے تمہیں اضطراب نہیں۔ لو میں تمہیں چھوڑے دیتا ہوں، اپنے صاحب (علیؑ) سے برأت کا اقرار کر لو۔ حجر نے کہا۔ کیوں کر مجھے اضطراب نہ ہو جبکہ دیکھ رہا ہوں کہ قبر کھدی ہوئی ہے۔ کفن سامنے پھیلا ہوا ہے اور تلوار سر پر کھنچی ہوئی ہے لیکن واللہ اس اضطراب میں بھی ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالوں گا۔ جس سے خدا ناراض ہو۔ یہ سن کر ہدبہ نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر سب بڑھے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ چھ آدمی شہید ہو گئے۔

عبدالرحمٰن غزنی کی حق گوئی

عبدالرحمٰن غزنی اور کریم بن عفیف خثعمی نے کہا ہمیں امیر کے پاس بھیج دو، اس شخص (علیؑ) کے بارے میں جو کلمہ وہ کہتا ہے ہم بھی کہہ دیں گے۔ معاویہ نے کہا انہیں میرے پاس بھیج دو۔ جب یہ دونوں شخص معاویہ کے سامنے گئے تو خثعمی نے کہا اے معاویہ خدا سے ڈر اس دارِ فانی سے دار الآخرت کی طرف بالآخر تجھے بھی جانا ہے اور اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہمیں تو نے کیوں قتل کیا اور ہمارا خون تو نے کیوں بہایا۔ معاویہ نے پوچھا علیؑ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ کہا جو تم کہتے ہو۔ پوچھا علیؑ جس دین پر تھے کیا اس دین سے برأت کرے گا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور معاویہ نے بھی جواب لینا پسند نہ کیا پھر انہوں نے اس

شرط پر چھوڑ دیا گیا کہ معاویہ کی حیات تک سلطنت ہے وہ کوفہ میں نہ جائیں گے۔ پھر معاویہ نے عبدالرحمٰن عنزی کی طرف رُخ کرکے کہا تھا اے ربیعی بھائی علیؑ کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے کہا یہی بہتر ہے کہ یہ بات مجھ سے نہ پوچھو کہا جبتک تو یہ نہیں بتائے گا میں چھوڑنے کا نہیں۔ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ذکرِ خدا کرنے والے اور حق پر حکم کرنے والے، عدل کو قائم رکھنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے تھے کہا تو عثمان کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے، کہا اس نے تو سب سے پہلے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کے دروازوں کو ہلا ڈالا معاویہ نے کہا۔ تو نے اپنے آپ کو خود قتل کیا میں نے تو تجھے قتل نہیں کیا۔ اس کے بعد معاویہ نے انہیں زیاد کے پاس واپس بھیج دیا اور اُسے لکھ بھیجا کہ تیرے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ عنزی ہے اس کو ایسی سزا دے جس کا وہ سزاوار ہے اور بہت ہی بُری طرح اسے قتل کردے۔ زیاد کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے انہیں مقام قس ناطف میں بھیج کر زندہ زمین میں گاڑھ دیا۔

معاویہ سے بی بی عائشہ کی ناراضگی

بی بی عائشہ نے حجر اور ان کے ساتھیوں کے لیے عبدالرحمٰن بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا تھا۔ لیکن جب وہ معاویہ کے پاس پہنچا تو وہ حضرات شہید ہوچکے تھے (بی بی عائشہ نے حجر کے بارے میں کہا) بخدا میرے علم میں تو یہ تھا کہ وہ شخص دیندار اور حج و عمرہ بجالانے والا تھا۔ جب معاویہ نے حج کیا تو عائشہ کے دروازے سے گذرا اور اندر آنے کی اجازت مانگی اجازت دے دی گئی (دوران گفتگو کہا) اے معاویہ حجرُ و اصحاب حجرُ کے قتل کرنے پر تمہیں خوف خدا نہیں آیا۔ کہنے لگا میں نے انہیں قتل نہیں کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہیاں دی ہیں انہوں نے انہیں قتل کیا ہے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ پہلی ذلّت جو کوفہ کے لیے ہوئی وہ حضرت حسنؑ بن علیؑ کی رحلت، حُجر بن عدی کی شہادت اور معاویہ کا زیاد سے رشتہ جوڑنا ہے (معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا تھا چونکہ ابوسفیان نے زیاد کی ماں سے زنا کیا تھا) لوگوں کا گمان ہے کہ معاویہ مرتے وقت کہتا تھا ابن ادبر (حجر) کے سبب سے میرا دن دراز ہوگیا اور حسن کا قول ہے کہ معاویہ کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لیے کافی تھی (۱) اس اُمّت پر جاہلوں کو مسلط کردینا حد ہوگئی کہ اُمّت سے مشورہ کیے بغیر امارت و حکومت کو معاویہ دبا بیٹھا جب کہ اس وقت صحابہ میں سے بھی کچھ لوگ باقی تھے اور صاحبانِ فضل بھی اُمّت میں موجود تھے (۲) پھر اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرّر کرنا۔ ایک شراب خور بیاہ مست کو جو ریشم و حریر پہنتا تھا اور طنبورہ بجاتا تھا (۳) پھر زیاد سے رشتہ جوڑ لینا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما گئے ہیں کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے فرش پر پیدا ہو اور زناکار کے لیے پتھر ہیں (۴) پھر حُجر کو شہید کرنا ویل و ہلاکت ہو اس پر حُجر اور اصحابِ حُجر کی طرف سے ویل و ہلاکت ہو اس پر حجر و اصحاب حجر کی طرف سے۔

حجر بن عدی کی شہادت پر مرثیے — ہند بنت زید کا مرثیہ۔

تو بلندی پہ ہے تیا اے ماہ (قافلہ حجر کا ہے کیا سرراہ۔ پسر حرب کی طرف ہے رواں یہ پیچھے پیچھے ہے قتل کا سامان

مثل فرعون خوش ہے اب تو امیر۔ خواب گہ ہے نور رونق اور سدیر۔ شہر ہے اجڑ گیا کیسا کبھی آباد ہی نہ تھا گویا حجر بن
عدی جہاں ہو تو۔ خوش و خرم ہو کامراں ہو تو۔ مجھ کو لیکن دمشق سے بخدا۔ آ رہی ہے ڈکارنے کی صدا۔ نیک بندوں کا خون
ہے شیر کو حلال۔ اور ہے ناگفتہ بہ وزیر کا حال۔ حجرؑ کاش اپنی موت سے مرتا۔ کوئی اس کو نہ ذبح تو کرتا۔ یوں تو جتنے
قوم میں ہیں سردار۔ ایک دن چل بسیں گے آخر کار۔ دوسرا مرثیہ شاعرہ کندیہ کا
میری آنکھ کے آنسو ایک جھڑی ہے کہ لگی ہوئی ہے۔ حجرؑ کو رونے میں میری آنکھ بخل نہیں کرتی۔ ہائے قوم اگر
اس کا پیروی کرتی۔ تو یک چشم اس پر تلوار نہ اٹھا سکتا۔

باب ۵

یزید کی ولیعہدی ۵۶ھ

زیاد کیلئے عبداللہ بن عمر کی بددعا

اسی سال زیاد کوفہ میں پانچ سال حکومت کر کے بصرہ میں اپنی جگہ سمرہ بن جندب کو چھوڑ کر ماہ رمضان میں ہلاک ہو گیا۔ اس نے معاویہ کو لکھا تھا کہ عراق کا نظم و نسق تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میرا دایاں ہاتھ تو خالی رہتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق معاویہ نے اس پر یمامہ اور اس کے اضلاع زیاد کی حکومت میں شامل کر دیئے۔ ایک اور روایت کی بناء پر حجاز کا ملک اس کے دائیں ہاتھ میں دے دیا۔ اہل حجاز کو پتہ چلا تو لوگ عبداللہ بن عمر کے پاس آئے اور اس سے اس مصیبت کو بیان کیا تو اس نے کہا میں اس کے لیے بددعا کروں گا جس سے تم اس کے شر سے بچ جاؤ گے یہ کہہ کر وہ اور سب لوگ قبلہ کی طرف مڑے اور اس کے لیے بددعا کی۔ جب طاعون میں مبتلا ہو کر وہ مر گیا اور ابن عمر نے یہ خبر سنی تو کہا جا دُور جا ابن سمیہ نہ دنیا ہی تیرے پاس رہی اور نہ آخرت تجھے ملی۔ طاعون اس کی انگلی میں نکلا جب وہ مر گیا تو کوفہ کی ایک جانب مقام ثویہ میں دفن کر دیا گیا۔

۵۶ھ کے واقعات

اس سال معاویہ نے یزید کو ولیعہد بنایا اور لوگوں سے اس کے لیے بیعت لی جب زیاد مر گیا تو معاویہ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی اس میں یزید کے جانشین بنانے کا مضمون تھا اگر معاویہ کی موت واقع ہو تو یزید ولیعہد ہوگا۔ یہ سن کر پانچ شخصوں کے سوا سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے وہ پانچ افراد یہ تھے حسین بن علی ابن عمر ابن زبیر عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور ابن عباس۔

باب ۷
معاویہ کی وفات ۶۰ھ

امام حسینؑ کی طلبی

غرض عبداللہ بن عمر بن عثمان ایک نوجوان کو دونوں شخصوں (امام حسین اور عبداللہ بن زبیر) کے بلانے کے لیے بھیجا۔ اس نے مسجد میں ان دونوں کو پایا اور کہا کہ امیر نے آپ دونوں کو طلب کیا ہے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ اس وقت ولید لوگوں سے نہیں ملتا تھا۔ دونوں نے جواب دیا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ پھر عبداللہ نے امام حسینؑ سے پوچھا۔ اس وقت تو ولید کسی سے ملتا نہیں۔ لہٰذا بتائیے کہ اس نے ہم کو کیوں طلب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ ان کا فرعون مر چکا ہے۔ ہمیں اس لیے بلایا ہے کہ اس خبر کے فاش ہونے سے پہلے ہم سے بیعت کا مواخذہ کرے۔ ابن زبیر نے کہا میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں۔ پھر اس نے پوچھا۔ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو اس وقت اپنے جوانوں کے ساتھ ولید کے پاس جاؤں گا۔ انہیں دروازے پر روک کر خود اس کے پاس جاؤں گا۔

امام حسینؑ اور ولید

آپ اپنے غلاموں اور اقرباء کو ساتھ لے کر چلے۔ ولید کے دروازے پہ پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ میں اندر جاتا ہوں۔ اگر میں تم کو پکاروں یا تم سنو کہ ولید کی آواز بلند ہوئی ہے تو تم سب کے سب اندر چلے آنا۔ ورنہ جب تک میں باہر نہ آؤں اپنی جگہ پر موجود رہنا یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور السلام علیکم کہا۔ مروان اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے معاویہ کی موت سے بے خبر (انجان) ہو کر فرمایا۔ میل جول رکھنا ترک ملاقات سے بہتر ہے۔ خدا نے تم دونوں میں صلح و صفائی کر دی دونوں نے اس بات کا جواب نہ دیا۔ آپ آکر بیٹھ گئے تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا۔ معاویہ کے مرنے کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔

امام حسینؑ اور مروان

آپ نے یہ سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا اور ولید کو تعزیت کہی اور پھر فرمایا۔ بیعت کا جو تم نے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں پوشیدہ طور پہ بیعت کرنے والا نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم کو بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت لینے کی جرأت نہیں کرنا چاہیئے۔ جب تک ہم لوگوں کے سامنے علانیہ بیعت کا اظہار نہ کریں۔ ولید نے کہا اچھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جب لوگوں کے مجمع میں اگر تم سب سے بیعت لو گے تو ان کے ساتھ ہی ہم سے بھی لینا تو ایک ہی بات ہو گی۔ ولید کا مزاج چونکہ عافیت پسند تھا کہنے لگا۔ بسم اللہ آپ تشریف لے جائیے۔ سب لوگوں کے مجمع میں ہی ہم سے ملیئے گا۔ مروان بول اٹھا۔ اگر اس وقت یہ بیعت کئے بغیر تمہارے پاس سے چلے گئے تو واللہ پھر جب تک کہ تم میں اور ان میں شدت سے کشت و خون نہ ہوا یہ تمہارے قابو میں نہیں آئیں گے۔ اس شخص کو قید کر لو۔ یہ تمہارے پاس سے نکلنے نہ پائیں۔ بیعت کر لیں تو فبہا ورنہ ان کی گردن اڑا دو۔ امام حسینؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے ابن زرقا (نیلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے) کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کرے گا۔ خدا تو نے جھوٹ بکا اور جھک مارا یہ

کہہ کر آپ باہر نکل آئے اور اپنے انصار میں پہنچ گئے ان کو ساتھ لے کر اپنے مکان پر آ گئے۔

ولید اور مروان

مروان نے ولید سے کہا تم نے میرا کہنا نہ مانا حسینؑ کے لیے ایسا موقع اب تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ ولید نے کہا۔ سنو مروان کسی اور کو مت ملامت کرو۔ تم مجھے ایسا مشورہ دیتے تھے جس میں میرے دین کی تباہی تھی۔ واللہ حسینؑ کو قتل کر کے ساری دنیا کا مال و ملک جہاں تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے مجھ کو مل جائے تو بھی مجھے منظور نہیں۔ سبحان اللہ حسینؑ کو صرف ایک بیعت نہ کرنے پر میں قتل کر دوں۔ واللہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس شخص سے خون حسینؑ کی باز پرس ہوئی وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے خفیف المیزان ٹھہرے گا۔ مروان نے کہا اگر یہی تمہاری رائے ہے تو پھر جو کچھ تم نے کیا بہت ہی اچھا کام کیا یہ کلمہ ولید کی رائے کو ناپسند کرتے ہوئے کہا۔

امام حسینؑ کی روانگی اور محمد حنفیہ

امام حسینؑ نے ۶۰ھ اتوار کی رات اٹھائیس رجب کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے بھائی بھتیجے اور محمد حنفیہ کے علاوہ تمام اہل بیت کے افراد روانہ ہوئے۔ محمد حنفیہ نے عرض کیا بھائی جان تمام مخلوق میں آپ سے بڑھ کر میں کسی کو دوست نہیں رکھتا اور خیر خواہی کا کلمہ آپ سے بڑھ کر کسی کے لیے میں ذخیرہ نہیں کرتا جو اس کا زیادہ مستحق ہو۔ آپ اپنے لوگوں کے ساتھ یزید بن معاویہ اور سب شہروں سے جہاں تک ہو سکے الگ رہیں اور اپنے قاصد لوگوں کے پاس بھیجیں تاکہ وہ آپ کی بیعت کریں۔ اگر تو لوگ آپ کی بیعت کر لیں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور اگر وہ کسی دوسرے کی بیعت پر متفق ہو جائیں تو اس سے خدا آپ کے دین و عقل و مروت و فضل کو کوئی ضرر نہیں پہنچنے دے گا۔ ان شہروں میں سے کسی شہر میں لوگوں کی کسی جماعت کے پاس آپ کے جانے سے مجھے اس بات کا خوف ہے کہ ان میں اختلاف نہ پڑ جائے اور پھر ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو اور دوسرا آپ کے خلاف جس سے کشت و خون کی نوبت آئے تو سب سے پہلے آپ کی طرف برچھیوں کا رُخ ہو جائے آپ جیسا شخص جو شرف ذاتی اور خاندانی میں بہترین اہم ہے بہت آسانی سے اس کا خون بہا دیا جائے اور سب اہل و عیال بھی تباہی میں مبتلا ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بھائی پھر میں کدھر جاؤں۔ عرض کیا آپ مکہ میں قیام فرمائیں وہاں اطمینان حاصل ہو جائے تو فبہا۔ اگر تشویش کا سامنا ہو تو وہاں سے ریگستانوں اور کوہستانوں کی طرف نکل جائیے۔ ایک مقام کو چھوڑ کر دوسری زمین کی طرف جائیے۔ دیکھتے رہیئے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اور اس وقت آپ کی کیا رائے قرار پاتی ہے۔ تمام معاملات کو سامنے کے رُخ سے دیکھئے تو زیادہ تر قرین صواب اور مقتضائے عقل کی بات ہے۔ محمد کا مشورہ سن کر فرمایا بھائی تم نے خیر خواہی اور شفقت کی بات کی ہے امید ہے کہ تمہاری رائے درست اور موافق ہو گی۔

معاویہ کی یزید کو وصیت

اس سال معاویہ کو مرض موت لاحق ہوئی۔ یزید کو بلا بھیجا اور کہا بیٹا میں نے تجھے زحمت ومشقت سے بچالیا، تیرے لیے ہر مشکل امر کو سہل کر دیا، تیرے لیے دشمنوں کو میں نے رام کر دیا۔ تیرے لیے عرب کی گردنیں میں نے جھکا دیں جو کچھ میں نے تیرے لیے کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں کہ جو امر خلافت تیرے لیے حتمی ہو چکا ہے اس میں چار دشمنوں کے علاوہ کوئی دوسرا تجھ سے نزاع اور جھگڑا کرے گا حسینؑ ابن علیؑ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن ابوبکر۔ ان میں سے عبداللہ بن عمر تو جب دیکھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تیری بیعت کرلے گا حسینؑ ابن علیؑ کو عراق کے لوگ ضرور خروج پر آمادہ کریں گے اگر وہ خروج کریں اور تو ان پر قابو پالے تو درگذر کرنا کیونکہ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور وہ بڑا حق رکھتے ہیں۔ ابوبکر کا بیٹا اپنے ساتھیوں کو جو کام کرتے دیکھتا ہے وہی کرنے لگ جاتا ہے۔ اسے عورتوں اور لہو ولعب کے سوا کسی بات کا خیال نہیں۔ ہاں جو شخص شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکہ دے گا۔ جب اسے موقع ملا حملہ کرے گا۔ وہ ابن زبیر ہے اگر ایسی حرکتیں کرے اور تیرے قابو میں آجائے تو اس کے ٹکڑے اڑا دینا۔

معاویہ کی ربیع الاول ۴۱ھ کی پچیسویں تاریخ کو حسنؑ ابن علیؑ سے صلح ہوئی اور امر حکومت پر معاویہ متمکن ہو گیا اور سب لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو اس سال کا نام عام الجماعۃ ہوا اور رجب کی بائیس تاریخ ۶۰ھ جمعرات کے دن دمشق میں معاویہ کی وفات ہوئی تو اس کی مدت حکومت انیس برس تین مہینے ستائیس دن ہوئی۔ معاویہ کی عمر پچھتر، تہتر، اٹھتر، اسی اور بیاسی سال لکھی گئی ہے۔ کھنکار میں خون آنے کا مرض اسے ہوا اور اسی دن مر گیا۔ اس بیماری میں جب معاویہ کی دو بیٹیاں اسے کروٹ بدل رہی تھیں تو معاویہ نے کہا تم اس شخص کو الٹ پلٹ کر رہی ہو جو دنیا کے الٹ پلٹ کرنے میں استاد تھا جوانی سے لے کر بڑھاپے تک مال جمع کرتا رہا۔ بشرطیکہ دوزخ سے بچ جائے۔ یزید مقام حوارین میں تھا۔ معاویہ کی بیماری کا حال لکھ کر اسے بھیج دیا گیا تھا وہ اس وقت پہنچا جب معاویہ کو دفن کر چکے تھے۔ قبر پر آکر اس نے نماز پڑھی، دعا کی اور پھر گھر آکر کچھ اشعار پڑھے۔

معاویہ کے متفرق حالات

معاویہ کا کاتب اور احکام جاری کرنے والا سرجون بن منصور رومی تھا۔ سب سے پہلے معاویہ نے دربان مقرر کیا۔ سب سے پہلے دیوان خاتم مقرر کیا۔

یا رسول اللہ کہہ کر سلام کیا گیا اور روکا نہیں

حضرت عمر نے لوگوں سے کہا تم قیصر وکسریٰ کی عیاریوں اور مکاریوں کا ذکر کیا کرتے ہو تمہارے

پاس بھی تو معاویہ موجود ہے عمرو عاص اہل مصر کو ساتھ لیئے ہوئے ایک دفعہ معاویہ کے پاس آیا اور ان لوگوں کو سکھا دیا کہ پسر ہند کے سامنے جانا تو امیر المومنین کہہ کر سلام نہ کرنا اس سے اس کی نظر میں تمہاری عظمت ہوگی اور جہاں تک ممکن پڑے تعظیم میں کمی کرنا۔ جب وہ لوگ آنے لگے تو معاویہ نے دربانوں سے کہا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پسر نابغہ نے ان لوگوں کے نزدیک میرے رتبے کو کم کر دیا ہے۔ دیکھو جب یہ آئیں تو جہاں تک ہو سکے ان کو خوب جھکانا اور ستانا غرض جو شخص سب سے پہلے معاویہ کے پاس آیا وہ ابن خیاط تھا۔ دربانوں نے اسے بہت ہی پریشان کر دیا تھا۔ وہ معاویہ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ السلام علیک یا رسول اللہ پھر پے در پے لوگ آنے لگے اور اسی طرح کا سلام سب نے کیا۔ جب وہاں سے نکلے تو عمرو عاص نے کہا، تم لوگوں پہ خدا کی مار ہو۔ میں نے تو منع کیا تھا، کہ امیر المومنین کہہ کر اسے سلام نہ کرنا اور تم نے رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔

حضرت عمر اور معاویہ

حضرت عمر جب ملک شام میں آئے تو معاویہ نے حشم و خدام کے ساتھ ان سے ملاقات کی اور اسی طرح کے حشم و خدام کے ساتھ ان کے پاس گیا عمر نے کہا تم شام کو بھی حشم و خدم کے ساتھ پھرتے ہو اور صبح کو بھی ویسے ہی حشم و خدام ساتھ لے کر نکلتے ہو۔ یہ بھی میں نے سنا ہے کہ تم گھر میں ہوتے ہو اور اہل حاجت تمہارے دروازے ہی پہ ہوتے ہیں۔ معاویہ نے کہا " امیر المومنین دشمن یہاں سے بہت قریب ہے اس کے جاسوس اور مخبر یہاں ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ شوکت اسلام کو دیکھیں۔ عمر نے کہا یہ تو ایک عاقلانہ مکاری ہے۔ معاویہ نے کہا " امیر المومنین آپ جیسا فرمائیں میں اسی حکم کو بجا لاؤں۔ عمر نے کہا میں نے جب کسی بات پر ٹوکا ہے تم نے ضرور اس کو ترک کر دیا ہے۔ اس بارے میں نہ تو میں حکم دیتا ہوں اور نہ ہی منع کرتا ہوں۔

معاویہ کا اقتدار

شام کے ایک قریہ سے کسی ضلع کی طرف معاویہ جا رہا تھا شام کے ایک وقت مکان میں اتر پڑا۔ کوٹھے پر اس کے لیے فرش ہو گیا۔ ابن مسعدہ بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس طرف سے اونٹوں کی قطاریں، اونٹنیاں، گھوڑے اور کنیزیں گذریں۔ معاویہ نے کہا اے مسعدہ خدا ابوبکر پر رحم کرے نہ تو انہوں نے دنیا کی خواہش کی اور نہ ہی دنیا نے انہیں چاہا باقی رہا حنتمہ کا بیٹا (عمر) دنیا نے تو اسے چاہا مگر اس نے دنیا کو نہیں چاہا۔ عثمان نے تو خوب دنیا سے فائدہ اٹھایا اور دنیا نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ باقی رہے ہم تو ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دنیا میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں یہ کہہ کر کچھ پشیمان سا ہو کر کہنے لگا۔ بخدا یہ تو بادشاہی ہے جو خدا نے ہمیں عطا کی ہے۔

یزید بن معاویہ

اسی سال (۶۰ھ) معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی لوگوں نے بیعت کی۔ یہ واقعہ ماہ رجب کی پندرھویں یا بائیسویں تاریخ کا ہے۔ یزید جب والیٔ ملک بنا تو اسے اس کے سوائے کوئی فکر نہ تھی کہ معاویہ کے کہنے پر جن لوگوں نے اس کی بیعت نہیں کی ان سے بیعت لی جائے اور ان کی طرف سے فراغت حاصل کی جائے۔

یزید کا ولید کے نام خط

اسی بنا پر اس نے ولید بن عقبہ کو یہ خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "امیرالمومنین" یزید کی طرف سے ولید بن عقبہ کو معلوم ہو کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ خدا نے اسے کرامت خلافت عطا کیا اور حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمر اس کی لکھی ہوئی تھی اس وقت تک زندہ رہا۔ جب مدت ختم ہوگئی تو وہ مرگیا۔ خدا اس پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہا۔ نیکوکار اور پرہیزگار ہو کر مرا۔ والسلام۔ ایک علیحدہ رقعہ میں اسے لکھا کہ حسینؑ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے بیعت لینے میں سختی اور تشدّد کرو اور جب تک وہ بیعت نہ کرلیں ذرا بھر انہیں مہلت نہ دو۔

ولید بن عقبہ اور مروان بن حکم

معاویہ کی خبر مرگ سے ولید کو تشویش ہوئی اور اسے وہ ایک امر عظیم سمجھا لہٰذا مروان بن حکم کو بلا بھیجا۔ ولید جس دن مدینہ میں آیا تھا اسی دن مروان بھی بہت ناپسندیدگی کے ساتھ شہر میں آیا تھا جس کی بنا پر ولید نے اسے گالیاں دی تھیں تو اس نے ولید سے ملنا چھوڑ دیا تھا اور اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اس بات کو اتنا زمانہ گذر گیا کہ معاویہ کی خبر مرگ ولید کو پہنچی جب معاویہ کی ہلاکت کو ولید نے امر عظیم سمجھا اور ساتھ ساتھ اسے ان لوگوں سے بیعت لینے کا حکم بھی ہوا تو ایسے میں وہ مروان سے مشورہ لینے پر مجبور ہوگیا۔ جب اس نے مروان کو یزید کا خط پڑھ کر سنایا تو اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون ورحمۃ اللہ کہا۔

مروان کا ولید کو مشورہ

ولید نے اس سلسلہ میں اس سے مشورہ چاہا اور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ مروان نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت ان لوگوں کو بلا بھیجو جب وہ آئیں تو ان سے یزید کی بیعت اور اطاعت گذاری کا اقرار لے لو وہ مان جائیں تو تم بھی مان جانا اور ان سے باز رہنا اگر انکار کریں تو سب کی گردن اڑا دو۔ قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کے مرنے کی خبر معلوم ہو اور اگر انہیں پہلے معلوم ہوگیا کہ معاویہ مرگیا ہے تو ان میں سے ہر شخص کسی طرف اٹھ کھڑا ہوگا اور مخالفت و مقابلہ پر کمر باندھے گا اور کیا معلوم کہ لوگوں کو اپنی اطاعت پر بھی آمادہ کر لے۔"

ابو سعید مقبری کی روایت

ابو سعید کہتا ہے۔ میں نے مسجد مدینہ میں حسینؑ کو آتے دیکھا آپ دو شخصوں کے درمیان چل رہے تھے۔ کبھی اِس طرف اور کبھی اُس طرف ہو جاتے اور یزید بن مفرغ کے یہ اشعار آپ کی زبان پر تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔ شہسواری کا پھر میں نام نہ لوں۔ پھر نہ رکھوں یزید نام اپنا — میں گوارا کروں اگر ذلت۔ ایسے جینے کو ہے سلام اپنا۔ راوی کہتا ہے میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ آپ یقیناً کچھ اور ہی ارادہ رکھتے ہیں، تب ہی تو یہ شعر پڑھا ہے، ابھی دو ہی دن گذرے تھے کہ میں نے سنا آپ مکہّ روانہ ہو گئے۔

امام حسینؑ کی مکہّ میں آمد

آپ جب مکہّ کی طرف روانہ ہوئے تو یہ آیت پڑھی فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين ۔ ترجمہ: (حضرت موسیٰ) بیم و اُمید کی حالت میں شہر سے نکلے کہا پروردگار ظالم قوم کے ہاتھ سے مجھے نجات دے۔ جب مکہّ میں داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی فلما توجه تلقاء مدين قال عسىٰ ربّي ان يهديني سواء السّبيل ۔ یعنی (جب موسیٰ) مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا مالک مجھے سیدھے راستہ پر لگا دے۔

باب نہم

مسلم بن عقیل

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

حسینؑ ابن علیؑ مکہ ہی میں تھے کہ ان کے پاس اہل کوفہ اور ان کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے ۔ ہم سب لوگ آپ پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں ہم نماز جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ آپ ہم لوگوں میں آجائیے اس زمانہ میں نعمان بن بشیر انصاری کوفہ کا والی تھا حسینؑ بن علیؑ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بلا بھیجا۔ انہیں فرمایا تم کوفہ روانہ ہوجاؤ اور دیکھو کہ یہ لوگ مجھے کیا لکھ رہے ہیں اگر تو ان کی تحریریں سچی ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں۔ مسلم مکہ سے چل کر مدینہ آئے اور یہاں سے دو رہبروں کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف چلے

مسلم کی کوفہ میں آمد

مسلم آگے بڑھے یہاں تک کہ کوفہ میں پہنچ گئے اور وہاں ایک شخص (مسلم) ابن عوسجہ کے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ اور لوگ آ آ کر ان سے بیعت کرنے لگے یہانتک کہ بارہ ہزار افراد نے آپ کی بیعت کر لی۔ یزیدیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) سے کہا یا تو تم کمزور ہو یا کمزور بنتے ہو۔ شہر میں خرابی پھیل رہی ہے نعمان نے کہا اگر اطاعتِ خدا میں رہ کر میں کمزور سمجھا جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا میں رہ کر صاحب قوت کہلاؤں میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر خدا نے پردہ ڈال دیا ہے میں اس کا پردہ فاش کردوں اس شخص

نے نعمان کی یہ تقریر یزید کو لکھ بھیجی۔

کوفہ کی گورنری پر ابنِ زیاد کا تقرر

یزید نے اپنے ایک غلام سرجون نامی (یہ عیسائی تھا) کو بلایا وہ اسی سے مشورہ کیا کرتا تھا اس سے سب حالات بیان کیے سرجون نے کہا اگر معاویہ زندہ ہوتے تو آپ ان کی بات قبول کر لیتے۔ یزید نے کہا ہاں تو اس نے کہا پھر میری بات کو مانئے کوفہ کے لیے عبیداللہ بن زیاد سے بہتر کوئی شخص نہیں اسی کو وہاں کی حکومت دیجئے۔ اس سے پہلے یزید عبیداللہ پر ناراض تھا وہ چاہتا تھا کہ اسے حکومت بصرہ سے بھی معزول کر دے اب اسے لکھ بھیجا کہ میں تم سے خوش ہوں اور میں نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی تم کو عطا کی یہ بھی لکھا کہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگاؤ اور جب وہ ہاتھ آ جائے تو اسے قتل کر دو۔ عبیداللہ رؤسائے بصرہ کو ساتھ لیے ڈھاٹا باندھے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا۔ جس مجمع کی طرف سے گزرتا سلام علیکم کہتا تو جواب میں لوگ کہتے علیک السلام یا ابن بنت رسول اللہؐ کیونکہ لوگوں کو یہ گمان تھا کہ یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں۔

بنی تمیم کے غلام کی مخبری

عبیداللہ قصر الامارہ میں آ کر اترا اپنے ایک غلام کو بلا کر تین ہزار درہم دیئے اور کہا جاؤ اس شخص کا پتہ لگاؤ جس کی اہلِ کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ اس سے یہی کہنا کہ میں حمص سے اسی بیعت کے لیے آیا ہوں اور یہ مال اسے دے دینا کہ اس سے آپ تقویت حاصل کریں۔ اسی طرح وہ لطف و دلدہی کرتا رہا یہاں تک کہ اہلِ کوفہ میں سے ایک بوڑھے شخص کے پاس جو بیعت لیا کرتا تھا اسے کسی نے پہنچا دیا یہ اس سے ملا اور سب حال بیان کیا۔ وہ شیخ اس غلام کو اندر لے گیا۔ اس سے مال وصول کیا اور بیعت بھی لی۔ غلام نے عبیداللہ کے پاس جا کر سب کچھ اسے بتا دیا۔ عبیداللہ جب کوفہ میں آیا تھا تو مسلم پہلے جس گھر میں تھے اسے چھوڑ کر ہانی بن عروہ مرادی کے گھر چلے آئے تھے اور حسینؑ بن علیؑ کو لکھ بھیجا تھا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی ہے آپ ضرور تشریف لائیے۔

ہانیؓ بن عروہ کی طلبی

ادھر عبیداللہ نے رؤسائے کوفہ سے پوچھا کہ سب لوگوں کے ساتھ ہانی بن عروہ میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ یہ سن کر محمد بن اشعث اپنی برادری کے لوگوں کو لیے ہوئے ہانی کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ دروازے کے باہر ہی ہیں ان سے کہا کہ حاکم نے ابھی تمہارا ذکر کیا ہے اور یہ کہا کہ انہوں نے آنے میں بہت تاخیر کی تم کو اس کے پاس جانا چاہیئے۔ یہ لوگ اسی طرح اصرار کرتے رہے بالآخر ہانی سوار ہو کر ان لوگوں کے ساتھ عبیداللہ کے پاس چلے آئے۔ اس وقت قاضی شریح بھی وہاں موجود تھا ہانی کو دیکھ کر عبیداللہ نے شریح سے کہا۔ لو اجل گرفتہ اپنے پاؤں ہمارے پاس چلا آیا۔ ھانی نے جب سلام کیا تو ابنِ زیاد کہنے لگا۔ بتاؤ مسلم کہاں ہے ہانی نے کہا میں نہیں جانتا۔

ہانی کی گرفتاری

عبیداللہ نے اپنے اس غلام کو بلایا جو درہم لے کر گیا تھا جب وہ ہانی کے سامنے آیا تو ہانی اس کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے۔ امیر کا خدا بھلا کرے۔ واللہ میں نے مسلم کو اپنے گھر نہیں بلایا وہ خود سے آئے تھے اور اپنے تئیں میرے اوپر ڈال دیا۔ عبیداللہ نے کہا پھر ان کو میرے پاس لے آؤ۔ ہانی نے جواب دیا بخدا اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے چھپے ہوئے ہوتے تو میں وہاں سے قدم نہ سرکاتا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو اس کے قریب لے کر گئے تو اس نے ان پر ایک ایسی ضرب لگائی جس سے ان کے ابرو خون آلود ہو گئے۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اسے میان سے نکالیں مگر انہیں روک دیا گیا۔ عبیداللہ نے کہا تمہارا قتل اب خدا نے حلال کر دیا ہے یہ کہہ کر ان کو قید کر دینے کا حکم دیا اور قصر کی ایک جانب انہیں محبوس کر دیا گیا۔

قصر ابن زیاد کا محاصرہ

ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص عبیداللہ کے پاس ہانی کو لے کر آیا وہ عمرو بن حجاج زبیدی تھا۔ ہانی اس حالت میں تھے کہ یہ خبر قبیلہ مذحج کو پہنچ گئی۔ ابن زیاد کے قصر کے دروازے پر ایک شور بلند ہوا وہ سن کر پوچھنے لگا۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ مذحج کے لوگ ہیں۔ ابن زیاد نے شریح سے کہا۔ آپ ان لوگوں کے پاس جا کر انہیں مطلع کیجئے کہ میں نے گفتگو کرنے کے لیے ہانی کو فقط روک رکھا ہے اور اپنے ایک غلام کو جاسوسی کے لیے بھیجا کہ دیکھ شریح کیا گفتگو کرتا ہے۔ شریح کا گذر ہانی کی طرف سے ہوا تو ہانی نے کہا۔ اے شریح خدا سے ڈرو یہ شخص مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ شریح نے قصر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا۔ ہانی کے لیے کچھ ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں۔ امیر نے کچھ گفتگو کرنے کے لیے صرف انہیں روک رکھا ہے۔ سب پکار اٹھے کہ شریح سچ کہتے ہیں۔ تمہارے سردار کے لیے ضرر پہنچنے کا کوئی اندیشہ نہیں یہ سن کر سب لوگ منتشر ہو گئے۔ مسلم کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے شعار (شعار سے مراد مقرر الفاظ ہوتے ہیں کہ جب وہ پکارے جائیں تو سب شرکاء اپنے کام کے لیے آمادہ ہو جائیں) کی منادی کرا دی۔ اور اہل کوفہ میں سے چار ہزار افراد ان کے پاس جمع ہو گئے۔

جناب مسلم سے اہل کوفہ کی بدعہدی

مسلم نے مقدمہ فوج کے آگے بڑھایا میمنہ اور میسرہ کو درست کیا اور خود قلب لشکر میں ہو کر بالآخر عبیداللہ کی طرف رخ کیا ادھر عبیداللہ نے رؤسائے کوفہ کو بلا کر اپنے قصر خاص میں جمع کیا۔ جب مسلم قصر کے دروازے پر پہنچے تو تمام رؤسا قصر پر چڑھ کر اپنے اپنے برادری والوں کے سامنے آئے اور انہیں سمجھا سمجھا کر واپس کرنے لگے تو لوگ مسلم کے پاس سے سرکنے لگے شام ہونے تک پانچسو آدمی رہ گئے۔ جب شب کی تاریکی پھیل گئی تو وہ بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے مسلم اکیلے گلیوں میں پھرتے پھرتے ایک مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے ایک

عورت نکل کر آئی تو اس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی لا کر پلا دیا اور پھر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر نکلی اور دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا بندۂ خدا تیرے یہاں بیٹھنے سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ آپ نے فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں، کیا تمہارے ہاں کوئی پناہ لینے کی جگہ ہے۔ اُس خاتون نے کہا اندر تشریف لائیے جگہ موجود ہے

جناب مسلم بن عقیل کی گرفتاری

اس عورت کا لڑکا محمد بن اشعث کے خانہ زادوں میں سے تھا اسے جب یہ معلوم ہوا تو وہ محمد بن اشعث سے کہہ آیا اور اس نے جا کر عبیداللہ کو خبر کر دی۔ عبیداللہ نے اپنے پولیس افسر عمرو بن حریث مخزومی کو روانہ کیا اور اس کے ساتھ محمد اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کو بھی ساتھ کر دیا۔ جناب مسلم کو جب پتہ چلا کہ گھر کو سپاہیوں نے گھیر لیا ہے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر تلوار اٹھالی اور باہر آکر قتال میں مصروف ہو گئے۔ عبدالرحمان نے انہیں امان دی۔ پھر وہ انہیں لے کر عبیداللہ کے کے پاس آیا۔ عبیداللہ کے حکم سے قصر کی چوٹی پر ان کو لے گئے۔ وہاں ان کا سر قلم کر کے لاش لوگوں کے سامنے پھینک دی۔

تفصیلی واقعات

امام حسینؑ اور عبداللہ بن مطیع میں گفتگو

اس سے زیادہ مفصّل اور کامل بیان اس روایت میں ہے کہ امام حسینؑ مدینہ کی شاہراہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کے اہل بیت نے عرض کی۔ آپ اس راستہ کو چھوڑ دیتے تو اچھّا تھا۔ دیکھئے ابن زبیر نے بھی تو یہی کہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بخدا میں تو اس راستہ سے نہیں پھروں گا۔ جو خدا کو منظور ہے وہ ہو کے رہیگا راستے میں عبداللہ بن مطیع امام حسینؑ سے ملا تو اس نے پوچھا۔ میری جان آپ پر نثار ہو۔ کہاں کا ارادہ ہے، آپ نے فرمایا۔ ابھی تو میں مکہ جا رہا ہوں، اس کے بعد حق تعالےٰ سے استخارہ کروں گا۔ ابن مطیع نے عرض کی حق تعالےٰ آپ کو خیریت سے رکھے اور ہم لوگوں کو آپ کا صدقہ قرار دے۔ مکّہ جائیے تو وہاں سے کوفہ کا مقصد ہرگز نہ کیجئے وہ شہر نحس اور شوم ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار وہیں شہید ہوئے۔ آپ کے بھائی وہیں بیکس و بےبس ہو رہے۔ برچھی کا وار ان پر کیا گیا کہ جان جاتے جاتے بچی۔ آپ حرم کعبہ کو نہ چھوڑئیے۔ آپ ہی تو سیّد عرب ہیں واللہ ملکِ حجاز میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں۔ ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ آپ حرم کعبہ سے جدا نہ ہوں۔ بخدا اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو ہم سب لوگ آپ کے بعد غلام بنا لیے جائیں گے۔

اہلِ مکہ کی امام حسینؑ سے عقیدت

امام حسینؑ آگے بڑھے اور مکہ میں جا کر قیام پذیر ہوئے وہاں کے لوگ زائرین کعبہ اور اہلِ آفاق آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ ابنِ زبیر بھی وہاں موجود تھا۔ خانہ کعبہ سے ذرا بھی جُدا نہیں ہوتا تھا۔ سارا سارا دن نماز پڑھتا اور طواف کرتا تھا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ امام حسینؑ کے پاس بھی آتا۔ آنے کی صورت یہ تھی کہ دو دن برابر آتا۔ پھر دو دن میں ایک دن آتا اور ایک دن نہ آتا برابر انہیں رائے دیتا رہتا اور حسینؑ سے بڑھ کر دنیا بھر میں کوئی شخص اس کے لیے دوبھر نہیں تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حسینؑ کے ہوتے ہوئے اہلِ حجاز کبھی بھی میری بیعت نہیں کریں گے اور نہ ہی کبھی میری اطاعت کریں گے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سب کی نگاہیں اور سب کے دل میں حسینؑ کی عظمت ہے اور ان کی طرف لوگوں کی رغبت مجھ سے بڑھ کر ہے۔ جب اہلِ کوفہ کو معاویہ کے ہلاک ہونے کی خبر پہنچی تو یزید کے خیال سے عراق کے لوگ مضطرب ہو گئے اور کہنے لگے امام حسینؑ اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت نہیں کی اور وہ دونوں مکہ میں چلے آئے ہیں اس پر اہلِ کوفہ نے امام حسینؑ کو خط لکھا۔

سلیمان بن صرد کا شیعانِ علیؑ سے خطاب

سلیمان بن صرد کے مکان پر شیعہ جمع ہوئے معاویہ کے مرنے کا ذکر کر کے سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر سلیمان نے کہا، معاویہ تو ہلاک ہو گیا ہے اور امام حسینؑ نے بیعت سے ہاتھ روک لیا ہے اور وہ مکہ چلے آئے ہیں تم لوگ ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ اگر تم لوگ ان کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنا چاہتے ہو، تو ان کو لکھو اور اگر تمہیں ڈر جانے اور بزدلی کا اندیشہ ہو تو ان کو دھوکہ نہ دو۔ سب نے کہا کہ ہم ان کے دشمن سے جہاد کریں گے اور اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے۔ سلیمان نے کہا تو پھر اچھا انہیں خط لکھو چنانچہ خط لکھا گیا۔

امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسینؑ بن علی کے نام سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے سلام علیک ہم لوگ اس اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں جس کے سوا کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے اس کے بعد اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے سرکش اور گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا ہے جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا، غنائم کو چھین لیا تھا اور ان کی مرضی کے بغیر ان کا حاکم بن بیٹھا تھا نیک لوگوں کو اس نے قتل کر ڈالا اور بدکاروں کو رہنے دیا۔ مال خدا کو وہ دست بدست ظالموں میں پھیر رہا تھا اس پر ایسا عذاب نازل ہو جیسا قوم ثمود پر نازل ہوا تھا۔ ہم لوگوں کو کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آپ تشریف لائیے شاید خدا آپ کی وجہ سے ہم سب کو حق پر مجتمع کر دے۔ نعمان بن بشیر قصر الامارہ میں موجود تو ہے لیکن ہم لوگ نہ جمعہ میں اس کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں اور نہ عیدگاہ میں اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اگر اتنا معلوم

ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ تو ہم انشاءاللہ اس کو اس طرح نکال دیں کہ اسے شام میں چلا جانا پڑے۔ والسلام ورحمۃ اللہ علیک۔

کوفیوں کے خطوط امام حسینؑ کے نام

یہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا اور انہیں جلدی پہنچانے کا حکم دیا۔ یہ خط ماہِ رمضان کی دس تاریخ کو مکہ میں امام حسینؑ کو ملا۔ اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد قیس بن مسہر صیداوی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ تقریباً ترپن ۵۳ خطوط روانہ کئے جو ایک کی طرف سے، دو کی طرف سے، چار کی طرف سے تھے۔ پھر دو دن کے بعد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علیؑ کے نام ان کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جائیے۔ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے متعلق ہے جلدی کیجیے جلدی کیجیے۔ والسلام علیک۔

اور شبث بن ربعی حجاز بن ابجر یزید بن حارث یزید دویم۔ عزرہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی نے لکھا نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں۔ میوے پختہ ہو گئے ہیں۔ تالاب چھلک رہے ہیں۔ آپ کا جب جی چاہے آ جائیے۔ آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے۔ یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں حضرت کے پاس پہنچے آپ نے خطوط پڑھے۔ قاصدوں سے لوگوں کے حالات معلوم کئے۔ ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو جو سب قاصدوں کے آخر میں پہنچے تھے۔ آپ نے جواب لکھ کر دیا۔

امام حسینؑ کا خط اہلِ کوفہ کے نام

حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے جماعت مومنین و مسلمین کے نام ہانی اور سعید لوگوں کے خطوط لے کر میرے پاس آئے تمہارے قاصدوں میں یہ دونوں شخص سب سے آخر میں وارد ہوئے جو کچھ تم نے لکھا یا بیان کیا اور تم سب لوگوں کا یہ قول کہ "ہمیں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے، آپ آئیے شاید اللہ آپ کے سبب سے حق و ہدایت پہ ہم لوگوں کو مجتمع کر دے" مجھے معلوم ہوا میں نے اپنے بھائی و ابن عم کو اور اپنے اہلِ بیت میں سے جن پر مجھے بھروسہ اور وثوق ہے تمہارے پاس روانہ کیا ہے میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ تم لوگوں کے حالات اور سب کی رائے وہ مجھے لکھیں۔ اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمہاری جماعت کے لوگ اور تم میں سے صاحبان فضل و عقل سب اس پر متفق الرائے ہیں جس امر کے لیے تمہارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور جو مضامین میں نے تمہارے خطوط میں پڑھے ہیں تو میں انشاءاللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ اپنی جان کی قسم امام و رہنمائے قوم وہی شخص ہو سکتا ہے جو قرآن پر عمل کرے جو عدل و قسط کو پکڑے ہوئے ہو۔ حق کا طرفدار اور ذاتِ خدا پر توکل رکھے۔ والسلام۔

ماریہ بنت سعید

بصرہ میں ایک بڑھیا بنی عبد قیس میں رہا کرتی تھی۔ اس کا نام ماریہ بنت سعد یا بنت منقذ تھا وہ مذہب شیعہ رکھتی تھی۔ کچھ دنوں تک بصرہ کے کچھ شیعہ اس کے گھر میں جمع ہوتے رہے اس گھر سے یہ لوگ مانوس تھے اور وہاں آکر ایک دوسرے سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ابن زیاد کو امام حسینؑ کے اس طرف آنے کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے بصرہ کے عامل کو لکھا کہ وہ نگہبان مقرر کرے اور راستہ روک رکھے۔

یزید بن نبیط

یزید بن نبیط بنی عبد قیس میں سے ایک شخص تھا اس نے امام حسینؑ کے پاس جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ ان سے کہا تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے اس کے دو بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے۔ اسی بڑھیا کے گھر میں ابن نبیط نے اپنے دوستوں سے کہا۔ میں نے یہاں سے چلے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اب میں جا رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ تیرے بارے میں ابن زیاد کے ساتھیوں کی طرف سے ہمیشہ اندیشہ ہے۔ اس نے کہا واللہ میرا ناقہ چل کھڑا ہو تو پھر مجھے کوئی نہیں پا سکتا۔ الغرض وہ روانہ ہو گیا ناقہ اسے لے اڑا اور وہ امام حسینؑ تک جا پہنچا یعنی مقام ابطح میں جہاں امام حسین فروکش تھے۔ ابن نبیط وہاں آیا۔ ادھر حسینؑ کو اس کے آنے کی خبر ہو گئی تھی۔ آپ خود اس کو ملنے کے لیے اس کی فرودگاہ پر گئے لیکن وہ خود آپ کی جائے قیام کی طرف چل چکا تھا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ تو تمہاری منزل کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ پھر واپس آیا یہاں حسینؑ نے اسے نہ پایا تو وہیں اس کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ مرد بصری نے دیکھا کہ آپ تو اس کی فرودگاہ میں تشریف فرما ہیں تو وہ پکار اٹھا کہ فضل خدا اور رحمت باری! بڑی خوشی کی بات ہے یہ کہہ کر اس نے سلام کیا سامنے بیٹھ گیا اور جس ارادہ سے آیا تھا وہ بیان کیا آپ نے اس کے لیے دعائے خیر کی پھر وہ آپ کے ساتھ ہی رہا۔ یہاں تک کہ منزل مقصود تک پہنچا۔ آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا اور آپ کے ساتھ ہی وہ اور اس کے دونوں بیٹے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

جناب مسلم کی کوفہ روانگی

آپ نے مسلم بن عقیل کو قیس بن مسہر صیداوی وغیرہ کے ساتھ روانہ کیا۔ خوف خدا اخفائے راز اور خوبی و نرمی کا انہیں حکم دیا اور فرمایا اگر دیکھو کہ لوگ مجتمع اور آمادہ ہیں تو بہت جلد اس امر کی اطلاع دینا۔ مسلم روانہ ہوئے مدینہ آئے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی اور اپنے گھر والوں سے رخصت ہوئے کوفہ میں داخل ہوئے تو مختار بن ابی عبید کے گھر قیام کیا شیعہ ان کے پاس آنے جانے لگے جب مجمع ان لوگوں کا ہو گیا تو جناب مسلم نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا خط سن کر سب لوگ رونے لگے۔

عابس بن ابی شبیب شاکری

اس وقت عابس شاکری اٹھ کھڑے ہوئے۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے اور کہا لوگوں کی طرف سے تو میں کچھ نہیں کہتا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کے دل میں

کیا ہے میں ان کی طرف سے بخدا آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہتا۔ میں تو آپ سے صرف وہی بات کہتا ہوں جس پر اپنے دل کو آمادہ کر چکا ہوں۔ واللہ آپ جب مجھے پکاریں گے میں حاضر ہوں گا۔ آپ کے ساتھ مل کر آپ کے دشمن سے قتال کروں گا۔ آپ کے لیے اپنی تلوار کے وار اس وقت تک کیے جاؤں گا۔ جب تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں اور اس سے مجھے رضائے خدا کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں۔

حبیب بن مظاہر

ان کے بعد حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور کہا رحمتِ خدا ہو تم پر دل کی بات بڑی خوبی سے تم نے بیان کی اور کہا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا بھی یہی ارادہ ہے جو ان کا ہے۔ پھر حنفی نے بھی یہی بات کہی۔

عبداللہ حضرمی کا خط یزید کے نام

عبداللہ حضرمی نے یزید کو لکھا مسلم بن عقیل کوفہ میں آگئے ہیں۔ شیعوں نے حسینؑ بن علیؑ کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے اگر تمہیں کوفہ کی خواہش ہے تو کسی زبردست شخص کو حاکم بنا کر بھیجو جو تمہارے حکم کو یہاں جاری کرے اور تمہارے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو تم خود کرتے نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) یا تو کمزور ہے یا کمزور بنتا ہے اس کے بعد عمارہ بن عقبہ نے اور اس کے بعد عمر سعد نے اسی مضمون کے خط یزید کو لکھے یہ سب خط پے در پے پہنچے۔

یزید کا سرجون سے مشورہ

یزید نے معاویہ کے غلام سرجون (جو عیسائی تھا) کو بلایا اور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے حسین کوفہ کی طرف آرہے ہیں اور مسلم بن عقیل کوفہ میں ان کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ یزید نے غلام کو بھی خط دکھایا اور پوچھا کہ میں کسے کوفہ کا گورنر بناؤں۔ عبیداللہ بن زیاد سے یزید ان دنوں ناراض تھا۔ سرجون نے کہا اگر معاویہ اس وقت تمہارے لیے زندہ کر دیا جائے تو تم اس کی رائے مانو گے یزید نے کہا ہاں یہ سن کر سرجون نے معاویہ کا وصیت نامہ نکالا کہ عبیداللہ کو کوفہ کا حاکم بنانا۔ سرجون نے کہا یہ معاویہ کی رائے ہے وہ مرتے وقت اس نوشتہ پر عمل کرنے کا حکم دے گیا ہے۔ یزید نے اس پر عمل کیا اور عبیداللہ کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا گورنر مقرر کیا اور حکومت کوفہ کا فرمان اس کے نام لکھ دیا۔ فرمان کے ساتھ یہ خط بھی لکھ دیا۔

یزید کا خط ابنِ زیاد کے نام

میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ کوفہ میں ابن عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے جمعیتیں تیار کر رہا ہے۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جا کر ابنِ عقیل کو اس طرح ڈھونڈو جیسے کوئی نگینے کو ڈھونڈتا ہے۔ اسے یا تو گرفتار کرلو۔ یا قتل کر دو اور یا شہر سے نکال دو۔ والسلام۔

عبیداللہ کے پاس مسلم باہلی بصرہ میں خط لے کر آیا تو اس نے سامانِ سفر کی درستگی اور تیاری کا حکم دیا تاکہ دوسرے دن کوفہ روانہ ہو جائے۔

امام حسینؑ کے خطوط شرفائے بصرہ کے نام

ادھر امام حسینؑ نے ایک غلام سلیمان کے ہاتھ بصرہ کے پانچوں گروہوں کے رؤسا اور اشرافِ شہر کو ایک ہی قسم کا خط روانہ کیا۔ ان لوگوں میں مالک بن مسمع بکری، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن ہیثم اور عمر بن معمر کا نام ہے۔ یہ ایک ہی قسم کا خط تھا جو سب کے نام آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے محمدؐ کو برگزیدہ کیا اپنی مخلوقات میں نبوت سے ان کا اکرام اور رسالت کے لیے ان کا انتخاب کیا اور جب وہ اس کے بندوں کی خیر خواہی کر چکے اور اس کا پیغام پہنچا چکے تو حق تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ ہم لوگ ان کے اہلِ بیت اولیاء و احباء ان کے وارث اور لوگوں میں ان کے مقام کے سب سے زیادہ حقدار رہیں۔ ہماری قوم نے اپنے تئیں ہم پر ترجیح دی تو ہم (بادل ناخواستہ) راضی ہو گئے، افتراق و اختلاف سے ہم نے کراہت کی اور امن و عافیت کو پسند کیا جب کہ ہم علم و عرفان رکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس امر پر قبضہ کر رکھا ہے بہ نسبت ان کے ہم اس حق کے زیادہ مستحق ہیں جو ہمارے مقابلہ میں طلب کیا گیا ہے .... میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دے کر روانہ کیا ہے میں تم کو کتابِ خدا اور سنتِ رسول اللہؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں اس لیے کہ سنتِ رسول اللہؐ مٹا دی گئی ہے اور بدعت کو رواج دیا گیا ہے اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو تم کو میں راہِ ہدایت پر لگا دوں گا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ شرفائے بصرہ میں سے جس جس نے اس خط کو پڑھا اس نے اسے مخفی رکھا۔ ہاں منذر بن جرود کو یہ وسواس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ عبید اللہ نے ہم لوگوں کو چکمہ دیا ہو وہ عبید اللہ کے پاس قاصد کو لیے ہوئے چلا آیا اور خط بھی اسے دکھا دیا۔

ابنِ زیاد کا اہلِ بصرہ سے خطاب

عبید اللہ نے اسی وقت قاصد کی گردن اڑا دی اور منبر پر گیا حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "واللہ کوئی ایسا منہ زور نہیں جو میرے مقابلے میں ٹھہر سکے میں کسی کی دشمنی کی پرواہ نہیں کرتا جو کوئی مجھ سے عداوت رکھے اس کے لیے میں عذاب ہوں جو کوئی مجھ سے جنگ آزمائی کرے میں اس کے حق میں زہر ہوں جس نے کسی قدر انگن کے ساتھ تیر اندازی کی اس نے انصاف کیا اے اہلِ بصرہ! مجھے "امیر المومنین" نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ میں کل سویرے ادھر روانہ ہو جاؤں گا۔ تم لوگوں میں عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین کیے جاتا ہوں دیکھو مخالفت و بغاوت سے بچتے رہنا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر تم میں سے کسی شخص کی مخالفت کا حال مجھے معلوم ہوا تو میں اسے اس کے سرغنہ اور اس کے ہوا خواہ کو ضرور قتل کروں گا۔ میں قریب کو بعید کے عوض میں پکڑوں گا تاکہ تم سب میری اطاعت کرنے لگو اور تم میں کوئی مخالف اور معاند نظر نہ آئے میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ دنیا میں سب سے زیادہ اس کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔ مجھے کسی ماموں یا چچا کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔

ابنِ زیاد کی بصرہ سے روانگی

دوسرے دن اس نے اپنے بڑے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور مسلم بن عمرو باہلی شریک بن اعور حارثی اور اپنے تمام حشم و خدام اور اہل و عیال کے ساتھ بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پہ رکھے ڈھاٹا باندھے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا۔ یہاں لوگوں میں حسینؑ کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ سب لوگ ان کے منتظر تھے۔ عبیداللہ کو دیکھ کر سمجھے کہ حسینؑ ہیں۔ جس جس مجمع کی طرف سے گزرتا تھا لوگ سلام کرتے اور کہتے یا ابن رسول اللہ مرحبا آپ کا آجانا کیسا اچھا ہوا۔ حسینؑ کے لیے ان کا خوش ہونا عبیداللہ کو ناگوار گزرا۔ جب ان لوگوں کو زیادہ خوشی کرتے دیکھا تو مسلم باہلی نے کہا ہٹ جاؤ۔ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے تو سب لوگوں کو انتہائی رنج اور قلق ہوا۔

ابنِ زیاد کی اہلِ کوفہ کو دھمکی

قصر میں داخل ہو کر اس نے الصلوٰۃ جامعہ کی ندا کرائی لوگ سب جمع ہو گئے تو اس نے حمد و ثنا کے بعد کہا "امیر المومنین" اصلحہ اللہ نے مجھے تمہارے شہر اور حدود کا والی مقرر کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تم میں سے جو مظلوم ہو اس سے انصاف کروں جو محروم ہو اس کو عطا کروں۔ جو بات سنے اور اطاعت کرے اس پر احسان کروں جو بے ایمان و نافرمان ہو اس پر تشدد کروں۔ میں تم لوگوں کے بارے میں اس کے حکم کا اتباع کروں گا۔ اس کے فرمان کو نافذ کروں گا۔ تم میں سے جو شخص خوش کردار اور مطیع ہے میں اس سے پدر مہربانی کی طرح پیش آؤں گا اور جو شخص میرا حکم نہ مانے گا۔ میرا فرمان بجا نہیں لائے گا تو اس کے لیے میرا تازیانہ میری تلوار ہے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی خیر منائے۔ راستی بلا کو ٹالتی ہے یہ کہہ کر اتر آیا اور تمام سرکردہ افراد اور دیگر لوگوں پر تشدد کرنے لگا کہ تم لوگوں میں جو نووارد ہیں اور جن کی رائے مخالفت اور نافرمانی کرنا ہے ان سب کے نام مجھے لکھ کر دو جو شخص لکھ دے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو کسی کا نام نہ لکھے گا۔ اس بات کا ضامن ہو کہ اس کے قبیلے میں سے کوئی ہماری مخالفت اور ہم سے بغاوت نہیں کرے گا اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہم سے کوئی شکایت نہ ہو اور اس کی جان و مال کا لینا ہمارے لیے حلال ہو گا۔ اور جس سرکردہ کے قبیلہ میں کوئی ایسا شخص پایا جائے گا۔ جس کی امیر المومنین کو تلاش ہو اور اس نے ابتک اسے پیش نہ کیا ہو گا تو وہ اپنے گھر ہی کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔ اور دفتر عطیات سے اس کی خدمت و ملازمت ختم کر دی جائے گی اور موضع عمان الزارہ کی طرف اسے نکال دیا جائے گا۔

ابنِ زیاد کی کوفہ میں آمد

یزید کا خط جب ابن زیاد پہنچا تو اس نے اہلِ بصرہ میں سے پانچسو آدمی چُن لیئے۔ ان میں عبداللہ بن حارث اور شریک بن اعور بھی تھے اور شریک شیعہ علیؑ تھا (جب کوفہ کے قریب پہنچ گئے) تو ابنِ زیاد نے یمنی فاخرہ لباس پہنا۔ اپنے خچر پر سوار ہوا۔ جہاں جہاں سے گزرتا لوگ دیکھ کر سمجھتے کہ حسینؑ ہیں، سب پکار کر کہتے تھے۔ مرحبا یا ابن رسول اللہؐ، وہ کسی کو جواب نہیں دیتا

تھا۔ لوگ گھروں سے نکل نکل کر اس کے پاس چلے رہے تھے۔ نعمان بن بشیر (گورنر کوفہ) نے لوگوں کا حال سنا تو اس نے قصر کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تاکہ حسینؑ اور ان کے ساتھی اندر نہ آنے پائیں۔ عبیداللہ دروازے پر پہنچ گیا اور نعمان کو یقین تھا کہ حسینؑ ہیں اور مخلوق خدا ان کے گرد جمع ہے تو نعمان نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس سے چلے جایئے۔ میں اپنی امانت آپ کے حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے آپ کا قتل کرنا بھی منظور نہیں۔ عبیداللہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر دونوں کنگروں کے درمیان جاکر کہا اسے کھول تمہارا بھلا نہ ہو۔ بڑی دیر سویا اس کے پیچھے سے ایک شخص نے اس کی آواز سن لی۔ اس نے سب سے کہہ دیا۔ دوستو قسم خدا کی یہ تو ابن مرجانہ ہے۔ نعمان نے اب دروازہ کھولا اور ابن زیاد قصر میں داخل ہو گیا لوگوں کے لیے دروازہ بند کر لیا گیا اور وہ سب منتشر ہو گئے۔ صبح ہوئی تو ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا کہ "میرے ساتھ ساتھ اظہار اطاعت کرتے ہوئے جو لوگ آئے اور سمجھے کہ حسینؑ آئے ہیں اور وہ شہر پر قابض ہو گئے ہیں انہوں نے حسینؑ کے ساتھ دشمنی کی ہے واللہ میں نے تم میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانا" یہ کہہ کر وہ منبر سے اُتر آیا اس کو یہ خبر پہنچی کہ مسلم بن عقیل ابن زیاد سے ایک شب پہلے آ چکے ہیں اور تاحال کوفہ میں قیام پذیر ہیں۔ بنی تمیم کے ایک غلام کو ابن زیاد نے بلایا اسے کچھ مال دیا اور یہ کہا کہ تو بھی ان لوگوں جیسا طریقہ اپنا لے اس مال سے ان کی اعانت کر ہانی و مسلم کو تلاش کر اور ان کے پاس جا چنانچہ وہ غلام ہانی کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں شیعہ ہوں اور میں کچھ مال لے کر آیا ہوں۔

ابنِ زیاد کے قتل کا منصوبہ

شریک بن اعور (جو بصرہ سے ابن زیاد کے ساتھ آئے تھے) بیمار ہو کر ہانی کے یہاں آئے اور ان سے کہا کہ مسلم سے کہیے کہ وہ یہاں میرے پاس موجود رہیں۔ عبیداللہ میری عیادت کے لیے آئے گا۔ پھر مسلم سے شریک نے کہا اگر عبیداللہ کے قتل کا موقعہ آپ کو فراہم کروں تو آپ اُسے تلوار سے ماریں گے۔ مسلم نے کہا ہاں بخدا۔ چنانچہ عبیداللہ شریک کی عیادت کے لیے ہانی کے گھر آیا۔ شریک مسلم سے کہہ چکے تھے کہ جب میں کہوں مجھے پانی پلا دو۔ تو آپ نکل کر اس پر وار کرنا۔ عبیداللہ آکر شریک کے بستر پر بیٹھ گیا اور مہران اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ شریک نے کہا مجھے پانی پلا دو۔ ایک کنیز کٹورا لے کر آئی۔ مسلم کو دیکھ کر واپس چلی گئی۔ شریک نے پھر کہا مجھے پانی پلا دو پھر تیسری مرتبہ کہا واتے ہو تم پر پانی سے مجھے پرہیز کراتے ہو مجھے پانی پلاؤ اس میں میری جان جاتی ہے تو جانے دو۔ مہران تاڑ گیا اس نے عبیداللہ کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ شریک نے کہا۔ اے امیر میں تم سے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں کہا کہ میں پھر آؤں گا۔ اب مہران اسے دھکیلتا ہوا لے چلا اور کہا واللہ تمہارے قتل کرنے کا سامان تھا۔ عبیداللہ نے کہا یہ کیونکر یہ ہو سکتا ہے میں تو شریک کی خاطر آیا ہوں اور پھر ہانی کے گھر میں۔

جس پر میرے باپ کا احسان ہے۔

ھانی بن عروہ اور ابن زیاد

اس نے واپس آکر اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو بلایا اور ان سے کہا کہ ہانی کو میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہانی امان دیئے بغیر نہیں آئیں گے وہ کہنے لگا "انہیں امان سے کیا واسطہ۔ ایسا کونسا قصور ان سے ہُوا ہے تم دونوں جاؤ۔ اب اگر بغیر امان دیئے نہ آئیں تو ان کو امان دو اور لے آؤ۔ وہ دونوں ہانی کو بلانے آئے۔ تو ھانی نے کہا اگر اس نے مجھے پالیا تو ضرور مجھے قتل کر دے گا۔ لیکن وہ دونوں اصرار کرنے سے باز نہ آئے آخر وہ ہانی کو لے ہی آئے۔ عبیداللہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ ہانی مسجد میں آکر بیٹھ گئے اور ان کے دونوں گیسو اِدھر اُدھر جھول رہے تھے عبیداللہ نماز سے فارغ ہُوا تو ہانی کو پکارا یہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے مکان میں داخل ہوئے اور اسے سلام کیا عبیداللہ نے کہا ہانی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرا باپ جب اس شہر میں آیا تھا تو اس نے تمہارے باپ اور حجر کے علاوہ ان شیعوں میں سے کسی کو بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ حجر کا جو انجام ہوا وہ بھی تمہیں معلوم ہے پھر تم سے وہ اچھی طرح پیش آتا رہا۔ پھر امیر کوفہ سے تمہاری سفارش میں اس نے یہ کلمہ کہا تھا کہ میری حاجت تم سے ہانی ہے۔ ہانی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ ابنِ زیاد نے پوچھا تو کیا اس کا عوض یہی تھا کہ تم نے اپنے گھر میں ایک شخص کو چھپا رکھا ہے کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ ہانی نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ عبیداللہ نے یہ سن کر اسی تمیمی غلام کو جو ان لوگوں کی جاسوسی پر مقرر تھا بلایا۔

ھانی پر ابنِ زیاد کا حملہ

ہانی اس کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس نے سب حال کہہ دیا ہوگا لہذا کہا اے امیر جو خبر تم کو پہنچی ہے وہ صحیح ہے۔ مگر میں ہرگز تمہارے احسان کو نہیں بھول سکتا۔ تمہارے لیے اور تمہارے اہل و عیال کے لیے امان ہے جدھر تمہارے جی میں آئے چلے جاؤ عبیداللہ کچھ سوچنے لگا مہران اس کے پاس عصا لیے کھڑا تھا وہ پکارا ہائے غضب یہ جولاہا تمہاری سلطنت میں تم کو امان دیتا ہے۔ ابن زیاد نے مہران سے کہا اس کو پکڑ لو اس نے عصا رکھ دیا اور ہانی کے دونوں گیسو پکڑ لیے ان کے چہرہ کو بلند کیا اور عبیداللہ نے عصا اٹھا کر ان کے چہرہ پر مارا جس سے ان کے ابرو کا چمڑا اکھڑ کر دیوار میں پیوست ہو گیا پھر ان کے چہرہ پر مارا جس سے ان کا ماتھا اور ناک مجروح ہو گئی۔

قبیلہ مذحج کا محاصرہ:

لوگوں نے شور و غوغا کی آواز سُنی، قبیلہ مذحج کو پتہ چلا تو ان لوگوں نے آکر ابنِ زیاد کے مکان کو گھیر لیا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ ہانی کو لے جا کر کسی حجرہ میں ڈال دو۔ پھر مہران کو حکم دیا کہ شریح قاضی کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ شریح کو لے آیا اور اس کے ساتھ پولیس کے افراد بھی چلے آئے ہانی نے کہا شریح تم دیکھتے ہو کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں تو

دیکھتا ہوں کہ تم زندہ ہو۔ ہانی نے کہا یہ حال دیکھ کر بھی تم سمجھتے ہو کہ میں زندہ ہوں۔ میری برادری والوں سے یہی کہنا کہ اگر وہ چلے گئے تو ابنِ زیاد مجھے قتل کر دے گا۔ ابنِ شریح ابنِ زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ ہانی زندہ تو ہے مگر زخم کاری لگا ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا اگر حاکمِ وقت اپنی رعیت کو سزا دے تو تم اعتراض کرتے ہو باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھاؤ۔ شریح باہر گیا تو ابن زیاد نے ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا۔ شریح نے لوگوں سے کہا یہ کیا گستاخی ہے وہ شخص زندہ ہے۔ حاکم نے ایک ضرب اس کو لگائی تھی اس سے وہ مر تو نہیں گیا خود کو بھی اور اس شخص کو بھی مصیبت میں مبتلا نہ کرو۔ اور یہاں سے چلے جاؤ۔

معقل غلام

عبیداللہ نے جس شخص کو تین ہزار درہم دیکر افشائے راز کے لیے بھیجا تھا یہ اسی کا غلام معقل تھا وہ پہلے مسلم بن عوسجہ کو ملا وہ بڑی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اس نے لوگوں سے سنا کہ ابن عوسجہ حسینؑ کے لیے بیعت لیتے ہیں وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ کہنے لگا اے بندۂ خدا میں اہلِ شام میں سے ایک شخص ہوں مجھے اللہ نے اس خاندان اور انکے موالیوں کی محبت بطور نعمت عطا کی ہے۔ یہ تین ہزار درہم ہیں میں چاہتا ہوں کہ یہ اس شخص کی خدمت میں پیش کروں۔ جس کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ وہ کوفہ میں آئے ہوئے ہیں اور وہ نواسۂ رسولؐ کے لیے بیعت لیتے ہیں میں ان کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ . . . . . . بالآخر ابنِ عوسجہ نے اس سے بیعت لی اور اس سے عہد پیماں لیے پھر وہ شیعوں کے ہاں آنے جانے لگا۔

شریک بن اعور کی علالت

شریک بیمار ہوئے چونکہ ابن زیاد اور تمام افراد ان کی تعظیم کرتے تھے۔ ابنِ زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کو دیکھنے کے لیے آؤں گا۔ شریک نے مسلم سے کہا یہ مردود آج شام کو میری عیادت کیلئے آنے والا ہے جب وہ آ کر بیٹھے تو آپ نکل کر اسے قتل کر دیں پھر قصر الامارہ میں جا بیٹھنا کوئی بھی آپ کو روکنے والا نہیں ہوگا۔ میں جب اس بیماری سے اچھا ہو گیا تو خود بصرہ جا کر آپ کے لیے سب انتظامات کر دوں گا۔ شام کو عبیداللہ شریک کی عیادت کے لیے آیا تو مسلم اٹھے تاکہ آڑ میں چلے جائیں شریک نے تاکید کی تھی کہ جس وقت وہ آ کر بیٹھے تو اسے ہرگز دم نہ لینے دینا۔ یہ سن کر ہانی مسلم کے پاس گئے اور کہا میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ ہانی نے اس بات کو معیوب سمجھا عبیداللہ آیا بیٹھا اور شریک کا حال پوچھا کہ تمہیں کیا بیماری ہے اور کب سے ہے۔ ان باتوں نے جب طول کھینچا اور شریک نے دیکھا کہ مسلم باہر نہیں آئے انہیں خوف ہوا کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے تو وہ یہ شعر پڑھنے لگے۔ ما تنظرون بسلمٰی ان تحیوھا ـــ اسقونیھا وان کانت بھا نفسی ۔ یعنی سلمیٰ کو سلام کرنے میں تمہیں اب کیا انتظار ہے مجھے پلاؤ چاہیئے اس میں میری جان چلی جائے۔ شریک نے دو تین

دفعہ یہ شعر پڑھا۔ لیکن عبید اللہ کچھ نہ سمجھا۔ لہذا پوچھا کہ ان کا کیا حال ہے۔ دیکھو یہ ہذیان کی باتیں کر رہے ہیں۔ ھانی نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے، ہاں طلوع صبح سے لے کر اس وقت تک ان کی یہی حالت ہے۔ پھر عبید اللہ اٹھ کر چلا گیا۔

شریک کی وفات

جب مسلم باہر آئے تو شریک نے کہا اسے آپ نے قتل کیوں نہیں کیا۔ تو مسلم نے جواب دیا اس سے دو چیزیں مانع تھیں ایک تو ہانی کو یہ گوارا نہیں تھا کہ ان کے گھر میں یہ واقعہ ہو اور دوسری بات وہ حدیث ہے جو لوگ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان اچانک قتل کرنے سے روکتا ہے اور مومن کو زیب نہیں دیتا۔ کہ وہ کسی کو دھوکے سے قتل کرے۔ شریک تین دن زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔

معقل کی جاسوسی

غرض شریک کی وفات کے بعد مسلم بن عوسجہ معقل کو جناب مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اور اس کے حالات بیان کئے انہوں نے اس سے بیعت لی اور ابو ثمامہ صائدی سے فرمایا کہ جو مال یہ لے کر آیا ہے وہ لے لیں۔ کیونکہ یہ خدمت انہیں کے سپرد تھی وہ مال جمع کرتے جس سے بعض لوگوں کی اعانت کرتے ہتھیار خریدتے اور اس کام پر کڑی نظر رکھتے اور وہ جناب شجاعان عرب اور بزرگان شیعہ میں سے تھے۔ معقل سب سے پہلے یہاں انکی صحبت میں آتا اور سب سے آخر میں جاتا تھا اور تمام خبریں سنتا تمام رازوں کو معلوم کرتا اور جا کر ابن زیاد کے کان میں ڈالتا تھا۔

ھانی اور ابن زیاد

ہانی ابتدا میں صبح و شام ابن زیاد کے ہاں جایا کرتے تھے جب جناب مسلم ان کے ہاں آ گئے تو انہوں نے ابن زیاد کے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا خود کو بیمار ظاہر کیا اور گھر سے باہر نکلنا موقوف کر دیا۔ ابن زیاد نے ھانی کو بلانے کے لیے محمد بن اشعث اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو روانہ کیا، یہ لوگ جب ہانی کو لے کر اس کے ہاں پہنچے تو قاضی شریح بھی ابن زیاد کے پاس موجود تھے۔ شریح کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے یہ شعر پڑھا (ترجمہ) میں تو اس سے حسن سلوک کا ارادہ رکھتا ہوں (یا میں تو اس کی زندگی چاہتا ہوں) اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، اپنے دوست مرادی کے لیے میرا یہ عذر سن رکھو" پھر ھانی سے پوچھا کیوں ھانی" امیر المومنین" اور عامہ مسلمین کے لیے تمہارے گھر میں یہ کیسے سامان ہو رہے ہیں مسلم کو اپنے گھر میں رکھا ہے ان کے لیے ہتھیار اور جنگجو افراد دوسرے گھروں میں مہیا کئے ہیں، ھانی نے انکار کیا تو اس نے معقل کو سامنے بلا کر کھڑا کر دیا۔ ھانی مجبور ہو گئے اور انہوں نے سب حال صاف صاف بیان کر دیا کہ مسلم خود میرے گھر چلے آئے۔ اور ان کے متعلق جو کچھ تم نے سنا ہے وہ سب درست ہے۔ اب مجھ سے جیسا عہد و پیمان چاہو لے لو" میں تمہارے ساتھ کوئی

رہائی نہیں کروں گا۔ اگر کہو تو تمہارے پاس اتنی دیر کے لیے کسی کو بطور یرغمال چھوڑ دوں کہ میں یہاں سے جا کر مسلم سے کہہ دوں کہ میرے گھر سے جہاں ان کا جی چاہے چلے جائیں تاکہ میں ذمہ داری سے بری ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کہا واللہ جب تک مسلم کو میرے پاس نہ لے آؤ تم ہرگز یہاں سے نہیں جا سکتے۔ ہانی نے کہا میں بخدا ہرگز انہیں تمہارے پاس نہیں لاؤں گا کیا اپنے مہمان کو تمہارے پاس لے آؤں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ اس نے کہا واللہ تمہیں لانا پڑے گا۔ ھانی نے کہا واللہ میں نہیں لاؤں گا۔

ھانی اور مسلم باھلی

جب تکرار بڑھ گئی تو مسلم باھلی اُٹھ کھڑا ہوا اس وقت تک کوفہ میں اس کے علاوہ کوئی شامی یا بصری نہیں تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہانی اپنی بات پر اڑ گئے ہیں اور جناب مسلم کو حوالے کرنے کیلئے ابن زیاد کی بات نہیں سنتے کہنے لگا۔ خدا امیر کا بھلا کرے مجھے ذرا ھانی سے گفتگو کر لینے دو۔ چنانچہ ابن زیاد سے اتنا دور وہ ہانی کو لے گیا کہ ان کی اونچی گفتگو وہ سن سکتا تھا اور انہیں دیکھ رہا تھا۔ مسلم نے کہا اے ھانی خدا کے واسطے اپنے کو قتل نہ کرو۔ اور اپنی قوم و برادری پر مصیبت نہ لاؤ۔ یہ شخص (جناب مسلم) ان لوگوں کے خاندان میں سے ہے نہ کوئی انہیں قتل کرے گا اور نہ ہی کسی طرح کا ضرر ان کو پہنچے گا۔ انہیں ان کے حوالے کر دو۔ اس میں تمہارے لیے کوئی رسوائی نہیں ہے اور نہ کوئی نقصان ہے تم تو انہیں حاکم وقت کے حوالے کرو گے۔ ھانی نے کہا "نہیں بخدا اس میں میری بڑی ذلت اور رسوائی ہے۔ میں زندہ موجود اور صحیح سلامت ہوں دیکھتا اور سمجھتا ہوں، دست و بازو میں طاقت رکھتا ہوں۔ میرے اعوان و مددگار بھی بہت ہیں۔ اس کے باوجود بھی میں نے جسے پناہ دی ہے اور جو میرا مہمان ہے اسے ان کے حوالے کر دوں واللہ اگر میں اس وقت تنہا اور بے یار و مددگار ہوتا۔ تب بھی اپنی جان جب تک دے دیتا انہیں حوالے نہ کرتا" باھلی انہیں قسمیں دیئے جاتا تھا اور وہ یہی کہے جاتے تھے کہ خدا کی قسم میں انہیں کبھی اس کے حوالے نہیں کروں گا۔

ھانی کی ابن زیاد سے تلخ کلامی

عبیداللہ نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ ھانی کو لوگ لے گئے تو ابن زیاد نے کہا مسلم کو میرے پاس لاؤ۔ ورنہ بخدا تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ ھانی نے کہا پھر تو یہاں تلواریں بہت چمکیں گی۔ وہ کہنے لگا تجھ پر افسوس ہے تو مجھے تلواروں سے ڈراتا ہے۔ پھر اس نے ان کے چہرہ پر چھڑی مارنا شروع کی۔ ناک، پیشانی اور رخسار پر برابر وہ چھڑی مارے جا رہا تھا کہ جس سے ان کی ناک کے ٹکڑے اڑ گئے۔ ان کے کپڑے خون میں ڈوب گئے۔ رخساروں اور ماتھے کا گوشت ان کی ڈاڑھی پر لٹک آیا۔ آخر چھڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار پر ہاتھ ڈالا مگر اس نے قبضہ چھڑا لیا۔ اس پر عبیداللہ نے کہا۔ ہر وقت ہی فتنہ و فساد، تو نے اپنا خون مباح کر دیا اب تمہیں قتل کرنا ہمارے لیے حلال ہے۔

عبیداللہ کا مسجد سے فرار

ایک روایت ہے کہ عبیداللہ نے جب ھانی کو مارا اور قید کر دیا تو اُسے اندیشہ ہوا کہ لوگ مجھ پر حملہ کریں گے۔ لہذا وہ اپنی پولیس ، نوکروں اور شہر کے رئیسوں کے ساتھ نکل کر منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا لوگوں کو اعانت کرنے اور اختلاف سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتا رہا۔ منبر سے اترنا چاہتا تھا کہ بازاری لوگوں کو یہ کہتے سُنا ابنِ عقیل آگئے۔ ابنِ عقیل آگئے یہ دیکھتے ہی وہ دوڑ کر قصر میں چلا گیا اور سب دروازے بند کر لیے۔ جناب مسلم نے اس کے قصر کو گھیر لیا تھوڑی دیر میں مسجد لوگوں سے پُر ہوگئی۔ عبیداللہ بہت گھبرا گیا اس کے پاس تیس پولیس کے آدمی اور بیس افراد اشرافِ شہر اور اس کے نوکر چاکر مل کر بنتے تھے اس کے پاس جو لوگ تھے وہ بلند ہو ہو کر اس ہجوم کو دیکھتے اور اس سے ڈرتے تھے۔

ابنِ زیاد کی شرفائے شہر کو ہدایت

عبیداللہ نے اشرافِ شہر کو بلا کر جمع کیا اور ان سے کہا بلندی پر جا کر ان سے کہو کہ جو اطاعت کریں گے انہیں انعام و اکرام ملے گا جو نافرمان رہیں گے وہ محروم ہوں گے اور انہیں سزا ملے گی ان کو آگاہ کرو کہ ان کے مقابلے کے لیے شام سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں۔ سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی جب کہ سورج غروب ہونے کو تھا۔ "لوگو اپنے اپنے گھروں کی طرف کو واپس جاؤ، شر و فساد میں جلدی نہ کرو خود کو اپنے ہاتھوں قتل نہ کراؤ دیکھو "امیرالمومنین" یزید کی فوجیں چل چکی ہیں۔ سو امیر نے خدا سے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر تم اس سے جنگ پر آمادہ رہے اور اسی شام کو یہاں سے واپس نہ گئے تو وہ تمہاری ذریت کو عطا سے محروم کر دے گا اور تمہارے جنگجو لوگوں کو غزواتِ اہلِ شام میں بغیر کچھ دیئے متفرق کر دیگا۔ بُرے کی جگہ اچھے کو، غائب کے عوض حاضر کو گرفتار کرے گا۔ جس جس نے نافرمانی کی ہے ان میں سے ایک کو بھی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑے گا" باقی اشرافِ شہر نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں۔

اہلِ کوفہ کی بدعہدی

ان کی گفتگو سُن کر لوگ متفرق ہونے اور واپس جانے لگے۔ ایک ایک عورت اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتی اور کہتی تم یہاں سے چلو اتنے لوگ موجود ہیں، یہ نبٹ لیں گے۔ کوئی مرد اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتا اور کہتا کل اہلِ شام آجائیں گے تو تم ان سے کیونکر جنگ کر سکو گے چلو یہاں سے اور وہ اس کے ساتھ چلا جاتا۔ اسی طرح لوگ متفرق و پراگندہ ہوتے رہے اور شام تک جناب مسلم کے پاس تیس افراد سے زیادہ نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مغرب کی نماز پر انکے ساتھ فقط تیس افراد تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رات ہوگئی ہے اور ان کے ساتھ یہی چند شخص رہ گئے ہیں تو وہ نکلے اور ابوابِ کندہ کی طرف متوجہ ہوئے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ ان کے ساتھ دس آدمی رہ گئے

دروازے سے باہر نکلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا اب جو مڑ کر دیکھا تو اتنا بھی نہیں تھا کہ کوئی راستہ بتاتا یا کسی گھر میں لے جاتا یا دشمن کا سامنا ہو تو ان کے آڑے آتا۔ آپ آگے کی طرف چلے۔ کوفہ کی گلیوں میں مڑ مڑ کر دیکھتے اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا۔ میں کدھر جا رہا ہوں

مسلم اور طوعہ

جاتے جاتے بنی جبلہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازے پر پہنچے جس کا نام طوعہ تھا جو اسید حضرمی کی بیوی تھی۔ بلال ان کے شکم سے پیدا ہوا تھا بلال بھی لوگوں کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ ماں دروازے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی جناب مسلم نے اسے سلام کیا اس نے جواباً سلام دیا۔ جناب مسلم نے کہا۔ نیک بخت مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اس نے پانی لا کر پلا دیا مسلم وہیں بیٹھ گئے۔ عورت پانی کا برتن رکھ کر پھر باہر آئی اور کہنے لگی۔ بندۂ خدا کیا پانی تم نے پی نہیں لیا۔ مسلم نے کہا۔ ہاں، وہ کہنے لگی۔ پھر اپنے گھر کی طرف جاؤ۔ مسلم چپ ہو گئے اتنے میں وہ پھر باہر آئی اور پھر وہی بات دہرائی اب بھی مسلم خاموش رہے تو اس نے کہا سبحان اللہ اے بندۂ خدا اپنے گھر جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے میرے دروازے پر تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں ہے، میں اس کی اجازت نہیں دیتی۔ یہ سنکر مسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے نیک بخت اس شہر میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور نہ کوئی قوم برادری ہے تم کچھ نیکی کرو۔ اور ثواب کماؤ۔ شاید میں کبھی اس کا بدلہ دے سکوں۔ اس نے کہا اے شخص تم کیا کہہ رہے ہو۔ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں، لوگوں نے مجھ سے دغا کیا اور مجھے دھوکہ دیا۔ اس نے کہا کیا واقعاً آپ مسلم ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تو وہ کہنے لگی آپ اندر تشریف لائیے۔ اس نے ایک کمرے میں بستر بچھا دیا اور کھانا لے کر آئی مگر انہوں نے کھانا نہیں کھایا اتنے میں اس کا بیٹا آ گیا اس نے ماں کو دیکھا کہ وہ حجرے میں بار بار آتی جاتی ہے۔ وہ کہنے لگا تیرے اس حجرے میں آنے جانے سے مجھے شک ہوتا ہے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ اس نے کہا۔ بیٹا یہ بات نہ پوچھو اسے جانے دو۔ اس نے کہا میں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ مجھے بتا دو۔ کہنے لگی تم اپنا کام کرو۔ اور مجھ سے نہ پوچھو۔ وہ بہت ہی اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا بیٹا دیکھو میں جو تجھے کہتی ہوں اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا پھر اس سے قسم لی اور اس نے قسم کھائی تو ماں نے سارا حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر وہ لیٹ رہا اور چپ ہو گیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ آوارہ شخص تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے ساتھ والوں کے ساتھ بیٹھ کر شراب بھی پیا کرتا تھا۔

بلال کی مخبری

یہ بلال طوعہ کا بیٹا صبح ہوتے ہی محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا اور اس سے کہہ دیا کہ مسلم میری ماں کے یہاں مقیم ہے۔ عبدالرحمان اپنے باپ کے پاس گیا جو ابن زیاد کے پاس تھا اور اس سے آہستہ آہستہ سب حال بیان کر دیا۔ ابن زیاد نے پوچھا بتاؤ تمہارے بیٹے نے کیا باتیں

کیں۔ابن نے کہا کہ مسلم ہمارے ہی گھروں میں سے ایک گھر میں مقیم ہیں۔ابن زیاد نے چھڑی اس کے پہلو میں چبھوئی اور کہا اٹھو۔ ابھی انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔اور عمرو بن حریث سے کہلوا بھیجا کہ بنی قیس کے ساٹھ ستر آدمی ابن اشعث کے ساتھ کر دو۔گھوڑوں کی ٹاپ اور لوگوں کی آوازیں سن کر مسلم سمجھ گئے کہ یہ لوگ مجھ پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔لہذا آپ تلوار لے کر ان لوگوں کی طرف بڑھے جو لوگ گھر میں گھس گئے تھے۔ جناب مسلم نے مار مار کر سب کو گھر سے نکال دیا۔انہوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا تو مسلم نے پھر اسی طرح ان کا مقابلہ کیا۔

جناب مسلم کی شجاعت بکیر بن حمران نے آپ کے چہرۂ انور پر وار کیا جس سے آپ کا اوپر والا ہونٹ کٹ گیا نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا اور سامنے کے دو دانت گر گئے تو جناب مسلم نے اس کے سر پر کاری زخم لگایا۔پھر دوسرا وار اس کے کاندھے پر اس زور سے لگایا کہ تلوار اس کے سینے تک اتر آئی۔یہ حالت دیکھ کر لوگ مکان کی چھت پر چڑھ کر ان پر پتھر برسانے لگے اور بانس کی چھپٹیاں آگ سے دھکتی ہوئی مکان کی چھت پر سے ان پر ڈالنے لگے۔یہ دیکھ کر مسلم تلوار کھینچے ہوئے گلی میں ان سے لڑنے کے لیے نکل آئے اور قتال میں مصروف ہو گئے۔

جناب مسلم کے لیے ابن اشعث کی امان ابن اشعث نے سامنے آکر کہا اے شخص تمہارے لیے امان ہے تم کیوں اپنے کو خود قتل کر رہے ہو۔مسلم اسی طرح شمشیر زنی کرتے رہے اور رجز پڑھتے جاتے تھے (جس کا آخری مصرعہ یہ ہے) اخاف ان اکذب او اغر مجھے یہ خوف ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکہ دیں گے۔ابن اشعث نے کہا کوئی شخص آپ سے جھوٹ نہیں بولے گا نہ کوئی آپ سے فریب کرے گا۔کوئی آپ کو دھوکہ نہیں دے گا۔یہ لوگ تو آپ کی قوم و قبیلہ ہیں۔وہ آپ کو قتل کرنا نہیں چاہتے اور نہ ہی آپ پر ہاتھ اٹھانا چاہتے ہیں۔جناب مسلم پتھروں کی مار اور زخموں کی وجہ سے چور چور تھے۔اب جنگ کرنے کی طاقت ان میں نہیں رہی تھی اور وہ ہانپ رہے تھے۔مکان کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے ہو گئے ابن اشعث ان کے قریب آکر کہنے لگا۔آپ کے لیے امان ہے جناب مسلم نے کہا میرے لیے امان ہے اس نے کہا ہاں امان ہے۔اور سب لوگ پکار اٹھے کہ امان ہے فقط ایک عمرو سلمی تھا جو یہ کہہ کر کنارہ کش ہو گیا کہ مجھے اس امر میں کوئی دخل نہیں ہے۔جناب مسلم نے کہا اگر تم لوگ مجھے امان کے لیے نہ کہتے تو میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں نہ دیتا۔ایک خچر پر انہیں سوار کر دیا گیا اور سب ان کے گرد ہجوم کئے ہوئے تھے۔جناب مسلم نے تلوار گلے میں ڈال لی تھی۔ان لوگوں نے تلوار ان کے گلے سے نکال لی اس وقت جناب مسلم کو اپنی جان کے بچنے سے مایوسی ہوئی اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے یہ پہلا دغا ہے

جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ ابن اشعث نے کہا مجھے اُمید ہے کہ آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں۔ مسلم نے کہا بس اُمید ہی امید ہے امان جو تم نے دی ہے وہ کیا ہوئی۔ پھر آپ نے اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون کہا اور رونے لگے تو عمرو سلمی نے کہا جو شخص اس چیز کا طالب ہو جس کے تم طالب ہو پھر اس پر تمہاری جیسی مصیبت پڑ جائے۔ وہ اس طرح نہیں روتا۔ جناب مسلم نے کہا کہ اگرچہ میں حشم زدن کے لیے بھی اپنی جان کا تلف ہونا گوارا نہیں کرتا۔ پھر بھی میں اپنی جان کے لیے نہیں رو رہا ہوں اور نہ ہی میں اپنے قتل ہونے کا ماتم کر رہا ہوں میں تو اپنے عزیزوں کے لیے رو رہا ہوں جو میری طرف آ رہے ہیں۔ میں حسینؑ اور ان کی اولاد کے لیے رو رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے بندۂ خدا میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان نہیں دے سکے گا۔ تو کیا تو اتنا سلوک میرے ساتھ کرے گا کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسینؑ کے پاس بھیج دے وہ آج کل ہی میں تم لوگوں کے پاس آنے کے لیے روانہ ہو چکے ہوں گے اور اہلِ بیت بھی ان کے ساتھ ہوں گے تم جو میری بے تابی دیکھ رہے ہو وہ محض اسی سبب سے ہے۔ جو شخص میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ "مسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب وہ یہ نہیں چاہتے کہ آپ یہاں آئیں اور شہید کر دیئے جائیں۔ آپ اہلِ بیت کو لے کر واپس پلٹ جائیں اور کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ کے والد گرامی مرنے اور قتل ہونے کی تمنّا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ نے آپ سے بھی جھوٹ بولا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور جس کو فریب دیا گیا ہو اس کی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ ابن اشعث نے کہا۔ واللہ میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دوں گا کہ میں آپ کو امان دے چکا ہوں۔

مسلم باہلی کی گستاخی

مسلم قصر کے دروازے پر جب پہنچے تو وہ بہت پیاسے تھے۔ قصر کے دروازے پر ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا رکھا ہوا تھا جناب مسلم نے کہا مجھے اس میں سے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ ابن عمرو باہلی نے جواب دیا دیکھ کیسا ٹھنڈا پانی ہے واللہ اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہیں ملے گی۔ تمہیں (معاذ اللہ) آتش جہنم کا کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے ملے گا۔ جناب مسلم نے فرمایا ارے تو کون ہے کہا "میں اس شخص کا بیٹا ہوں کہ جب تو نے حق کا انکار کیا تو اس نے اقرار کیا اور جب تو نے کھوٹا پن ظاہر کیا۔ تو اس نے خلوص دکھایا جب تو نے نافرمانی اور مخالفت کی تو اس نے بات کو سُنا اور اطاعت کی۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں"۔ جناب مسلم نے فرمایا "تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تو کتنا بے رحم اور بد زبان ہے اور کیسا سنگ دل اور درشت طینت ہے۔ اے ابن باہلہ تو دوزخ کے دائمی عذاب اور اس کھولتے ہوئے پانی کا زیادہ سزاوار ہے"۔ مسلم یہ کہہ کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے اور عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا کہ وہ پانی لے آئے۔

جناب مسلم کی پانی سے محرومی

ایک روایت ہے کہ عمارہ نے اپنے غلام قیس کو بھیجا اور وہ پانی کی ایک صراحی لے کر آیا اس پر رومال پڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک کٹورا تھا۔ کٹورے میں پانی ڈال کر اس نے جناب مسلم کو دیا۔ جب آپ پانی پینے کا ارادہ کرتے تو کٹورا خون سے بھر جاتا۔ جب تیسری بار غلام نے کٹورا بھر دیا اور مسلم پینے لگے تو آپ کے سامنے کے دونوں دانت کٹورے میں آرہے تو مسلم نے کہا۔ الحمد للہ اگر میری قسمت میں یہ پانی ہوتا تو میں پیتا پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

جناب مسلم کی عمر بن سعد کو وصیت

مسلم نے کہا مجھے ذرا اپنی قوم کے کسی شخص کو وصیت کر لینے دو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد کے ہم نشینوں کی طرف نظر کی۔ عمر بن سعد وہاں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا اے عمر مجھ میں اور تجھ میں قرابت ہے میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں تجھے وہ پوری کرنا چاہیئے اور وہ ایک راز ہے۔ ابن سعد نے اس کے سننے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے کہا کہ تجھے اپنے ابن عم کی بات سننے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ تب ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور وہ مسلم کے ساتھ ایسی جگہ جا کر بیٹھ گیا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ جناب مسلم نے کہا کوفہ میں میرے ذمہ کچھ قرض ہے جب سے میں یہاں آیا ہوں سات سو درہم قرض لے چکا ہوں۔ یہ قرض ادا کر دینا (بعض روایات میں ہے کہ میری زرہ و تلوار بیچ کر ادا کرنا) اور میری روش کا خیال رکھنا۔ ابن زیاد سے مجھے مانگ کر دفن کر دینا اور حسینؑ کے پاس کسی کو بھیجنا جو ان کو واپس کر دے۔ کیونکہ میں ان کو لکھ چکا ہوں کہ لوگ آپ کا ساتھ دیں گے۔ میرا خیال یہی ہے کہ اب وہ آتے ہی ہوں گے۔ عمر نے جا کر ابن زیاد سے کہا آپ سمجھے انہوں نے مجھ سے کیا کہا ہے۔ انہوں نے یہ یہ باتیں مجھ سے کہی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ قابل وثوق شخص تو کبھی خیانت نہیں کرتا۔ ہاں کبھی خائن کو امین سمجھ کر اس پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ تمہارا مال تو تمہارا ہی ہے ہم تم کو اس امر سے نہیں روکتے جس طرح چاہو اسے صرف کر دو۔ حسینؑ بھی اگر ہماری طرف آنے کا ارادہ نہیں کریں گے تو ہمیں بھی ان سے کوئی سروکار نہیں۔ ہاں اگر انہوں نے ادھر کا قصد کیا تو ہم بھی ان سے باز نہیں رہیں گے اور لاش کے بارے میں ہم تمہاری سفارش نہیں سنیں گے کیونکہ مسلم ہماری طرف سے اس رعایت کا سزاوار نہیں ہے اس نے ہم سے جنگ کی ہماری مخالفت کی اور ہمیں ہلاک کرنے پر آمادہ رہا۔

ابن زیاد اور جناب مسلم میں تلخ کلامی

اس کے بعد ابن زیاد نے کہا ہاں مسلم بتا لوگ یہاں امن کی حالت میں تھے اور سب یک زبان تھے تم اس لیے آئے کہ انہیں متفرق ڈالو۔ انہیں پریشان کرو۔ اور انہیں ایک دوسرے سے لڑا دو۔ جناب مسلم نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں اس لیے نہیں آیا بلکہ اہل شہر یہ کہتے ہیں کہ تیرے باپ نے ان میں سے نیک لوگوں کو چن چن کر قتل کیا۔ ان کا خون بہایا۔ ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح پیش آیا۔ ہم اس لیے آئے کہ عدل کے ساتھ حکم کریں اور حکم قرآن کی دعوت

دیں۔ ابنِ زیاد نے کہا بدکار کجا اور یہ دعوے کجا جب تو مدینہ میں شراب پیا کرتا تھا اس وقت تمہیں یہ نہ آیا کہ ان لوگوں میں عدل کرے۔ جناب مسلم نے فرمایا۔ میں شراب پیتا ہوں واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور جو کچھ تو نے کہا وہ جہالت کی بنا پر کہا میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ شراب تو وہ پیئے گا جو مسلمانوں کا خون پی لیا کرتا ہے جو اسے قتل کرتا ہے جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے اور جو اس کا خون بہاتا ہے جس نے کسی کا خون نہیں بہایا۔ جو غصہ، بغض اور بدگمانی پر خونریزی کرتا ہے اور پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابنِ زیاد نے کہا او بدکار تیرے دل میں وہ تمنا ہے جس سے خدا نے تجھے محروم کر دیا ہے اور تجھے اس نے اس قابل نہیں سمجھا۔ مسلم نے کہا پھر کون قابل ہے۔ اس نے کہا "امیرالمومنین" یزید۔ مسلم نے فرمایا۔ ہر حالت میں خدا کا شکر ہے۔ ہم نے اپنا اور تمہارا انصاف خدا پر چھوڑ رکھا ہے۔ کہا شاید تمہارا گمان ہے کہ تم لوگوں کا بھی اس امارت میں کچھ حق ہے۔ فرمایا بخدا گمان نہیں بلکہ یقین ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ خدا مجھے مارے اگر میں تمہیں اس طرح نہ قتل کروں کہ اسلام میں اس طرح کسی کو قتل نہ کیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں بیشک اسلام میں جو ظلم کبھی نہیں ہوا اس کے ایجاد کرنے کا تو ہی سزاوار ہے۔ بری طرح قتل کرنا، بری طرح سر کاٹنا، بد افعالی کرنا اور غالب ہو کر ملامت سمیٹنا تیرا ہی حصہ ہے۔ دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر کوئی اس کا سزاوار نہیں ہے۔

ابنِ زیاد کی لاف زنی

ابنِ سمیہ نے اب مسلمؑ حسینؑ علیؑ اور عقیل کو گالیاں دینا شروع کیں، تو جناب مسلم نے سکوت اختیار کیا۔ پھر اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو قصر الامارہ کی چھت پر لے جاؤ۔ اس کی گردن قلم کر لو اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دو۔ اب جناب مسلم نے ابنِ اشعث کی طرف دیکھ کر فرمایا تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو واللہ میں خود کو حوالے نہ کرتا اب تو مجھے بچانے کے لیے تلوار لے کر کھڑا ہو جا۔

جناب مسلم کی شہادت

ابنِ زیاد نے پوچھا، وہ شخص کہاں ہے جس کے سر اور شانے پر مسلم نے تلوار ماری تھی اسے بلا کر کہا تو چھت پر چڑھ جا۔ اور اس کا سر قلم کر دے جناب مسلم کو چھت پر لے کر چلے تو آپ تکبیر استغفار اور صلوات پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ خداوندا ہمارا اور ان لوگوں کا عدل و انصاف تیرے ہاتھ میں ہے جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا۔ ہم سے جھوٹ بولے اور ہمیں ذلیل کیا قصر کی اس چھت میں جہاں آجکل شتر قصاب رہتے ہیں جناب مسلم کو لے کر گئے وہاں ان کی گردن اڑا دی گئی اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دیا۔

ھانی بن عروہ کے قتل کا حکم

جناب مسلم کی شہادت کے بعد اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار لے کر جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ ھانی کو بازار میں وہاں لے کر گئے جہاں بکریاں بکتی تھیں۔

ان کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور وہ بار بار کہتے جاتے تھے کہاں ہیں بنی مذحج جو آج میری کمک نہیں کرتے جب دیکھا کہ کوئی مدد کو نہیں آتا تو اپنے ہاتھ کو زور سے کھینچا، رسی میں سے نکال لیا اور کہا کہ ارے کوئی عصا کوئی چھری کوئی پتھر نہیں کیا کوئی اونٹ کی ہڈی بھی نہیں کہ انسان اسی کو لے کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرے یہ کہہ رہے تھے کہ سرکاری لوگ ان پر پل پڑے پھر انہیں رسی میں باندھ لیا اور ان سے کہا کہ اپنی گردن آگے بڑھاؤ تو انہوں نے کہا میں ایسا سخی نہیں ہوں کہ اپنا سر دوں۔ میں اپنی جان لینے میں تمہاری اعانت نہیں کرونگا۔

ھانی بن عروہ کی شہادت

ابن زیاد کے ترکی غلام نے جس کا نام رشید تھا تلوار کا وار کیا جو کارگر نہ ہوا ھانی کہنے لگے خدا کے پاس ہی جانا ہے۔ خداوندا مجھے اپنی رحمت و رضوان میں لے لے۔ ترکی نے دوسرے وار میں انہیں شہید کر دیا۔

مسلم اور ھانی کے سروں کی روانگی

اب جناب مسلم اور ھانی کے سر ابن زیاد نے ھانی بن ابوحیہ اور زبیر بن اروح کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیئے اور منشی سے خط لکھوایا۔ الحمد للہ خدا نے "امیر المومنین" کے حق کو محفوظ رکھا اور دشمن کی فکر سے اسے بچا لیا میں امیر المومنین کو خبر دیتا ہوں کہ مسلم نے ھانی کے گھر میں پناہ لی تھی۔ میں نے ان دونوں پر جاسوس مقرر کئے۔ کچھ لوگ فریب سے ان کے گھر بھیجے، ان سے مکر و فریب کر کے بالآخر دونوں کو باہر نکالا اور خدا کے فضل سے دونوں میرے قابو میں آ گئے۔ میں نے دونوں کے سر قلم کر کے ہانی بن ابی حیہ اور زبیر کے ساتھ آپ کے پاس روانہ کئے ہیں۔ یہ دونوں شخص تابع فرمان، اطاعت گذار اور خیر خواہ ہیں "امیر المومنین" جو بات چاہیں ان سے دریافت کریں دونوں واقف کار، راست گو اور صاحب فہم ہیں۔ والسلام۔"

یزید کا خط ابنِ زیاد کے نام

یزید نے جواب میں لکھا "جو میں چاہتا تھا وہی تو نے کیا تو نے عاقلانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا مجھے مطمئن اور بے فکر کر دیا۔ میں تجھے جیسا سمجھتا تھا اور تیری نسبت میری جو رائے تھی۔ تو نے اپنے کو ویسا ہی ثابت کیا ..... اور مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں، نگران مقرر کرو، مورچے تیار رکھو۔ جس سے بدگمانی ہو اس کو حراست میں لو، جس پر تہمت بھی ہو اسے گرفتار کرو۔ ہاں جو تجھ سے خود جنگ نہ کرے۔ اسے قتل نہ کرنا اور جو جو واقعہ پیش آئے اس کا حال مجھے لکھتے رہنا۔ والسلام۔"

مختار اور عبداللہ بن حارث کی گرفتاری

حسینؑ مدینہ سے ۶۰ھ ماہ رجب کی اٹھائیسویں تاریخ اتوار کے دن مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور شعبان کی تیسری تاریخ شب جمعہ تھی کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ میں شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعدہ میں قیام کیا۔ پھر ذی الحجہ

آٹھویں تاریخ منگل کے دن روز ترویہ آپ مکّہ سے روانہ ہوئے۔ اسی دن جناب مسلم نے حملہ کیا تھا اور مسلم کے ساتھ مختار اور عبداللہ بن حارث بھی تھے۔ مختار سبز عَلَم لیے ہوئے تھے اور عمرو بن حریث کے مکان پر آکر عَلَم کو گاڑھ دیا اور کہا میں تو اس لیے نکلا ہوں کہ عمرو کو روکے رہوں۔ بعد میں ابنِ زیاد نے مختار اور عبداللہ کو گرفتار کرنے کا لوگوں کو حکم دیا اور اس کے لیے انعام مقرر کئے۔ چنانچہ دونوں کو گرفتار کرکے قید کر دیا گیا۔

باب - ۱۰

امام حسینؑ

عبداللہ نے حسینؑ کی روانگی کا ذکر سُنا تو حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہا بھائی لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے تو بتایئے آپ کا کیا ارادہ ہے۔ فرمایا۔ انشاءاللہ انہی دو دنوں کے اندر روانہ ہو جاؤں گا۔ ابن عباس نے کہا میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجئے۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ مجھے یہ تو بتایئے کہ آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے حاکم کو قتل کر دیا ہو، اپنے شہروں کا انتظام خود سنبھال لیا ہو اور وہ اپنے دشمن کو نکال چکے ہوں۔ اگر وہ یہ سب کچھ پہلے کر چکے ہیں، پھر آپ جایئے اور اگر یہ بات ہے کہ انہوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے اور حاکم ان پر اسی طرح مسلط ہے۔ اسی کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کرتے ہیں تو پھر وہ آپ کو جنگ و جدال کے واسطے بلا رہے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے۔ آپ کو جھٹلائیں گے آپ کی مخالفت کریں گے آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اگر وہ آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ سب سے سخت تر ہوگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں خدا سے ہی خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں، کہ کیا ہوتا ہے۔

عبداللہ بن زبیر اور امام حسینؑ

ابن عباس وہاں سے اٹھے تو ابنِ زبیرؓ آ گیا کچھ دیر تک باتیں کرتا رہا پھر کہنے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قوم کو ہم کیوں چھوڑ دیں کیوں ان سے باز رہیں۔ ہم تو مہاجرین کی اولاد ہیں اور ان سے بڑھ کر ریاست کے حقدار ہیں یہ تو بتایئے آپ کا کیا ارادہ ہے۔ حسینؑ نے فرمایا میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں کوفہ چلا جاؤں۔ وہاں کے اشراف اور میرے شیعوں نے خط لکھے ہیں اور میں خدا سے خیر کا خواستگار ہوں۔ یہ سن کر ابنِ زبیرؓ نے کہا۔ آپ کے شیعوں جیسے اگر

میرے لوگ بھی وہاں ہوتے تو میں اس سے انحراف نہ کرتا۔" یہ کہہ کر ابنِ زبیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ سے بدگمان نہ ہوں تو کہا اگر آپ حجاز میں ہی رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو کوئی بھی انشاءاللہ آپ کی مخالفت نہیں کرے گا۔" ابنِ زبیر اٹھ کر چلے گئے تو حسینؑ نے فرمایا۔ اس شخص کو دنیا کی کسی چیز کی اتنی آرزو نہیں جتنی اس بات کی ہے کہ میں حجاز سے عراق کی طرف چلا جاؤں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے اسے ریاست نہیں مل سکتی چونکہ لوگ اسے میرے برابر نہیں سمجھتے اسی لیے اس کی خواہش ہے کہ میں چلا جاؤں اور اسکے لیے میدان خالی ہو جائے۔

ابنِ عباس کا حسینؑ کو یمن جانے کا مشورہ

پھر اسی دن شام کو یا دوسری صبح کو حسینؑ کے پاس ابنِ عباس آئے اور عرض کیا۔ برادر میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں مگر مجھے صبر نہیں آتا۔ مجھے آپ کی تباہی و بربادی کا خوف ہے۔ اہل عراق دغا پیشہ لوگ ہیں ہرگز ان کے پاس نہ جائیے اسی شہر میں قیام کیجیے کہ آپ تمام حجاز کے رئیس ہیں۔ اہلِ عراق اگر آپ کو بلاتے ہیں تو انہیں لکھئے کہ وہ اپنے دشمن سے پیچھا چھڑالیں۔ اس کے بعد آپ ان کے پاس جائیے اگر آپ اس بات کو نہیں مانتے اور یہاں سے جانا ہی منظور ہے تو یمن کی طرف چلے جائیے۔ وہاں قلعے ہیں درہ کوہ ہیں ایک طویل و عریض ملک ہے آپ کے والد کے وہاں شیعہ موجود ہیں۔ آپ سب سے الگ رہ کر لوگوں سے خط و کتابت کریں اپنے قاصدوں کو بھیجیں۔ اس طریقہ سے مجھے امید ہے کہ جو بات آپ چاہتے ہیں وہ امن و عافیت سے آپ کو حاصل ہو جائے گی حسینؑ نے جواب دیا۔ بھائی بخدا میں جانتا ہوں کہ تم خیر خواہ اور میرے شفیق ہو۔ لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔

ابنِ عباس کا اہلِ بیت کو ساتھ لے جانے پر انکار

ابنِ عباس نے عرض کیا آپ اگر جانا ہی چاہتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے واللہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ عورتوں اور بچوں کے سامنے نہ مارے جائیں۔ پھر ابنِ عباس کہنے لگے۔ آپ نے تو ابنِ زبیر کی مُراد پوری کر دی۔ ملکِ حجاز کو اس کے لیے چھوڑ کر خود نکل چلے۔ آپ کے سامنے کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ ابنِ عباس یہاں سے اٹھ کر ابنِ زبیر کے قریب سے گذرے تو کہا اے ابنِ زبیر تمہاری مُراد پوری ہو گئی۔ پھر اس مضمون کے شعر پڑھے۔ اے سبزہ زار کی رہنے والی چکور میدان خالی ہے انڈے بچے نکال چہچہے کر۔ جب تک جی چاہے چرتی چگتی پھر۔ حسینؑ تو عراق چلے۔ اب تو حجاز کو نہ چھوڑ۔

امام حسینؑ اور ابنِ زبیر کی گفتگو

ایک روایت ہے کہ بعض حجاج نے روزِ ترویہ حسینؑ اور ابنِ زبیر کو حجرِ اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا۔ ابنِ زبیر حسینؑ سے کہہ رہے تھے اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہیے۔ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیجیے ہم

آپ کے معین و شریک اور ہوا خواہ رہیں گے۔ آپ کی بیعت کریں گے۔ امام حسینؑ نے جواب دیا۔ میں نے اپنے والدِ گرامی سے یہ حدیث سنی ہے" کہ ایک مینڈھا مکہ کی حرمت کو برباد کر دے گا۔ میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا"۔ اس پر ابنِ زبیر نے کہا۔ اچھا آپ یہاں رہیئے حکومت میرے حوالے کر دیجیے۔ آپ کی اطاعت کی جائے گی۔ کوئی بات آپ کے خلاف نہیں ہونے پائے گی۔ امام حسینؑ نے فرمایا مجھے یہ بھی منظور نہیں" پھر دونوں حضرات چپکے چپکے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوا اور لوگ منیٰ کی طرف چلے۔ امام حسینؑ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفاء و مروا کے درمیان سعی کی۔ بال کتروائے اور عمرہ کے ساتھ محل ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت حسینؑ کا مکہ میں جنگ کرنے سے انکار

کچھ لوگوں کا بیان ہے انہوں نے مکہ میں دیکھا کہ حسینؑ اور ابنِ زبیر دونوں کھڑے ہیں۔ ابن زبیر نے حسینؑ سے عرض کیا" اے فرزندِ فاطمہؑ میری بات سنئے" حسینؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے چپکے چپکے باتیں کیں، پھر ہماری طرف مڑ کر کہنے لگے۔ تم سمجھے کہ ابنِ زبیر کیا کہہ رہا تھا۔ ہم نے عرض کیا ہم آپ پر قربان ہو جائیں ہم کچھ نہیں سمجھے۔ آپ نے فرمایا وہ کہتا تھا کہ آپ مسجد الحرام میں رہیئے میں آپ کی نصرت کے لیے لوگوں کو جمع کروں گا"۔ یہ کہہ کر حسینؑ نے فرمایا اگر ایک بالشت بھر اس مسجد کے باہر میں قتل ہو جاؤں۔ تو واللہ میں اسے اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بھر مسجد کے اندر قتل ہوں۔ بخدا اگر میں حشرات الارض کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا تو یہ لوگ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے اور جو سلوک یہ میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ کریں گے اور واللہ یہ لوگ مجھ پر ایسا ظلم کریں گے جیسا یہود نے ہفتہ کے دن کیا تھا۔

امام حسینؑ کی فرزدق شاعر سے ملاقات

امام حسینؑ جب منزل صفاح پر پہنچے تو فرزدق بن غالب شاعر نے آپ کو ٹھہرا کر عرض کیا خداوند عالم آپ کی اُمید اور مراد کو خاطر خواہ پورا کرے۔ حسینؑ نے اس سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ لوگوں کو تم کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو۔ فرزدق نے عرض کیا۔ آپ نے اس شخص سے سوال کیا جو خوب واقف ہے۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی اُمیہ کی مدد کے لیے ہیں۔ ہر حکم آسمان سے اترتا ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حسینؑ نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا ہی کی طرف سے حکم ہے اور خدا ہی جو چاہتا کرتا ہے ہر روز اس کی نرالی شان ہے اگر آسمانی حکم ہماری خاطر ہوگا تو ہم اس کی نعمت کا شکر بجا لائیں گے اور وہی ادائے شکر کی توفیق دینے والا ہے اور اگر آسمانی حکم ہمارے ارادہ کے خلاف ہوا تو جس کی نیت حق پر ہے اور جس کی خصلت میں خوفِ الٰہی ہے اس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا"۔ یہ کہہ کر امام حسینؑ نے اونٹ کو آگے بڑھایا السلام علیک کہا اور دونوں اپنے اپنے راستے پر روانہ ہو گئے۔

فرزدق کا بیان فرزدق کہتے ہیں، حج کے دن تھے ۶۰ھ کا واقعہ ہے کہ میں حرم میں داخل ہوا۔ میں نے حسینؑ بن علیؑ کو مکہ سے باہر پایا جب کہ تلواریں اور ڈھالیں ان کے ساتھ تھیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ اونٹوں کی قطار کس کے ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ حسینؑ کا قافلہ ہے۔ میں آپ کے پاس گیا۔ میں نے عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا جلدی تھی کہ آپ حج کو چھوڑ کر چلے فرمایا اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا۔ پھر مجھ سے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا میں عراق کا ایک شخص ہوں۔ پھر سوال کیا۔ جن لوگوں میں سے تم آرہے ہو ان کا حال مجھ سے بیان کرو۔ میں نے جواب دیا لوگوں کے دل آپ کی طرف، تلواریں بنی اُمیّہ کی طرف ہیں اور حکم خدا کے ہاتھ میں ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ اس کے بعد میں نے نذر اور اعمال حج کے بارے میں آپ سے کچھ مسائل پوچھے آپ نے وہ سب بتلائے۔

عبداللہ بن جعفر کا خط حسینؑ کے نام علی بن الحسینؑ کا بیان ہے جب ہم لوگ مکہ سے نکلے، تو عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کے ساتھ ایک خط حسینؑ کو بھیجا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں آپ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آئیں۔ مجھے خوف ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں آپ ہلاک اور آپ کے اہل بیت تباہ نہ ہو جائیں اگر آپ شہید ہو گئے تو دنیا میں اندھیر ہو جائے گا۔ اہلِ ہدایت کے رہنما اور اہلِ ایمان کا سہارا صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ روانگی میں جلدی نہ کیجئے۔ اس خط کے پیچھے میں بھی آرہا ہوں۔" والسلام۔ (عبداللہ بن جعفر نے عمرو بن سعید گورنر مکہ سے آپ کے لیے ایک امان نامہ بھی لکھوا لیا تھا) جب یحییٰ بن سعید اور عبداللہ بن جعفر آپ کے پاس پہنچے اور یحییٰ نے اپنے بھائی کا امان نامہ والا) خط دیا اور دونوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے یہ عذر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے جو انہوں نے مجھے حکم دیا ہے میں اسے بجا لاؤں گا۔ چاہے اس میں میرے لیے ضرر ہو یا نفع۔ دونوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے آپ نے فرمایا نہ میں نے کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کروں گا۔ یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کروں گا۔

عمر بن سعد کو امارت رے کی لالچ عمر بن سعد بن ابی وقاص کو عبیداللہ نے رے کی حکومت دے دی اور اس کے نام پر فرمان لکھ دیا اور یہ بھی کہا کہ میری طرف سے اس شخص (حسینؑ) کو سمجھ لو۔ ابنِ سعد نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ ابنِ زیاد کسی طرح نہ مانا تو اس نے کہا، ایک رات کی مہلت دیجئے، عمر اپنے معاملہ کو سوچتا رہا صبح ہوئی تو ابنِ زیاد کے پاس آیا، اس کے حکم کو بجالانے پر تیار ہو گیا اور حسینؑ بن علیؑ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابنِ سعد کی امام حسینؑ پر فوج کشی

جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ تین میں سے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ عمر سعد نے یہ بات قبول کرلی۔ ابنِ زیاد نے اسے لکھا کہ وہ جب تک اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں نہ پکڑا دیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حسینؑ نے فرمایا ایسا تو کبھی نہیں ہوگا۔ اس پر ابن سعد نے لڑائی شروع کردی۔ اور تمام انصارِ حسین شہید ہوگئے۔ جن میں سے سترہ نوجوان ان کے اہلِ بیت میں سے تھے اور ایک تیر آکر ایک بچے کو لگا جو آپ کی گود میں تھا۔ حسینؑ اس کا خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔ خداوندا ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان تو انصاف کر جنہوں نے نصرت کرنے کے لیے ہمیں بلوایا اور پھر ہمیں قتل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگوائی اسے پھاڑا اور آگے سے پہن لیا۔ پھر تلوار لے کر نکلے اور شہید ہوگئے۔ صلوات اللہ علیہ آپ کو بنی مذحج کے ایک شخص نے شہید کیا وہ آپ کا سر کاٹ کر ابنِ زیاد کے پاس لے گیا اور نظم میں یہ مضمون ادا کیا۔ میرے اونٹوں کو سیم و زر سے لدوا دے۔ میں نے جلیل القدر بادشاہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے اسے قتل کیا جس کے ماں باپ بہترین خلائق تھے اور جو نسب کے لحاظ سے خود بھی بہترین خلق ہے۔

ابوبرزہ اسلمی کا اظہارِ حق

ابنِ زیاد نے اس شخص کو سرِ حسینؑ سمیت یزید کے پاس بھیج دیا اس وقت اس کے پاس ابوبرزہ اسلمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے سرِ حسینؑ یزید کے سامنے رکھ دیا۔ یزید چھڑی سے آپ کے دہن مبارک کو کھٹکھٹا رہا تھا اور کسی شاعر کا یہ شعر پڑھتا تھا ہم ان لوگوں کے سر بھی اتار لیتے ہیں جو قوی شدید اور ہم پر بھاری ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی سرکش و جفاکار رہے ہوں ابوبرزہ کہنے لگے اپنی چھڑی کو ہٹالو میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ اپنا دہن اس دہن پر رکھ کر بوسہ لیتے تھے۔ ابن سعد نے حسینؑ کے اہلِ حرم اور عیال کو ابنِ زیاد کے پاس روانہ کیا۔ آپ کے اہلِ بیت میں عورتوں کے ساتھ ایک بیمار فرزند کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا تھا۔ ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ اسے بھی قتل کردو۔ جناب زینبؑ یہ سن کر بیمار سے لپٹ گئیں اور فرمانے لگیں جب تک مجھے قتل نہ کرلو واللہ یہ قتل نہیں ہوسکتا۔ ابنِ زیاد کو ترس آگیا اور اس ارادہ سے باز آیا اور سب کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ یہ لوگ جب یزید کے پاس پہنچے تو اس نے اہلِ شام میں سے جو اس کے درباری تھے سب کو جمع کیا۔ اس کے بعد اہلِ بیت کو دربار میں لائے۔ اہلِ دربار نے فتح کی مبارک باد دی۔ انہی میں سے ایک نیلی آنکھوں والے سرخ رنگ نے اہلِ بیت میں سے ایک لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا" امیر المومنین" یہ مجھے عنایت کیجیے۔ جناب زینبؑ نے کہا واللہ یہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک (یزید) دینِ اسلام سے خارج نہ ہوجائے نہ یزید کو یہ اختیار ہے اور نہ تجھے۔ شامی نے پھر وہی سوال کیا تو یزید نے کہا۔ اس

ارادے سے باز رہو۔ پھر ان کی روانگی کا سامان کر کے انہیں مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ جب اہلِ بیت مدینہ میں داخل ہوئے تو خاندانِ عبدالمطلب کی ایک خاتون بالوں کو بکھرائے ہوئے گوشۂ دامن کو سر پہ رکھے استقبال کو نکلیں وہ روتی جاتی تھی اور کہہ رہی تھیں (ترجمہ اشعار) لوگو! کیا جواب دو گے جب پیغمبرؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری اُمت ہو کر یہ کیا سلوک میرے بعد میری عترت و اہلِ بیت کے ساتھ کیا۔ کچھ لوگ ان میں سے قید ہوئے اور کچھ قتل ہو گئے جو خاک و خون آلودہ ہیں۔ میں نے جو تم کو ہدایت کی اس کا عوض یہ تو نہ تھا۔ کہ میرے بعد میرے خاندان سے تم بُرائی کرو۔

زھیر بن قین کی امام حسینؑ سے ملاقات

زہیر بن قین سفر میں تھے راستے میں امام حسینؑ سے ملاقات ہوگئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔

حصین بن نمیر کی روانگی

ابنِ زیاد کو جب معلوم ہوا کہ حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے اپنے پولیس افسر حصین بن نمیر کو روانہ کیا وہ آ کر قادسیہ میں اُترا قادسیہ سے حفان قطقطانہ اور لعلع تک سوار پھیلا دیئے لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا یہ حسینؑ کی آمد آمد عراق کی طرف ہے۔

حضرت حسینؑ کا حاجر میں قیام

بطن الرمہ میں جو مقام حاجر ہے وہاں پہنچ کر حسینؑ نے اہلِ کوفہ کو یہ خط لکھا کہ قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ روانہ کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے ان کے برادران ایمانی و اسلامی کے نام سلام علیکم۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں مسلم بن عقیل کا خط مجھے پہنچا۔ تم لوگوں کا حسن عقیدہ اور تم سب کے میری مدد اور میرے حق کی طلب پر متفق ہونے کا حال مجھے معلوم ہوا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات کا اجرِ عظیم دے۔ میں تمہارے پاس آنے کے لیے ذی الحجہ کی آٹھویں کو منگل کے دن روزِ ترویہ مکہ سے روانہ ہو چکا ہوں۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اپنے کام میں جلدی کرو، اور کوشش کرو۔ میں انہی دنوں میں تمہارے پاس انشاء اللہ آجاؤں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"——

جناب مسلم نے اپنی شہادت سے ستائیس دن پیشتر آپ کو یہ خط لکھا تھا (مثل ہے) رائد جیسے پانی اور چارہ کی تلاش میں بھیجا جائے۔ وہ اپنے لوگوں سے غلط بات نہیں کہے گا۔ جماعت اہلِ کوفہ آپ کے ساتھ ہے۔ میرا خط پڑھنے کے ساتھ ہی آپ ادھر روانہ ہو جائیے۔ والسلام علیک۔ آپ بچوں اور بیبیوں کو ساتھ لیے ہوئے اس طرح روانہ ہوئے کہ ذرا بھی کہیں نہیں ٹھہرتے تھے اور آپ کا خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

قاصدِ امام حسینؑ کی شہادت

جب قادسیہ پہنچے تو ابنِ نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابنِ زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابنِ زیاد نے ان سے کہا کہ قصر الامارہ پر چڑھ جاؤ اور کذاب بن

کذاب (بہت جھوٹے) اور بہت ہی جھوٹے کے بیٹے) کو سب وشتم کرو۔ قیس قصر پر گئے اور کہا "اے لوگو حسینؑ بن علیؑ بہترین خلق خدا فرزند فاطمہؑ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میں ان کا قاصد ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ میں نے ان کو مقام حاجر میں چھوڑا ہے۔ ان کی نصرت کے لیے تم سب جاؤ۔ یہ کہہ کر قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ ابن زیاد نے حکم دیا اور قصر سے وہ نیچے گرا دیئے گئے۔ وہ چور چور ہو کر شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

زہیر بن قین کا جذبۂ شہادت

زہیر بن قین بجلی کا قافلہ مکہ سے جو نکلا تو حسینؑ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کو کسی منزل پر بھی آپ کے ساتھ ہونا گوارا نہ تھا۔ جب آپ روانہ ہوتے تھے تو زہیر ٹھہر جاتا اور جب آپ کہیں اترتے تو زہیر آگے نکل جاتا۔ بنی فرازہ کا ایک شخص جو زہیر کے ساتھ تھا بیان کرتا ہے۔ ایک منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ ہم اور حسینؑ وہیں قیام کریں۔ حسینؑ ایک طرف اور ہم دوسری طرف اترے ہم سب بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ حسینؑ کے پاس سے ایک قاصد آیا۔ اس نے سلام کیا اندر پہنچا اور کہا اے زہیر بن قین ابو عبداللہ حسینؑ بن علیؑ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم ان کے پاس چلو۔ یہ سنتے ہی ہم سب نے نوالہ ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ دلہم بنت عمرو زوجہ زہیر کہنے لگی۔ "سبحان اللہ فرزند رسولؐ تمہیں بلائیں اور تم ان کے پاس نہ جاؤ"۔ گئے ہوتے ان سے باتیں کرتے۔ پھر چلے آتے۔ چنانچہ زہیر آپ کے پاس گئے اور بہت جلد ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ واپس آئے اپنا خیمہ ڈیرہ ساز و سامان اور مال ومتاع اٹھوا کر حسینؑ کی طرف بھجوا دیا اور بیوی سے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح سے آزاد کیا۔ تم اپنے خاندان کی طرف چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب تمہارے لیے نیکی کے علاوہ کوئی برائی ہو پھر اپنے ساتھ والوں سے کہا تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ یہ سمجھ لے کہ یہ آخری ملاقات ہے میں ایک حدیث تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں۔ غزوہ بلنجر میں خدا نے ہم کو فتح دی اور مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا تو سلمانؓ فارسی نے ہم سے پوچھا کہ خدا نے جو یہ فتح تم کو دی ہے اور جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ آیا ہے اس سے تم خوش ہوگئے ہو ہم نے کہا ہاں ہمیں خوشی تو ہوئی ہے تو کہنے لگے "جوانان آل محمدؐ کا زمانہ تمہیں ملے اور ان کی نصرت میں تم قتال کرو تو اس مال غنیمت سے زیادہ تمہیں خوشی ہوگی۔ اب میں تم سے خدا حافظ کہتا ہوں اس وقت سے زہیر سب سے آگے ہی آگے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

عبداللہ اور مُنذری

عبداللہ اور مُنذری دو شخص بنی اسد کے حج کو گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ ہم حج سے فارغ ہوئے تو ہمیں اس کے سوا کوئی فکر نہ تھی کہ راستے ہی میں حسینؑ تک پہنچ جائیں

تاکہ دیکھیں کہ ان کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ہم ان کے قریب ہی پہنچے تھے کہ اہلِ کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ادھر آ رہا تھا۔ جب اس نے حسینؑ کو دیکھا تو راستہ چھوڑ کر دوسری طرف مڑ گیا۔ حسینؑ اسے دیکھ کر ٹھہر گئے گویا آپ اسے ملنا چاہتے تھے۔ پھر آپ چل پڑے اور ہم بھی روانہ ہوئے۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ آؤ ذرا اس شخص سے چل کر کوفہ کے حالات تو معلوم کریں۔ چنانچہ ہم دونوں اس شخص کے پاس پہنچ گئے۔ اسلام علیک کہا اس نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا ہم نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا ہم دونوں شخص بھی اسدی ہیں۔ تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا بکیر بن شعبہ پھر ہم نے بھی اپنا نسب اس سے بیان کیا۔ اور پوچھا کہ تم جہاں سے آئے ہو وہاں کی خبر کیا ہے اس نے کہا میں کوفہ سے نہیں نکلا تھا کہ مسلم اور ہانی شہید ہو چکے تھے میں نے دیکھا کہ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر انہیں گھسیٹتے ہوئے بازار میں لیے جا رہے تھے۔

شہادت مسلم کی امام حسینؑ کو اطلاع

ہم دونوں یہ خبر سنکر پھر حسینؑ کے قافلہ سے آملے جب شام کو آپ منزل تعلبیہ میں اُترے تو ہم آپ کے پاس گئے سلام کیا آپ نے جواباً سلام دیا۔ ہم نے عرض کیا۔ آپ پر رحمتِ خدا نازل ہو۔ ہمارے پاس ایک خبر ہے آپ فرمائیں تو ہم اعلانیہ بیان کریں اور اگر چاہیں تو تنہائی میں گوش گذار کریں۔ آپ نے اپنے انصار کی طرف دیکھا اور فرمایا ان لوگوں سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا کل شام آپ نے ایک سوار کو سامنے آتے ہوئے دیکھا تھا۔ فرمایا ہاں دیکھا تھا اور میں اس سے پوچھنا بھی چاہتا تھا۔ ہم نے کہا آپ کو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم کو بے لوث خبر اس سے مل گئی ہے وہ ہم لوگوں میں سے بنی اسد کا ایک شخص ہے جو بڑائے راستی اور فضل وعقل رکھتا ہے اس نے ہم سے بیان کیا وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم اور ہانی شہید ہو چکے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لیے جاتے تھے یہ سن کر آپ نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دونوں پر خدا کی رحمت نازل ہو آپ بار بار یہی کہتے رہے ہم نے عرض کی۔ ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان اور اہلِ بیت کا خیال کیجئے اور اسی جگہ سے پلٹ جائیں کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یار و مددگار ہے نہ وہاں آپ کے شیعہ ہیں بلکہ ہمیں تو خوف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔

آل عقیل کا اصرار

یہ سن کر عقیل بن ابی طالبؑ کے فرزند یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے واللہ جب تک ہم بدلہ نہ لے لیں گے یا جو ہمارے بھائی کا حال ہوا ہے وہی ہمارا نہ ہوگا۔ اس جگہ سے ہم نہیں سرکیں گے۔ یہ سن کر آپ نے دونوں شخصوں کی طرف دیکھا اور فرمایا ان لوگوں کے بغیر زندگی کا کوئی

لطف نہیں ہم سمجھ گئے کہ آپ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ ہم نے عرض کی خدا آپ کے لیے بہتری کرے آپ نے جواب میں فرمایا خدا تم دونوں پر رحمت نازل فرمائے۔ آپ کے بعض انصار نے کہا کجا مسلم کجا آپ، کوفہ میں آپ جائیں گے تو سب آپ کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ آپ صبح کا انتظار کرتے رہے جب وقت سحر ہوا تو خادموں اور غلاموں سے کہا پانی جتنا لے سکو لے لو، ان لوگوں نے پانی بھر لیا اور بہت زیادہ بھرا پھر سب وہاں سے روانہ ہوئے چلتے چلتے منزل زبالہ میں پہنچے۔

عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی اطلاع

راستے میں جہاں کہیں آبادی سے گذرتے وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے زبالہ میں آپ کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر ملی ان کو آپ نے راستے ہی سے مسلم کے پاس بھیجا تھا جب کہ ابھی تک آپ کو مسلم کی شہادت کی خبر نہیں آئی تھی۔ ابن یقطر قادسیہ میں پہنچے تو انہیں ابن نمیر کے سواروں نے گرفتار کرلیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ انہیں بھی کہا کہ قصر پر جاکر کذاب بن کذاب (جھوٹے کے بیٹے جھوٹے) پر لعنت کرکے واپس آؤ۔ تو پھر میں تمہارے بارے میں کوئی حکم جاری کروں گا۔ عبداللہ بن یقطر چھت پر چڑھ گئے۔ جب سب لوگوں کا سامنا ہوا تو پکارے۔ اے لوگو میں حسینؑ فرزند فاطمہؑ کا قاصد ہوں اور اس ابن مرجانہ لیسر سمیہ ولدالحرام کے مقابلہ میں ان کی نصرت اور مدد کرو۔" ابن زیاد کے حکم سے وہ قصر پرسے زمین پر گرادیئے گئے۔ ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ ایک شخص نے آکر ذبح کردیا۔ جس کا نام عبدالملک بن عمیر تھا لوگوں نے اعتراض کیا تو اس نے کہا میں چاہتا تھا کہ اس کی مشکل آسان ہو۔

آنحضرتؑ کا خطبہ

یہ خبر جب آپ کو معلوم ہوئی تو آپ نے سب لوگوں کو ایک تحریر پڑھ کر سنائی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایک بہت ہی سخت واقعہ کی خبر مجھے پہنچی ہے مسلم، ہانی اور عبداللہ قتل کردیئے گئے ہیں۔ ہمارے شیعوں نے (جو زبانی شیعہ کہلاتے ہیں) ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ تم میں سے جو کوئی جانا چاہے چلا جائے۔ میں نے تم سے اپنا ذمہ اٹھالیا۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ منتشر ہوگئے، کوئی دائیں جانب چلا اور کوئی بائیں طرف یہاں تک کہ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے اور آپ نے جو ایسا کیا تو یہ سمجھ کر کیا کہ یہ اعرابی جو ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں سمجھے ہوئے ہیں کہ حسینؑ کسی ایسے شہر میں جارہے ہیں جہاں سب لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ کو مناسب نہ معلوم ہوا کہ ان کو ساتھ لے چلیں، جب تک ان کو وثوق نہ ہو جائے کہ کہاں جارہے ہیں۔ آپ کو یقین تھا کہ ان کو مفصل حال معلوم ہو جائے گا تو پھر صرف وہی لوگ ساتھ دیں گے جو میرا ساتھ دینے والے اور میرے ساتھ مرنے والے ہوں گے باقی سب متفرق ہو جائیں گے۔

باب - ۱۱

سانحہ کربلا ۶۱ھ میں شروع ہوا

امام حسینؑ کا منزل شرافت میں قیام آپ نے منزل شرافت میں قیام کیا۔ صبح کے وقت خادموں کو حکم دیا۔ پانی بھر لیں۔ انہوں نے پانی ساتھ لے لیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے صبح سے لے کر مسلسل چلتے رہے۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور ایک شخص پکارا۔ اللہ اکبر آپ نے بھی کہا اللہ اکبر اور پوچھا کہ اللہ اکبر تو نے کس بنا پر کہا اس نے کہا مجھے خرمے کے درخت دکھائی دے رہے ہیں، یہ سن کر بنی اسد میں سے دو شخص آپ سے کہنے لگے ہم نے تو کبھی یہاں خرمے کے درخت نہیں دیکھے تھے ہمیں تو ہراول دستے کا رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے لیے یہاں کوئی ایسی جگہ مل سکتی ہے کہ جس کو پس پشت رکھ کر ان لوگوں سے ایک ہی رخ سے سامنا کریں۔ دونو شخصوں نے کہا۔ آپ کے پہلو ہی میں ذوحسم (پہاڑ) موجود ہے۔ آپ بائیں جانب مڑ جائیں۔ ان لوگوں سے پہلے آپ وہاں پہنچ جائیں گے۔ تو جو بات آپ چاہتے ہیں وہ حاصل ہے۔ آپ بائیں طرف مڑے ساتھ ہی وہ رسالہ بھی اس طرف مڑا۔ ان کی برچھیوں کے پھل شہد کی مکھیوں کے غول معلوم ہوتے اور ان کے علموں کی بیرقیں گدھ کے پروں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ ان سے پیشتر ہی آپ ذوحسم تک پہنچ گئے اور وہیں اتر پڑے اور حکم دیا تو خیمے نصب ہو گئے۔

حر کا لشکر ہزار سواروں کا رسالہ لیے ہوئے حر اس جلتی ہوئی دوپہر میں آپ کے مقابل آکر ٹھہرا۔ دیکھا آپ اور آپ کے انصار عمامے باندھے ہوئے ہیں آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ ان سب لوگوں کو پانی پلا کر ان کی پیاس بجھاؤ اور گھوڑوں کو بھی پانی دکھا دو۔ خدام اٹھ کھڑے ہوئے اور رسالہ کے سواروں کو پانی پلا پلا کر سیراب کر دیا۔ پھر کاسے کٹورے طشت بھر بھر کر گھوڑوں کے سامنے لے گئے۔ گھوڑا جب تین چار، پانچ دفعہ پانی میں منہ ڈال چکتا تب برتن ہٹا کر دوسرے گھوڑے کو پانی پلاتے تھے۔ اس طرح سب گھوڑوں کو پانی پلایا۔

حر کے ایک سپاہی سے حسن سلوک حر کے رسالے کا ایک سپاہی پیچھے رہ گیا تھا وہ بیان کرتا ہے آپ نے میری اور میرے گھوڑے کی حالت جو پیاس سے ہو رہی

تھی، دیکھی تو فرمایا۔ راویہ کو بٹھادو۔ میں مشک کو راویہ سمجھا۔ تو آپ نے فرمایا اے لڑکے اونٹ کو بٹھا۔ میں نے اونٹ کو بٹھایا تو فرمایا کہ پانی پیو۔ جب میں پینے لگتا تو مشک سے پانی باہر گر پڑتا۔ آپ نے فرمایا۔ مشک کے دھانے کو موڑ دو لیکن مجھ سے اٹھایا نہ گیا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دھانے کو الٹ دیا میں نے پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پلایا آپ کی طرف حر کے قادسیہ سے آنے کا سبب یہ تھا کہ ابن زیاد کو جب خبر ملی حسینؑ آرہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو اس کا پولیس افسر تھا روانہ کیا اُسے حکم دیا کہ وہ قادسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے حقان تک مورچے باندھے نیز حر کو ہزار سوار دے کر اس کے آگے قادسیہ روانہ کیا کہ حسین علیہ السلام سے مزاحمت کرے حر آپ کے سامنے رہا یہاں تک ۔

امام حسینؑ کی نمازِ ظہر کی امامت

کہ ظہر کا وقت آگیا تو آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو حکم دیا وہ آذان کہیں انہوں نے آذان کہی اور اقامت کا وقت آیا تو آپ تہمد باندھے اور چادر نعلین پہنے ہوئے نکلے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا اے لوگو! خدائے عزوجل سے اور تم سب لوگوں سے میں ایک عذر پیش کرتا ہوں کہ جب تک تم لوگوں کے خطوط اور تمہارے قاصد یہ پیغام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ آپ آئیں ہمارا کوئی امام و رہنما نہیں ہے شاید آپ کے سبب سے خدا ہم سب لوگوں کو ہدایت پر متفق کر دے اس وقت تک میں تمہارے پاس نہیں آیا۔ اب اگر تم اس قول پر قائم ہو تو یہ لو میں تمہارے پاس آگیا ہوں تم مجھ سے اپنا عہد و پیمان کرلو جس سے میں مطمئن ہو جاؤں تو تمہارے شہر میں چلتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو جہاں سے میں آیا ہوں وہاں واپس چلا جاتا ہوں"۔ یہ سن کر سب نے سکوت اختیار کیا لوگوں نے مؤذن سے کہا کہ اقامت کہو۔ اس نے اقامت کہی تو حسینؑ نے حر سے پوچھا کیا تم لوگ الگ نماز پڑھو گے حر نے کہا نہیں ہم سب لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمے میں چلے گئے آپ کے انصار بھی سب آپ کے پاس جمع ہو گئے۔

حضرتؑ کا لشکرِ حر سے خطاب

حر اپنی جگہ پر جہاں وہ پہلے تھا واپس آیا اس کے لیے خیمہ نصب کیا گیا اور وہ اس میں چلا گیا کچھ لوگ اس کے ساتھیوں میں سے اس کے پاس جمع ہو گئے باقی لوگ اپنی اپنی صفوں میں واپس آ گئے اور پھر صفیں باندھ لیں پھر شخص اپنے اپنے گھوڑے کے سایہ میں اتر کر بیٹھ گیا۔ عصر کا وقت ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ روانہ ہونے کے لیے سب تیار ہو جائیں پھر آپ خیمہ سے نکلے۔ مؤذن کو حکم دیا اس نے نماز عصر کے لیے اذان دی اور اقامت کہی۔ آپ آگے بڑھے سب کو نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد سب کی طرف رخ کر کے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے پھر فرمایا اے لوگو! اگر تم خوفِ خدا کرو گے اور حقداروں کے حق کو پہچانو گے تو یہ امر خوشنودی خدا کا باعث ہوگا۔ ہم اہل بیت ہیں اور یہ

لوگ جو تم پر حکومت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اُنہیں کا انہیں حق نہیں اور وہ تمہارے ساتھ ظلم و تعدی سے پیش آتے ہیں۔ اس امر میں ہم اُن سے اولیٰ اور اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اب اگر ہمیں پسند نہیں کرتے اور ہمارے حق سے تم واقف نہیں ہو اپنے خطوط اور قاصدوں کی زبانی تم نے مجھے کہلا بھیجا ہے اگر اب وہ تمہاری رائے نہیں رہی تو میں تمہارے پاس سے چلا جاتا ہوں"۔ حر نے جواب میں کہا واللہ مجھے معلوم نہیں وہ کیسے خطوط تھے جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ دونوں تھیلے جن میں ان لوگوں کے خطوط ہیں لے آؤ۔ عقبہ دونوں تھیلے لے آئے جن میں خط بھرے ہوئے تھے اور سب کے سامنے خطوط کو لا کر بکھیر دیا حر نے کہا جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے تھے ہم ان میں سے نہیں ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم ملا ہے کہ اگر ہم آپ کو پالیں تو ابن زیاد کے پاس لے چلیں اور بے جائے بغیر نہ چھوڑیں۔ آپ نے فرمایا تیری موت اس سے بہت پہلے ہے۔ انصار سے فرمایا اٹھو اور سوار ہو جاؤ۔ سب سوار ہو گئے اور انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی مستورات بھی سوار ہو گئیں۔

حر کی مزاحمت آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ واپس چلو۔ وہ لوگ واپس ہونے لگے تو حر کے رسالہ والے مزاحم ہوئے آپ نے حر سے کہا۔ تیری ماں تجھ پر روئے۔ آخر تیرا کیا مطلب ہے حر نے کہا واللہ اگر عرب میں سے کسی اور نے یہ کلمہ کہا ہوتا اور وہ ہوتا بھی اس حالت میں، جس میں آپ ہیں تو میں بھی اس کی ماں کا ذکر کرتا چاہے وہ کوئی بھی ہوتا۔ واللہ آپ کی والدہ گرامی کا ذکر بغیر حد درجہ کی تعظیم کے میری مجال نہیں جو کروں۔ آپ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔ حر نے کہا واللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں آپ نے فرمایا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ حر نے کہا واللہ میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ تین دفعہ ان کلمات کا تکرار ہوا تو حر نے کہا مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں مجھے تو یہ حکم ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ نہ لے جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں اب آپ نہیں مانتے تو کسی ایسے راستہ پر چلئے جو نہ کوفہ کا ہو نہ مدینہ کا۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں آپ بھی اگر جی چاہے تو یزید یا ابن زیاد کو لکھیں شاید خدا کوئی ایسی صورت نکال دے کہ میں آپ کے کسی معاملے میں مبتلا ہونے سے بچ جاؤں آپ یہ راستہ اختیار کیجئے عذیب و قادسیہ کی راہ سے بائیں مڑ جائیے۔ اس وقت عذیب اڑتیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔

حضرت حسینؑ کا بیضہ میں خطبہ مقام بیضہ میں آپ نے اپنے اور حر کے اصحاب سے یہ خطبہ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا "اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم ہو جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو، جو عہد خدا کو توڑتا ہو جو سنت رسولِ خدا

کے خلاف عمل کرتا ہو جو بندگانِ خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو اور پھر فعلاً یا قولاً اس پر یہ شخص اعتراض نہ کرے تو خدا اس کو بھی اس کے اعمال میں شریک کرے گا۔ سنو ان حکام نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ اور خدا کی اطاعت کو ترک کر دیا ہے۔ فساد کو ظاہر حدود شریعت کو معطل مال غنیمت کو غصب حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کر رکھا ہے ان پر اعتراض کرنے کا سب سے زیادہ مجھے حق ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے اور تمہارے قاصد میرے پاس تمہاری طرف سے اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آئے کہ تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے اور مجھے دشمن کے حوالے نہیں کرو گے۔ اگر تم اپنی بیعت کو پورا کرو تو بہرہ مند ہو گے میں حسین ہوں علیؑ و فاطمہؑ دختر رسولؐ کا فرزند میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں۔ میں تمہارا پیشوا ہوں اگر تم نے ایسا نہ کیا عہد و پیمان کو توڑا اور میری بیعت اپنی گردن سے نکال پھینکی تو قسم ہے اپنی جان کی یہ بات تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے یہی سلوک تم نے میرے باپ میرے بھائی اور میرے ابن عم مسلم کے ساتھ کیا ہے جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے دھوکہ کھایا اور جس نے بدعہدی کی اس نے اپنے نفس کے ساتھ کی تم چوکے اور بے بہرہ رہے خدا مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

ذو حسم کا خطبہ

ذو حسم میں جو آپ نے خطبہ دیا ایک روایت کی بنا پر وہ اس طرح ہے "حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ نے فرمایا تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ کیا حال ہو رہا ہے دنیا بدل گئی ہے وہ پہچانی نہیں جاتی۔ نیکیاں روگرداں ہو گئیں اور بالکل گئی گذریں۔ اب رہا ہی کیا ہے۔ برتن کا دھوون رہ گیا بری زندگانی اور ناگوار چارہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ مومن کو چاہیئے کہ حق پر رہ کر خدا سے ملاقات کرے میں دیکھتا ہوں کہ مر جانا شہادت ہے۔ اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنا ناگوار سی چیز ہے۔"[1]

یہ سن کر زہیر بن قین اٹھ کھڑے ہوتے اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں۔

زہیر بن قین کا جذبہ جہاد

انہوں نے کہا آپ ہی کہیئے۔ زہیر نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا "اے فرزند رسولؐ خدا ک اللہ آپ کے ارشاد کو ہم قبول کرتے ہیں واللہ اگر دنیا ہمارے لیے باقی رہنے والی ہوتی اور ہم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوتے پھر آپ کی نصرت اور غمخواری میں ہمیں دنیا کو چھوڑنا پڑتا۔ تب بھی ہم اس دنیا میں رہنے سے آپ کے ساتھ اسے چھوڑنے کو بہتر سمجھتے۔" آپ نے یہ سن کر ان کے لیے دعائے خیر کی۔ حر آپ کے ساتھ ساتھ چلا آتا تھا اور وہ آپ سے کہتا جاتا تھا "اے حسینؑ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی جان کا خیال کیجیئے۔ میں کہے دیتا ہوں اگر آپ نے خود حملہ کیا تو قتل ہو جائیں گے اور اگر آپ پر حملہ ہوگا تو بھی آپ ہلاک ہوں گے مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" آپ نے فرمایا "تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے اور کیا اس سے زیادہ کچھ اور بھی ہے کہ تم مجھے قتل کر دو۔ اس سلسلے میں میں وہی بات کہوں گا جو قبیلہ اوس میں سے ایک صحابی نے

اپنے چچازاد بھائی سے کہی تھی، یہ رسول اللہؐ کی نصرت کو چلے تھے تو اس نے کہا کہاں جاتے ہو مارے جاؤگے تو انہوں نے جواب دیا (شعر کا ترجمہ): میں جاؤں گا اور موت سے اس شخص کو کیا ہے کی شرم جس نے حق کی نیت کی ہو اور مسلم ہو کر جہاد کیا ہو جس نے اپنی جان سے بندگانِ صالح کی غمخواری کی ہو جس نے ہلاک ہونے والے خائن و ذلیل سے کنارہ کیا ہو" حر نے یہ بات سنی تو آپ کے پاس سے الگ ہو گیا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف چل رہا تھا اور حسینؑ راستے کی دوسری طرف۔

طرماح بن عدی کی آمد

جب آپ عذیب الہجانات تک پہنچے تو چار اشخاص اونٹوں پر سوار وارد ہوئے جن کے ساتھ طرماح بن عدی بطور رہنما تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر حر بڑھا آپ سے کہنے لگا یہ لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں۔ آپ کے ساتھ والوں میں شمار نہیں ہوتے لہذا میں ان کو گرفتار کر لوں گا یا واپس کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا جو بات میں اپنے لیے گوارا نہیں کرتا ان کے لیے بھی نہیں کروں گا۔ یہ میرے انصار و اعوان ہیں۔ اب آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم جہاں سے آرہے ہو وہاں کی کیا خبر ہے۔ مجمع عائذی ان میں سے کہنے لگا۔ بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں ان کے تھیلے بھر دیئے گئے ہیں اور ان کو ساتھی اور خیر خواہ بنا رہے ہیں وہ سب آپ کی مخالفت پر متفق ہیں، رہے دوسرے لوگ تو وہ دل سے تو آپ کی طرف ہیں لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلوار کھینچے ہوئے آپڑیں گے۔ آپ نے فرمایا میرا قاصد تمہارے پاس آیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ اسے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا اس نے حکم دیا کہ وہ آپ پر اور آپ کے والد گرامی پر لعنت کرے۔ اس نے آپ پر اور آپ کے والد گرامی پر صلوات بھیجی ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی لوگوں کو آپ کی نصرت کی دعوت دی اور آپ کے آنے کی سب کو خبر کر دی اس پر ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے ایوان کی چوٹی سے نیچے گرا دیا جائے۔ حسینؑ کی آنکھیں یہ سن کر ڈبڈبا آئیں اور آپ آنسو ضبط نہ کر سکے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) ان میں سے کچھ تو گذر گئے اور کچھ انتظار کر رہے ہیں اور لوگوں میں ذرہ بھر تغیر و تبدل نہیں آیا خداوندا انہیں اور ہمیں نعمتِ بہشت عطا فرما ہمیں کو اور انہیں کو اپنے جوارِ رحمت اور ثواب کے ذخیرۂ بخشش میں یکجا کر دے۔

طرماح کا آپ کو کوہِ اجا پر جانے کا مشورہ

طرماح بن عدی آپ کے قریب آئے اور کہنے لگے بخدا میں تو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں اگر فقط یہی لوگ جو آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں آپ سے جنگ کریں تو کافی ہیں حالانکہ جب میں آپ کے پاس آنے کے لیئے کوفہ سے نکلا تھا۔ اس سے پیشتر بیرونِ شہر میں نے سپاہ کی ایسی کثرت دیکھی ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی مقام پر میری نظر سے نہیں گذری تھی۔ میرے پوچھنے پر معلوم ہوا یہ اجتماع تو نمائش لشکر کے لیے ہے (یعنی دیکھا جا

رہا ہے کہ لشکر کتنا بنتا ہے نمائش سے فارغ ہو کر یہ سب لوگ حسین ؑ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوں گے اب میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اگر ممکن ہو تو ایک قدم بھی اس طرف جانے کے لیے نہ اٹھایئے اگر آپ کسی ایسی جگہ جانا چاہتے ہوں جہاں اللہ آپ کی حفاظت کرے اور جہاں آپ کوئی رائے قائم کر سکیں اور جو کام کرنا چاہیں اسے اچھی طرح سوچ سمجھ سکیں تو چلئے میں آپ کو اپنے بلند پہاڑ کوہ اجا کی طرف لے چلتا ہوں، بخدا ہم لوگ اسی پہاڑ کی وجہ سے شاہان غسان وحمیر نعمان بن منذر اور ہر سیاہ و سرخ سے محفوظ رہے ہیں واللہ ہمیں یہ لوگ کبھی مطیع نہیں کر سکے۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں موضع قریہ میں آپ کو اتار دوں گا۔ پھر کوہستان اُجا اور سلمی میں بنی طے کے جو لوگ ہیں ان سے کہلا بھیجوں گا واللہ دس دن کے اندر اندر آپ کے پاس قبیلہ طے کے سوار و پیادہ جمع ہو جائیں گے۔ آپ کا جب تک جی چاہے ہم لوگوں میں رہیں اگر کوئی واقعہ پیش آئے تو میں بیس ہزار بنی طے کے افراد جمع کر دینے کا ذمہ لیتا ہوں جو آپ کے سامنے شمشیر زنی کریں گے جب تک ان میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا آپ کو ضرر نہ پہنچنے دے گا آپ نے یہ سن کر فرمایا خدا تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے۔ بات یہ ہے کہ ہم میں اور اس قوم میں ایک قول ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ہم واپس نہیں جا سکتے۔ معلوم نہیں کہ ہمارا اور ان کا انجام کیا ہو گا۔ طرماح کہتے ہیں۔ میں آپ سے رخصت ہوا اور میں نے کہا کہ خداوند عالم جن و انس کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے۔ میں کوفہ سے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ غلہ وغیرہ لے کر چلا ہوں۔ ان کو خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ دینا ہے وہاں جا کر یہ سب چیزیں انہیں دے کر انشاءاللہ آپ کے پاس آؤں گا۔ اگر میں آپ تک پہنچ گیا تو واللہ میں بھی آپ کے انصار میں شامل ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا رحمک اللہ اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو جلدی کرو۔ آپ کے ارشاد سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو اس امر میں اہتمام ہے کہ لوگ آپ کے ساتھ شریک ہوں۔ جبھی تو مجھے جلدی کرنے کو کہتے ہیں۔ میں اپنے اہل وعیال میں پہنچا۔ جن چیزوں کی انہیں ضرورت تھی وہ ان کو دے کر میں نے وصیت کی سب کہنے لگے۔ اس دفعہ تو تم اس طرح رخصت ہو رہے ہو کہ اس سے پیشتر کبھی ایسا نہیں ہوا میں نے اپنے ارادے سے انہیں مطلع کیا اور بنی ثعل کے راستے سے میں روانہ ہوا۔ عذیب الہجانات تک پہنچا ہی تھا کہ سماعہ بن بدر سے شہادت حسین ؑ کی خبر مجھے معلوم ہوئی یہ سن کر میں واپس چلا گیا۔

حسین ؑ اور عبیداللہ بن حر

حسین ؑ چلتے چلتے قصر ابن مقاتل میں جا کر اترے دیکھا کہ ایک سیاہ پردہ ایستادہ ہے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن حر جعفی کا۔ فرمایا: اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ کوئی شخص بلانے کو گیا۔ اور اس سے کہا حسین ؑ بن علی ؑ یہاں آئے ہوئے ہیں اور وہ تمہیں بلاتے ہیں۔ ابن حر نے یہ سن کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ میں تو کوفہ سے اس لیے نکل آیا تھا مجھے یہ

منظور نہیں تھا کہ میں کوفہ میں ہوں اور حسینؑ بھی وہاں آئیں واللہ میں نہیں چاہتا کہ ان سے ملوں اور وہ مجھ سے ملیں پیغام پہنچانے والا واپس آیا آپ سے حال بیان کیا تو آپ نے یہ سنتے ہی نعلین پہنی اور کھڑے ہوگئے اس کے پاس آئے۔ خیمے میں داخل ہوئے سلام کیا بیٹھ گئے اور اسے اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دی ابنِ حر نے جو بات پہلے کہی تھی وہی پھر کہی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ہماری نصرت نہیں کرتے تو ہمارے قاتلوں کے ساتھ شریک ہونے میں خوف خدا کرنا۔ واللہ جو شخص ہماری فریاد سن کر ہماری نصرت و مدد نہیں کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ابنِ حر نے کہا انشاء اللہ یہ تو کبھی نہیں ہوگا۔ یہ سن کر امام حسینؑ اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی فرودگاہ میں چلے آئے۔ کچھ رات باقی تھی کہ پانی بھرنے کا حکم دیا اور قصرِ بنی مقاتل سے روانہ ہوگئے۔

حضرت امام حسینؑ کو شہادت کی بشارت

ایک ساعت بھر چلے تھے کہ آپؑ کو ذرا اونگھ آئی پھر چونک کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والحمد للہ رب العالمین دو دفعہ یا تین بار یہ کلمہ آپ نے کہا یہ سن کر آپ کے فرزند علیؑ بن الحسینؑ (علی اکبر) گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔ بابا میری جان آپ پر قربان ہو۔ اس وقت آپ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا۔ آپ نے کہا بیٹا ذرا میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے ایک سوار کو گھوڑے پر دیکھا اس نے کہا۔ یہ لوگ تو چلے جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ اس سے میں سمجھا کہ ہم کو مرگ کی خبر سنائی گئی ہے۔ انہوں نے عرض کی بابا خدا آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے پاس سب کو جانا ہے ہم یقیناً حق پر ہیں۔ علی بن الحسین نے کہا پھر ہمیں کچھ پرواہ نہیں، مریں گے تو حق پر مریں گے۔ آپ نے کہا جزاک اللہ، باپ کی طرف سے فرزند کو جو بہترین جزا مل سکتی ہے وہ تم کو ملے۔

حضرت حسینؑ کا نینوا میں قیام

صبح ہوئی آپ گھوڑے سے اترے نماز پڑھی جلدی سے سوار ہوئے اور اپنے انصار کے ساتھ بائیں جانب مڑنے لگے۔ آپ چاہتے تھے کہ ان دونوں گروہوں کو متفرق کر دیں۔ یہ دیکھ کر حُر قریب آتا تھا اور لوگوں کو ادھر جانے سے روکتا تھا۔ وہ لوگ حر کو ہٹا دیتے تھے حر ان کو مجبور کرتا تھا کہ کوفہ کے رُخ پر چلنے کے لیے تو وہ نہیں مانتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ وہ اس طرح بائیں جانب مڑتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ نینوا میں پہنچے یہ وہی مقام ہے جہاں حسینؑ اتر پڑے۔

ابنِ زیاد کا قاصد

اتنے میں ایک سانڈنی سوار ہتھیار لگائے ہوئے کمان شانے پر ڈالے کوفہ سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب کے سب اس کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ وہ آیا تو حر اور اس کے ساتھیوں کو سلام کیا۔ حسینؑ اور ان کے انصار کو سلام نہیں کیا۔ حر کو ابنِ زیاد کا خط دیا اس میں لکھا تھا کہ "میرا قاصد اور میرا خط جب تمہیں پہنچیں تو حسینؑ کو بہت تنگ کرنا ان کو ایسی جگہ اترنے دینا جو چٹیل

میدان ہو اور جہاں کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو، جہاں پانی نہ ہو۔ دیکھو قاصد کو میں نے حکم دیا ہے کہ وہ تم پر نگران رہے تمہارا ساتھ نہ چھوڑے جبتک کہ میرے پاس یہ خبر لے کر نہ آئے کہ تم نے میرے حکم کو پورا کر دیا۔ والسلام

حر نے خط پڑھ کر انصار حسینؑ سے کہا یہ خط امیر عبیداللہ بن زیاد کا ہے مجھے حکم دیا ہے کہ جس مقام پر مجھے یہ خط پہنچے وہیں تم لوگوں پر سختی اور تنگی کروں اور دیکھو یہ شخص اس کا قاصد ہے اس کو حکم ہے کہ میرے پاس سے نہ ہٹے جب تک یہ دیکھ نہ لے کہ میں نے امیر کی رائے پر عمل کیا اور اس کے حکم کو جاری کر دیا ہے۔

ابوشعثا کی قاصد سے گفتگو

یہ سن کر قاصد کی طرف ابوشعثا زید بن مہاجر کندی نہدی نے دیکھا اور اس کے سامنے آ کر کہا کیا تو مالک بن نسیر بدی ہے۔ اس نے کہا ہاں (اور یہ قاصد بھی کندی تھا) ابوشعثا نے کہا تیرا برا ہو تو کیا پیام لے کر آیا ہے۔ اس نے کہا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس میں میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنی بیعت کو میں نے پورا کیا ابوشعثا نے کہا تو نے اپنے خدا کی نافرمانی کی ہے اور اپنے امام کی اطاعت کر کے خود کو ہلاک کیا تو نے اپنے لیے عار و نار کو اختیار کیا۔ حق تعالٰی فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ۔ ہم نے کچھ امام ان میں پیدا کئے ہیں جو کہ دوزخ کی طرف لے جانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ بس ایسا ہی تیرا امام ہے۔ اب حر نے ان لوگوں کو اسی جگہ اترنے پر مجبور کیا جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی بستی تھی۔ انہوں نے کہا ہمیں نینوا میں یا غاضریہ میں شفیہ میں اتر جانے دو۔ حر نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ نہ میں ایسا کر سکتا ہوں، دیکھو یہ شخص جاسوسی کے لیے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔

زہیر بن قین کا مشورہ

اس وقت زہیر بن قین نے عرض کی۔ فرزند رسولؐ ہمیں ان لوگوں سے جنگ کرنا بہ نسبت ان لوگوں کے جو بعد میں لڑنے کو آئیں گے زیادہ آسان ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے بعد آپ خیال فرمائیں اتنے لوگ ہم سے لڑنے کو آئیں گے جن کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے آپ نے جواب دیا۔ میں جنگ میں ابتدا نہیں کروں گا۔ آپ وہیں اتر پڑے۔ یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ جمعرات کا دن تھا۔ اس کے دوسرے دن صبح کو عمر بن سعد چار ہزار کی فوج لیکر کوفہ سے یہاں وارد ہوا۔ حسینؑ پر ابن سعد کے لشکر کشی کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قبیلہ دیلم نے موضع و بستی پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے ملک رے کا فرمان ابن سعد کے نام پر لکھا اور حکم دیا کہ وہ اس طرف روانہ ہو۔ وہ لوگوں کو لے کر روانہ ہوا۔ حمام اعین میں لشکر گاہ مقرر کی۔ جب حسینؑ کا معاملہ پیش آیا۔ اور آپ کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلا بھیجا اور کہا کہ پہلے حسین علیہ السلام کی طرف جاؤ۔ ہمارے اور ان کے درمیان جو معاملہ ہے اس کا فیصلہ ہو جائے۔ تب اپنی خدمت پر جانا۔

حمزہ بن مغیرہ کا عمر سعد کو مشورہ

ابنِ سعد نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے اگر مناسب سمجھیں تو مجھے اس کام سے معاف رکھیئے۔ ابنِ زیاد نے کہا ہاں ایسا ہو سکتا ہے اس شرط پر کہ رے کا فرمان واپس کر دو۔ جب اس نے یہ کہا تو ابنِ سعد نے اس بارے میں غور وخوض کرنے کے لیے ایک دن کی مہلت مانگی وہاں سے واپس آکر اس نے اپنے ہوا خواہوں میں سے جس جس سے مشورہ کیا اس نے اسے اس حرکت سے منع کیا۔ خود اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ اس کے پاس آیا اور کہا ماموں خدا کے واسطے حسینؑ سے مقابلہ کرنے کا قصد نہ کرنا۔ اس میں اپنے خدا کی نافرمانی بھی ہے اور قطع رحمی بھی۔ واللہ اگر روئے زمین کی سلطنت، تمام دنیا اور مالِ دنیا سے محروم بھی ہو جاؤ۔ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے حسینؑ کے خون میں آلودہ ہو کر تم کو جانا پڑے۔ ابنِ سعد نے کہا۔ انشاءاللہ ایسا ہی کروں گا

عبداللہ بن لیسار اور ابنِ سعد

ابنِ سعد کو جب یہ حکم ملا تو عبداللہ بن لیسار جہنی اس کے پاس آیا۔ ابنِ سعد نے کہا امیر نے مجھے حسینؑ کے مقابلے میں جانے کا حکم دیا اور میں نے انکار کر دیا ابنِ لیسار نے کہا خدا نے تجھے راہ ثواب دکھا دی ہے خدا تجھے ہدایت کی توفیق دے اور اس بلا کو ٹال دے ایسا نہ کرنا اور نہ اس کام کے لیے روانہ ہونا۔ ابنِ لیسار یہ کہہ کر ابنِ سعد کے پاس سے چلا آیا۔ کسی نے آکر خبر دی کہ ابنِ سعد تو حسینؑ پر چڑھائی کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ یہ سن کر ابنِ لیسار پھر اس کے پاس گیا دیکھا وہ بیٹھا ہوا ہے۔ اسے دیکھ کر اس نے منہ پھیر لیا۔ یہ سمجھ گیا کہ اب اس نے لشکر کشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور وہاں سے چلا آیا۔ ابنِ سعد نے ابنِ زیاد سے آکر کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے مجھے خدمت دی۔ میرے نام کا فرمان لکھ دیا اور سب نے سنا۔ پھر اب آپ کی رائے ہو تو اس حکم کو نافذ کر دیجیئے اور یہ لشکر جو اشراف کوفہ کا ہے اس پر کسی ایسے شخص کو جس کی کارروائی و کار آگاہی فنِ جنگ میں آپ کی مرضی کے موافق ہو اور مجھے اس پر تفوق نہ ہو اسے مقرر کر کے حسینؑ کے مقابلہ کے لیے بھیج دیجئے یہ کہہ کر ابنِ سعد نے کچھ لوگوں کے نام بھی لیئے۔

ابنِ سعد کی حسینؑ پر فوج کشی

ابنِ زیاد نے کہا اشراف کوفہ کے نام تم مجھے کیا بتاتے ہو میں تم سے مشورہ نہیں چاہتا کہ کس کو مقرر کروں۔ تم اگر لشکر لے کر جاتے ہو تو جاؤ ورنہ میرا فرمان واپس کر دو۔ ابنِ سعد نے جب اس کا یہ اصرار دیکھا تو کہا اچھا میں جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا اور جس دن حسینؑ نینوا میں اترے اس کے دوسرے دن صبح کو آپ کے مقابل میں آکر اترا۔ عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ حسینؑ کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آپ کو خط لکھ کر بلایا تھا لہٰذا اسے آپ کے سامنے جاتے

ہوئے شرم آئی۔ ابنِ سعد نے لشکر کے دیگر رئیسوں سے بھی جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے یہ پیام لے جانے کے لیے کہا لیکن سب نے انکار کیا اور یہ پیغام لے جانا کسی کو گوارا نہ ہُوا۔

کثیر بن عبداللہ شعبی

یہ دیکھ کر کثیر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ یہ بڑا شہسوار دلیر اور ہر بات میں بیباک تھا۔ اس نے کہا "میں حسینؑ کے پاس جاتا ہوں اور اگر کہیں تو واللہ ایک ہی وار میں ان کا کام بھی تمام کر دوں"۔ ابنِ سعد نے کہا "نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ان کو اچانک قتل کر دو۔ ہاں ان کے پاس جاکر یہ پوچھو کہ ان کے آنے کا سبب کیا ہے"۔ کثیر یہ پوچھنے کو چلا۔ ابو ثمامہ صائدی نے اُسے آتے دیکھ کر آپ سے کہا کہ ابا عبداللہؑ خدا آپ کا بھلا کرے جو شخص آپ کے پاس آرہا ہے۔ دنیا بھر کا شریر، سفاک و فتاک ہے۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس سے کہا کہ اپنی تلوار رکھ دو۔ اس نے کہا واللہ یہ نہیں ہوگا۔ اس میں مَیں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔ میں فقط قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں تم لوگ میری بات سنو گے تو جو پیام لے کر آیا ہوں پہنچا دوں گا۔ اگر نہیں سنتے تو واپس چلا جاتا ہوں۔ ابو ثمامہ نے کہا۔ تو اچھا پھر میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا۔ پھر تجھے جو کچھ کہنا ہو کہہ لے۔ اس نے کہا واللہ یہ بھی نہیں ہوگا۔ قبضہ کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابو ثمامہ نے کہا تو پھر جو تجھے کہنا ہو وہ کہہ دے میں جاکر عرض کر دوں گا۔ لیکن تجھے قریب نہیں جانے دوں گا۔ چونکہ تو ایک بدکار شخص ہے۔ دونوں میں گالی گلوچ ہوئی اور وہ واپس چلا گیا۔ اور ابنِ سعد سے یہ حال بیان کر دیا۔

قرہ بن قیس حنظلی کی سفارت

ابنِ سعد نے اب قرہ بن قیس سے کہا۔ قرہ تم ذرا حسینؑ کے پاس جاکر پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ قرہ وہاں سے چلا کہ آپ سے ملاقات کرے۔ آپ نے جب اسے آتے ہوئے دیکھا تو انصار سے پوچھا۔ اس شخص کو تم جانتے ہو۔ حبیب بن مظاہر نے کہا۔ ہاں میں پہچانتا ہوں یہ بنی حنظلہ میں سے ہے تمیمی اور ہماری بہن۔ (خاندانی بہن) کا لڑکا ہے میں تو اس کو خوش عقیدہ سمجھتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ آئے گا۔ اتنے میں قرہ آپہنچا۔ آپ کو سلام کیا اور ابنِ سعد کا پیام پہنچا دیا۔ آپ نے جواب دیا "تمہارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آیئے اب اگر انہیں میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا"۔ حبیب بن مظاہر نے اس سے کہا کہ اے قرہ کیا تو ان ظالموں میں پھر واپس چلا جائے گا تجھے چاہیئے کہ ان کی نصرت کرو۔ جن کے بزرگوں کی بدولت خدا نے تجھے اور ہمیں کرامت عطا فرمائی ہے۔ قرہ نے کہا میں اپنے ساتھی کو اس کے پیام کا جواب پہنچاتے جاؤں گا اور پھر جیسی میری رائے ہوگی اس پر عمل کروں گا۔ یہ کہہ کر ابنِ سعد کے پاس گیا اور اس سے سب حال بیان کیا۔

ابنِ سعد کا ابنِ زیاد کے نام خط

ابنِ سعد نے کہا امید تو ہے کہ خدا مجھے ان سے لڑنے اور ان کے کشت و خون کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ اور ابنِ زیاد کو یہ خط لکھا

اللہ الرحمن الرحیم۔ میں یہاں جب حسینؑ کے مقابل اُترا تو ایک قاصد ان کے پاس بھیجا اور ان سے کہا آپ کے آنے کا سبب کیا ہے آپ کیا چاہتے ہیں اور کس چیز کے طلب گار ہیں۔ انہوں نے اُس کا جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے میرے پاس ان کے قاصد آئے اور اس بات کے خواستگار ہوئے کہ میں یہاں آؤں میں چلا آیا۔ اب اگر میرا آنا انہیں ناگوار ہے۔ اور قاصدوں کے ذریعے انہوں نے جو کچھ کہلا بھیجا تھا۔ اب اس کے خلاف ان کی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابن زیاد کو جب یہ خط سنایا گیا تو اُس نے یہ شعر پڑھا۔ الآن اذ علقت مخالبنا بہ یرجو النجاۃ ولات حین مناص۔ یعنی جب ہمارے پنجے میں پھنس گئے اب نکلنا چاہتے ہیں اب تو ان کے لیے کوئی مفر نہیں۔

اس خط کا جواب اس نے ابن سعد کو یہ لکھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمہارا خط ملا جو کچھ تم نے لکھا معلوم ہوا حسینؑ سے کہو کہ یزید بن معاویہ کی وہ خود اور ان کے تمام انصار بیعت کریں۔ اگر انہوں نے بیعت کرلی تو پھر ہم جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ ابن سعد کو یہ خط پہنچا تو کہنے لگا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو عافیت منظور نہیں ہے۔

ابنِ زیاد کا پانی پر قبضہ کرنے کا حکم

ابن زیاد کا ایک اور خط ابن سعد کو آیا اُس کا مضمون یہ تھا کہ نہر اور حسینؑ کے درمیان حائل ہو جاؤ ایک بوند پانی وہ لوگ نہ پی سکیں اس خط کو دیکھ کر ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچسو سواروں کا رئیس بنا کر روانہ کیا۔ یہ لوگ نہر پر جا کر ٹھہرے۔ نہر اور حسینؑ و اصحاب حسینؑ کے درمیان یہ سب حائل ہو گئے۔ تاکہ وہ بوند بھر پانی اس سے نہ پینے پائیں۔

عبداللہ بن ابی حصین کو حضرتؑ کی بد دعا اور اُس کا انجام

یہ واقعہ آپ کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔ آپ کے سامنے آکر عبداللہ اذری نے جو قبیلہ بنی بجیلہ میں شمار ہوتا تھا پکار کر کہا۔ اے حسینؑ۔ ذرا پانی کی طرف دیکھو۔ اس کا آسمانی رنگ کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تم پیاسے مر جاؤ گے اور ایک قطرہ بھی آپ کو نہیں ملے گا۔" آپ نے یہ سن کر عرض کیا "خدا وندا اس شخص کو پیاس کی ایذا دے کر قتل کر اور کبھی اُس کی مغفرت نہ ہو۔" اس کے بعد حمید بن مسلم اس کی عیادت کو گیا تھا وہ کہتا ہے کہ قسم ہے اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی میں نے اسے دیکھا کہ وہ پانی پیتا ہے اور پیاس پیاس کہے جاتا ہے۔ پھر قے کر دیتا ہے۔ پھر پیتا ہے اور پیاسا ہو جاتا ہے۔ اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ یہی حالت اس کی مسلسل رہی۔ یہاں تک وہ مر گیا۔ (لعنۃ اللہ علیہ)

حسینؑ اور ابنِ سعد کی ملاقات

حسینؑ نے عمرو بن قرظہ انصاری کو ابن سعد کے پاس بھیجا کہ آج رات لشکروں کے درمیان مجھ سے ملاقات کرو۔ ابن سعد بیس سوار ساتھ لے کر لشکر سے نکلا اور آپ بھی بیس سوار لے کر نکلے جب قریب آئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ سب ہٹ جائیں اس نے بھی اپنے ہمراہیوں کو ہٹ جانے کے لیے کہا سب وہاں سے اتنی دور ہٹ گئے جہاں نہ آواز سنائی دیتی تھی اور نہ کوئی بات۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھونگا کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ ابنِ سعد سے آپ نے تین یا چار ملاقاتیں کیں۔ اس نے ابنِ زیاد کو لکھا "خدا نے آگ کے شعلوں کو بجھا دیا۔ اختلاف کو رفع کیا اور قوم کی بہتری چاہی۔ حسینؑ اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔ یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں انہیں بھیج دیں وہاں وہ ایک مسلم کی حیثیت سے رہیں گے۔ اور نفع و نقصان میں وہ سب کا ساتھ دیں گے۔"

شمر کی فتنہ انگیزی

ابنِ زیاد نے خط پڑھ کر کہا ایسے شخص کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم پر شفیق ہے تو اچھا میں نے قبول کیا۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن کھڑا ہو گیا اور کہا کیا آپ ان کی یہ بات قبول کرتے ہیں ایسے وہ تو آپ کی زمین میں اترے ہوئے ہیں آپ کے پہلو میں موجود ہیں۔ واللہ آپ کی اطاعت کئے بغیر اگر وہ آپ کے شہر سے چلے گئے تو قوت و غلبہ ان کی اور عاجزی و کمزوری آپ کی ہوگی۔ یہ موقع انہیں نہیں دینا چاہیئے۔ اس میں آپ کے لیے ذلت ہے، ہونا یہ چاہیئے کہ وہ اور ان کے انصار آپ کے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر آپ سزا دیں تو آپ کو سزا کا حق ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کو اختیار ہے۔ واللہ میں تو یہ سنتا ہوں کہ حسینؑ اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کرتے ہیں۔" ابنِ زیاد نے کہا کیا اچھی رائے تو نے دی ہے، رائے ہے تو بس یہی ہے۔ پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر شمر کو دیا اور کہا یہ خط لیکر عمر سعد کے پاس جاؤ۔

ابنِ زیاد کا جنگ کا حکم

اسے چاہیئے کہ حسینؑ اور ان کے انصار سے کہے "وہ سب میرے حکم کے سامنے سر جھکا دیں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو ان سب کو اطاعت گذاروں کی طرح میرے پاس بھیج دے۔ اور اگر وہ یہ بات نہ مانیں تو پھر ان سے جنگ کرے۔ اگر ابن سعد نے ایسا ہی کیا تو اس کی اطاعت تم بھی کرنا اس کی بات کو ماننا اور اگر اس نے انکار کیا تو پھر ان لوگوں سے تم خود جنگ کرنا اور تو ہی امیر لشکر ہے ابن سعد پر حملہ کر کے اس کی گردن اڑا دینا اور اس کا سر میرے پاس بھیج دینا ابنِ سعد کو جو خط ابنِ زیاد نے لکھا اس کا مضمون یہ تھا "میں نے تجھے حسینؑ کے مقابلہ میں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تو ان کے بچانے کے لیے فکر کرے یا ان پر احسان کرے یا ان کی سلامتی چاہے یا ان کا میرے سامنے سفارشی بن

بیٹھے۔ بس اگر تو حسینؑ اور ان کے انصار میرے حکم پر سر جھکا دیں اور گردنیں خم کر دیں تو سب کو اطاعت گذاروں کی طرح میرے پاس بھیج دے اور اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کر کہ سب قتل ہو جائیں اور سب کے سر کاٹ لے وہ اسی کے سزاوار ہیں۔ حسینؑ جب قتل ہو جائیں تو ان کے سینے اور پشت پر گھوڑے دوڑا دے کہ وہ نافرمان مخالف اور خود سر ظالم ہیں۔ میرے یہ دل کی بات نہیں کہ اس سے مرنے والے کو مرنے کے بعد کچھ ایذا پہنچے گی۔ لیکن میری زبان پر آ گیا ہے کہ اگر میں انہیں قتل کروں گا تو ان کے ساتھ یہ سلوک بھی کروں گا۔ اگر ان کے بارے میں تم ہمارے حکم کو جاری کرو گے تو تمہیں وہ عوض ملے گا جو ایک فرمانبردار و اطاعت گذار کو ملنا چاہیئے اور اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو پھر ہماری خدمت اور ہمارے لشکر سے الگ ہو جاؤ۔ اور لشکر کو شمر کے حوالے کر دو۔ ہم نے اسے اپنے احکام بتا دیتے ہیں۔ والسلام۔"

فرزندانِ حضرت ام البنینؑ کے لئے امان

شمر کو جب یہ خط ملا تو وہ خود اور اس کے ساتھ عبداللہؓ بن ابی محل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے عبداللہ کی پھوپھی ام البنین حضرت علی بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بطن سے جناب عباس، عبداللہ، جعفر، اور عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی محل بن خرام نے کہا۔ خدا امیر کا بھلا کرے۔ ہماری (خاندانی) بہن کے بیٹے حسینؑ کے ساتھ ہیں۔ آپ مناسب سمجھیں تو ان کے لیے امان لکھ دیں۔ ابنِ زیاد نے کہا۔ بسر و چشم۔ چنانچہ اس نے کاتب سے کہا اور اس نے امان کا فرمان لکھ دیا۔ عبداللہ نے اپنے غلام کے ہاتھ جس کا نام کرمان تھا اس امان نامہ کو روانہ کیا کرمان نے وہاں جا کر ان حضرات کو بلایا اور کہا کہ تمہارے ماموں نے تمہارے لیے امان بھیجی ہے۔ ان جوانوں نے کہا ہمارے ماموں کو سلام کہنا اور کہہ دینا کہ تم لوگوں کی امان کی ہمیں ضرورت نہیں۔ پسر سمیہ کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے۔ شمر جب ابنِ زیاد کا خط لے کر ابن سعد کے پاس آیا۔ اس نے خط پڑھا تو ابن سعد نے شمر سے کہا وائے ہو تجھ پر تو نے کیا حرکت کی۔ خدا تیرے سایہ سے بچائے۔ خدا تجھے غارت کرے۔ تو یہ کیا میرے پاس لے کر آیا ہے۔ واللہ میرا گمان یہی ہے کہ تو نے ہی اس کی رائے کو پھیرا۔ کہ وہ میری تحریر کو نہ مانے۔ جس معاملہ میں ہمیں اصلاح کی امید تھی تو نے اسے بگاڑ دیا۔ واللہ حسینؑ گردن جھکانے والے شخص نہیں ہیں ان کے پہلو میں خود دار دل ہے (یا ان کے باپ کا دل ہے) شمر نے کہا یہ تو بتا تیرا کیا ارادہ ہے۔ کیا اپنے امیر کے حکم پر تو چلے گا اور اس کے دشمن کو قتل کرے گا۔ اور اگر یہ نہیں تو لشکر کو مجھ پر چھوڑ دے۔ ابنِ سعد نے کہا نہیں تجھے لشکر نہیں مل سکتا۔ میں خود یہ کام کروں گا۔ شمر نے کہا۔ پھر تم ہی کرو۔ ابن سعد لشکر لے کر چلا۔ یہ محرم کی نویں تاریخ تھی۔ جمعرات کا دن اور شام کا وقت تھا۔ شمر آ کر انصارِ حسینؑ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا کہ "ہم رگوں کی بہن (خاندانی بہن چونکہ جناب ام المومنین بھی کلابی خاندان سے تھیں) کے بیٹے کہاں ہیں۔ یہ سن کر عباس و جعفر و عثمان فرزندان علیؑ اس کے پاس

آئے اور کہا کہ تجھے کیا کام ہے اور کیا کہتا ہے۔ کہا۔ میری بہن کے بیٹو! تمہارے لیے امان ہے۔ ان نوجوانوں نے جواب دیا "خدا کی تجھ پر اور تیری امان پر لعنت ہو تو ہمیں ماموں بن کر جو امان دیتا ہے کیا فرزند رسولؐ کے لیے امان نہیں۔ ابن سعد نے ندا کی اے خدائی فوج کے سوارو گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور تمہیں خوشخبری نصیب ہو۔

حضرت حسینؑ کو رسول اللہؐ کی بشارت

ابن سعد نماز عصر کے بعد اپنے سواروں کو لے کر روانہ ہوا اور حسینی قافلہ پر چڑھائی کر دی، اس وقت امام حسینؑ اپنے خیمہ کے سامنے اس ہیئت سے بیٹھے ہوئے تھے کہ دونوں گھٹنے بلند تھے۔ اور تلوار سے ٹیکے ہوئے تھے آپ نے گھٹنوں کے اوپر سر رکھا تھا آپ کی بہن جناب زینب نے شور و غل کی آواز سنی تو بھائی کے پاس آئیں عرض کیا بھائی آپ نے سنا لوگوں کی آوازیں قریب سے آرہی ہیں۔ حسینؑ نے زانو سے سر اٹھایا اور کہا "میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا ہے۔ وہ مجھ سے فرما رہے ہیں۔ تم ہمارے پاس آجاؤ گے۔ بہن نے یہ سن کر اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا وائے۔ آپ نے فرمایا بہن تم پر وائے نہیں ہے خدا تم پر رحم کرے۔ خاموش ہو جاؤ۔

عباسؑ بن علیؑ

حضرت عباسؑ بن علیؑ نے عرض کیا۔ بھائی جان وہ لوگ تو آپہنچے۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں تمہارے صدقے جاؤں گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ۔ ان لوگوں سے جا کر ملو۔ اور پوچھو وہ کیا چاہتے ہو۔ کیا ارادہ ہے اور ادھر آنے کا سبب کیا ہے۔

حضرت عباس تقریباً بیس سواروں کو لے کر جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے۔ ان لوگوں کے پاس آئے اور ان سے کہا تمہارا کیا ارادہ ہے تمہارے جی میں کیا آیا ہے۔ انھوں نے کہا۔ امیر کا یہ حکم آیا ہے تم لوگوں سے کہہ دیں کہ یا تو اس کے حکم پر سر کو جھکا دو۔ ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ جناب عباسؑ نے کہا ذرا ٹھہرو میں ابو عبد اللہ الحسینؑ سے جا کر جو کچھ تم کہتے ہو عرض کر دوں۔ وہ لوگ رک گئے اور کہنے لگے جا کر انہیں خبر کر دو۔ پھر ہم سے آکر بیان کرو۔ وہ کیا کہتے ہیں۔ عباس گھوڑا اڑا کر حسینؑ کے پاس یہ خبر لے کر چلے اور ان کے بقیہ انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کو ٹھہرے رہے۔ ابن مظاہر نے زہیر سے کہا چاہو تو تم ان لوگوں سے گفتگو کرو یا کہو تو میں کچھ کہوں۔ زہیر نے کہا آپ نے یہ ابتداء کی ہے تو آپ ہی گفتگو کریں۔ جناب حبیب نے ان لوگوں سے خطاب کر کے کہا "سنو کل قیامت کے دن خدا کے حضور جو لوگ آئیں گے واللہ ان میں سے بہت برے وہی لوگ ٹھہریں گے جس نے اس کے نبی کی ذریت، ان کی عترت، ان کے اہل بیت اور اس شہر کے عبادت گذار لوگوں کو قتل کیا ہوگا۔ جن کی صبح عبادت میں گذرتی ہے۔ جن کی زبان پر ذکر خدا جاری رہتا ہے" یہ سن کر عزرہ بن قیس بولا۔ تم سے تو جہاں تک ہو سکتا ہے اپنے نفس کی پاکیزگی بیان کرتے رہتے ہو۔

زہیر بن قین اور عزرہ

زہیر نے عزرہ سے کہا۔ اے عزرہ۔ خدا نے ان کے نفس کو پاک کیا ہے۔ انہیں ہدایت کی ہے۔ اے عزرہ خدا سے ڈرو۔ تیری خیر خواہی کی بات کرتا ہوں۔ اے عزرہ خدا کے واسطے ان پاکیزہ نفوس کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ تو شریک نہ ہو۔ جو اس ضلالت و گمراہی کے بانی ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر ہم تو تجھے ان اہل بیت کے شیعوں میں سے نہیں جانتے تھے۔ تم تو عثمانی گروہ میں شامل تھے۔ زہیر نے کہا مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی نہیں سمجھتا کہ میں انہی لوگوں میں سے ہوں سن لے بخدا میں نے نہ کبھی کوئی خط ان کو لکھا نہ کبھی کوئی قاصد ان کے پاس بھیجا۔ نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ کیا۔ ہوا یہ کہ راستہ میں ان سے ملاقات ہوگئی۔ ان کو دیکھ کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم یاد آگئے اور ان کا رتبہ جو ان کے رشتہ سے ہے اس کا مجھے خیال آگیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں اور تمہارے جرگہ کے لوگوں میں جارہے ہیں۔ بس میری رائے یہ ہوئی کہ میں ان کی نصرت کروں اور ان کے جرگہ میں شریک ہوجاؤں اور اپنی جان ان کی جان پر قربان کردوں۔ تاکہ جس خدا کے حق اور رسولؐ خدا کے حق کو تم نے ضائع کردیا ہے اس کی حفاظت کروں۔

ایک رات کی مہلت

اتنے میں عباسؑ بن علیؑ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے ان لوگوں تک آپہنچے اور کہا کہ اے لوگو! ابو عبداللہؑ تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم واپس ہوجاؤ۔ تاکہ وہ غور و فکر کرلیں۔ کل صبح کو انشاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔ عباسؑ بن علیؑ نے آکر جب یہ بات کہی تو ابنِ سعد نے شمر سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ شمر نے کہا جو تیری رائے ہو۔ تو امیرِ لشکر ہے جو تیری رائے ہوگی بس وہی رائے ہے۔ ابنِ سعد اب دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ سن کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا سبحان اللہ اگر یہ لوگ کفار دیلم سے ہوتے اور تجھ سے یہی سوال کرتے تو واللہ تجھے قبول کرلینا چاہیئے تھا۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ یہ بات ان کی مان لو۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل صبح کو یہ لوگ تجھ سے لڑنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔ ابنِ سعد نے کہا۔ اگر یہ مجھے معلوم ہوجاتے کہ یہ لوگ لڑیں گے تو میں اس وقت مہلت نہ دوں۔ راوی کہتا ہے کہ جناب عباسؑ بن علیؑ نے جب حسینؑ سے یہ آکر کہا تھا کہ ابن سعد ایسا ایسا کہتا ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ تم پلٹ کر جاؤ۔ تم سے ہوسکے تو ان لوگوں کو کل صبح تک ٹال دو۔ اور آج کی شام کے لیے ان کو ہم سے دفع کرو۔ تاکہ آج کی رات ہم اپنے پروردگار کے لیے عبادت اور اس سے دعا اور طلب مغفرت کرلیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی عبادت اس کی کتاب کی تلاوت، اور دعا و استغفار کی کثرت کو میں دوست رکھتا ہوں۔ علیؑ بن الحسینؑ کہتے ہیں کہ ابن سعد کے پاس سے ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہوا جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی

اور اس نے کہا۔ ہم نے تم لوگوں کو کل صبح تک کی مہلت دی ہے۔ اگر تم اطاعت کر لوگے تو تم کو اپنے امیر عبید اللہ کے پاس روانہ کر دیں گے اور اگر انکار کرو گے تو پھر ہم نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت امام حسینؑ کی اپنے ہمراہیوں کو چلے جانے کی اجازت

ابن سعد جب لشکر کو لے کر واپس چلا گیا تو اس وقت شام ہونے کو تھی حسینؑ نے اپنے انصار کو جمع کیا۔ علیؑ بن الحسینؑ کہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں آپ کے قریب چلا گیا کہ سنوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اور میں بیمار تھا۔ میں نے سنا کہ میرے والد اپنے انصار سے فرما رہے ہیں "میں خدائے تبارک و تعالیٰ کی بہترین حمد و ثنا بجا لاتا ہوں اور راحت و مصیبت میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں، خداوندا میں تیرا شکر بجا لاتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کی کرامت بخشی تو نے ہمیں قرآن کی تعلیم دی تو نے ہمیں علم دین عطا کیا تو نے ہمیں سماعت و بصارت اور دل دیا اور تو نے ہمیں مشرکین میں شمار نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ میں نے اپنے انصار سے افضل و برتر انصار اور اپنے اہل بیت سے زیادہ وفادار اور فرمانبردار اہل بیت نہیں دیکھے۔ سنو میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح ہم لوگوں کا فیصلہ ہونے والا ہے تم سب کے بارے میں میری یہ رائے ہے کہ میری اجازت سے تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہیں کوئی ممانعت نہیں، دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو۔"

ضحاک بن عبد اللہ اور مالک بن نضر

اس سے پیشتر ضحاک اور مالک دو شخص آپ کے پاس آئے سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپ نے سلام کا جواب دیا، خیر مقدم کیا اور آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ کو سلام کر لیں۔ آپ کی سلامتی کی دعا خدا سے کریں، آپ سے ملاقات کر لیں اور لوگوں کی حالت آپ سے بیان کریں۔ سنیئے ہم آپ سے کہے دیتے ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں۔ حسینؑ نے فرمایا: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيل (میرے لیے اللہ کافی ہے، اور وہ بہترین نگہبان ہے) دونوں شخص کچھ شرمندہ ہوئے اور خدا سے آپ کے لیے دعا مانگنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میری نصرت کرنے سے تمہیں کیا چیز مانع ہے۔ مالک نے کہا۔ میں قرضدار اور عیالدار ہوں۔ ضحاک نے بھی کہا کہ میں مقروض اور صاحب عیال ہوں۔ لیکن جس وقت کوئی لڑنے والا باقی نہ رہے تو مجھے آپ واپس جانے کی اجازت دے دینا پھر میں آپ کی طرف سے قتال کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ بشرطیکہ میرا نصرت کرنا آپ کے لیے نفع مند ہو۔ اور آپ کی مصیبت کو دور کر سکے۔ آپ نے فرمایا تمہیں اجازت ہے۔ یہ سن کر ضحاک کہتا ہے میں وہیں ٹھہرا رہا۔

آلِ عقیل کا جذبہ

جب رات ہو گئی تو آپ نے کہا "دیکھو۔ رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو، تم میں سے ایک ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے

پھر جب تک کہ خدا اطمینان دے تم سب اپنے قصبوں اور شہروں میں نکل جاؤ۔ کیونکہ یہ لوگ صرف میرے ہی طلبگار ہیں مجھے قتل کرلیں گے تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہیں کریں گے۔ یہ سن کر آپ کے بھائی بیٹے بھتیجے اور بھانجے کہنے لگے ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔ سب سے پہلے جناب عباس نے یہ کلمہ کہا۔ پھر سب نے اسی طرح کی گفتگو کی۔ حسینؑ نے پکار کر کہا "اے اولادِ عقیل! مسلم کا قتل تمہارے لیے کافی ہے تم چلے جاؤ۔ میں اجازت دیتا ہوں انہوں نے کہا لوگ کیا کہیں گے یہی کہیں گے نا۔ کہ ہم اپنے بزرگ اپنے سردار اور ان کے چچازاد بھائیوں کو جو بہترین چچا تھے چھوڑ کر چلے آئے ان کے ساتھ مل کر ایک تیر چلایا نہ برچھی کا وار کیا اور نہ کوئی تلوار کا ہاتھ مارا۔ یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ ان پر کیا گذری، ہرگز نہیں۔ واللہ ہم سے یہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ہم اپنی جانیں اپنا مال اور اپنے اہل و عیال آپ پر قربان کریں گے۔ آپ کے ساتھ شریک ہوکر جنگ کریں گے۔ جو حال آپ کا ہوگا وہی ہمارا ہوگا خدا وہ زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔

مسلم بن عوسجہ اور سعد بن عبداللہ کا استقلال

مسلم بن عوسجہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں جبکہ ابھی ہم نے خدا کے سامنے آپ کا حق ادا نہیں کیا۔ ہاں واللہ جب تک میری برچھی ان لوگوں کے سینہ میں ٹوٹ کر نہ رہ جائے۔ جب تک قبضہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں ان کو تلواریں نہ مارلوں میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ اگر ان کے ساتھ لڑنے کے لیے میرے پاس ہتھیار نہ رہے تو میں آپ کی نصرت میں انہیں پتھر مار مار کر آپ کے ساتھ جان دوں گا۔ سعد بن عبداللہ نے کہا واللہ ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ خدا یہ تو دیکھ لے کہ رسول اللہؐ کی غیبت میں ہم نے آپ کی کیسی حفاظت کی۔ بخدا اگر میں جانتا کہ میں قتل ہوجاؤں گا۔ پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ پھر زندہ جلا دیا جاؤں گا۔ پھر میری خاکستر اڑا دی جائے اور ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گذرے۔ تب بھی آپ کی نصرت میں جب تک مجھے موت نہ آجائے گی میں آپ سے جدا نہ ہوتا اور اب تو صرف ایک ہی مرتبہ قتل ہونا ہے اس میں وہ شرف و کرامت ہے جسے ابد تک زوال نہیں پھر اسے میں کیوں نہ حاصل کروں۔"

زھیر بن قین کی استقامت

زہیر نے کہا بخدا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں جس سے خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت والے نوجوانوں کو بچالے۔" اسی طرح ایک ہی طرز کی گفتگو آپ کے انصار میں سے ایک جماعت نے کی۔ کہتے تھے "واللہ آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ بلکہ اپنی جانیں آپ پر فدا کردیں گے۔ ہم اپنے ہاتھوں اور پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے۔ ہم قتل ہوجائیں اور وہ حق جو ہم پر ہے ادا ہو جائے

امام زین العابدینؑ کا بیان

علیؑ ابن الحسینؑ بیان کرتے ہیں۔ اس شام کا ذکر ہے جس کی صبح کو میرے والد شہید ہوئے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپھی جناب زینبؑ میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ جبکہ میرے والد نے اپنے انصار سے اپنے خیمہ میں تخلیہ کیا تھا۔ اس وقت ابوذر غفاریؓ کے غلام جونؑ آپ کے پاس تلوار کی دیکھ بھال کر کے اسے درست کر رہے تھے کہ آپ اس مضمون کے اشعار پڑھنے لگے (ترجمہ) اے ناپائیدار زمانہ تجھ پر وائے ہو کیا برا دوست ہے کہ ہر صبح و شام کسی دوست یا دشمن کو مار دیتا ہے۔ ایک کے عوض میں دوسرے کو قبول نہیں کرتا اور یہ سب کچھ حکم خدا کے ماتحت ہوتا ہے، جو زندہ ہے اسے اس رستہ پر جانا ہے۔ ان اشعار کو آپ نے دو تین مرتبہ پڑھا۔ میں سمجھ گیا اور جان گیا جو آپ کا مقصد تھا۔ مجھے بے اختیار رونا آگیا۔ لیکن میں نے اپنے آنسو ضبط کر لیے خاموش رہا اور سمجھ گیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔

حضرت زینبؑ کی آہ و زاری

مگر میری پھوپھی نے بھی ان اشعار کو سن لیا۔ وہ عورت تھیں۔ چونکہ عورتوں کی طبیعت میں رقت اور فوراً گھبرا جانا ہوتا ہے وہ خود کو سنبھال نہ سکیں۔ وہ برہنہ سر دوڑیں، چادر کو کھینچتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں اور کہنے لگیں "وامصیبتاہ آج مجھے موت آ گئی ہوتی۔ اے بزرگوں کے جانشین اے درماندگوں کے شفیق بس آج میری ماں فاطمہؑ مر گئیں۔ میرے باپ اور بھائی حسنؑ نے آج رحلت کی"۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگے پیاری بہن دیکھو کہیں شیطان تمہارے حلم و بردباری کو زائل نہ کر دے"۔ کہنے لگیں "اے ابا عبداللہؑ میرے ماں باپ آپ پر قربان میری جان آپ کے صدقے۔ آپ نے قتل ہونا گوارا کر لیا۔ یہ سن کر آپ نے اپنی طبیعت کو سنبھالا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے اور کہا کہ موت نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔

حضرت زینبؑ کو امام حسینؑ کا دلاسہ

کہا ہائے بھائی" کیا آپ کو مجبور کر کے قتل کریں گے۔ اس سے تو اور بھی میرا کلیجہ ٹکڑے ہوا جاتا ہے میرے دل پر سخت قلق گذر رہا ہے۔ یہ کہہ کر منہ کو پیٹا، گریبان کو پھاڑ ڈالا اور غش کھا کر گر پڑیں۔ بہن کا یہ حال دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے ان کے پاس آکر چہرہ پر پانی چھڑکا (ظاہراً آنسوؤں کا پانی ہوگا) اور کہا پیاری بہن تقویٰ اختیار کرو خدا کے لیے صبر کرو۔ اس بات کو سمجھ لو کہ سب روئے زمین والے مر جائیں گے اور اہل آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے۔ سوائے اللہ کی ذات کے جس نے اپنی قدرت سے اس زمین کو پیدا کیا ہے جو دوبارہ مخلوق کو زندہ کرے گا اور سب کے سب پلٹ آئیں گے جو یگانہ اور تنہا ہے۔ باقی سب چیزیں مٹ جانے والی ہیں۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے، میری ماں مجھ سے بہتر تھیں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ مجھے اور ہر مسلمان کو اور ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات سے تسکین ہونی چاہیئے

اسی طرح کے کلمات کہہ کر انہیں سمجھایا۔ پھر فرمایا۔ پیاری بہن۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ میری اس قسم کو پورا کرنا۔ میں مرجاؤں تو میرے غم میں گریبان چاک نہ کرنا، منہ نہ پیٹنا، واویلا نہ کرنا۔ یہ کہہ کر آپ انہیں اپنے ساتھ لائے اور میرے پاس لاکر بٹھا گئے۔ پھر آپ خیمے سے باہر چلے گئے اور انصار کو حکم دیا کہ خیموں کو قریب قریب اس طرح نصب کریں کہ طنابوں کے اندر طنابیں آجائیں۔ (تاکہ خیموں کا ایک حلقہ سا بن جائے) سب لوگ اس حلقہ کے اندر رہیں اور صرف ایک رخ جس سے دشمن کا سامنا ہو۔ کھلا رہنے دیں۔

حسینی قافلہ کی عبادت گذاری

حسینؑ اور آپ کے اصحاب تمام رات بیدار رہے۔ سب نمازیں پڑھتے اور استغفار کرتے رہے، دعا و تضرع میں مشغول رہے۔ سواروں کا ایک رسالہ جو ان کی نگرانی کے لیے دشمن کی طرف سے مقرر ہوا تھا، ادھر سے گذرا۔ اس وقت آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے

الا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیراً لانفسھم انما نملی لھم لیزدادو اثماً و لھم عذاب مھین۔ ما کان اللہ لیذر المومنین علیٰ ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ . . . ہاں جو لوگ کافر ہوگئے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے جو انہیں ڈھیل دی ہے اس میں ان کے لیے بہتری ہے۔ ہم تو اس لیے انہیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ کہ وہ اور بھی گناہوں میں مبتلا ہو جائیں ان کے لیے تو ذلیل کرنے والا عذاب ہے، خدا یہ نہیں کرے گا۔ کہ تم لوگ جس حال میں ہو، اسی حالت میں مومنین کو رہنے دے وہ پاک اور ناپاک دونوں کو جدا کرکے رہے گا۔

ابوحرب کی بدکلامی

اس آیت کو رسالہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے سنا اور کہنے لگا۔ رب کعبہ کی قسم ہم پاک لوگ ہیں اور تم لوگوں سے جُدا کر لیے گئے ہیں۔ ایک شخص نے اسے پہچان کر بریر سے کہا جانتے ہو یہ کون شخص ہے۔ کہا میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا یہ ابوحرب سبیعی ہے۔ یہ بڑا ہنسنے والا، بیہودہ، امرا میں بڑا دلیر اور سفاک ہے۔ سعید بن قیس نے اسے خون کرنے پر کبھی قید بھی کیا تھا۔ بریر نے اس کا نام سن کر پکارا، او فاسق خدا نے تجھ کو پاک لوگوں میں شمار کیا ہے۔ پوچھا تو کون ہے۔ کہا میں بریر بن حضیر ہوں کہنے لگا۔ انا للہ یہ بات مجھ پر گراں ہے۔ اے بریر واللہ تو ہلاک ہوا، واللہ تو ہلاک ہوا بریر نے کہا اے ابوحرب خدا کے سامنے گناہان کبیرہ سے توبہ کرنے کا یہی تو موقع ہے۔ سن بخدا ہم پاک لوگوں میں شامل ہیں اور تم سب ناپاک ہو۔ کہنے لگا۔ (بطور تمسخر) وانا علیٰ ذالک من الشاھدین۔ یعنی ہاں ہاں میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ ایک شخص نے کہا وائے ہو تجھ پر جان بوجھ کر تو نہیں سمجھتا۔

حسینی لشکر کی ترتیب

ابن سعد روز عاشورہ ہفتہ یا جمعہ کا دن تھا۔ صبح کی نماز پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکلا۔ حسینؑ نے بھی اپنے انصار کی صفیں جمائیں۔ ان کے ساتھ صبح کی

نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ آپ نے میمنہ پر زہیر بن قین اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا، اپنا علم اپنے بھائی عباسؑ بن علیؑ کو دیا خیموں کو پشت پر رکھا اور خیموں کے پیچھے آپ نے دیا کہ لکڑیاں اور بالن جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جائے اس خطرہ سے کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کریں۔ حسینؑ کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی جیسے پتلی سی نہر کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی کو رات کے وقت کھود کر خندق سا بنا لیا تھا۔ اور اس میں لکڑیاں اور بالن ڈال دیئے تھے کہ جب صبح کو دشمن ہم پر حملہ کریں گے تو اس میں آگ لگا دیں گے تاکہ دشمن ہم سے ایک ہی رُخ سے لڑیں اور پیچھے سے وہ حملہ نہ کر سکیں۔ یہ احتیاط ان کے کام آئی۔

عبدالرحمٰن اور بریر

بریر نے عبدالرحمٰن سے کچھ مزاح کیا تو عبدالرحمٰن نے کہا مجھے اس سے معاف رکھئے۔ بخدا یہ فضول باتوں کا وقت نہیں۔ بریر نے کہا۔ واللہ میری قوم کے لوگ جانتے ہیں کہ نہ جوانی میں مجھے فضول باتوں سے رغبت تھی اور نہ کبھی بڑھاپے میں کبھی ہوئی لیکن واللہ جو واقعہ اب ہم پر گذرنے والا ہے میں اس کے خیال سے خوش ہو رہا ہوں ہمیں حورا لعین ملنے میں بس اتنی ہی دیر ہے کہ یہ لشکر والے تلواریں کھینچ کر ہم پر آپڑیں اور مجھے تو آرزو ہے کہ کہیں وہ تلواریں لے کر آ ہی پڑیں۔ اب حسینؑ سوار ہوئے اور قرآن منگوا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

امام حسینؑ کی دُعا

ایک روایت ہے کہ صبح کے وقت دشمن کا رسالہ جب حسینؑ کی طرف بڑھا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور کہا خداوندا ہر مصیبت میں مجھے تجھ پر بھروسہ ہے اور ہر قسم کی سختی میں مجھے تجھ سے ہی امید ہے جو بلا مجھ پر نازل ہو اس میں تیرا ہی سہارا ہے اور تجھی پر وثوق ہے۔ کتنی ہی آفتیں ایسی پیش آئیں جن میں دل بیٹھ جاتا اور جن پر کوئی چارہ کار نہ ہوتا جن میں دوست ساتھ نہ دیتے، دشمن شماتت کرتے اور خوشی مناتے تو میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تجھ سے اپنا دردِ دل کہا۔ تیرے سوا کسی سے کہنے کو دل نہ چاہا تو نے ان آفتوں کو ٹال دیا اور دفع کر دیا۔ ہر نعمت کا بخشنے والا، ہر نیکی کا عطا کرنے والا اور ہر مراد پوری کرنے والا فقط تو ہی ہے۔"

شمر بن ذی الجوشن کی بکواس

جب وہ لوگ ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پس پشت آگ بھڑک رہی ہے۔ ایک شخص ان میں سے گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر سے گزرا اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی، سیدھا خیموں کی طرف گیا لیکن آگ کے شعلوں میں اسے خیمے دکھائی نہ دیئے وہاں سے پلٹا اور پکار کر کہنے لگا حسینؑ قیامت سے پیشتر دنیا میں ہی تم نے آگ میں جانے کی جلدی کی" آپ نے پوچھا یہ شخص کون ہے شاید شمر ہوگا۔ لوگوں نے کہا ہاں وہی لعین ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا "او بکریاں چرانے والی کے بچے آگ میں جلنے کا تو سزاوار ہے۔"

جنگ میں پہل کرنے سے ممانعت

مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا۔ فرزند رسولؐ میں آپ پر قربان جاؤں کہئے تو میں اس کو تیر ماروں۔ وہ میری زد میں ہے۔ تیر خطا نہیں جائے گا۔ یہ فاسق بڑے جباروں میں سے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تیر نہ مارنا۔ کیونکہ ادھر سے ابتدا کرنا مجھے گوارا نہیں۔ آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس کا نام لاحق تھا۔ اس پر آپ نے علیؑ بن الحسینؑ کو سوار کیا۔ دشمن جب آ پڑے تو آپ نے اپنا ناقہ طلب کیا اس پر سوار ہوئے اور بہت بلند آواز سے پکار کر کہا جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگو! میری بات سن لو میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں وہ مجھے کہہ لینے دو۔ اور تم لوگوں کے پاس چلے آنے کا عذر مجھے کر لینے دو۔ اگر تم میرا عذر مان لوگے۔ میری بات کو سچ سمجھو گے۔ میرے ساتھ انصاف کرو گے تو تم نیکی حاصل کر لوگے اور پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکو گے۔ اگر تم میرا عذر نہیں مانتے اور میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے فاجمعوا امرکم وشرکاءکم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون، ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔ یعنی پھر جو تمہارا ارادہ ہو اس پر آمادہ ہو جاؤ۔ اپنے شرکاء کو پکارو۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اب تمہیں کوئی تردّد تو نہیں اور پھر میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو کر گذرو اور مجھے ذرا بھر مہلت نہ دو۔ میرا تو سہارا خدا پر ہے جس نے کتاب کو نازل کیا ہے۔ وہی تو نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے" آپ کا یہ کلام جب آپ کی بہنوں نے سنا تو وہ چلا چلا کر رونے لگیں۔ ان کی آوازیں بلند ہوئیں تو آپ نے اپنے بھائی عباسؑ اور فرزند علیؑ بن الحسینؑ کو ان کے پاس بھیجا اور کہا کہ انہیں چپ کراؤ ابھی تو انہیں بہت رونا ہے۔ یہ دونوں بزرگوار جب انہیں خاموش کرانے چلے تو آپ نے کہا ابن عباس نے کیا بات کہی تھی۔ یعنی ابن عباس نے آپ کو منع کیا تھا کہ اہل حرم کو ساتھ نہ لے جائیے۔ اب ان کے رونے سے ابن عباس کا کہنا یاد آ گیا۔

حضرت حسینؑ کا تاریخی خطبہ

جب اہل حرم کے رونے کی آواز موقوف ہوئی تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی بیان کی اور اس کی شان کے لائق اس کا ذکر کیا اور اللہ کی صلوات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کے ملائکہ اور انبیاء پر بھیجی۔ حمد و نعت میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپ نے کیں کہ بیان میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کسی کی ایسی فصیح و بلیغ تقریر نہ اس سے پہلے کبھی سنی تھی اور نہ اس کے بعد کبھی سنی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "میرے خاندان کا خیال کرو کہ میں کون ہوں پھر اپنے اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو کہ میرا قتل کرنا، میری ہتک حرمت کرنا کیا تم لوگوں کے لیے حلال ہے۔ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں کیا میں ان کے وصی اور ابن عم کا فرزند نہیں ہوں جو کہ خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا کی طرف سے اس کا رسولؐ جو احکام لے کر آیا انہوں نے اس کی تصدیق کی کیا سید الشہدا حضرت حمزہ میرے والد کے چچا نہیں کیا جعفر طیار شہید

ذوالجناحین میرے چچا نہیں کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سُنا کہ رسول اللہؐ نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ جو میں کہہ رہا ہوں یہ بات حق ہے اگر تم میری تصدیق کرو گے تو سن لو واللہ جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ خدا جھوٹ بولنے والے سے بیزار ہے اور جھوٹ بنانے والے کو اس کے جھوٹ سے ضرر پہنچاتا ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور اگر تم مجھے سچا نہیں سمجھتے تو سنو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ اگر تم ان سے پوچھو تو وہ بیان کریں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہیل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ کر دیکھو یہ لوگ تم سے بیان کریں گے انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہؐ کو یہی کہتے سنا ہے کیا یہ امر بھی تم لوگوں کو میرا خون بہانے سے مانع نہیں ہے۔"

شمر نے کہا وہ خدا کی عبادت ایک ہی حرف پر کرے۔ اگر اسے معلوم ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر رُخ سے کرتا ہے۔ بیشک تو سچ کہتا ہے۔ تیری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تمہیں اس بات پر شک ہے تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ واللہ اس وقت مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے یا تمہارے غیر میں سے کوئی کسی نبی کا نواسہ نہیں ہے اور میں تو خاص کر تمہارے نبی کا نواسہ ہوں یہ تو بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے یا تمہارے کسی مال کو ڈبو دیا ہے یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے اور اس کا قصاص مجھ سے چاہتے ہو۔"

اب آپ کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا تھا۔ آپ نے پکار کر کہا "اے شبث بن ربعی، اے حجاز بن ابجر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث۔ کیا تم لوگوں نے مجھے نہیں لکھا تھا۔ میوے پک چکے ہیں، باغ سرسبز ہو رہے ہیں، تالاب چھلک رہے ہیں اور آپ کی نصرت کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں۔ آئیے۔" ان لوگوں نے جواب دیا۔ ہم نے نہیں لکھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بخدا تم نے لکھا تھا۔ لوگو۔ اب میرا آنا اگر تمہیں ناگوار ہوا ہے تو دنیا میں کسی گوشۂ امن کی طرف مجھے چلے جانے دو۔" قیس بن اشعث نے کہا "آپ اپنے قرابت داروں کے حکم پر کیوں سر نہیں جھکا دیتے۔ یہ آپ سے اسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی امر آپ کو ناگوارِ خاطر ہرگز ظاہر نہیں ہو گا۔ آپ نے جواب دیا آخر تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے۔ اب تو چاہتا ہے کہ مسلم بن عقیل کے خون سے بڑھ کر بنی ہاشم کو تجھ سے مطالبہ ہو۔ واللہ میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا۔ اے بندگانِ خدا میں اپنے اور تمہارے خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر متکبر سے جو روزِ جزا پر ایمان نہیں رکھتا۔

زھیر کا خطاب

یہ کہہ کر آپ نے اپنے ناقہ کو بٹھا دیا۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا تو زھیر بن قین ایک تیار گھوڑے پر ہتھیار لگائے ہوئے نکل کر آئے اور کہا اے اہل کوفہ عذابِ خدا سے ڈرو، عذابِ خدا سے ڈرو۔ ستو مسلمان کیلئے اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا ضروری ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان جب تک تلوار نہیں آتی اس وقت تک ہم تم بھائی بھائی ہیں۔ ایک دین اور ایک ہی ملت پر ہیں۔ ہماری خیر خواہی کے تم لائق ہو، ہاں جب تلوار رمیان میں آجائے گی پھر مروت ختم ہوجائے گی۔ ہمیں اور تمہیں خدا نے اپنے نبی محمدؐ کی ذریت کے بارے میں امتحان میں ڈالا ہے تاکہ وہ دیکھ لے کہ ہم کیا کرتے ہیں اور تم کیا کرتے ہو۔ ہم لوگ تمہیں اس امر کی طرف بلاتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے مردود عبید اللہ کا ساتھ چھوڑ کر ذریتِ رسولؐ کی نصرت و مدد کرو۔ تم نے ان دونوں کے عہدِ حکومت میں (زیاد ابنِ زیاد) برائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ انہوں نے تم لوگوں کی آنکھیں نکلوا دیں ہاتھ کٹوائے، پاؤں قطع کروائے، گوش و بینی اور سر کاٹے، تمہاری لاشیں ٹنڈ درختوں پر لٹکائیں، تمہارے بزرگوں اور قاریوں کو حجر بن عدی ان کے اصحاب اور ھانی بن عروہ اور ان کے امثال کو انہوں نے قتل کیا۔" یہ سن کر وہ زھیر سے سخت کلامی کرنے لگے۔ عبید اللہ کی تعریف اور اسے دعا دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ جبتک تمہارے سردار اور ان کے اصحاب کو قتل نہیں کرلیں گے یا انہیں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرکے امیر عبید اللہ کے پاس نہیں بھیج دیں گے، اس وقت تک یہاں سے قدم نہیں ہٹائیں گے۔" زھیر نے کہا "بندگانِ خدا جنابِ فاطمہؑ کی اولاد سمیہ کے بیٹے سے نصرت و مودت کی زیادہ حق رکھتی ہے۔ اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے واسطے ان کے قتل سے تو باز رہو۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن نے ایک تیر زھیر کو مار کر کہا "خاموش رہو۔ خدا تیری بک بک کو خاموش کردے تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ زھیر نے جواب دیا "اے اس باپ کے بیٹے جس کا پیشاب ایڑیوں تک بہہ کر آتا تھا۔ میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا تو تو جانور ہے۔ واللہ میں جانتا ہوں کہ کتابِ خدا کی دو آیتیں بھی تو نہیں سمجھ سکتا۔ لے قیامت کی رسوائی اور عذاب الیم تجھے مبارک ہو۔ شمر نے کہا۔ "خدا تجھ کو اور تیرے سردار کو ابھی قتل کرے گا۔" زھیر نے کہا "تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔" واللہ حسینؑ کے ساتھ مر جانا تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے میں بہتر سمجھتا ہوں۔" یہ کہہ کر زھیر نے بآواز بلند سب لوگوں کو خطاب کرکے کہا۔ "بندگانِ خدا اس سفلہ پاجی کی باتوں پر اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ محمدؐ کی شفاعت ان لوگوں کو نہیں پہنچے گی۔ جنھوں نے آنحضرتؐ کی ذریت و اہلِ بیت کا خون بہایا۔ ان کی نصرت کرنے والوں اور ان کے اہلبیت کو بچانے والوں کو قتل کیا۔" اسی اثنا میں ایک شخص نے آواز دی کہ زھیر ابو عبداللہ فرماتے ہیں۔ واپس آجاؤ، فرماتے ہیں اپنی جان کی قسم اگر مومن آلِ فرعون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انہیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کر دی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کی اور انتہا کر دی۔ کاش تمہاری خیر خواہی اور انتہا کی کوشش انہیں کچھ نفع بخشتی۔

حر کی ابنِ سعد سے گفتگو

جب ابن سعد حملہ کرنے کو بڑھنے لگا تو حر نے پوچھا۔ خدا تیرا بھلا کرے کیا توان سے لڑنے لگا ہے۔ ابن سعد نے کہا ہاں واللہ لڑنا بھی ایسا لڑنا جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر اڑیں گے اور ہاتھ قلم ہونگے۔ حر نے کہا کیا ان کی باتوں میں سے کسی بات کو تم لوگ نہیں مانو گے۔ ابن سعد نے کہا واللہ اگر میرا اختیار ہوتا۔ تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر اسے نہیں مانتا۔ یہ سن کر حر ایک طرف جاکر ٹھہرے اور اپنی برادری کے ایک شخص قرہ بن قیس سے کہنے لگے۔ قرہ تم اپنے گھوڑے کو آج پانی پلا چکے، اس نے کہا نہیں پلایا کہا پھر اسے پانی پلانے چلتے نہیں۔ قرہ کو یہ گمان ہوا کہ حر کنارہ کش ہونا چاہتے ہیں اور جنگ میں شریک نہیں ہوں گے اور چاہتے ہیں کہ اس بات سے میں بےخبر رہوں مجھ سے اسے ڈر ہے کہ اس راز کو فاش نہ کر دوں۔ اس خیال سے قرہ نے کہا ہاں ابھی تک میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ابھی جاکر پلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر قرہ وہاں سے چلا گیا کہتا تھا اگر حر نے مجھے اپنے ارادہ سے مطلع کیا ہوتا تو واللہ میں بھی اس کے ساتھ ہی حسینؑ کے پاس چلا جاتا۔

حر کی لشکر حسینؑ کی طرف پیش قدمی

اب حُر نے حسینؑ کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مہاجر بن اوس، اس کی برادری کا ایک شخص حر کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا۔ ابن یزید تمہارا کیا ارادہ ہے۔ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو۔ حُر یہ سن کر چپ رہا اور اس کے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری سی پیدا ہوگئی اسپر ابنِ اوس نے کہا تمہارا یہ حال دیکھ کر واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے۔ بخدا میں نے کسی مقام پر تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہلِ کوفہ میں سب سے بڑھ کر جری و بہادر کون ہے تو میں تمہارا ہی نام لوں گا۔ پھر یہ کیا حالت تمہاری میں دیکھ رہا ہوں۔ حر نے جواب دیا۔ واللہ میں اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں، کہ دوزخ میں جانا چاہتا ہے یا بہشت میں۔ اور قسم ہے خدا کی اگر میرے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں اور میں زندہ جلا دیا جاؤں تب بھی میں کسی شے کے لیے بہشت کو نہیں چھوڑنے کا۔ یہ کہہ کر حر نے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور حسینؑ کے پاس جا پہنچا۔

حر کی ابنِ سعد سے علیحدگی

عرض کی فرزند رسولؐ میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں وہی شخص ہوں، جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا۔ جو راستہ بھر آپ کے ساتھ ساتھ رہا جس نے آپ کو اسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ قسم ہے خدائے وحدہٗ لاشریک کی، میں ہرگز یہ نہ سمجھا تھا کہ جتنی باتیں آپ ان لوگوں کے سامنے پیش کریں گے یہ ان میں سے کسی امر کو بھی نہیں مانیں گے اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی۔ میں تو دل میں یہ سوچے ہوئے تھا کہ بعض باتوں میں ان لوگوں کی اطاعت کر دوں تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے ان کی اطاعت سے انحراف کیا ہوگا۔ یہی کہ حسینؑ جن باتوں کو پیش کرتے ہیں، یہ ان باتوں کو مان لیں گے واللہ اگر میں جانتا

کہ یہ لوگ آپ کی کسی بات کو قبول نہیں کریں گے۔ تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہے، میں خدا کے سامنے اس سے توبہ کرتے اور اپنی جان آپ کی نصرت میں قربان کرنے کے لیے آیا ہوں میرا ارادہ آپ کے سامنے ہی مرنے کا ہے۔ یہ فرمائیے کہ کیا اس طرح کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کرے گا۔ اور وہ تجھے بخش دے گا۔ نام تیرا کیا ہے عرض کیا حر (آزاد) فرمایا۔ تو آزاد ہے۔ تیری ماں نے جس طرح تیرا نام آزاد رکھا ہے انشاءاللہ دنیا و آخرت میں تو آزاد ہے۔ اب گھوڑے سے اترآؤ حر نے کہا میرا گھوڑے پر سوار رہنا اترنے سے بہتر ہے۔ ایک لحظہ ان لوگوں سے جنگ کروں گا اور جب میرا وقت اخیر ہوگا تو گھوڑے سے اتروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا جو تمہارا جی چاہے وہی کرو۔ خدا تم پر رحم کرے۔

حر کا لشکر یزید سے خطاب

حر یہ سن کر اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھے اور کہا لوگو! حسینؑ نے جو باتیں پیش کی ہیں کیا ان میں سے کسی بات کو تم نہیں مانتے تاکہ خدا تمہیں ان سے جنگ و جدال میں مبتلا ہونے سے بچائے وہ کہنے لگے۔ ہمارا امیر عمر بن سعد موجود ہے اس سے گفتگو کرو۔ حر نے یہ سن کر ابن سعد سے وہی گفتگو دوبارہ کی جو اس سے پہلے کر چکے تھے اور جو گفتگو اپنے ساتھیوں سے کی تھی۔ ابن سعد نے جواب دیا۔ میری خواہش تو یہی تھی اگر ہو سکتا تو میں یہی کرتا۔ اب حر نے اہل کوفہ کی طرف خطاب کر کے کہا خدا تم کو ہلاک اور تباہ کرے تم نے انہیں بلایا اور جب وہ چلے آئے تو انہیں دشمن کے حوالے کر دیا تم کہتے تھے کہ ان پر اپنی جان نثار کریں گے اور اب ان پر ان کے قتل کرنے کے لیے حملہ کر رہے ہو۔ ان کو تم نے گھیر لیا کر گرفتار کر لیا ان کا سانس بند کر دیا ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ان کو خدا کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا تاکہ وہ اور ان کے اہل بیت امن سے رہتے۔ اب وہ ایک قیدی کی طرح تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ اپنے نفس کے لیے اچھا یا برا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم نے انہیں ان کے اہل حرم، ان کے بچوں اور دوستوں کو بہتے ہوئے فرات کے پانی سے روکا۔ جسے یہودی، مجوسی اور نصرانی پیتے ہیں اس بیابان کا سور اور کتے اس میں نہاتے ہیں۔ پیاس کی شدت نے ان لوگوں کو تباہ کر رکھا ہے۔ محمدؐ کی ذریت سے ان کے بعد کیا برا سلوک تم نے کیا ہے اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور تم نے توبہ نہ کی تو خدا تمہاری محشر کی پیاس کو سیراب نہیں کرے گا اور یہ سن کر پیادوں کی فوج نے حر پر تیر برسانے شروع کیے۔ حر وہاں سے پلٹے اور حضرت کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔

ابن سعد کا پہلا تیر

عمر بن سعد لڑنے کو نکلا اور پکار کر کہا اے ذوید علم کو آگے بڑھا اس کے بعد ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑا اور تیر رہا کر کے کہا، گواہ رہنا کہ سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے۔

عبداللہ بن عمیر کلبی

بنی علیم کے عبداللہ بن عمیر کوفہ میں آئے ہوئے تھے۔ قبیلہ ھمدان میں جعد کے کنوئیں کے قریب گھر لے کر اترے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی ام وھب خاندان نمر بن قاسط سے ان کے ساتھ تھی عبداللہ نے مقام نخیلہ میں دیکھا کہ حسینؑ پر فوج کشی کرنے کے لیئے عرض لشکر کا سامان ہے۔ عبداللہ نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے کسی نے کہہ دیا حسینؑ نواسہ رسولؐ پر لشکر کی چڑھائی ہے۔ عبداللہ کو مدت سے آرزو تھی کہ مشرکین سے جہاد کریں۔ خیال آیا کہ اپنے پیغمبرؐ کے نواسہ پر یہ لوگ لشکر کشی کر رہے ہیں ان سے جہاد کرنا بھی اللہ کے ہاں مشرکوں سے جہاد کرنے کے ثواب سے کم نہیں ہوگا۔ یہ سوچ کر ام وھب کے پاس آئے۔ ان سے یہ جو کچھ سوچ کر آئے تھے اور جو بات دل میں ٹھان لی تھی بیان کی، انہوں نے کہا کیا اچھی بات تم نے کہی خدا تمہاری بہترین تمنا کو پورا کرے چلو اور مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ عبداللہ راتوں رات بیوی کو ساتھ لیے ہوئے آپ کے لشکر میں آگئے اور وہیں آپ مقیم ہو گئے۔ جب ابن سعد نے قریب آکر تیر مارا۔ دوسرے لوگوں نے بھی تیر مارے تو زیاد کا غلام یسار اور عبیداللہ کے غلام سالم صف سے نکلے اور مبارز طلبی کی حبیب اور بریر اٹھے مگر آنحضرتؑ نے کہا بیٹھ جاؤ۔ یہ دیکھ کر عبداللہ کلبی اٹھ کر عرض گذار ہوئے۔ ابا عبداللہ الحسینؑ رحمک اللہ مجھے ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیئے۔ آپ نے نظر جو اٹھائی تو دیکھا ایک شخص گندمی رنگ، دراز قامت، قوی بازو، قوی ہیکل سامنے کھڑا ہے کہا کہ میرے خیال میں یہ شخص مرد میدان اور مد مقابلوں کو قتل کرنے کی ہمت رکھتا ہے۔ اگر لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔ عبداللہ ان دونوں کے مقابلے میں گئے، دونوں نے پوچھا تم کون ہو، انہوں نے اپنا نسب بیان کیا وہ کہنے لگے ہم تمہیں نہیں جانتے۔ زہیر، حبیب یا بریر کو ہمارے مقابلہ میں آنا چاہیئے۔ یسار اس وقت سالم سے کچھ آگے تھا۔ عبداللہ نے جواب دیا اولیسر زانیہ کسی شخص سے مقابلہ کرنے میں تجھے بھی عار ہے تیرے مقابلہ میں بھی وہی شخص آئے جو تجھ سے بہتر ہو یہ کہتے ہی یسار پر حملہ کیا۔ ایک ہی وار میں وہ ٹھنڈا ہو گیا یہ اس پر وار کرنے میں مشغول ہی تھے کہ سالم نے ان پر حملہ کیا اور للکار کر کہا کہ میں آپہنچا۔ عبداللہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اس نے آتے ہی ان پر وار کر دیا انہوں نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا اس ہاتھ کی انگلیاں تلوار سے اڑ گئیں اس کے بعد ہی انہوں نے مڑ کر اس پر وار کیا اور دونوں کو قتل کر کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔ تو سنو میں خاندان بنی کلب سے ہوں۔ یہ فخر میرے لیے کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہ علیم میں ہے، میں صاحب قوت و نصرت ہوں۔ مصیبت پڑے تو بد دل نہیں ہو جاتے، اے ام وھب میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں۔ کہ بڑھ بڑھ کر تلواروں اور برچھیوں کے وار ان لوگوں پر کیا کروں گا جیسا کہ خدا پرستوں کا شیوہ ہے۔

ام وھب کا جذبہ جاں نثاری

ام وھب نے یہ سن کر ایک لکڑی ہاتھ میں لی اور اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی بڑھیں، میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔ ذریت رسولؐ کی طرف سے لڑے

جاؤ۔ عبداللہ بیوی کی آواز سن کر پلٹ آئے تاکہ انہیں عورتوں میں جاکر بٹھائیں۔ ام وھب ان کے دامن سے لپٹ گئیں اور کہتی تھیں تمہارے سامنے جب تک مر نہ جاؤں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔ حسینؑ نے پکار کر کہا " اہلِ بیت کی طرف سے تم دونوں کو جزائے خیر ملے۔ بی بی عورتوں کی طرف واپس چلی آؤ۔ انہیں کے پاس بیٹھو۔ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ ام وھب یہ حکم سن کر عورتوں کی طرف پلٹ گئیں۔ ابنِ سعد کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا وہ سارے رسالے کو لے کر حسینؑ کے انصار کی طرف بڑھا۔ جب آپ کے قریب آیا تو انصار حسینؑ گھٹنوں کے بل انہیں روکنے لگے اور برچھیوں کی سنانیں ان کی طرف کردیں چنانچہ سوار ان کی طرف نہ بڑھ سکے اور واپس جانے لگے تو انصار نے انہیں تیر مارے جن سے کچھ لوگ مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔

عبداللہ بن حوزہ کا انجام بد

بنی تمیم کا عبداللہ بن حوزہ بڑھتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ حسینؑ حسینؑ کرکے آپ کو پکارا۔ آپ نے فرمایا کیا کہتے ہو۔ وہ لعین کہنے لگا جہنم کی آگ مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا " ایسا خیال نہ کرو میں تو ربِّ رحیم اور نبی کریمؐ کے پاس جاؤں گا "۔ پھر پوچھا یہ کون ہے۔ انصار نے عرض کی۔ یہ ابنِ حوزہ ہے۔ آپ نے بد دعا کی۔ خداوندا اسے جہنم کی آگ میں لے جا۔ اس کا گھوڑا ایک نالی میں الجھ گیا اور یہ گر پڑا مگر اس طرح کہ اس کا پاؤں تو رکاب میں الجھا رہ گیا اور سر زمین پر آرہا۔ گھوڑا بدکا اور اس طرح اسے لے کر بھاگا کہ پتھروں اور درختوں سے اس کا سر ٹکراتا رہا اور بالآخر مر گیا۔ سروق بن وائل یہ معجزہ دیکھ کر رسالے سے الگ ہو کر چلا گیا۔

یزید بن معقل اور بریر میں مباہلہ

یزید صف سے نکلا، پکار کر کہنے لگا کیوں بریر تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ بریر نے کہا واللہ خدا نے میرے ساتھ بھلائی کی اور تیرے حق میں برائی۔ وہ کہنے لگا تم نے جھوٹ بولا حالانکہ تم جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے تم کو یاد ہوگا کہ بنی لوذان میں تمہارے ساتھ میں پھر رہا تھا اور تم یہ کہتے جاتے تھے کہ عثمان نے اپنے نفس کے ساتھ اسراف کیا معاویہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اور امام ھدیٰ برحق علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں بریر نے کہا ہاں ہاں۔ یہی میرا عقیدہ اور میرا قول ہے۔ یزید نے کہا اس میں شک نہیں کہ تو گمراہ ہے۔ بریر نے کہا آؤ ہم تم مباہلہ کرلیں پھر خدا سے دعا مانگیں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور گمراہ کو قتل کرے۔ اس کے بعد ہم جنگ کریں۔ اور وہ دونوں نکلے اور ہاتھ بلند کرکے یہ دعا کی کہ خدایا جھوٹے پر عذاب نازل ہو اور جو راہ راست پر ہے وہ گمراہ کو قتل کرے اس کے بعد دونوں لڑنے کو بڑھے دو دو چوٹیں ہوئیں یزید کا ایک اوچھا سا وار بریر پر پڑا جس سے بریر کو کوئی ضرر نہ پہنچا بریر نے جو تلوار یزید کو ماری تو وہ مغفر کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور وہ اس طرح گرا کہ معلوم ہوا کہ پہاڑ سے نیچے آرہا ہے بریر کی تلوار اسی طرح شگاف زخم میں موجود تھی۔ بریر تلوار

کو کھینچ رہے تھے کہ رضی بن منقذ عبدی بریر سے لپٹ گیا کچھ دیر کی کشتی کے بعد بریر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے تو عبدی چلانے لگا بہادرو کمک کرنے والو دوڑو اب کعب ازدی نے بریر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کسی شخص نے اسے جتایا۔ یہ قاری قرآن بریر ہیں جو مسجد میں ہم لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ کعب نے نیزہ کا وار کیا۔ اس کی سنان بریر کی پشت پر لگی بریر برچھی کھا کر زانو کے بل ہو گئے اور عبدی کی ناک دانتوں سے کاٹ لی اور اس کے چہرے کو زخمی کر دیا۔ کعب نے ایسا وار کیا کہ بریر عبدی کے سینے پر سے الگ جا پڑے اور اس کی برچھی کا پھل بریر کی پشت پر اترا ہوا تھا۔ عبدی خاک جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ازدی سے کہا تو نے ایسا احسان کیا جسے کبھی نہ بھولوں گا۔ کعب ازدی جب میدان سے واپس آیا تو اس کی بیوی یا بہن نے کہا تو نے فرزند فاطمہؑ کے مقابلے میں کمک کی۔ تو نے قاریوں کے سردار کو قتل کیا تو کیسے بڑے امرِ عظیم کا مرتکب ہوا۔ واللہ میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ حر جب لشکر حسینؑ میں آ چکے تو بنی شقرہ کا یزید بن سفیان کہنے لگا۔ اگر حُر کو میں جاتے ہوئے دیکھ لیتا تو برچھی لے کر اس کے پیچھے دوڑتا۔ جب لڑائی شروع ہوئی اور دیکھا کہ حُر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے ہیں تو حصین نے یزید سے کہا کیا اسی حر کے قتل کی تجھے آرزو نہ تھی اس نے کہا ہاں اور مقابلہ کے لیے آیا۔ حُر سے کہا لڑو گے۔ حر نے کہا کیوں نہیں۔ یہ کہہ کر حر اس طرح میدان میں آئے کہ بقول حصین کے واللہ حریف کی جان حُر کی مٹھی میں تھی اور آتے ہی اسے قتل کر دیا۔

مزاحم بن حریث کا خاتمہ

نافع بن ہلال اس دن قتل و جدال کے دوران یہ کہتے جاتے تھے۔ اِنَّ الجملی انا علی دین علی میں جنگ جمل والا ہوں۔ میں علی کے دین پر ہوں۔ مزاحم ان سے لڑنے کو یہ کہتا ہوا بڑھا۔ انا علی دین عثمان میں عثمان کے دین پر ہوں۔ نافع نے کہا تو شیطان کے دین پر ہے اور حملہ کرتے ہی مزاحم کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج نے کہا اے احمقو۔ اے اہل کوفہ تم نہیں جانتے کہ کن سے لڑ رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مرنے پر آمادہ ہیں۔ ایک ایک کر کے ان سے ہرگز نہ لڑو یہ تو تھوڑے سے لوگ ہیں اور تھوڑی دیر میں فنا ہو جائیں گے۔ واللہ اگر تم انہیں پتھر اٹھا اٹھا کر مارو تو سب کو قتل کر سکتے ہو۔ ابن سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے یہی رائے ٹھیک ہے لوگوں کو اس نے ممانعت کر دی کہ وہ ایک ایک کر کے نہ لڑیں۔ اس کے بعد ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن حجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا اور ایک گھنٹہ تک جنگ ہوتی رہی۔

حسینی لشکر کا پہلا زخمی

اسی حملہ میں مسلم بن عوسجہ اسدی انصار حسینؑ میں سب سے پہلے زخمی ہو کر گرے۔ ابن حجاج جب حملہ کر کے پلٹا اور غبار چھٹا تو دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ زمین پر پڑے ہیں حسینؑ ان کے پاس آئے۔ ابھی ذرا جان باقی تھی آپ نے فرمایا۔ مسلم بن عوسجہ خدا تم پر

رحم کرے۔ مجاہدین میں سے کسی نے اپنی جان فدا کر دی اور کوئی انتظار کر رہا ہے انہوں نے ذرا بھی تغیر و تبدل نہیں کیا پھر حبیب بن مظاہر نے قریب آکر کہا۔ اے ابن عوسجہ تمہارے قتل ہونے کا بڑا قلق ہے۔ تمہیں بہشت مبارک ہو۔ بہت آہستہ سے جواب دیا خدا تم کو بھی خیر و خوبی مبارک کرے۔ حبیب نے کہا میں جانتا ہوں کہ تمہارے پیچھے ہی پیچھے اسی وقت تمہارے پاس آنے کو ہوں ورنہ یہ کہتا جو جی چاہے وصیّت کرو کہ تم سے جو قرابتؑ اخوت دینی کا تقاضہ ہے اس کے مطابق تمہاری وصیت کو بجا لاؤں۔

معرکہ کربلا کے پہلے شہید کی وصیّت

مسلم بن عوسجہ نے حسینؑ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پس ان کے بارے میں تمہیں یہ وصیّت کرتا ہوں کہ ان پر اپنی جان قربان کرنا حبیب نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ جونہی مسلم کی روح نے پرواز کی اور ان کی کنیز ان کا نام لے کر بین کرنے لگی تو عمرو بن حجاج کے لشکر میں شور مچ گیا۔ کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا۔ شبث نے سن کر کہا تم کو موت آئے اپنے ہی عزیزوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہو اور غیروں کے سامنے خود کو ذلیل کرتے ہو۔ مسلم جیسے شخص کو قتل کر کے خوش ہو رہے ہو۔ سنو واللہ میں نے مسلمانوں میں ان کو بڑے بڑے معرکوں میں بڑی شان سے دیکھا ہے۔ آذربائیجان کے دھاوے میں میں نے دیکھا انہوں نے چھ کافروں کو قتل کیا جبکہ مسلمانوں کے سب سوار ابھی آنے نہ پائے تھے۔ بھلا ایسا شخص تم سے قتل ہو جائے اور تم خوش ہو رہے ہو۔ انہیں مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بجلی نے شہید کیا تھا۔

عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت

شمر ذی الجوشن نے اپنے میسرہ سے حضرت کے میسرہ پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ شمر اور اس کے ساتھیوں کو برچھیاں مارنے لگے۔ اب حسینؑ اور اصحاب حسینؑ پر چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ اسی حملہ میں کلبی شہید ہوئے انہوں نے پہلے دو شخصوں کو قتل کیا۔ پھر اور دو کو قتل کیا۔ بڑی شدت اور جرأت سے حملہ کر رہے تھے۔ کہ ہانی بن ثبیت اور بکیر بن حیی نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا اور یہ دوسرے شہید ہیں۔

اصحاب حسینؑ کا شدید حملہ

آپ کے اصحاب نے بڑی شدت اور قوت سے حملہ کیا اور کل بتیس سوار تھے۔ لیکن جب انہوں نے حملہ کیا تو جدھر رخ کیا۔ اہل کوفہ کے سواروں کو شکست دی۔ عزرہ بن قیس جو اہل کوفہ کا سرخیل تھا جب اس نے اپنے رسالہ کے سواروں کو پسپا ہوتے دیکھا تو ابن سعد سے کہلا بھیجا تو دیکھ رہا ہے کہ ان چند سواروں کے مقابلہ میں دیر سے میرا رسالہ منتشر ہو رہا ہے ان کے لیے پیادوں اور تیر اندازوں کو جلدی بھیجو۔ ابن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا تو اس نے انکار کر دیا ایک شخص نے مصعب کے عہد حکومت میں شبث کو یہ کہتے سنا کہ اہل کوفہ کو خیر و خوبی خدا کبھی نصیب نہیں کرے گا

اور انہیں کبھی راہِ راست کی توفیق نہ دے گا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہم لوگ پانچ برس تک علیؑ بن ابی طالبؑ کے پھر ان کے فرزند کے ساتھ رہ کر بنی اُمیّہ سے کشت و خون میں مشغول رہے ہوں۔ پھر یہیں لوگ اولادِ معاویہ اور پسرِ سمیہ فاحشہ کے ساتھ ان کے دوسرے فرزند سے جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے افضل ہو، کشت و خون کریں ہائے گمراہی ہائے زیانکاری۔ ابنِ سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور تمام زرہ پوش سوار اور پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ اسے روانہ کیا۔ یہ حملہ کرنے کو بڑھے اور قریب پہنچ کر ان پر تیر برسانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کے گھوڑوں کو بے کر دیا اور انصارِ حسینؑ سب پیادے ہو گئے۔

حر کی شمشیر زنی

حر بن مشرح کہتا ہے۔ واللہ حر کے گھوڑے کو میں نے پہلے کیا۔ اس کے حلق میں تیر اتار دیا اور ڈگمگا کر گر پڑا۔ حر اس کی پشت سے اس طرح کودے جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا ہو۔

حسینی خیموں پر حملہ

ایسی جنگ خدائی کے پردہ پر نہیں ہوئی ہوگی جیسی اس دن ہوئی دوپہر ہونے کو آئی۔ اور کوفیوں کو ایک رُخ کے سوا دوسری طرف سے انصارِ حسینؑ پر حملہ کرنا ممکن نہ ہوا وجہ یہ تھی کہ ان کے خیام ایک ہی مقام پر تھے اور خیمہ سے خیمہ متصل تھا یہ دیکھ کر ابن سعد نے پیادوں کو بھیجا کہ دائیں اور بائیں طرف کے خیمے اکھاڑ ڈالیں تو وہ لوگ گھر جائیں گے۔ تین چار شخص انصارِ حسینی میں سے خیموں کے بیچ میں آ کر جسے دیکھتے خیمہ اکھاڑ رہا ہے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیتے یا قریب سے تیر مار کر اسے ہلاک کر دیتے۔ ابنِ سعد نے حکم دیا کہ خیمہ کے اندر کوئی نہ جائے بلکہ ان سب خیموں کو آگ لگا دو۔ جب آگ لگی تو آپ نے فرمایا یہ خیمے جلاتے ہیں تو جلانے دو۔ چونکہ جب خیموں میں آگ لگ جائے گی تو اس رُخ سے یہ حملہ نہیں کر سکیں گے۔ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور ایک ہی رُخ کے علاوہ وہ دوسری طرف سے یورش نہ کر سکے۔

اُمِ وھب کی شہادت

اسی حالت میں زوجہ کلبی اپنے شوہر کی لاش پر آئیں ان کے سرہانے بیٹھ کر ان کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرنے لگیں اور کہہ رہی تھیں "بہشت تم کو مبارک ہو۔" شمر نے رستم نامی غلام سے کہا۔ اس عورت کے سر پر لاٹھی مارو۔ سر پر لٹھ پڑی تو اس خاتون کا سر پاش پاش ہو گیا اور وہ اسی جگہ شہید ہو گئیں۔

شمر کا خیمہ حسینؑ پر حملہ

آپ کے مخصوص خیمہ پر شمر نے حملہ کیا برچھی مار کر پکارا۔ آگ لاؤ میں اس خیمہ کو اور جو لوگ اس میں موجود ہیں انہیں جلا دوں۔ بیبیاں چلاتی ہوئی خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ آپ نے پکار کر کہا اے پسرِ ذی الجوشن تو آگ منگوا رہا ہے تاکہ میرے گھر اور میرے اہلِ بیت کو

جلادے۔ خدا تمہیں آگ میں جلائے۔ حمید بن مسلم نے شمر سے کہا۔ سبحان اللہ ایسی حرکت مناسب نہیں ہے۔ تو چاہتا ہے دو گناہ اپنے سر لے اور چاہتا ہے کہ ایسا عذاب کرے جو خدا کی ذات سے مخصوص ہے۔ اس طرح بچوں اور عورتوں کو قتل کرے۔ واللہ مردوں کو قتل کرنا امیر کے خوش کر دینے کے لیے کافی ہے۔ شمر نے پوچھا تو کون ہے۔ حمید نے کہا میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔ میں دل میں ڈرا کہ حاکم کو خبر کر کے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اسی مقام پر ایک اور شخص پہنچ گیا جس کی بات شمر حمید کی نسبت زیادہ سنتا تھا اور

شمر کی پسپائی

وہ شبث بن ربعی تھا۔ کہنے لگا جو کلمہ تیری زبان سے نکلا ہے اس سے بدتر کلمہ میں نے نہیں سنا اور جو حرکت تو کرنے لگا ہے اس سے بدتر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ارے تو عورتوں کو دھمکاتا ہے۔ شمر کو کچھ شرم آگئی اور پلٹنے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت زہیر بن قین نے اپنے ساتھیوں میں سے دس شخصوں کو لیکر شمر اور اس کے اصحاب پر حملہ کر دیا۔ اور انہیں پسپا کر کے خیمہ سے دور کر دیا۔ ابو عزہ ضبابی کو جو شمر کا ساتھی تھا قتل کر دیا۔

روز عاشور کی نماز جماعت اور شہادت حبیب

انصار حسین[۴] میں سے ایک یا دو شخص بھی شہید ہوتے تو لشکر میں صاف کمی معلوم ہوتی اور دوسری طرف کتنے ہی ملے جاتے ان کی کثرت میں کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر ابو ثمامہ صائدی نے آپ سے عرض کیا یا ابا عبداللہ آپ پر میری جان قربان ہو، یہ لوگ آپ سے قریب آگئے ہیں اور واللہ جب تک ان کی نصرت میں میں قتل نہ ہو جاؤں انشاء اللہ آپ قتل نہیں ہو سکتے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ نماز کا وقت قریب ہے لہٰذا اس نماز کے بعد حق تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور کہا خدا تم کو نماز گذاروں میں اور اہل ذکر میں شمار کرے کہ تم نے نماز کا ذکر کیا۔ ہاں یہ نماز کا اوّل وقت ہے۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ ہمیں اتنی مہلت دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ حصین بن تمیم نے کہا تمہاری نماز قبول ہی نہیں ہے۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔ تیرے زعم باطل میں آل رسول[۲] کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز او گدھے قبول ہوگی۔ ابن تمیم نے یہ سن کر حملہ کر دیا۔ حبیب نے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری وہ الف ہو گیا اور یہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے اصحاب دوڑے اور اسے بچا کر اٹھا کر لے گئے۔

حبیب رجز پڑھتے جاتے اور شد و مد سے شمشیر زنی کر رہے تھے۔ بنی تمیم کے ایک اور شخص نے بڑھ کر برچھی کا وار کیا۔ حبیب گر کر اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے ان کے سر پہ تلوار ماری اور وہ گر گئے۔ مرد تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا۔

قاسم بن حبیب کا انتقام

یہ لوگ جب کوفہ میں آئے تو تمیمی شخص حبیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکائے ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔ قاسم بن حبیب نے باپ کا سر اس سوار کے پاس دیکھا وہ بلوغ کے قریب تھے۔ انہوں نے اس سوار کے پیچھے پیچھے پھرنا شروع کیا۔ کسی وقت بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے وہ قصر میں جاتا تو یہ ساتھ جاتے وہ باہر نکلتا تو یہ بھی نکل آتے۔ سوار کو کچھ بدگمانی ہوئی کہنے لگا اے لڑکے تو میرے پیچھے پیچھے کیوں رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں کہا کوئی سبب تو ضرور ہے مجھ سے بیان کرو۔ کہا یہ میرے باپ کا سر تمہارے پاس ہے۔ مجھے دیدے کہ میں اسے دفن کر دوں۔ کہنے لگا لڑکے اس کے دفن کرنے پر امیر راضی نہ ہوگا اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ اسے قتل کے صلہ میں امیر مجھے بہت اچھا عوض دے گا۔ لڑکے نے کہا لیکن خدا تو تجھے اس کا بہت برا بدلا دے گا واللہ تو نے اپنے سے بہتر شخص کو قتل کیا ہے یہ کہکر وہ لڑکا رونے لگا۔ غرض وہ اسی فکر میں رہا اور اب وہ بالغ بھی ہو گیا تھا مگر اس کے علاوہ وہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کی تاک میں رہا تاکہ موقع ملے تو باپ کا بدلہ اس سے لے بالآخر مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں اسے ایک خیمہ میں پایا۔ ایک دن دوپہر کے وقت اسے جا کر تلواریں ماریں کہ وہ ٹھنڈا ہو کر رہ گیا۔

زہیر بن قین اور حر کی شجاعت

ایک روایت ہے کہ حبیب جب شہید ہو گئے تو حسینؑ کا دل ٹوٹ گیا اور فرمایا۔ میں نے اپنے نفس اور اپنے انصار کو خدا کے حوالے کیا۔ اب حر نے رجز پڑھنا شروع کیا اور ان کے ساتھ مل کر زہیر نے بھی شدید قتال کیا۔ ان دونوں میں سے ایک شخص حملہ کرتا تھا جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اسے چھڑا لیتا تھا۔ ایک ساعت تک اسی طرح یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے۔ اس کے بعد پیادوں کے جم غفیر نے حملہ کر کے حر کو شہید کر دیا اور ابوثمامہ نے اپنے چچازاد کو جو دشمنوں کے ساتھ تھا قتل کر دیا۔

نماز ظہر

اس کے بعد سب نے نماز ظہر پڑھی یہ نماز خوف تھی جو حسینؑ کے ساتھ ان لوگوں نے پڑھی ظہر کے بعد پھر شدت سے کشت و خون ہونے لگا۔ دشمن حسینؑ تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر جناب حنفی آپ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور دائیں بائیں طرف سے ان پر تیر پڑ رہے تھے۔ بالآخر وہ تیر کھاتے کھاتے گر گئے۔

زہیر کا رجز

زہیر نے شدت سے شمشیر زنی کی حسینؑ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر رجز پڑھا۔ اے مھدی ہادی بڑھیئے اپنے جد رسول اللہؐ علی مرتضےٰؑ حسنؑ ذوالجناحین جعفر اور شیر خدا حمزہ سے ملاقات کیجیئے اسی حالت میں کثیر شعبی اور مہاجر نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

نافع بن ہلال کی شجاعت اور شہادت

جناب نافع نے اپنے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھا ہوا تھا زہر میں بجھے ہوئے تیر لگاتے جاتے اور کہتے جاتے تھے۔ میں جملی اور دینِ علی پر ہوں۔ ابن سعد کے ساتھیوں میں سے بارہ شخصوں کو انہوں نے قتل کیا اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ پھر نافع پہ وار ہوا اور ان کے دونوں بازو کٹ گئے۔ وہ انہیں زندہ گرفتار کر کے شمر اور اس کے ساتھی انہیں دھکیلتے ہوئے ابن سعد کے پاس لائے۔ ابن سعد نے کہا اے نافع تم نے اپنے نفس کے ساتھ ایسی برائی کیوں کی۔ نافع نے کہا۔ میرے ارادے کا حال خدا کو خوب معلوم ہے۔ ان کی داڑھی پر خون بہہ رہا تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے میں نے زخمیوں کے علاوہ تمہارے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اس کے باوجود مجھے ذرا بھی پشیمانی نہیں، میرے دست و بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو تم مجھے اسیر نہ کر سکتے۔ شمر نے ابن سعد سے کہا اسے قتل کر دو اس نے کہا تو لے کر آیا ہے چاہو تو قتل بھی کر دو۔ شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا۔ بخدا اگر تو مسلمان ہوتا تو ہم لوگوں کا خون گردن پر لے کر خدا کے سامنے جانا تجھے شاق ہوتا۔ شکر ہے اس خدا کا جو لوگ بدترین خلائق ہیں ان کے ہاتھوں اس نے ہماری موت مقدر کی ہے۔ اس کے بعد شمر نے انہیں شہید کر دیا۔

پسران عزرہ غفاری کی تمنّا

اب شمر رجز پڑھتا ہوا انصار حسینؑ کی طرف بڑھا۔ انصار نے یہ دیکھا کہ قاتلوں کا بڑا ہجوم ہے، نہ وہ اب حسینؑ کو بچا سکتے ہیں اور نہ ہی خود کو۔ سب نے یہ آرزو کی کہ آپ کے سامنے ہی قتل ہو جائیں۔ عزرہ غفاری کے دونوں فرزند عبداللہ اور عبدالرحمٰن آپ کے پاس آئے اور کہا یا اباعبداللہ علیک السلام دشمنوں نے ہمیں آپ کے ساتھ گھیر لیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کے سامنے ہی قتل ہو جائیں۔ آپ کے دشمنوں اور ان کے زغہ کو ہٹاتے جائیں۔ آپ نے فرمایا مرحبا بکما آؤ میرے قریب آجاؤ۔ دونوں آپ کے قریب آکر رجز پڑھ کے شمشیر زنی کرنے لگے۔

سیف و مالک کی بے قراری

یہ دونوں آپس میں چچا زاد بھائی تھے لیکن دونوں کی ماں ایک تھی۔ یہ دونوں جابری نوجوان روتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا بچو کیوں روتے ہو۔ واللہ میں جانتا ہوں۔ اب تھوڑی ہی دیر میں تم خوش ہو جاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا ہم آپ پر قربان ہو جائیں۔ ہم اپنے لیے نہیں روتے۔ آپ کی حالت پر ہمیں رونا آتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نرغہ میں ہیں اور ہم آپ کو بچا نہیں سکتے۔ آپ نے جواب دیا۔ میری حالت پر محزون ہونے کی جزا اور مجھ سے ہمدردی کا عوض اے فرزندو حق تعالیٰ تمہیں دے۔ جیسا ثواب کہ وہ نیک بندوں کو دیتا ہے۔

حنظلہ بن اسعد کا اپنے قبیلہ سے خطاب

اسی اثنا میں حنظلہ بن اسعد شبامی آپ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور پکار پکار کر کہنے لگے۔ اے میری قوم والو مجھے ڈر

ہے کہ تم لوگوں پر جنگ احزاب کا سا عذاب نازل ہوگا۔ جیسا کہ قوم نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اے میری قوم کے لوگو مجھے تمہارے لیے روز قیامت کا ڈر ہے جس دن تم پیٹھ پھیر ہوئے بھاگتے پھروگے اور خدا کی طرف سے تمہارا بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اور سنو خدا جسے گمراہ کرتا ہے اسے کوئی راستہ پر لگانے والا نہیں ملتا۔ اے میری قوم کے لوگو حسینؑ کو قتل نہ کرو تاکہ خدا کا عذاب نازل ہو کر تم کو تباہ نہ کردے اور سنو جس نے (خدا پر) بہتان باندھا وہ زیانکار رہے۔

حنظلہ کی شہادت

حنظلہ کی یہ تقریر سُن کر آپ نے فرمایا خدا تم پر رحم کرے۔ اے اسعد کے بیٹے یہ لوگ تو اسی وقت سے عذاب کے سزاوار ہو چکے ہیں جب تم نے انہیں حق کی طرف پکارا۔ اور انہوں نے تمہارے قول کو رَد کر دیا۔ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا خون بہانے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اب تو یہ لوگ تمہارے صالح بھائیوں کو بھی قتل کر چکے ہیں حنظلہ نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔ بیشک آپ دین کو زیادہ سمجھتے ہیں اور اس منصب کے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا اب ہم اپنے بھائیوں کو ملنے نہ جائیں۔ آپ نے اجازت دی کہ دارالبقاء کی طرف جاؤ جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حنظلہ نے کہا۔ السلام علیک یا اباعبداللہ خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر صلوات بھیجے اور ہم و آپ کو جنت میں پہنچوائے۔ آپ نے یہ سن کر دو مرتبہ آمین کہی۔ حنظلہ آگے بڑھے۔ شمشیر زنی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے حنظلہ کے بعد دونوں جابری نوجوان آگے بڑھے مڑ مڑ کے آپ کو فرزند رسولؐ کہہ کر سلام کرتے آپ نے دونوں کے جواب سلام دیئے اور رحمت کی دعا کی وہ بھی قتال کر کے شہید ہوئے۔

شوذب کی شہادت

عابس بن ابی شبیب شاکری اپنے غلام شوذب کو ساتھ لیے ہوئے آئے شوذب سے پوچھا کیا ارادہ ہے اس نے کہا ارادہ کیا ہے بس نواسہ رسولؐ کی طرف سے آپ کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کروں گا اور قتل ہو جاؤں گا۔ عابس نے کہا مجھے تجھ سے یہی امید تھی۔ اب اگر زندہ رہنا منظور نہیں تو اباعبداللہؑ کے سامنے جا کر تجھے رخصت کروں گا۔ اسوقت تجھ سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز ہوتا تو میری خوشی یہی تھی کہ وہ میرے سامنے آتا اور میں اسے رخصت کرتا آج کا دن وہ ہے کہ جتنا ہم سے ہو سکے ثواب کما لیں۔ بس آج کے بعد عمل خیر کا موقع نہیں پھر تو روز حساب ہی آنے والا ہے۔ شوذب نے جا کر حسینؑ کو سلام کیا۔ باہر جا کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

عابس کی شجاعت و شہادت

عابس نے اب آپ سے عرض کیا کہ اے اباعبداللہؑ آپ سے بڑھکر روئے زمین پر کوئی قریب و بعید واللہ مجھے عزیز نہیں ہے۔ اگر اپنی جان دینے اور خون بہانے سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جس سے میں آپ کو مصیبت اور قتل ہونے سے بچا سکتا تو میں وہ

بھی کر گذرتا۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کی ہدایت پر قائم ہوں یہ کہہ کر تلوار کھینچے ہوئے دشمنوں کی طرف چلے۔ ان کی پیشانی پر ایک زخم کا بھی نشان تھا۔ ربیع بن تمیم نے ان کو آتے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا۔ یہ اور معرکوں میں بھی ان کو دیکھ چکا تھا، یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ ربیع نے لوگوں سے کہا۔ یہ شیر مرداں ذغا ہے یہ عابس بن شبیب ہے تم میں سے کوئی ایک شخص اس سے لڑنے کے لیے ہرگز نہ جائے۔ عابس نے پکارنا شروع کیا۔ کیا آپ کے مقابل میں کوئی ایک نہیں نکلے گا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ پتھروں کی بارش کر کے اس شخص کو چور چور کر دو۔ چاروں طرف سے پتھر آنے لگے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اپنی زرہ اور خود اتار پھینکی اور ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ ربیع کہتا ہے بخدا یہ دو سو سے زیادہ آدمی تھے جو بھاگ کھڑے ہوئے مگر بھاگے ہوئے پھر پلٹ آئے اور ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ اور عابس شہید ہو گئے۔ میں نے چند آدمیوں کے ہاتھ میں ان کا سر دیکھا۔ یہ کہتا تھا میں نے قتل کیا وہ کہتا تھا میں نے قتل کیا۔ سب کے سب ابن سعد کے پاس آئے اس نے کہا کیوں جھگڑتے ہو۔ اس شخص کو ایک برچھی نے قتل نہیں کیا یہ کہہ کر ان کا جھگڑا چکایا۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی

ضحاک نے جب دیکھا کہ انصار حسینؑ کام آ گئے اور اب آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر دشمنوں کو دسترس حاصل ہو گئی ہے "سوید بن عمرو خثعمی اور بشیر بن عمرو حضرمی کے علاوہ انصار میں کوئی باقی نہیں رہا تو اس نے آپ سے کہا۔ اے فرزند رسولؐ جو بات میں نے آپ سے کہی تھی وہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ میں نے یہی کہا تھا کہ جب تک کسی شخص کو آپ کی طرف سے قتال کرتے ہوئے دیکھوں گا میں بھی قتال کرتا جاؤں گا۔ جب میں نے دیکھا کہ اب لڑنے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ تو میں بھی چلا جاؤں گا۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ اچھا چلے جانا۔ آپ نے جواب دیا تو سچ کہتا ہے مگر اب کیونکر جا سکتا ہے۔ اگر جا سکتا ہے تو نکل جا۔ یہ سن کر ضحاک اپنی گھوڑی کے پاس آیا جسے اس نے اصحاب کے گھوڑوں کے پے ہونے کے بعد اپنے رفقار کے ایک خیمے میں چھپا رکھا تھا اور خود پیادہ جنگ کرتا رہا تھا۔ اس نے اس دن دو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور ایک کا ہاتھ اُڑا دیا تھا حسینؑ نے کئی مرتبہ کہا تھا کہ تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہو۔ خدا تیرے ہاتھ کو قطع نہ کرے اور خدا اہل بیت نبیؐ کی طرف سے اچھی جزا تجھے دے۔

ضحاک کو میدان جنگ سے جانے کی اجازت

غرض جب اسے اجازت مل گئی تو اس نے خیمہ سے اپنی گھوڑی نکالی اور اس کی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ کوڑا مارا گھوڑی نے اپنے سموں پر بوجھ دیا تھا کہ اس نے لوگوں کے انبوہ پر اسے ڈال دیا انہوں نے اسے راستہ دے دیا۔ ان میں سے پندرہ شخصوں نے اس کا تعاقب کیا۔ شط فرات پر ایک قریہ "شفیہ" نامی تھا وہاں تک جا پہنچا۔ یہ لوگ بھی اس کے قریب پہنچ گئے تھے اب اس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا تو کثیر شعبی ایوب خیوانی اور قیس صائدی نے اسے پہچان کر کہا کہ یہ تو ہمارا ابن عم

ضحاک ہے۔ خدا کے واسطے اس پر ہاتھ نہ ڈالو۔ چنانچہ سب کا اتفاق ہوگیا اور وہ اس کے تعاقب سے باز رہے اس طرح خدا نے اسے بچا لیا۔

یزید بن زیاد کا رجز اور اس کی شہادت

ابو شعثار یزید بن زیاد حسینؑ کے سامنے آکر دو زانو ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور سو تیر دشمنوں کو مارے ان میں سے صرف پانچ تیر خطا ہوگئے۔ یہ تیر انداز تھے۔ جب تیر رہا کرتے تو کہتے میں بنی بہدلہ سے ہوں جو شہسوار لشکر ہیں حسینؑ نے دعا کی۔ خدایا اس کے تیروں کو نشانہ پر درست لگا اور اسے بہشت نصیب کر۔ سب تیر چلا چکے تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا پانچ کے علاوہ میرا کوئی تیر خطا نہیں گیا مجھے یقین ہے کہ پانچ افراد کو میں نے قتل کیا۔ انصار میں سے جو لوگ ابتدا میں شہید ہوئے یہ انہیں میں سے تھے۔ ان کے رجز کا مفہوم یہ تھا میں یزید ہوں، میرا دادا مہاصر ہے میں شیر بیشہ ہوں۔ خدایا میں حسینؑ کا ناصر ہوں۔ ابن سعد کا ساتھ میں نے چھوڑ دیا اور اس سے دوری اختیار کی۔ پہلے یہ ابن سعد کے ساتھ اس کے لشکر میں تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حسینؑ نے جتنی شرطیں پیش کیں وہ سب رد کی گئیں تو انصار حسینؑ میں آکر مل گئے اور مشغول جہاد رہ کر شہید ہوگئے۔

عمر بن خالد، سعد اور جابر بن حارث کی شہادت

آپ کے انصار میں عمرو بن خالد صیداوی ان کے غلام سعد اور جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے لڑائی شروع ہوتے ہی حملہ کر دیا تھا۔ تلواریں کھینچے ہوئے دشمنوں کے انبوہ میں در آئے جب لڑتے ہوئے دور نکل گئے تو بھاگے ہوئے پلٹ آئے لوگ انہیں گھیرنے لگے ان کے اصحاب اور ان کے درمیان حائل ہوگئے یہ دیکھ کر حضرت عباسؑ بن علیؑ نے حملہ کیا اور ان لوگوں کو نرغہ سے نکال لائے۔ یہ سب زخمی ہو چکے تھے۔ دشمنوں کو قریب آتے دیکھ کر پھر تلواریں سونت لیں اور ایک ہی جگہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ یہ واقعہ بھی شروع جنگ میں ہوا۔ آپ کے انصار میں سے صرف سوید بن عمرو باقی رہ گئے اور وہ آپ کے ساتھ تھے۔

جناب علی اکبر فرزند حسینؑ کی شہادت

اولاد ابو طالبؑ میں سب سے پہلے علی اکبر فرزند حسینؑ شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلی بنت مرہ ثقفی تھیں۔ یہ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے اور بار بار اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے۔ میرا نام علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ بر ب کعبہ ہم لوگ رسول اللہ سے قریب تر ہیں۔ واللہ پسر ابن سمیہ کے حکم کو ہم نہیں مانیں گے۔ مرہ بن منقذ عبدی نے ان کو دیکھ کر کہا۔ یہ جوان میرے قریب سے اسی طرح لڑتا ہوا اور یہی کلمہ کہتا ہوا گزرے کہ میں اس کے ماتم میں اس کے باپ کو نہ رلاؤں تو سارے عرب کی پھٹکار مجھ پر ہو۔ علی اکبر شمشیر زنی کرتے ہوئے اس کی طرف گزرے۔ مرہ نے سامنے آکر انہیں برچھی ماری وہ گرے دشمنوں نے گھیر لیا اور تلواریں مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حمید بن مسلم کا بیان

حمید کہتا ہے میں نے اپنے کان سے حسینؑ کو یہ کہتے سُنا۔ خدا ان لوگوں کو قتل کرے اے فرزند جنہوں نے تجھے قتل کیا۔ خدا اور رسولؐ کی آبروریزی پر کس قدر ان کی جرأت بڑھی ہوئی ہے بس تیرے بعد دنیا پر خاک ۔ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی دوڑ کر نکلیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب نے طلوع کیا ہے جو پکار رہی تھیں۔ اے بھیا اے میرے بھتیجے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا یہ زینبؑ بنت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ ہیں وہ آئیں اور علی اکبر کی لاش پر گر پڑیں۔ یہ دیکھ کر حسینؑ ان کا ہاتھ تھامے ہوئے ان کے خیمے میں لے گئے نوجوانوں کو ساتھ لے کر لاش پر آئے اور حکم دیا کہ بھائی کی لاش اٹھاؤ لڑکے مقتل سے لاش اٹھا کر لے گئے جس خیمہ کے سامنے میدان کارزار تھا وہیں لاش کو لٹا دیا۔ مسلم بن عقیل کے فرزند عبداللہ کو عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مارا۔ عبداللہ نے ماتھے پر ہاتھ رکھ لیا۔ تاکہ سر کو تیر سے بچائیں۔ تیر ہاتھ کو چیرتا ہوا ماتھے تک پہنچا اب یہ ہاتھ کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتے تھے۔ پھر اس نے ہٹ کر دوسرا تیر ان کے دل پر مارا۔

عون و محمد کی شہادت

اب چاروں طرف سے دشمنوں کا ہجوم ہو گیا۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اور عامر بن نہشل نے عون کے بھائی محمد پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔

عبدالرحمٰن و جعفر فرزندان عقیل کی شہادت

عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی نے عبدالرحمان بن عقیل پر مل کر حملہ کیا اور انہیں شہید کیا جبکہ عبداللہ بن عزوہ خشعمی نے جعفر بن عقیل کو تیر مار کر شہید کر دیا۔

قاسم بن حسنؑ کی شہادت

حمید بن مسلم نے ایک بچے کو دیکھا گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ جو ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے معرکہ کی طرف بڑھا حمید کہتا ہے۔ اس کے گلے میں کرتا تھا۔ پائے جامہ پہنے ہوئے مجھے خوب یاد ہے کہ ان کی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ ان کو دیکھ کر مجھ سے عمرو بن سعد ازدی کہنے لگا۔ اسے تو واللہ میں قتل کروں گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ اسکے قتل کرنے سے تجھے کیا ملے گا۔ انصار حسینؑ میں سے وہ لوگ جن کو تم نے گھیر رکھا ہے بس ان کا قتل ہو جانا کافی ہے۔ اس نے جواب دیا واللہ اسے تو میں قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا اور ان کے سر پہ تلوار مار کر پلٹا۔ وہ بچہ منہ کے بل گر پڑا۔ چچا چچا کہہ کر پکارا۔ یہ سن کر حسینؑ اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے اور غضبناک شیر کی طرح آپ نے حملہ کیا۔ عمرو کو تلوار ماری۔ اس نے تلوار کو ہاتھ پہ روکا۔ اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہو گیا۔ وہ چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ اہل کوفہ کے سوار دوڑے کہ اسے بچا کر لے جائیں۔ گھوڑے اس کی طرف

پلٹے اور ان کے قدم اکھڑ گئے سواروں کو لیے ہوئے اس کو پائمال کرتے گذر گئے بالآخر وہ مر گیا۔

شہادت قاسم پر حسینؑ کا اضطراب

غبار فرو ہوا تو دیکھا کہ حسینؑ اس بچے کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور آپ فرما رہے ہیں خدا سمجھے ان لوگوں کو جنہوں نے تجھے قتل کیا جن سے تیرے جدّ بزرگوار قیامت کے دن تیرے خون کا دعویٰ کریں گے۔ واللہ چچا پر یہ شاق ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے سکے جواب دے بھی تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہو۔ واللہ تیرے چچا کے دشمن بہت اور مددگار بہت کم رہ گئے ہیں پھر آپ نے اس کو گود میں اٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ حسینؑ اسے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ ان کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ انہوں نے اسے گود میں کیوں اٹھا لیا ہے۔ دیکھا کہ ان کی لاش اپنے فرزند علی اکبر کے پہلو میں اور جو لوگ ان کے خاندان کے گرداگرد قتل ہوتے تھے ان کی لاشوں کے میان لٹا دی میں نے لوگوں سے پوچھا یہ بچہ کون ہے معلوم ہوا کہ یہ قاسم بن حسنؑ ہے۔

حضرت حسینؑ پر ابن نسیر کندی کا حملہ

حسینؑ اس دن کافی وقت اس حالت میں رہے کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا تھا۔ آپ کے قریب پہنچ کر واپس چلا آتا اور آپ کو قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کو سر لینے سے جھجکتا تھا۔ اس اثنا میں مالک بن نسیر کندی نے آپ کے سر پہ تلوار ماری کلاہ برنس آپ پہنے ہوئے تھے تلوار برنس کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہو گئی آپ نے کہا تجھے اس ضرب کے نفع میں کھانا پینا نصیب نہ ہو۔ خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے یہ کہہ کر آپ نے ٹوپی کو اتار دیا۔ ایک اور ٹوپی منگوا کر پہنی اور اس پہ عمامہ باندھ لیا۔ اس وقت آپ خستہ اور زمین گیر ہو گئے تھے کندی نے آکر ٹوپی اٹھا لی یہ ٹوپی خز کی تھی۔ اس کے بعد جب یہ اپنی بیوی ام عبداللہ بن حر کے یہاں گیا اور ٹوپی کا خون دھونے بیٹھا تو اس عورت نے کہا ہائے نواسہ رسولؐ کی ٹوپی لوٹ کر تو میرے گھر لے آیا ہے لے جا یہاں سے، لوگ کہتے ہیں سخت محتاجی میں وہ مبتلا ہو کر مر گیا۔

عبداللہ بن حسینؑ کی شہادت

آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بچہ آپ کے پاس کوئی لے آیا آپ نے اسے گود میں بٹھا لیا۔ یہ بچہ عبداللہ بن حسینؑ تھا۔ بنو اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا اور بچہ ذبح ہو گیا حسینؑ نے اسکے زخم کے نیچے چلّو لگا دیا دونوں چلّو خون سے پُر ہو گئے تو زمین پر اس خون کو پھینک دیا اسکے بعد فرمایا۔ بار خدایا ان ظالموں سے ہمارے خون کا انتقام لے اور ابن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسنؑ کو تیر مار کر شہید کر دیا

عبداللہ جعفرؑ اور عثمانؑ فرزندان علیؑ کی شہادت

کہتے ہیں کہ جناب عباسؑ نے عبداللہ جعفر اور عثمان سے کہا۔ میرے ماں جائے بھائیو تم مجھ سے

پہلے ہی جاؤ تاکہ میں تمہارا غم برداشت کروں تمہاری تو کوئی اولاد نہیں وہ اس حکم کو بجا لائے اور ان سے پہلے ہی شہید ہوئے۔ عبداللہؓ کو ھانی حضرمی نے قتل کیا۔ پھر اسی لعین نے جعفر پر حملہ کیا اور انہیں شہید کر کے ان کا سر لے آیا عثمان کو خولی بن یزید نے تیر مار کر اور بنی دارم کے ایک شخص نے اس پر حملہ کر کے انہیں شہید کیا پھر ایک مرد دارمی نے محمدؑ بن علیؑ کو بھی تیر مار کر شہید کیا اور ان کا سر کاٹ لایا۔

ھانی حضرمی کا بیان

ھانی کہتا ہے سنجد امیں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ خیمے کی ایک لکڑی ہاتھ میں لیے ہوئے نکل آیا وہ کرتا پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ ڈرتا ہوا کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دیکھتا تھا اس کے کانوں میں بندے تھے۔ جب ادھر ادھر مڑتا تھا تو بندوں کے ہلنے کی تصویر میری آنکھوں میں اس وقت تک پھر رہی ہے۔ ایک شخص گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے بڑھا اس بچہ کے پاس آ کر گھوڑے سے جھکا اور اسے تلوار سے ٹکڑے کر دیا۔ اصل میں یہ حرکت خود ھانی حضرمی نے کی تھی۔ وہ اپنا نام اس لیے چھپاتا تھا کہ لوگ ناراض ہو نگے۔

حسینؑ پر پیاس کا غلبہ

پیاس کی شدت جب ہوئی تو حسینؑ پانی کی طرف گئے۔ حصین بن تمیم نے آپ کو تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا آپ خون کو منہ سے لے کر آسمان کی طرف پھینکتے جاتے تھے اس کے بعد آپ خدا کا شکر بجا لائے اور حمد و ثنائے الٰہی کی پھر دونوں ہاتھوں کو ملا کر دعا کی۔ خداوندا ان سے گن گن کر بدلہ لے انہیں چن چن کر قتل کر اور ان میں سے کسی کو روئے زمین پر نہ رہنے دے۔

آپ کی ابانی کے حق میں بددعا

ایک روایت ہے کہ آپ کے لشکر پر جب دشمنوں نے غلبہ حاصل کر لیا تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرات کا رخ کیا بنی ابان میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا ارے دریا اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ کہیں ان کے شیعہ ان کی کمک کو نہ دوڑ آئیں۔ آپ نے گھوڑے کو تازیانہ مارا تھا کہ لوگ پیچھے دوڑیں۔ آپ کے اور فرات کے درمیان حائل ہو گئے آپ نے اس ابانی کے حق میں بددعا کی خدایا اسے "تشنگی میں مبتلا کر" ابانی نے آپ کو تیر مارا جو ٹھوڑی کے نیچے پیوست ہو گیا۔ اس تیر کو کھینچ کر زخم کے نیچے دونوں چلو رکھ دیئے۔ جب خون سے پُر ہو گئے تو آپ نے کہا۔ خداوندا تیرے پیغمبر کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ میں اس کی فریاد تجھ سے کرتا ہوں۔ بہت تھوڑا وقت گذرا کہ خدا نے ابانی کو پیاس میں مبتلا کر دیا۔ کسی طرح اس کی تشنگی بجھتی ہی نہ تھی پانی ٹھنڈا کیا جاتا اس میں شکر ڈالی جاتی دودھ کے پیالے بھرے ہوتے اور پانی کے مٹکے پڑے رہتے لیکن وہ یہی کہے جاتا ارے پانی پلاؤ۔ پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ ایک صراحی یا ایک بڑا پیالہ جس سے سارا گھر سیراب ہو جائے اسے دیا جاتا وہ ڈگڈگا کے سب پی جاتا۔ برتن سے منہ ہٹا کر ذرا لیٹتا کہ پھر پکارتا ارے پانی پلاؤ۔

پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ قاسم بن اصبغ نے یہ تماشا دیکھا تھا وہ کہتا ہے کہ واللہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا پیٹ اس طرح تڑک گیا جیسے اونٹ کا پیٹ ہو۔

شمر کی حسینی خیام کی طرف پیش قدمی

شمر ذی الجوشن کوفیوں میں سے کوئی دس پیادوں کو ساتھ لیکر اس خیمہ کی طرف چلا جس میں حسینؑ کے اہل وعیال اور اسباب تھا۔ یہ لوگ بڑھ کر آپ کے اور اس خیمے کے درمیان حائل ہوگئے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا وائے ہو تم پر اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے اور قیامت کا خوف تمہیں نہیں تب بھی امور دنیا میں تو شرفاء اور بھلے مانسوں کا طریقہ اختیار کرو۔ میرے گھر اور میرے اہل وعیال کو جاہلوں اور نالائقوں سے بچاؤ۔ شمر نے کہا اچھا اے فرزند فاطمہؑ یہی ہوگا۔

امام حسینؑ پر حملہ

اس کے بعد شمر پیادوں کو لیے ہوئے آپ کی طرف بڑھا آپ حملہ کرتے تو سب بھاگ جاتے اس کے بعد دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر ایک بچہ خیمے سے نکلا اور آپ کے پاس آنے لگا۔ آپ کی بہن زینبؑ اس بچہ کے پیچھے دوڑیں کہ اسے روکیں۔ آپ نے پکار کر کہا۔ زینبؑ اسے روکو۔ بچہ نہ مانا اور دوڑتا ہوا آپ کے پاس پہنچا اور پہلو میں آکر کھڑا ہوگیا۔ بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اٹھائی کہ وار کرے۔ بچے نے کہا او خبیث تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس نے آپ پر وار کیا بچے نے اس کی تلوار کو روکنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ بچے کا ہاتھ قلم ہو کر لٹک گیا بس ایک تسمہ کا لگا رہ گیا بچہ اماں اماں کر کے چلایا تو حسینؑ نے اسے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور کہا۔ اے میرے بھائی کے لخت جگر اس مصیبت پر صبر کر اور اسے اپنے حق میں بہتر سمجھ۔ خدا تعالیٰ تجھے تیرے بزرگوں سے ملا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی بن ابی طالبؑ، حمزہؓ و جعفر اور حسنؑ بن علیؑ کے پاس پہنچا دے گا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے۔ اس دن میں نے حسینؑ کو کہتے سنا۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو آسمان کی بارشوں اور زمین کی برکتوں سے محروم کردے اگر تو انہیں کچھ مہلت دے تو ان میں تفرقہ ڈال دے۔ ان کو گروہ گروہ کر کے متفرق کر دے۔ ان کے حاکموں کو ان سے کبھی راضی نہ ہونے دے۔ انہوں نے ہمیں نصرت کرنے کو بلایا تھا اور ہم پر حملہ کرنے کے لیے دوڑ پڑے ہمیں انھوں نے قتل کیا۔ پھر جو پیادے آپ پر ہجوم کیے ہوئے تھے آپ نے ان سے مقابلہ کیا تو وہ سب کے سب پسپا ہوگئے۔

بحر بن کعب کا انجام

آپ کے انصار میں سے تین یا چار شخص باقی رہ گئے تو آپ نے ایک مضبوط پائجامہ اور یردیمانی کا منگوایا پھر اسے چاک کر کے پھاڑا۔ آپ کو اندیشہ یہ تھا کہ شہید کرنے کے بعد مجھے برہنہ نہ کردیں۔ یہ دیکھ کر بعض اصحاب نے کہا اس کے نیچے جانگیہ ہو جائے تو اچھا ہے آپ نے فرمایا۔

وہ انتہائی ذلیل لباس ہے مجھے نہیں پہننا چاہیئے لیکن آپ کی شہادت کے بعد بحر بن کعب نے اس پائجامہ کو اتار لیا۔ جب سے اس کے ہاتھ ایسے ہو گئے کہ جاڑوں میں ان سے پانی ٹپکتا تھا اور گرمیوں میں لکڑی کی طرح سوکھ جاتے تھے۔

حضرت حسینؑ کی شجاعت

عبداللہ بن عمار کہتا ہے کہ میں نے برچھی تان کر حسینؑ پر حملہ کیا ان کے قریب پہنچا واللہ میں برچھی مارنا چاہتا تھا کہ میں ان کے قریب سے ہٹ آیا اور دل میں کہا میں انہیں کیوں قتل کروں کوئی قتل کرے تو کرے۔ میں نے دیکھا ان کے دائیں بائیں جو پیادے زرغہ کئے ہوئے تھے انہوں نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے دائیں طرف کے پیادوں کو منتشر کر دیا پھر بائیں طرف والوں پر حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ آپ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور خز کا گلے میں قمیص تھا واللہ کسی ایسے بیکس اور بے بس کو جس کے بیٹے اہل بیت و انصار قتل ہو گئے ہوں اس دل ان حواس اور اس جرأت سے لڑتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بخدا نہ ان سے پیشتر ان کا مثل دیکھنے میں آیا اور نہ ان کے بعد کہ ان کے دائیں بائیں لوگ اس طرح بھاگتے تھے جیسے بھیڑیئے کے حملہ سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ اسی حالت میں ان کی بہن زینبؑ بنت فاطمہؑ خیمہ سے نکل آئیں وہ کہہ رہی تھیں ہائے آسمان زمین پر پھٹ کیوں نہیں پڑتا۔ ابن سعد اس وقت حسینؑ کے قریب آیا تو اس سے کہنے لگیں اے ابن سعد حسینؑ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے جو داڑھی تک بہہ گئے۔ اور اس نے جناب زینبؑ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ حمید کہتا ہے آپ خز کا جبہ پہنے عمامہ باندھے وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے جیسے کوئی بہادر شہسوار فاصلہ سے خود کو بچاتا جائے۔ کمین گاہوں سے اپنا موقعہ ڈھونڈتا جائے۔ سواروں پر حملہ کرتا جائے۔ قتل ہونے سے پہلے میں نے آپ کو یہ کہتے سنا میرے قتل کرنے پر کیا تم آمادہ ہو چکے ہو، سن لو۔ واللہ میرے بعد تم کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرو گے۔ بندگان خدا میں سے کہ جس کے قتل پر خدا میرے قتل سے ناراض ہو۔ مجھے تو بخدا یہ امید ہے۔ کہ حق تعالیٰ تمہیں ذلیل کر کے مجھ پر کرم کرے گا۔ پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ تم نے مجھے قتل کیا تو کیا مگر واللہ خدا تم لوگوں میں آپس میں کشت و خون ڈلوا دے گا تمہارے خون کی ندیاں بہیں گی اور اس پر بھی بس نہیں کرے گا یہاں تک کہ دردناک عذاب تمہارے لیے چند در چند کر دے گا۔ کافی دیر تک آپ اسی حالت میں رہے۔

آنحضرتؑ پر یورش

لوگ قتل کرنا چاہتے تو ممکن تھا لیکن وہ ایک دوسرے کے پیچھے چھپتے تھے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا آپ کو شہید کرے۔ بالآخر شمر نے پکار کر کہا وائے ہو تم پر اس شخص کے بارے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے ارے تمہاری مائیں تمہیں روئیں اسے

قتل کردو۔ اب ہر طرف سے آپ پر حملہ ہوا۔ زرعہ بن شریک نے وار کیا آپ کی بائیں ہتھیلی پہ اس کی ضرب پڑی پھر سب ہٹ گئے۔ آپ اُٹھے اور پھر گر پڑتے تھے۔

شہادتِ حسینؑ

پھر اسی حالت میں سنان بن انس نخعی نے آپ کو برچھی ماری جس سے آپ گر پڑے تو اس نے خولی سے کہا کہ سر کاٹ لے خولی نے ارادہ کیا مگر اس سے یہ کام نہ ہو سکا اور وہ کانپنے لگا۔ سنان نے کہا خدا تیرے بازوؤں کو توڑے۔ اور تیرے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہہ کر وہ اتر کر آپ کی طرف بڑھا اس نے آپ کو ذبح کر دیا اور آپ کا سر کاٹ لیا۔ اور خولی کو دیدیا۔ ذبح ہونے سے پہلے بہت سی تلواریں بھی آپ پر پڑ چکی تھیں۔ سر جدا کرنے سے پہلے سنان کی یہ حالت تھی جسے دیکھتا کہ حسینؑ کے قریب آ رہا ہے اس پر حملہ کر دیتا اس خوف سے کہ مجھے ہٹا کر وہی سر نہ لے جائے۔

اہلِ بیت عصمت سے ناروا سلوک

آپ جو لباس پہنے ہوئے تھے وہ بھی لٹ گیا۔ بحر بن کعب نے پائجامہ لیا۔ قیس بن اشعث نے چادر اتار لی جب سے اس کا نام قیس قطیفہ مشہور ہو گیا یعنی چادر والا۔ اسود نے نعلین آپ کے اتار لیے۔ بنی نہشل کا ایک تلوار نکال کر لے گیا اس کے بعد وہ حبیب بن بدیل کے خاندان میں آگئی۔ پھر یہ لوگ زعفرانی پوشاک اور اونٹوں کی طرف بڑھے اور یہ سب چیزیں لوٹ لے گئے۔ پھر اہلِ حرم اور مال و متاع کے لوٹنے کو گئے۔ یہ حال تھا کہ ایک بی بی کے سر سے چادر کوئی اتارتا تھا اور دوسرا اس سے چھین کر لے جاتا تھا۔

معرکہ کربلا کے آخری شہید

آپ کے انصار میں سے سوید بن عمرو زخموں سے چور ہو کر کشتوں میں پڑے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ ذرا چونک کر دیکھا کہ تلوار تو ان کی کوئی لے گیا ہے۔ مگر ایک چھری ان کے پاس ہے۔ چنانچہ اس چھری سے وہ کچھ دیر تک لڑتے رہے آخر کار عروہ بن بطار اور زید بن آتاد نے مل کر انہیں شہید کیا اور وہ سب سے آخری شہید ہیں۔

علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ

حمید کہتا ہے۔ میں علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ کے پاس پہنچا وہ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور وہ بیمار تھے۔ شمر اپنے ساتھ پیادوں کو لیے ہوئے ادھر آیا وہ کہتے جاتے تھے کیا اسے قتل نہ کریں۔ میں نے کہا سبحان اللہ ہمیں نہیں چاہیئے کہ بچوں کو قتل کریں۔ یہ تو ابھی بچوں میں داخل ہے" پھر جس کو میں ان کی طرف آتا دیکھتا تھا اسے ٹال دیتا۔ آخر ابن سعدؑ آیا۔ فوج کو ہدایت کی اور کہا۔ دیکھو عورتوں کے خیموں میں ہرگز کوئی نہ جائے اور نہ اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض کرے۔ جس نے ان کا کوئی مال و اسباب لوٹا ہو وہ واپس کر دے لیکن کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہیں کی۔ علیؑ بن الحسینؑ نے مجھ سے کہا اے شخص تجھے جزائے خیر ملے تیرے کہنے سے واللہ ہم سے آفت ٹل گئی۔

سنان بن انس

لوگوں نے سنان سے کہا علی کے فرزند رسولؐ کے نواسے عرب میں سب سے بڑے مرتبہ والے شخص کو تُو نے قتل کیا ہے جو اس ارادے سے آیا تھا کہ ان کی سلطنت کو زائل کر دے۔ امراء کے پاس جا اور ان سے صلہ مانگ اگر وہ قتل حسینؑ کے صلہ میں اپنے خزانے بھی تجھے عطا کر دیں تو بھی کم ہے سنان یہ سن کر گھوڑے پر سوار ہوا وہ بڑا بہادر اور شاعر تھا اسے یہ کچھ اشک بھی تھا وہ ابن سعد کے سراپردہ کی طرف آیا۔ دروازہ پر کھڑا ہوا اور پکار پکار کر یہ شعر پڑھے (مضمون) میرے اونٹوں کو چاندی سونے سے لاد دے میں نے بلند مرتبہ بادشاہ کو قتل کیا ہے جو شخص ماں باپ کی طرف سے بہترین خلق ہے اور نسب میں سب سے بہتر ہے۔ میں نے اسے قتل کیا۔ ابن سعد نے کہا۔ میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تو دیوانہ ہے کبھی تو ہوش میں آیا ہی نہیں اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب اسے ابن سعد کے پاس لے کر گئے تو اس نے ایک چھڑی اسے ماری اور کہا۔ او دیوانے یہ کلمہ تو زبان سے نکالتا ہے۔ واللہ اگر ابن زیاد سنتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔

حضرت حسینؑ کے جسم کی پامالی

اس کے بعد ابن سعد نے اپنے ساتھ والوں میں منادی کرا دی۔ کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسینؑ کو پائمال کریں گے۔ یہ سن کر دس آدمی نکلے ان میں اسحق حضرمی بھی تھا جس نے آپ کا قمیض اتار لیا تھا اور آخر کار مبروص ہو گیا تھا۔ یہ دس سوار آئے، اور اپنے گھوڑوں سے حسینؑ کو پائمال کیا اس طرح کہ ان کے سینہ اور پشت کو چور چور کر دیا۔

شہداء کربلا کا دفن

حسینؑ کے ساتھیوں میں بہتر افراد شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے دن بعد مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے انہوں نے مل کر ان حضرات کو دفن کیا۔ ابن سعد نے اپنے اصحاب کی لاشوں پر نماز پڑھی اور انہیں دفن کیا۔

سر حسینؑ کی روانگی کوفہ

حسینؑ کے شہید ہوتے ہی ان کے سر کو اسی دن خولی کے ہاتھ حمید بن مسلم کو ساتھ کر کے ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا تھا۔ خولی سر کو لیے ہوئے ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔ قصر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ اپنے گھر چلا آیا۔ سر کو ایک لگن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بنی اسد میں سے اور ایک حضرمی تھی اس کا نام نوار تھا۔ یہ رات اس کے ساتھ رہنے کی تھی۔ جب وہ فرش خواب پر آیا۔ تو نوار نے پوچھا کیا خبر ہے تو کیا لیکر آیا ہے اس نے کہا تمام دنیا کی دولت تیرے پاس لے کر آیا ہوں۔ تیرے خیمے میں حسینؑ کا سر لے کر آیا ہوں۔ نوار نے کہا تف ہے تجھ پر لوگ سونا اور چاندی لے کر آتے ہیں اور تو فرزند رسولؐ کا سر لیکر آیا ہے واللہ میں اور تو اب ایک خیمہ میں کبھی نہیں رہیں گے نوار یہ کہہ کر بستر سے اٹھی اور سیدھی اس جگہ گئی جہاں آپ کا سر رکھا ہوا تھا۔ اب اس نے یعنی اسدی عورت کو بلا لیا اور نوار بیٹھی ہوئی سر کو دیکھے جا رہی تھی۔ وہ کہتی ہے واللہ آسمان سے ایک نور کا عمود اس لگن تک تھا، میں

برابر دیکھتی رہی اور سفید سفید پرندے اس کے گرد اگرد اڑ رہے تھے۔ صبح ہوئی تو وہ سر کو ابنِ زیاد کے پاس لے گیا۔

اہلِ بیت کی روانگی کوفہ

ابن سعد نے اس دن وہیں قیام کیا۔ دوسرے دن صبح کو بکیر کے بیٹے حمید کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف جانے کی منادی کر دے وہ اپنے ساتھ آنحضرتؐ کی بیٹیوں، بہنوں اور بچوں کو سوار کر کے لے چلا علی بن الحسینؑ بیمار تھے وہ بیبیاں جب آنحضرتؐ اور آپ کے عزیزوں اور فرزندوں کی لاشوں کے قریب سے گزریں تو آہ و نالہ کرنے اور منہ پیٹنے لگیں۔ قرہ بن قیس تمیمی کہتا ہے میں گھوڑا بڑھا کر قریب گیا ان عورتوں کو میں نے دیکھا، میں نے ایسی خواتین کبھی نہیں دیکھی تھیں زینب بنت فاطمہؑ کا یہ کہنا میں کبھی نہ بھولوں گا جس وقت وہ اپنے بھائی کی لاش پر پہنچیں تو کہنے لگیں وا محمداہ وا محمداہ ملائیکہ آسمان نے آپ پر نماز پڑھی اور حسینؑ خاک و خون میں ڈوبے ہوئے میدان میں پڑے ہیں جبکہ ان کے تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ یا محمداہ آپ کی بیٹیاں قیدی بنالی گئیں۔ آپ کی ذریت کو قتل کر دیا گیا ہے ہوا ان کی لاش پر خاک ڈال رہی ہے" بخدا یہ سن کر دوست دشمن سب رو دیئے۔ پھر باقی لاشوں کے سر جدا کیے گئے۔ شمر قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ساتھ بہتر سر روانہ کیے۔ ان لوگوں نے وہ سر ابنِ زیاد کے پاس پہنچا دیئے۔

سرِ حسینؑ سے ابنِ زیاد کی گستاخی

حمید بن مسلم کہتا ہے ابنِ سعد نے مجھے بلا کر اپنے اہل و عیال کے پاس بھیجا تاکہ ان کو خوشخبری سناؤں کہ اللہ نے اسے فتح دی اور عافیت سے گذری۔ میں جا کر انہیں اطلاع کر آیا۔ واپس آیا تو دیکھا کہ ابنِ زیاد لوگوں کو ملنے کے لیے دربار میں بیٹھا ہے اور تہنیت و مبارک باد دینے کے لیے لوگ آ رہے ہیں اور اس کے پاس ایک وفد آیا ہوا ہے اس نے اس وفد کو اور دوسرے لوگوں کو اجازت دی اندر جانے والوں کے ساتھ میں بھی چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حسینؑ کا سر اس کے سامنے رکھا ہے ان کے دانتوں کو ایک ساعت تک وہ چھڑی سے کھٹکھٹاتا رہا زید بن ارقم نے جب دیکھا کہ وہ (لعین) چھڑی سے کھٹکھٹانا موقوف نہیں کرتا تو کہا کہ اس چھڑی کو ان دانتوں سے ہٹا لے۔ اس وحدہٗ لاشریک کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھ کر انؑ کے بوسے لیتے تھے۔ یہ کہا اور وہ پیر مرد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابنِ زیاد نے کہا خدا تجھے رلائے۔ اگر تو پیر فرتوت (بہت بڈھا) نہ ہوتا جس کی عقل جاتی رہی ہے تو واللہ میں تیری گردن اڑا دیتا۔ زید یہ سن کر وہاں سے اٹھے اور چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد لوگوں میں چرچا تھا کہ بخدا زید بن ارقم نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ ابنِ زیاد سن پاتا تو انہیں قتل کر دیتا۔ حمید نے پوچھا انہوں نے کیا بات کہی ہے لوگوں نے بتایا وہ ادھر سے یہ کہتے ہوئے گزرے ملک عبد عبیداً فاتخذھم تلداً ایک

غلام نے دوسرے غلام کو حاکم بنایا۔ اس نے تمام بندگانِ خدا کو اپنا خانہ زاد بنا لیا۔ آج سے اے قوم عرب تم سب غلام ہو گئے ہو۔ تم نے فرزند فاطمہؑ کو قتل کیا اور پسر مرجانہ کو اپنا حاکم بنا لیا وہ نیک لوگوں کو تم میں سے چن چن کر قتل کر رہا ہے شریر لوگوں کو غلام بنا رہا ہے تم نے ذلت کو گوارا کر لیا اور جس نے ذلت کو گوارا کیا اس پر خدا کی مار پڑے۔

حضرت زینبؑ بنت فاطمہؑ

حسینؑ کے سر کے ساتھ ان کے اہل و عیال اور ان کی بہنیں ابن زیاد کے پاس لائی گئیں۔ زینب بنت فاطمہؑ نے انتہائی پرانا قسم کا لباس پہن رکھا تھا اور اپنی ہیئت تبدیل کر رکھی تھی۔ کنیزیں آپ کو گھیرے ہوئے تھیں جب دربار میں آئیں تو بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے کہا یہ بیٹھی ہوئی عورت کون ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے تین دفعہ پوچھا اور آپ نے ہر دفعہ خاموشی اختیار کی۔ اب کہ آپ کی کسی کنیز نے کہا یہ زینبؑ بنت فاطمہؑ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا قتل کیا اور تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔ آپ نے جواب دیا شکر ہے اس خدا کا جس نے محمدؐ کی وجہ سے ہمیں عزت بخشی، ہمیں طیب و طاہر قرار دیا جو پاک رکھنے کا حق ہے وہ بات نہیں جو تو کہتا ہے رسوا اور جھوٹا تو وہ ہوتا ہے جو فاسق و فاجر ہو۔ ابن زیاد نے کہا تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمہارے خاندان والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آپ نے فرمایا ان کے مقدر میں شہید ہونا تھا وہ اپنی قتل گاہ کی طرف چلے آئے۔ اب تو بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے وہیں تم لوگ اپنے اپنے تنازع اور جھگڑے پیش کرو گے۔ ابن زیاد غضبناک اور برافروختہ ہو گیا۔

حضرت زینبؑ اور ابنِ زیاد

عمرو بن حریث نے کہا۔ خدا امیر کا بھلا کرے یہ ایک خاتون ہیں، تو کیا خاتون کی کسی بات کا مؤاخذہ ہو سکتا ہے۔ کسی بات کا یا سخت کلامی کا عورت سے مؤاخذہ نہیں کیا جاتا۔ پھر آپ سے مخاطب ہو کر ابن زیاد نے کہا تمہارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی طرف سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کیا ہے۔ یہ سن کر آپ رونے لگیں اور فرمایا بخدا ہمارے مردوں کو تو نے قتل کر دیا۔ میرے خاندان کو تو نے تباہ کر دیا۔ شاخوں کو تو نے کاٹ دیا اور جڑ کو اکھاڑ پھینکا۔ اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا تھا تو بیشک ٹھنڈا کر لیا۔" وہ کہنے لگا یہ بڑی دلیر اور بیباک عورت ہے تمہارے باپ بھی تو شاعر اور دلیر تھے۔ آپ نے فرمایا عورت کو دلیری سے کیا واسطہ۔ میں کیا دلیری کروں گی۔ یہ تو خون دل تھا جو میں نے کہہ دیا۔

امام زین العابدینؑ کے قتل کا حکم

حمید کہتا ہے علی بن الحسینؑ کو جب ابن زیاد کے دربار میں لائے تو میں اس کے پاس ہی کھڑا تھا اس نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے فرمایا "

علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔ کہنے لگا۔ علیؑ بن الحسینؑ کو کیا خدا نے قتل نہیں کیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا میرا ایک بھائی علی بن الحسین تھا۔ اسے لوگوں نے قتل کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں خدا نے قتل کیا ہے۔ آپ پھر خاموش ہو گئے۔ اس نے کہا جواب کیوں نہیں دیتے تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (ترجمہ) جن کی موت کا وقت آتا ہے خدا ہی ان کو موت دیتا ہے اور حکمِ خدا کے بغیر کوئی شخص نہیں مر سکتا۔ ابن زیاد نے کہا واللہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو ذرا دیکھنا یہ بالغ ہیں واللہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ مردوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ مری بن معاذ نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ہاں یہ بالغ ہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دو۔

حضرت زینبؑ کی بے تابی

اس پر علیؑ بن الحسینؑ نے پوچھا ان عورتوں کی حفاظت کے لیے تم کس کو مقرر کر دو گے۔ ان کی پھوپھی جناب زینب ان سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں۔ اے ابنِ زیاد ہم لوگوں پر جو مصیبت گذر گئی اسی پر بس کرو کیا ہم لوگوں کا خون بہانے سے ابھی تجھے سیرابی نہیں ہوئی۔ کیا ہم میں سے کسی کو تو نے باقی رکھا ہے" یہ کہہ کر بھتیجے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور فرمایا "اے ابن زیاد میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مسلمان ہے تو اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔ ابنِ زیاد دیر تک اس بی بی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا رحم و قرابت پر تعجب ہوتا ہے واللہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو یہ آرزو ہے کہ اس لڑکے کو میں قتل کر دوں تو اس کے ساتھ ان کو بھی قتل کر دوں اچھا اس لڑکے کو چھوڑ دو۔ جاؤ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تمہیں رہو۔

مسجد کوفہ میں فتح کا اعلان

ابنِ زیاد جب قصر میں داخل ہوا اور سب لوگ بھی اکٹھے ہوئے تو الصلوۃ جامعہ کی ندا ہوئی یعنی نماز کے بعد دربارِ عام ہوگا۔ غرض بڑی مسجد میں لوگ جمع ہو گئے ابنِ زیاد منبر پر گیا اور کہا شکر ہے خدا کا جس نے حق اور اہلِ حق کو قوی کیا اور "امیر المومنین" یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی نصرت کی اور "کذاب بن کذاب" حسین بن علی اور ان کے گروہ کے لوگوں کو قتل کیا۔

عبداللہ بن عفیف ازدی

ابن زیاد ابھی اس گفتگو سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف اٹھ کر دوڑے۔ یہ بزرگ حضرت علیؑ کے شیعہ تھے۔ بائیں آنکھ ان کی جنگ جمل میں جاتی رہی تھی۔ جب کہ یہ حضرت علیؑ کے ساتھ جہاد میں شریک تھے۔ جنگ صفین میں ایک ضرب ان کے سر پر پڑی تھی اور ایک بھنووں پر اس کے صدمہ سے دوسری آنکھ بھی جاتی رہی تھی جب سے یہ بڑی مسجد سے نہ نکلتے تھے۔ رات تک وہیں نماز پڑھتے رہتے تھے اس کے بعد واپس آتے تھے۔

ابنِ عفیف ازدی کی شہادت

ابنِ زیاد کا یہ جملہ سن کر انہوں نے کہا او پسرِ مرجانہ کذاب بن کذاب (جھوٹا اور جھوٹے کے بیٹے) تو ہے تیرا باپ ہے اور جس نے تجھے حاکم بنایا

اور اس کا باپ ہے او پسر مرجانہ پیغمبروں کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور راست بازوں کا سا قول منہ سے کہتے ہو۔ ابن زیاد نے کہا لاؤ تو اسے میرے پاس سپاہیوں نے ان پر حملہ کرکے انہیں گرفتار کرلیا۔ عبداللہ نے یا مبرور کہہ کر ندا کی یہ کلمہ ازدیوں کا شعار تھا۔ کوفہ میں اس وقت سات سو ازدی جنگجو موجود تھے ان میں سے چند اشخاص عبداللہ بن عفیف کی طرف دوڑے ان کو چھڑا لیا اور انہیں ان کے گھر پہنچا آئے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے کچھ لوگ بھیج کر انہیں بلوا کر قتل کر دیا اور حکم دیا کہ شور زمین پر ان کی لاش دار پر چڑھا دی جائے اور ایسا ہی ہوا

سر حسینؑ کی کوفہ میں تشہیر

پھر ابن زیاد نے سر حسینؑ کوفہ میں نصب کرایا اور تمام شہر میں اس کی تشہیر بھی کی گئی اس کے بعد زحر بن قیس کے ساتھ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سر یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیئے گئے۔

اہل بیت کی روانگی شام

ابن زیاد نے مستورات اور اطفال حسینؑ کے لیے بھی حکم دیا اور ان کی روانگی کا بھی سامان کیا گیا۔ علیؑ بن الحسینؑ کے لیے حکم دیا کہ پاؤں سے گلے تک زنجیر میں جکڑ دیئے جائیں۔ محضر بن ثعلبہ اور شمر کو ساتھ کر کے ان کو روانہ کیا یہ دونوں ان کو لیے ہوئے یزید کے پاس پہنچے راستہ بھر میں علیؑ بن الحسینؑ نے ان دونوں سے کبھی کوئی بات نہیں کی۔

شہادت حسینؑ پر یحییٰ بن حکم کے اشعار

یزید کے سامنے جب حسینؑ اور ان کے اہل بیت و انصار کے سر رکھے گئے تو مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم اس وقت یزید کے پاس موجود تھا اس نے یہ شعر پڑھے۔ (ترجمہ) ایک لشکر کا لشکر ابن زیاد کے قرابت داروں کا جو کہ خاندان کا کمینہ ہے۔ صحرائے طف کے قریب موجود ہے۔ سمیہ کی نسل تو تعداد میں سنگریزوں کے برابر ہو گئی اور دختر رسولؐ کی نسل باقی نہ رہی۔ یزید نے یہ سنا تو یحییٰ کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا خاموش رہو۔

اہل بیت کی دربار یزید میں طلبی

یزید نے دربار لگایا اور بزرگان شام کو بلا کر اپنے گرد اگرد بٹھایا پھر علیؑ بن الحسینؑ اور اطفال و مستورات حسینؑ کو بلا بھیجا۔ یزید کے دربار میں ان کا داخلہ ہوا اور سب لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ علیؑ بن الحسینؑ سے یزید کہنے لگا تمہارے باپ نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا اور میرے حق کو نہ پہچانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا تو دیکھو خدا نے ان سے کیا سلوک کیا؟ علیؑ بن الحسینؑ نے کہا (ترجمہ آیت) روئے زمین پر تم لوگوں اور تمہارے لوگوں پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر وہ اس نوشتہ میں ہے جو پیدائش عالم سے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔

فاطمہ بنت علیؑ

فاطمہ بنت علیؑ بیان کرتی ہیں۔ جب ہم لوگ یزید کے سامنے لے جا کر بٹھائے گئے۔ اس وقت ایک سرخ آدمی اہل شام میں سے یزید کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین

یہ عورت (یعنی ہیں) مجھے دیدیجئے۔ میں اس زمانہ میں کم سن تھی میرے تن بدن میں تھر تھری پڑ گئی اور میں ڈر گئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید یہ بات ان کے مذہب میں جائز ہوگی۔ میں نے اپنی بڑی بہن زینبؑ کا آنچل پکڑ لیا وہ مجھ سے زیادہ عقل رکھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا وہ بول اٹھیں۔ جھک مارا تو نے او بے ہودے بدکار نہ تیری یہ مجال ہے اور نہ یزید کی۔ یزید کو غصہ آگیا کہنے لگا واللہ تم نے غلط کہا مجھے یہ اختیار ہے، میں کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا مگر یہ کہ تو ہمارے مذہب سے نکل جائے اور ہمارے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے۔ یزید غضبناک ہو گیا۔ اور برہم ہو کر کہنے لگا تو مجھ سے یہ گفتگو کرتی ہے۔ دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکل گئے آپ نے فرمایا خدا میرے باپ میرے بھائی اور میرے جد کے دین سے تو نے تیرے باپ اور دادا نے ہدایت حاصل کی۔ یزید نے کہا او دشمن خدا تو جھوٹ کہہ رہی ہے۔ فرمایا تو حاکم ہے ناحق سخت کلامی کرتا ہے اور اپنی حکومت کی طاقت سے دباتا ہے۔ واللہ اب تو یزید کو بھی شرم آگئی اور وہ چپ ہو گیا۔ شامی نے پھر وہی کلمہ کہا، تو یزید نے کہا دور ہو خدا تجھے موت دیکر فیصلہ کردے۔

زندان خانہ میں رقعہ

ایک روایت ہے کہ جب اسرائے کربلا ابن زیاد کے پاس پہنچے اور ابھی قید تھے کہ زندان میں ایک رقعہ پتھر میں لپٹا ہوا آکر گرا اس میں لکھا تھا تم لوگوں کے بارے میں یزید سے حکم لینے کے لیے یہاں سے فلاں تاریخ کو ایک قاصد روانہ ہوا ہے اتنے دنوں میں آئے گا۔ فلاں تاریخ تک یہاں پہنچے گا اگر تم لوگ نے اللہ اکبر کی آواز سنی تو یقین کر لینا کہ تمہارے قتل کا حکم آیا ہے اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنو تو سمجھنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ امان ہے۔ ابھی قاصد کے پہنچنے میں دو تین دن باقی تھے کہ قید خانہ میں ایک پتھر آکر گرا اس میں ایک رقعہ اور ایک استرہ لپٹا ہوا تھا۔ رقعہ میں تھا کہ تم لوگوں کو جو وصیت یا عہد کرنا ہو کر لو۔ فلاں تاریخ تک قاصد آئے گا۔ قاصد آیا لیکن تکبیر کی آواز بلند نہ ہوئی وہ حکم لے کر آیا تھا کہ قیدیوں کو میرے پاس بھیج دو۔ لہذا ابن زیاد نے سروں اور قیدیوں کو یزید کے پاس بھیج دیا۔

یزید کی لاف زنی

حسینؑ کا سر دیکھ کر یزید نے کہا جانتے ہو ان کا یہ انجام کیوں ہوا۔ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ میرے باپ سے بہتر تھے، ان کی ماں فاطمہؑ میری ماں سے بہتر تھیں ان کے جد رسول اللہؐ میرے جد سے بہتر تھے اور یہ خود مجھ سے بہتر ہیں اور خلافت کا مجھ سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں۔ اپنے باپ کو جو میرے باپ سے بہتر کہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میرے باپ نے ان کے باپ سے محاکمہ کیا۔ اور لوگ جانتے ہیں کہ کس کے حق میں حکم ہوا۔ اپنی ماں کو جو میری ماں سے بہتر کہتے تھے تو اس میں شک نہیں، کہ فاطمہ دختر رسولؐ اللہ میری ماں سے بہتر ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ان کے جد میرے جد سے بہتر تھے تو اس میں بھی

کوئی شک نہیں کیونکہ جو شخص خدا اور روزِ جزا پہ ایمان رکھتا ہے اس کی نظر میں رسول اللہ کا مثل و نظیر نہیں ہو سکتا لیکن ان پر یہ بلا و مصیبت ان کی سمجھ کی طرف سے آئی اور انہوں نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ (ترجمہ آیت) کہو (اے پیغمبر) "اے ملک کے مالک خدا تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور تو جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے، تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی دستِ قدرت میں نیکی ہے اور تو ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔"

ایک اور روایت

ایک روایت ہے کہ اہلِ کوفہ سرِ حسینؑ لیکر جب مسجد دمشق میں داخل ہوئے تو مروان بن حکم نے ان سے پوچھا تم نے کیا کیا انہوں نے کہا کہ ان میں سے اٹھارہ شخص ہم لوگوں میں وارد ہوئے تھے۔ ہم نے سب کو قتل کر دیا۔ یہ ان کے سر اور قیدی ہیں۔ یہ سنتے ہی مروان تو وہاں سے دوڑتا ہوا چلا گیا لیکن اس کا بھائی یحییٰ ان کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے جو کچھ مروان سے کہا تھا وہی یحییٰ سے کہہ دیا۔ یحییٰ نے کہا تم لوگ قیامت کے دن محمدؐ کی شفاعت سے محروم ہو چکے ہو۔ میں تو اب کسی امر میں کبھی بھی تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

یزید اور ابو برزہ اسلمی

اس کے بعد یزید نے لوگوں کو دربار میں آنے کا اذن دیا آئے تو دیکھا کہ آپ کا سر یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ یزید کے ہاتھ میں چھڑی ہے وہ آپ کے دانتوں کو چھڑی سے چھیڑ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ان کی اور میری مثال وہ ہے جو حصین بن حمام مری نے کہی ہے یفلقن

ھاما من رجال احبتہ والینا ھم کانو الحق واظلما۔

ہماری تلواریں اپنے ہی پیاروں کے سر اڑا دیتی ہیں وہ بھی تو بڑے نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔ صحابی رسولؐ ابو برزہ اسلمی نے یہ دیکھ کر کہا۔ اے یزید یہ تیری چھڑی اور حسینؑ کے دانت! ارے تیری چھڑی کس مقام پر ہے میں نے اسی جگہ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چومتے تھے۔ سن لے قیامت کے دن تیرا حشر ابنِ زیاد کے ساتھ اور حسینؑ کا حشر محمدؐ کے ساتھ ہوگا یہ کہہ کر وہ دربار سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

شہادتِ حسینؑ کی اطلاع مدینہ میں

ابن زیاد نے جب حسینؑ کو قتل کیا اور ان کا سر اس کے پاس آچکا، تو عبدالملک سلمی کو بلا کر کہا تو خود مدینہ جا کر عمرو بن سعید کو قتلِ حسینؑ کی خوشخبری سنا۔ عمرو اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا۔ عبدالملک نے اس حکم کو ٹالنا چاہا۔ ابنِ زیاد تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ اسے جھڑک دیا اور کہا ابھی جاؤ اور مدینہ تک خود کو پہنچاؤ اور دیکھ تجھ سے پیشتر یہ خبر مدینہ نہ پہنچنے پائے کچھ دینار بھی اس کو دیئے اور تاکید کی کہ سستی نہ کرنا۔ تیرا ناقہ اگر راستے میں رہ جائے تو دوسرا ناقہ خرید لینا۔ عبدالملک مدینہ میں پہنچا تو قریش میں سے ایک شخص اس کو پوچھنے لگا کیا خبر ہے اس نے جواب دیا

خبر امیر سے کہنے کی ہے۔ یہ سن کر قریشی نے کہا قتل الحسین (حسین مارے گئے) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبدالملک عمرو بن سعید کے پاس گیا وہ دیکھتے ہی کہنے لگا وہاں کی کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا آپ کے خوش ہونے کی خبر ہے حسینؑ ابن علیؑ مارے گئے۔ اس نے کہا اس کی منادی کرو۔ عبدالملک کہتا ہے میں نے قتل حسینؑ کی منادی کی تو اس کو سنکر بنی ہاشم کی مستورات نے اپنے اپنے گھروں سے ایسا نوحہ اور ماتم شہادتِ حسینؑ پر کیا کہ میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ اس پر عمرو بن سعید (لعین) نے ہنس کر یہ شعر عمرو بن سعدی کا پڑھا (ترجمہ شعر) جس طرح ہماری عورتیں روئی پیٹی تھیں۔ جنگ رنب میں اس طرح عبدالمدان والے بنی زیاد کی عورتیں بھی روئی پیٹیں۔ عمرو بن سعید نے کہا عثمان بن عفان کے قتل پر جو فریاد و زاری ہوئی تھی یہ نوحہ و ماتم اسی کے بدلے میں ہے اس کے بعد منبر پر گیا اور قتل حسینؑ کی خبر بیان کی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر

عبداللہؓ بن جعفرؓ کو حسینؑ کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کی شہادت کی خبر جب پہنچی تو آپ کے بعض خادم اور دوسرے لوگ پرسہ دینے کے لیے ان کے پاس آئے۔ ایک غلام شاید ابوالسلاس تھا کہنے لگا۔ یہ مصیبت ہم پر حسینؑ کی وجہ سے ہے۔ عبداللہؓ بن جعفرؓ نے یہ سن کر اسے جوتا کھینچ مارا اور کہا او بری عورت کے بچے حسینؑ کے متعلق یہ کہتا ہے واللہ اگر میں خود وہاں ہوتا تو ہرگز ان سے جدا نہ ہوتا اور یہی چاہتا کہ ان کے ساتھ میں بھی قتل ہو جاؤں۔ واللہ وہ تو ایسے ہیں کہ ان دو بیٹوں کے عوض میں اپنی جان ان پر فدا کرتا۔ ان دونوں کی مصیبت کو تو میں مصیبت ہی نہیں سمجھتا انہوں نے میرے بھائی اور میرے ابن عم کے ساتھ ان کی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان دی ہے یہ کہہ کر اپنے ہمنشینوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا شکر ہے خدا کا جس نے شہادتِ حسینؑ کے غم و ماتم میں مبتلا کیا۔ اگر حسینؑ کی نصرت میرے ہاتھ سے نہیں ہوئی تو میرے فرزندوں سے تو ہوئی۔

ام لقمان بنت عقیل کا نوحہ

جب اہل مدینہ کو شہادتِ حسینؑ کی خبر ملی تو ام لقمان بنت عقیل اپنے خاندان کی عورتوں کو ساتھ لیے ہوئے نکلیں، ان کا سر کھلا ہوا تھا۔ چادر کو سنبھالتی جاتی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں ماذا تقولون اذ قال النبیّ لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم۔ بعترتی واھلی بعد مفتقدی۔ منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم۔ لوگو کیا جواب دو گے پیغمبرؐ کو جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے نبی آخر الزماںؐ کی امت ہو کر میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ اسیر ہیں اور کچھ خاک و خون آلودہ ہیں۔

حکمنامہ قتل حسینؑ کی طلبی

عمر بن سعد سے قتل حسینؑ کے بعد ابن زیاد نے کہا وہ رقعہ جو میں نے قتل حسینؑ کے لیے تمہیں لکھا تھا وہ کہاں ہے۔ ابن سعد نے کہا۔ میں تیرا حکم

بجالانے میں مصروف رہا اور وہ رقعہ ضائع ہوگیا۔ کہا نہیں وہ رقعہ لے آؤ۔ کہا وہ جاتا رہا۔ واللہ وہ رقعہ مجھے دے دے کہا وہ رقعہ بخدا اس لیے رکھا ہوا ہے کہ مدینہ میں قریش کی بڑی بوڑھی بیبیوں کے سامنے معذرت کے طور پر پڑھا جائے گا۔ سن میں نے حسینؑ کے بارے میں ایسی خیر خواہی کی باتیں تجھ سے کہیں کہ اگر اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے کہتا تو ان کا حق ادا کر دیتا۔ یہ سن کر ابن زیاد کا بھائی عثمان بن زیاد کہنے لگا۔ واللہ میں تو یہ کہتا ہوں۔ کہ حسینؑ قتل نہ ہوتے چاہے اس میں ابن زیاد کی ناک میں نکیل چڑھا دی جاتی۔ بخدا عبیداللہ نے بھائی سے یہ سن کر کچھ برا نہیں منایا جس دن حسینؑ شہید ہوئے ہیں۔ اسی دن صبح کو مدینہ میں یہ آواز آئی حسینؑ کے قاتلو تمہیں عذاب اور رسوائی مبارک ہو۔ تمام اہل آسمان ملائکہ اور انبیاء تم پہ بددعا کرتے ہیں۔ تم پہ سلیمانؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے لعنت کی ہے۔ عمرو بن عکرمہ کہتا ہے۔ میں نے یہ آواز خود سنی اور عمرو بن خیرم کلبی کہتا ہے کہ میرے باپ نے بھی یہ آواز سنی تھی۔

شہداء بنی ہاشم

حسینؑ بن علی جب شہید ہوئے تو ان کے، ان کے عزیزوں اور انصار کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ بنی کندہ تیرہ سر لے کر آئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ بنی ہوازن بیس سر لائے۔ ان کا سردار شمر ذی الجوشن تھا۔ بنی تمیم سترہ سر لائے۔ بنی اسد چھ، بنی مذحج سات اور باقی لشکر والے بھی سات سر لائے۔ یہ سب ستر سر ہوئے۔ شہدائے کربلا۔

(۱) شہداء میں حسینؑ بن علیؑ ہیں۔ ان کی والدہ فاطمہؑ دختر رسول اللہؐ ہیں۔ سنان بن انس نے آپ کو شہید کیا اور خولی بن یزید آپ کا سر لے کر آیا۔

(۲) عباسؑ بن علیؑ ہیں ان کی والدہ ام البنینؑ ہیں آپ کو زید بن وقار اور حکیم بن طفیل نے شہید کیا۔

(۳) جعفرؑ بن علیؑ ان کی والدہ بھی ام البنینؑ ہیں۔

(۴) عبداللہ بن علیؑ ان کی والدہ بھی ام البنینؑ ہیں۔

(۵) عثمانؑ بن علیؑ ان کی والدہ بھی ام البنینؑ ہیں۔ خولی بن یزید نے تیر مار کر ان کو شہید کیا۔

(۶) محمدؑ بن علیؑ ان کی والدہ کنیز ہیں۔ انہیں قبیلہ ابان کے ایک شخص نے شہید کیا۔

(۷) ابوبکرؑ بن علیؑ ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ ان کے شہید ہونے میں بعض مورخین کو شک بھی ہے۔

(۸) علی بن الحسین ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابو مرہ ہیں، یہ میمونہ بنت ابوسفیان بن حرب کی بیٹی ہیں۔ ان کو مرہ بن منقذ عبدی نے شہید کیا۔ (۹) عبداللہؑ بن حسینؑ ان کی والدہ رباب بنت امرء القیس ہیں ان کو ہانی بن ثبیت نے شہید کیا (۱۰) ابوبکرؑ بن حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ ان کی والدہ کنیز تھی ان کو عبداللہ بن عقبہ غزی نے شہید کیا۔ (۱۱) عبداللہؑ بن حسنؑ ان کی والدہ بھی کنیز تھیں۔ ان کو حرملہ بن کاہن نے تیر مار کر شہید کیا۔ (۱۲) قاسم بن حسنؑ ان کی

والدہ بھی کنیز تھیں۔ ان کو سعد بن عمرو ازدی نے شہید کیا۔ (۱۳) عونؑ بن عبداللہؑ بن جعفرؑ ان کی والدہ جمانہ بنت مسیب تھیں۔ ان کو عبداللہ بن قطبہ نے شہید کیا۔ (۱۴) محمدؑ بن عبداللہؑ بن جعفرؑ ان کی ماں خوصاء بنت خصفہ تھیں۔ ان کو عامر بن نہشل نے شہید کیا۔ (۱۵) جعفرؑ بن عقیلؑ ان کی والدہ ام النبیین بن شقر تھیں ان کو بشر بن حوط ہمدانی نے شہید کیا۔ (۱۶) عبدالرحمٰنؑ بن عقیلؑ ان کی والدہ کنیز تھیں ان کو عثمان بن خالد جہنی نے شہید کیا۔ (۱۷) عبداللہ بن عقیلؑ ان کی والدہ کنیز تھیں ان کو عمرو بن صبیح نے تیر مار کر شہید کیا (۱۸) مسلمؑ بن عقیلؑ ان کی والدہ بھی کنیز تھیں یہ کوفہ میں شہید ہوئے اور (۱۹) عبداللہؑ بن مسلمؑ ان کی والدہ رقیہ بنت علیؑ تھیں۔ رقیہؑ کی والدہ کنیز تھیں ان کو بھی عمرو بن صبیح نے شہید کیا۔ بعض اُسید بن مالک کا کہتے ہیں (۲۰) محمدؑ بن ابی سعیدؑ بن عقیل ان کی والدہ بھی کنیز تھیں ان کو لقیط بن یاسر جہنی نے شہید کیا۔ حسنؑ بن حسنؑ کم سن سمجھے گئے ان کی والدہ خولہ بنت منظور فزاری تھیں اور عمرؑ بن حسنؑ بھی کم سن سمجھے گئے ان کی والدہ بھی کنیز تھیں یہ دونوں صاحبزادے شہادت سے بچ گئے۔ آپ کے غلاموں میں سے سلیمان قتل ہوئے۔ ان کو سلیمان بن عوف حضرمی نے شہید کیا۔ اور منجح بھی آپ کے غلام ہیں یہ بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے (۲۱) عبداللہ بن یقطر آپ کے رضاعی بھائی (امام حسن کے رضاعی بھائی یا کسی اور فرزند علی کی نسبت سے رضاعی بھائی ہوں گے) کوفہ میں شہید ہوئے۔ (روانگی مدینہ کا واقعہ اصل کتاب میں پہلے ذکر ہے ہم نے بعد میں لکھا ہے)

اہلِ بیت کی مدینہ واپسی

یزید نے نعمان بن بشیر سے کہا اے نعمان ان لوگوں کی روانگی کا سامان جیسا ہو مناسب کر دو اور ان کے ساتھ اہلِ شام میں سے کسی ایک ایسے شخص کو بھیج دو جو امانت دار اور نیک کردار ہو اس کے ساتھ اور خادم ہوں۔ اور وہ انہیں مدینہ پہنچا دے۔ اس کے بعد ان کے لیے ایک علیحدہ مکان کا بندوبست کیا گیا۔ (جناب زینب کی خواہش کے مطابق) تو آلِ معاویہ سے کوئی عورت ایسی نہ ہوگی جو حسینؑ کے لیے نوحہ و زاری کرتی ہوئی ان کے پاس نہ آئی ہو۔ غرض تین دن تک وہاں صفِ ماتم بچھائی گئی (پھر) وہ شخص جو رہنمائے سفر تھا ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ رات بھر قافلے کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا کہ سارا قافلہ اس کی نگاہ کے سامنے ہوتا۔ جب یہ لوگ کہیں اترتے تو وہ خود اور اس کے ساتھی قافلہ سے ادھر ادھر ہو جاتے جو طریقہ کہ پاسبانوں کا ہوتا ہے اور وہ خود ان سے اس طرح علیحدہ اترتا تھا کہ اگر کسی شخص نے وضو کرنا ہوتا یا تقاضائے حاجت کے لیے جاتا تو اسے کچھ دقت پیش نہ آتی۔ اسی طرح اس خانوادہ کو راحت و آرام سے ان کی ضروریات کو پوچھتا ہوا ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوا مدینہ میں ان کو لے آیا۔ فاطمہ بنت علیؑ نے اپنی بہن جناب زینبؑ سے عرض کیا پیاری بہن یہ مرد شامی ہمارے ساتھ دوران سفر بڑا اچھا پیش آیا ہے اسے کچھ انعام دینا چاہیے۔ فرمایا بخدا میرے پاس تو سوائے میرے (معمولی) زیور کے کچھ

بھی نہیں ہے جو اسے انعام میں دوں۔ فاطمہ نے کہا اچھا ہم دونوں بہنیں اپنا اپنا زیور اسے انعام میں دے دیں غرض دونوں بیبیوں نے اپنے اپنے کنگن اور بازو بند آتار کر رہنمائے سفر کے پاس بھیجے اور اس سے معذرت کے ساتھ کہلا بھیجا کہ راستے میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے ہو یہ اس کا کچھ صلہ ہے اس نے جواب میں کہلا بھیجا۔ میں نے جو خدمت کی ہے اگر طمع دنیا میں کی ہوتی تو آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے کم پر بھی میں خوش ہو جاتا لیکن واللہ میں نے جو خدمت کی ہے وہ محض خوشنودئ خدا اور رسول اللہ سے جو آپ کی قرابت ہے اس خیال سے کی ہے۔

عبید اللہ بن حر

شہادتِ حسینؑ کے بعد ابنِ زیاد نے بزرگان کوفہ میں سے عبید اللہ بن حر کو تلاش کیا اور انہیں نہ پایا کچھ دنوں بعد ابن حر خود ہی ابنِ زیاد کے پاس آیا تو اس نے پوچھا تم کہاں تھے کہنے لگا میں بیمار تھا۔ اس نے پوچھا دل کی بیماری تھی یا جسم کی۔ اس نے کہا دل تو میرا بیمار نہیں تھا اور جسم کی بیماری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عنایت فرمائی ہے۔ ابنِ زیاد نے کہا تو جھوٹا ہے تو ہمارے دشمن کے ساتھ شریک تھا۔ اس نے کہا اگر میں تیرے دشمن کے ساتھ شریک ہوتا تو کوئی تو مجھے دیکھتا۔ میرا شریک ہونا ایسا تھا کہ چھپا رہتا۔ اس کے بعد ابنِ زیاد کسی اور شخص کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابنِ حر وہاں سے نکلا اور گھوڑے پر سوار ہوا ہی تھا ابنِ زیاد نے پوچھا ابنِ حر کہاں گیا لوگوں نے بتایا ابھی باہر نکلا ہے۔ کہنے لگا اسے میرے پاس لاؤ پولیس والے دوڑے اور کہا کہ امیر کے پاس چلو ابنِ حر نے گھوڑے کو دوڑا دیا اور کہا جا کر کہہ دو واللہ خود سے تو میں کبھی تیرے پاس نہیں آؤں گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ احمد بن زیاد طائی کے گھر آکر اترا یہاں اس کے ساتھی اس کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ یہاں سے روانہ ہو کر کربلا میں آیا اس نے اور اس کے رفقاء نے شہداء کی زیارت کی۔ اس کے بعد مدائن کی طرف نکل گیا۔

عُبید اللہ بن حر کا مرثیہ

اس بارے میں اس نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) "یہ امیر خود بھی دغا پیشہ ہے اور اس کا باپ بھی دغا پیشہ تھا۔ مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے حسینؑ بن فاطمہؑ سے قتال کیوں نہیں کیا؛ ہائے مجھے تو یہ ندامت ہے کہ میں نے ان کی نصرت کیوں نہیں کی۔ سچ ہے کہ جس نفس کی اصلاح نہ کی جائے اسے پشیمان ہونا پڑتا ہے؛ اس وجہ سے کہ میں ان کے انصار میں نہیں تھا۔ مجھے حسرت رہے گی حسرت بھی ایسی جو کبھی دل سے نہیں نکلے گی اور ہمیشہ رہے گی؛ خداوند عالم ان لوگوں کی روحوں کو بارانِ رحمت سے سیراب کرے جو ان کی نصرت پر کمر باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔"

"ان کے مزاروں اور ان کی قتل گاہوں پر میں جا کر کھڑا ہوا تو کلیجہ پھٹنے لگا اور آنکھ کے آنسو امنڈ آئے۔

قسم کھا کر کہوں گا کہ وہ لوگ میدان وفا میں ثابت قدم رہے جو نصرت کے لیے دوڑ پڑے اور وہ تو دریائے زخار تھے۔"

"انہوں نے پیغمبر کے نواسے کی غمخواری کی۔ اپنی تلواروں سے ان کی مدد کی وہ شیر بیشہ تھے ضرغام تھے۔"
"وہ قتل تو ہو گئے لیکن روئے زمین پر کوئی نیک نفس ایسا نہ ہوگا جو اس واقعہ سے غم و غصہ میں مبتلا نہ ہوا ہو۔"
"کسی نے ایسے لوگ نہ دیکھے ہوں گے جو مرتے وقت نورانی چہرے والے اور بزرگان دین ہوں۔
تو انہیں ظلم و جور سے قتل کرے پھر ہم سے دوستی کی امید رکھے اس خیال کو چھوڑ دے ہماری خصلت ایسی نہیں ہے۔
میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان لوگوں کو قتل کر کے تم نے ہمیں ذلیل کر دیا اور ہمارے زن و مرد کے دلوں میں تمہاری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا ہے۔"
"میں بار بار ارادہ کرتا ہوں کہ ان ظالموں کے گروہ پر جنہوں نے حق کو چھوڑ دیا ایک لشکر عظیم کے ساتھ حملہ کروں۔
بس بیٹھے نہیں تو ایسے لشکر کرلے کر تم کو منتشر کر دوں گا جبکہ تمہارے لیے دیالمہ کے حملوں سے بھی شدید تر ہوگا۔"

باب ۱۲

ابنِ زبیر کا اہلِ مکّہ سے خطاب

اسی سال ابنِ زبیر نے یزید کی مخالفت کی۔ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو ابنِ زبیر نے اہلِ مکّہ سے حمد و صلوات کے بعد اس بارے میں تقریر کی اس واقعہ کو بہت عظمت دی۔ اہلِ کوفہ کو خصوصاً اور اہلِ عراق کو عموماً ملامت کی اور کہا کہ اہلِ عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدّار و بدکار ہیں اور بدترین اہلِ عراق کوفہ والے ہیں جنہوں نے حسینؑ کو اس لیے بلایا کہ ان کی نصرت کریں گے۔ ان کو اپنا فرمانروا بنائیں گے۔ جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے لڑنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا تو اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دے دو، ہم تمہیں بغیر لڑے بھڑے ابنِ زیاد پسر سمیہ کے پاس بھیج دیں گے کہ وہ جو سلوک آپ سے کرنا چاہے کرے نہیں تو ہم سے جنگ کرو۔ . . . . . لیکن وہ عزت سے مر جانا اس بُری زندگی سے بہتر سمجھے۔ خدا حسینؑ پر رحم کرے اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے . . . کیا حسینؑ کے بعد بھی ہم ان لوگوں سے اطمینان کر سکتے ہیں کیا ان کی بات کو ہم مان سکتے ہیں، کیا ان کے عہد و پیمان کو ہم قبول کر سکتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم انہیں اس لائق نہیں سمجھتے۔ سنو واللہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو زیادہ تر قائم اللیل اور اکثر صائم النہار تھا۔ ان سے بڑھ کر ریاست و حکومت کا حقدار اور دین فضل میں امامت کا سزاوار تھا واللہ وہ ایسے نہ تھے کہ قرآن کے بدلے تمنا کریں اور خوفِ خدا میں رونے کے بدلے گیت گایا کریں وہ ایسے نہ تھے کہ روزے چھوڑ کر شراب پئیں اور حلقۂ ذکر و فکر سے

نکالا کر شکار کے لئے سوار ہوں (یہ ابن زبیر کی یزید پر طنز تھی) اب یہ لوگ گمراہ اور تباہ ہو جائیں گے۔ ابن زبیر کی یہ تقریر سن کر اس کے ساتھی اس کی طرف دوڑے اور کہا اے شخص اپنی بیعت کا اعلان کر دے۔ جب حسینؑ نہ رہے تو اب کون تم سے امر خلافت میں نزاع کرے گا۔ ابن زبیر چھپ چھپ کر لوگوں سے بیعت لیا کرتا تھا اور ظاہر یہ کرتا تھا کہ وہ خانہ کعبہ میں پناہ لینے آیا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو جواب دیا کہ ابھی جلدی نہ کرو۔

۶۲ھ کے واقعات

اشرافِ مدینہ کا وفد یزید نے ولید کو معزول کر کے اس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابو سفیان کو مدینہ کا حاکم بنایا اس نے اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس روانہ کیا۔ اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری غسیل الملائکہ۔ عبداللہ بن عمر و مخزومی، منذر ابن زبیر اور بہت سے دیگر اشراف مدینہ تھے یزید کے پاس آئے تو وہ اکرام و احسان سے پیش آیا اس نے سب کو انعام و جائزہ سے سرفراز کیا۔ سوائے منذر کے یہ سب لوگ مدینہ واپس آئے۔ منذر بصرہ میں ابن زیاد کے پاس چلا گیا۔ منذر کو بھی ایک لاکھ درہم یزید نے بطور انعام دیئے تھے۔

یزید کا کردار ان لوگوں نے مدینہ میں آکر اہلِ مدینہ کے سامنے یزید کو سب وشتم کرنا شروع کیا اور کہا ہم ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آ رہے ہیں جس کا کوئی دین نہیں، شراب پیتا ہے طنبورہ بجاتا ہے اس کی مجلس میں گانے والی عورتیں گانے گاتی ہیں، کتوں سے کھیلتا ہے، بچوں اور لونڈیوں کے ساتھ رات گذارتا ہے۔ تم سب لوگ گواہ رہو ہم نے اسے خلافت سے معزول کیا۔ یہ سُن کر دیگر لوگوں نے بھی ان کی اتباع کی۔

عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت سب مل کر عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کے پاس آئے اور اس کی بیعت کر لی اور اسے اپنا حاکم بنا لیا۔ منذر بھی بصرہ سے حجاز روانہ ہوا۔ اہل مدینہ سے ملا اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو یزید کی مخالفت پھیلا رہے تھے وہ کہا کرتا تھا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں لیکن اس کا یہ سلوک اس بات سے مجھے نہیں روک سکتا کہ میں اس کا حال تم سے نہ کہوں اور سچ سچ بیان نہ کروں۔ واللہ وہ شراب پیتا ہے ایسا مست ہو جاتا ہے کہ نماز کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ اس کے ساتھ والوں نے یزید کی جو جو حرکتیں بیان کی تھیں ویسی ہی اس نے بیان کیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بیان کیں۔

۶۳ھ کے واقعات

مُسلم بن عقبہ کی رَوانگی مدینہ

تمام بنی اُمیہ کی طرف سے ایک خط یزید کو لکھا گیا کہ ہم لوگ مروان کے گھر محصُور ہیں۔ ہم پر پانی بند ہے اور اناج ہم خود چھینک آئے ہیں فریاد۔ فریاد۔ الغرض یہ منادی (شام میں) ہوگئی کہ لوگو حجاز کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ اپنا اپنا وظیفہ پورا لے لو اور اس کے علاوہ سو سو دینار ہر شخص کو بطور اعانت دیئے جائیں گے۔ بارہ ہزار آدمی حجاز کی طرف جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور یزید نے ابنِ زیاد کو بھی لکھا تھا تو ابنِ زبیر سے لڑنے کو روانہ ہو۔ اس نے کہا کہ اس فاسق کے لیے یہ دو دو گناہ میں اپنے سر نہ لوں گا۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کروں۔ دوسرے خانہ کعبہ پر حملہ کروں۔ مرجانہ عبید اللہ کی ماں سچی عورت تھی۔ جب اس نے حسینؑ کو شہید کیا تو وہ کہتی تھی کہ تیرا بُرا ہو۔ یہ تو نے کیا کیا۔ یہ کیسی حرکت کرنے کی۔

یزید کی مُسلم بن عقبہ کو ہدایات

یہ لشکر مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں یزید کی طرف سے روانہ ہُوا۔ یزید نے اس کو حکم دیا کہ اگر تم پر کچھ بن جائے تو لشکر کا رئیس حصین بن نمیر کو بنانا اور لوگوں کو تین دن تک مہلت دینا مان جائیں تو بہتر ، ورنہ ان سے جنگ کرنا۔ جب تم کو غلبہ حاصل ہو جائے تو تین دن تک مدینہ کو لوٹنا۔ وہاں کا مال روپیہ ہتھیار اور غلّہ لشکریوں کا مال ہے۔ تین دن کے بعد لوٹنا موقوف کر دینا۔ (بنی امیہ کے جو افراد مدینہ میں تھے انہیں مدینہ سے یہ عہد و پیمان لے کر نکال دیا گیا تھا کہ وہ اہل مدینہ کے دشمن کی کسی قسم کی مدد نہیں کریں گے)

امام زین العابدینؑ کا مروان کے اہل وعیال کو پناہ دینا

بنی امیہ جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو مروان کی بیوی جو ابان بن مروان کی ماں تھی۔ یعنی عائشہ بنتِ عثمان بن عفان اس نے مروان کے تمام ساز و سامان کے ساتھ جناب علیؑ ابن الحسینؑ کے یہاں آکر پناہ لی تھی (ہُوا یوں) کہ بنی امیہ جب مدینہ سے نکالے گئے تو مروان نے عبد اللہ بن حضرت عمر سے کہا کہ میرے اہل وعیال اپنے پاس چھپا رکھو لیکن ابن عمر نہ مانے۔ علیؑ بن الحسینؑ سے جب مروان نے کہا مجھے آپ سے قرابت ہے اور میرے اہل بیت آپ کے اہلِ بیت کے ساتھ رہیں گے تو انہوں نے منظور کر لیا۔ لہٰذا مروان نے اپنے اہل وعیال علیؑ بن الحسینؑ کے یہاں بھیج دیئے۔ آپ ان لوگوں کو اپنے خانوادہ کے ساتھ لے کر مقام ینبع میں چلے آئے اور وہیں سب کو رکھا۔

مُسلم بن عقبہ مدینے میں

ابنِ عقبہ زمین حرہ پر سے ہوتا ہُوا مشرق کی طرف اہلِ مدینہ کے مقابل میں جا کر اترا۔ اس نے سب کو بلا کر کہا اے اہلِ مدینہ " امیر المومنین" یزید کا یہ

خیال ہے کہ تم لوگ اصل ہو۔ تمہارا خون بہانا مجھے گوارا نہیں۔ تمہارے لیے تین دن کی مدت میں مقرر کرتا ہوں۔ جو کوئی تم میں سے باز آجائے گا اور حق کی طرف رجوع کرے گا۔ اس کا عذر قبول کریں گے اور یہاں سے واپس چلے جائیں گے اور اس ملحد کی طرف جو مکہ میں ہے (ابن زبیر) متوجہ ہوں گے۔ تین دن ہو گئے تو مسلم نے کہا تین دن ہو گئے اب کہو کیا منظور ہے ملاپ کرتے ہو یا لڑنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم لڑیں گے۔ اس نے کہا ہرگز ایسا نہ کرو۔ اطاعت گذاری اختیار کرو۔ ہم تم مل کر اس ملحد پر اپنا زور ڈالیں گے جس نے بے دین فاسقوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔ اہلِ مدینہ نے کہا او دشمنِ خدا واللہ اگر تم مکہ جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو جنگ کئے بغیر ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ کیا ہم تم کو اس لیئے چھوڑ دیں کہ تم خانہ کعبہ پر حملہ کرو۔ وہاں کے رہنے والوں کو خوف و ہراس میں ڈالو۔ وہاں ملحدوں کی سی حرکتیں کرو، بیت اللہ کی بیحرمتی کرو۔ نہیں نہیں واللہ یہ ہم سے نہیں ہو گا۔

مسلم اپنے سب لوگوں کو ساتھ لے کر زمین حرہ کی طرف کوفہ کی راہ پر گیا اور وہاں اپنا خیمہ نصب کر دیا۔ پھر سواروں کے ایک رسالہ کو ابن غسیل کے مقابلہ کے لیے بھیجا (اس جنگ میں ابن غسیل اور سب سے زیادہ فضل بن عباس نے شجاعت کے جوہر دکھائے) بالآخر اہلِ مدینہ پر مسلم کی فوج کا غلبہ ہو گیا اور اہلِ مدینہ شکست کھا گئے۔ چونکہ فضل اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ شہید ہو گئے تھے اب مسلم نے تین دن تک مدینہ کی لوٹ مار شامیوں کیلئے مباح قرار دی۔ لہٰذا وہ لوگوں کو قتل کرتے پھرتے اور ان کا مال لوٹ لیتے تھے۔ صحابہؓ میں سے جو لوگ مدینہ میں تھے وہ ہراساں تھے۔ مسلم لوگوں سے کہتا کہ اس بات پر بیعت کرو "تم سب کے سب یزید بن معاویہ کے غلام ہو" اس کے بعد علی ابن الحسینؑ کو مسلم کے سامنے لائے آپ نے مروان کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا کہ جس زمانہ میں بنی امیہ مدینہ سے نکالے گئے تو آپ نے مروان کے مال و متاع اور اس کی بیوی ام ابان دختر حضرت عثمان کو لٹنے سے بچا لیا اور اپنے ہاں پناہ دی تھی پھر جب ام ابان طائف کی طرف جانے لگی تو آپ نے اس کی حفاظت کے لیے اپنے فرزند عبداللہ کو ساتھ کر دیا تھا۔ جب علی بن الحسینؑ کو مسلم کے پاس لائے تو اس نے پوچھا یہ کون ہیں بتایا گیا کہ علی بن الحسینؑ وہ کہنے لگا تشریف لائیے۔ اور آپ کو اس نے اپنے قالین اور تخت پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہنے لگا "امیر المؤمنین" نے آپ کے بارے میں پہلے ہی مجھ سے کہہ سن لیا ہے اور وہ کہتے تھے کہ بد باطن لوگوں نے آپ سے حسن سلوک کرنے سے مجھے دور رکھا۔ پھر کہنے لگا۔ آپ کے یہاں آنے سے آپ کے اہل و عیال کو تشویش ہو رہی ہو گی۔ آپ نے فرمایا بخدا یہی بات ہے۔ اس نے اپنی سواری کا گھوڑا منگوایا اس پر ساز ڈالا اور آپ کو اس گھوڑے پر سوار کر کے واپس کر دیا۔ (یہ ایک معجزہ کی بنا پر تھا۔)

سنہ ۶۴ھ کے واقعات

مسلم بن عقبہ کی مکہ کی جانب پیشقدمی

مسلم جب مدینہ والوں سے فارغ ہوا اور اس کے لشکر والے تین دن تک شہر کو لوٹ چکے تو وہ ان سب کو لیکر مکہ کی طرف چلا۔ مقام مشلل تک آخر محرم سنہ ۶۴ھ میں پہنچا تھا، کہ اسے موت آ گئی۔ مرتے وقت وہ حصین بن نمیر کو یزید کے حکم کے مطابق امیر لشکر مقرر کر گیا اور اس سے کہا چار باتیں میں تجھ سے کہتا ہوں۔ بہت جلدی روانہ ہو جانا اور فوراً لڑائی شروع کر دینا۔ خبروں کو پوشیدہ رکھنا اور قریش میں سے کسی کی بات نہ سننا۔ اس کے بعد وہ مر گیا اور مشلل میں دفن ہوا۔

ابن نمیر کی مکہ پر فوج کشی

مسلم مر گیا تو ابن نمیر لشکر کو لے کر ابن زبیر سے لڑنے مکہ کی طرف روانہ ہوا ابن زبیر نے اپنے بھائی منذر کو جنگ کے لیے بھیجا وہ مارا گیا تو عبداللہ دونوں زانو ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور رات ہونے تک اپنے ساتھیوں کو جنگ پر آمادہ کرتا رہا۔ اس کے بعد دشمن پلٹ گئے اور یہ پہلا حصار تھا اس کے بعد بقیہ محرم اور سارا ماہ صفر اہل شام نے ابن زبیر سے جنگ و جدال میں گذارا۔

خانہ کعبہ پر سنگباری

ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کی تیسری تاریخ ہفتے کے دن شامیوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی یہ رجز پڑھتے جاتے تھے یہ منجنیق ایک شتر مست ہے کہ جس سے ہم کعبہ پر نشانے لگا رہے ہیں۔ محرم کی تیئسویں کو ابن نمیر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ چھبیسویں کو مکہ میں پہنچا اور چونسٹھ دن تک ابن زبیر کا محاصرہ کئے رہا اور ابتدائے ربیع الثانی میں یزید کی موت کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔

خانہ کعبہ میں آتش زنی

خانہ کعبہ کے جلنے کا واقعہ یزید کے مرنے سے انتیس دن پیشتر ہوا۔ لوگ گرداگرد آگ سلگایا کرتے تھے ہوا چلی ایک چنگاری اڑ کر غلاف کعبہ پر جا پڑی جس سے غلاف کعبہ اور چوبینہ جل گیا۔ عروہ بن اذینہ اپنی ماں کے ساتھ مکہ میں آیا تو اس نے کعبہ کو بے لباس رکن حطیم کو جھلسا ہوا اور تین جگہ سے تڑکا ہوا دیکھا۔

مرگ یزید

ایک روایت ہے کہ یزید کی موت حوارین لبستی میں ربیع الاول کی چودھویں تاریخ سنہ ۶۴ھ میں اڑتیس یا انتالیس برس کی عمر میں ہوئی اور تین برس چھ ماہ یا آٹھ ماہ اس نے حکومت کی اس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے اس کی نماز پڑھائی۔ ایک روایت ہے کہ بتیس برس چھ ماہ کے سن میں ابتدائے رجب ۶۰ھ

میں یزید خلیفہ ہُوا اور دو برس آٹھ ماہ اس نے حکومت کی۔ ربیع الاوّل ۶۳ھ کی چودھویں تاریخ ۳۵ برس کی عمر میں وہ مر گیا۔ اس کی ماں میسون بنت بجدل کلبی تھی۔

مکہ کا محاصرہ اسی سال یزید کے بعد شام والوں نے معاویہ بن یزید سے اور حجاز والوں نے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کر لی حصین اہل شام کو لئے ہوئے چالیس دن تک ابن زبیر سے لڑتا رہا۔ اس کا محاصرہ بہت سخت تھا۔ ابن زبیر اور اُس کے ساتھی تنگ آ گئے تھے۔ کہ یزید کے مرنے کی خبر ابن زبیر کو ہوگئی جبکہ ابن نمیر اور اُس کا لشکر اس سے ناواقف تھے ابن زبیر نے پکار کر کہا تو تمہارا طاغوت تو ہلاک ہو گیا اب تم میں سے جس کا جی چاہے اس بیعت میں شریک ہو جائے جو یہاں کے لوگوں نے کی ہے اور جسے یہ منظور نہ ہو وہ شام کی طرف چلا جائے۔ یہ سن کر اہل شام نے ابن زبیر پر حملہ کر دیا۔ ابن زبیر نے ابن نمیر سے کہا۔ ذرا میرے قریب آؤ میں تجھ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں اور یہ اُس سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک گھوڑے نے لید کی کہ جس پر حرم کے کبوتر گر پڑے۔ ابن نمیر گھوڑے سے اتر کر کبوتروں کو بچانے لگا۔ ابن زبیر نے پوچھا کیا کرتے ہو، اس نے کہا ایسا نہ ہو کہ حرم کا کوئی کبوتر گھوڑے کی ٹاپ سے کچلا جائے۔ کہا واہ کبوتر کے قتل سے تو پرہیز ہے اور مسلمانوں کے قتل پر آمادہ ہو۔ ابن نمیر نے کہا اب میں تم سے نہیں لڑوں گا اتنی اجازت دو کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کر کے چلے جائیں۔ ابن زبیر نے اجازت دے دی۔ اور وہ سب لوگ طواف کر کے چلے گئے۔

معاویہ بن یزید کی حکومت سے دستبرداری یزید کے بعد اُس کا بیٹا معاویہ امیر ہوا تو اس نے شام میں حکم دیا کہ الصلوٰۃ جامعہ کی ندا کی جائے۔ سب جمع ہوئے تو اس نے کہا۔ میں نے تم پر حکومت کرنے کی فکر کی تو معلوم ہُوا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ اب تم کو اختیار ہے جسے چاہو اپنا امیر بنالو۔ یہ کہہ کر معاویہ گھر میں گیا۔ اور ایسا گیا کہ مر کر نکلا۔ بعض کہتے ہیں کہ زہر سے اور بعض کے نزدیک چھری مار کر اسے قتل کر دیا گیا۔ ۶۵ھ ماہ ذیقعدہ کی تیسری تاریخ مقام جابیہ میں مروان بن حکم کی بیعت خلافت کی گئی اور خالد بن یزید کو کمسن ہونے کی بنا پر ولی عہد مقرر کیا گیا اور مروان نے خالد کی ماں سے جس کا نام فاختہ تھا نکاح کر لیا۔

باب ۱۳

توّابین

کوفہ کے رؤسائے شیعہ

حسینؑ بن علیؑ جب شہید ہو گئے اور ابنِ زیاد کا لشکر نخیلہ سے کوفہ واپس آیا تو شیعہ باہم ملاقات کرنے پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور سب پشیمان ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم سے بہت بڑا قصور سرزد ہوا کہ حسینؑ کو مدد کے لیے بلایا لیکن ان کی نصرت کو ترک کر دیا وہ ہمارے ہاں آکر شہید ہو گئے۔ ہم سے یہ کلنک کا ٹیکہ گناہ کا داغ بغیر اس کے چھوٹ نہیں سکتا۔ کہ ان کے قاتلوں کو قتل کریں اور خود بھی قتل ہو جائیں۔ کوفہ کے رؤسائے شیعہ میں سے پانچ اشخاص کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا۔ (۱) سلیمان بن صرد خزاعی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔ (۲) مسیب فزاری جو کہ حضرت علیؑ کے بہترین صحابی تھے (۳) عبداللہ ازدی (۴) عبداللہ تیمی (۵) اور رفاعہ بجلی اور ان سے التجا کی۔ یہ پانچوں سلیمان بن صرد کے گھر جمع ہوتے۔ یہ لوگ حضرت علیؑ کے بہترین اصحاب میں سے تھے اور ان کے ساتھ شرفاء اور رؤسا شیعہ میں سے اور بہت سے لوگ تھے۔

مسیب فزاری کا شہادتِ حسینؑ پر اظہارِ تاسف

مسیب نے لوگوں کی طرف رخ کرکے تقریر شروع کی حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجی اس کے بعد کہا۔ ہم لوگ بہت دنوں جئے اور انواع و اقسام کی آفتوں کا سامنا رہا۔ ہمیں اپنے پروردگار کی طرف اب رجوع کرنا چاہیئے تاکہ ہمیں ان لوگوں میں شمار نہ کرے جن سے کل وہ کہنے والا ہے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی کہ جس میں نصیحت لینے والا نصیحت لے سکتا ہے جب کہ ایک پیغمبر بھی تمہیں تنبیہہ کرنے کو آچکا تھا اسی لیے تو امیرالمومنین نے فرمایا ہے کہ جس عمر میں خداوند عالم نے فرزند آدم پر حجت تمام کردی ہے وہ ساٹھ سال ہے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ساٹھ سال سے نیچے ہو۔ ہمیں تو یہ آرزو تھی کہ اپنے نفسوں کو پاک کریں اور اپنے شیعوں کو نیک نام کریں لیکن جب حق تعالےٰ نے ہم لوگوں کی آزمائش کی تو ہمیں اپنے نبیؐ کے نواسے کے بارے میں ہر طرح سے جھوٹا پایا۔ اس سے پہلے ان کے خط ہمارے پاس آئے ان کے قاصد ہمارے پاس آئے انہوں نے ہم سے نصرت طلب کرنے میں علانیہ اور پوشیدہ اول و آخر حجت تمام کردی لیکن ہم نے ان سے اپنی جانوں کو عزیز رکھا آخر وہ ہمارے یہاں آکر شہید ہوگئے نہ تو ہم نے ہاتھ سے ان کی نصرت کی، نہ زبان سے ان کے لیے لڑے نہ اپنے مال سے ان کی اعانت کی اور نہ برادری سے ان کے لیے نصرت طلب کی اب ہم خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ان کا فرزند انکا پیارا ان کی ذریت اور ان کی نسل ہم لوگوں میں آکر شہید ہوگئی۔ نہیں نہیں بخدا اب اس کے سوا کوئی عذر ہمارے پاس نہیں کہ تم ان کے قاتل اور ان کے تابعین سے جنگ کرو یہاں تک کہ تم خود قتل ہو جاؤ۔ شاید اس کے بعد ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے مجھے تو خدا کے سامنے جاکر اس کے عذاب سے بچنے کی توقع نہیں ہے۔ اب کسی کو اپنے لوگوں میں سے سردار بنالو۔ تمہارا کوئی امیر ضرور ہونا چاہیئے جس سے رجوع کرتے رہو اور کوئی علم و نشان ہو جس کے گرد تم رہو مجھے تو بس یہی کہنا تھا۔ خدا سے اپنے اور تمہارے گناہوں کے لیے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

رفاعہ بجلی کی تقریر

مسیب کے بعد رفاعہ نے بڑھ کر سب سے پیشتر تقریر کی۔ حمد و ثنائے الٰہی بجالائے نبی کریمؐ پر درود بھیجا اور کہا اے مسیب یہ خدا کی ہدایت تھی کہ ایسی بات تمہاری زبان سے نکلی اور سب سے بہتر جو کام ہے اس کی تم نے دعوت دی ہے تم نے حق تعالےٰ کی حمد و ثنا اور نبیؐ کریم

پر صلوات سے ابتدا کی اور فاسقوں سے جہاد کرنے اور گناہِ عظیم سے توبہ کرنے کی دعوت دی۔ ہم نے تمہاری بات کو سنا، تمہاری رائے کو قبول کیا، تمہارے کہنے کو مانا، تم کہتے ہو کہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں جس سے رجوع کرتے رہیں اور جس کے گرد جمع رہیں یہی رائے ہم لوگوں کی بھی تھی۔ اگر وہ امیر تم ہوئے تو ہم سب لوگ تم کو پسند کرتے تمہیں اپنا بہی خواہ سمجھتے اور ہماری جمعیت میں سب تم کو دوست رکھتے۔ ہاں اگر تمہاری رائے ہو اور ہمارے اصحاب کی رائے بھی ہو تو شیخ شیعہ اور صحابی رسولؐ سلیمانؓ بن صرد کو جن کا قدم سب پر سبقت رکھتا ہے جن کی دینداری اور سطوت مسلم ہے جن کی دانشمندی پر سب کو بھروسہ ہے ہم اپنا امیر بنالیں۔ مجھے بس یہی کہنا تھا۔ خدا سے اپنے اور تمہارے گناہوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ پھر عبداللہ بن وال اور عبداللہ بن سعد نے رفاعہ کی تائید کی۔ مسیّب کی بزرگی اور فضل کا اقرار کیا۔ سلیمان کی سبقت دینی اور ان کے امیر ہونے پر اپنی رضا ظاہر کی۔ مسیّب کہنے لگے۔ تم نے کیا اچھی بات کہی یہ توفیق الٰہی تمہارے لیے ہوئی تم دونوں کی رائے سے مجھے اتفاق ہے۔ ہاں سلیمان بن صرد کو ہی امیر مقرر کرو۔

سلیمان بن صرد کا خطبہ

حمید بن مسلم کہتا ہے جب سلیمان کو امیر بنایا گیا تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ وہاں بزرگان اور شہسواران شیعہ میں سے سو آدمی سے زیادہ افراد موجود تھے۔ سلیمان بن صرد نے بہت سخت گفتگو کی اور اسی خطبہ کو ہر جمعہ کے دن وہ بار بار دہراتے رہے جو مجھے پہلے ہی یاد ہو گیا تھا انہوں نے کہا میں حق تعالیٰ کی بہترین ثنا کرتا ہوں میں اس کی نعمتوں اور اس کی آزمائشوں کا شکر گذار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں حمد و صلوٰۃ کے بعد واللہ مجھے خوف ہے اس زمانہ کا جس میں زندگی دوبھر ہو گئی ہے جس میں مصیبت بہت سخت ہو گئی ہے اس گروہ کے بزرگوں پر ظلم ہو رہا ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارا انجام بخیر نہ ہو۔ ہم نے اپنے نبیؐ کے اہل بیت کی طرف دست طلب بڑھایا ہم نے ان کو نصرت کی امید دلائی ہم نے انہیں یہاں چلے آنے پر آمادہ کیا۔ لیکن جب وہ لوگ آگئے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور ہم سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ ہم نے دھوکہ بازی کی اور ہم انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے انجام یہ ہوا کہ ہمارے یہاں آکر ہمارے نبیؐ کا فرزند ان کا پارۂ دل، ان کا لختِ جگر جس کی رگوں میں ان کا خون تھا شہید ہو گیا وہ فریاد کرتے رہے

اور کوئی فریاد رس نہیں تھا وہ داد چاہتے رہے اور کوئی داد کو پہنچنے والا نہیں تھا ان فاسقوں نے انہیں تیروں کا ہدف اور برچھیوں کا نشانہ بنا لیا اور بالآخر انہیں شہید کر دیا۔ پھر سب دوڑ پڑے اور انہیں لوٹ لیا۔ اٹھو۔ اٹھو پروردگار تم پر غضبناک ہے جب تک اس کو راضی نہ کر لو۔ اپنی بیویوں اور بچوں کے پاس نہ جاؤ۔ میں جانتا ہوں بخدا جبتک تم ان کے قاتلوں سے لڑ کر ان کو ہلاک نہیں کر دو گے خدا تم سے راضی نہیں ہو گا۔ سنو سنو موت سے ہرگز نہ ڈرو، واللہ موت سے جو ڈرا وہ ضرور ذلیل ہوا۔ بنی اسرائیل نے جو کام کیا تم بھی کرو۔ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا۔ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارئکم یعنی گوسالہ پرستی کر کے تم نے اپنے تئیں تباہ کر دیا اب اپنے خالق سے توبہ کرو اور خود کو قتل کرو۔ خدا کے نزدیک اسی میں تمہاری خیر ہے۔ یہ سن کر بنی اسرائیل نے کیا کیا۔ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ گردنوں کو جھکا دیا اور حکم قضا پر راضی ہو گئے انہیں یقین ہو گیا کہ اس گناہ عظیم سے قتل ہوئے بغیر نجات نہیں ہو گی۔ اگر اسی طرح تم کو بھی حکم دیا جاتا تو تم کیا کرتے۔ اپنی تلواروں کو تیز کر لو۔ نیزوں کو ڈانڈوں پر جڑ لو، سامان جنگ اور گھوڑے جس قدر تم سے ممکن ہو سکے دشمنوں سے لڑنے کے لیے مہیا کر رکھو یہاں تک کہ وہ وقت آئے تم کو پکاریں کہ آؤ جہاد کریں۔

خالد بن سعد اور ابو المعتمر کی پیشکش

یہ سن کر خالد بن سعد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر میں جانتا کہ اپنے تئیں قتل کرنے سے مجھے گناہ سے نجات ہو جائے گی اور میرا پروردگار مجھ سے خوش ہو جائے گا تو میں اپنے آپ کو قتل کر دیتا۔ لیکن یہ حکم تو اس قوم کو ہوا تھا جو ہم سے پیشتر گذر گئی ہیں تو خودکشی سے منع کیا گیا ہے لیکن کل کے دن دیکھ لینا کہ میدان میں پہلی برچھی جو چلے گی وہ مجھ پر ہی چلے گی۔ میں خدا کو اور ان مسلمانوں کو جو یہاں موجود ہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرے ان زائد ہتھیاروں کے علاوہ کہ جن سے میں دشمن سے قتال کروں گا جو کچھ میری ملک ہے وہ میں نے ان سب مسلمانوں کو دی تاکہ وہ اس سے قوت حاصل کر کے ظالموں سے لڑیں۔ ان کے اس کلام پر سلیمان بن صرد نے کہا تم کو ثواب کثیر کی بشارت ہو جو ثواب خدا ان لوگوں کو دیتا ہے جو لوگ اپنے لیے سامان کر جاتے ہیں ابو المعتمر نے کھڑے ہو کر کہا میں بھی تم لوگوں کو اپنی نسبت اسی بات کا گواہ کرتا ہوں جو بات خالد نے کہی ہے سلیمان بن صرد نے کہا بس اب تم میں سے جو شخص چاہے اپنا مال عبداللہ بن وال کے پاس لا کر جمع کر دے۔ جتنا جتنا مال تم دینا چاہتے ہو وہ جمع ہو جائے تو اس سے ہم تمہاری جماعت میں جو لوگ بے سامان اور نادار ہیں انکے لیے سامان جنگ مہیا کریں گے۔

سلیمان بن صرد کا خط سعد بن حذیفہ کے نام

حذیفہ بن یمان کے فرزند سعد اس وقت مدائن میں تھے ان کو سلیمان نے یہ خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلیمان کی طرف

سے سعد اور ان مومنین کے نام جو ان کے پاس ہیں سلام پہنچے۔ دیکھئے دنیا وہ مقام ہے کہ جس سے نیکی چل بسی اور برائی درپیش ہے۔ دنیا کو اہلِ خرد سے نفرت ہے اور خدا کے نیک بندوں نے اس سے علیحدہ ہونے کا عزم کر لیا انہوں نے اپنی تھوڑی سی دنیا جو ناپائیدار بھی دے دی تا کہ حق تعالیٰ کے ثواب کثیر کو جو پائندہ رہنے والا ہے خرید لیں تمہارے بھائیوں میں جو مردانِ خدا اور شیعہ اہلِ بیت ہیں انہوں نے اس امر پر غور کیا کہ تمہارے پیغمبر کے نواسے کے بارے میں وہ کس مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ وہ تو بلانے سے چلے آئے تھے لیکن جب انہوں نے پکارا تو کسی نے جواب نہ دیا۔ انہوں نے پلٹ جانے کا ارادہ کیا تو وہ روک لیے گئے۔ امان مانگی تو انہیں امان نہ ملی۔ انہوں نے ان لوگوں سے کنارہ کرنا چاہا تو انہوں نے انہیں نہ چھوڑا بالآخر ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر کے لوٹ لیا۔ ظلم و سرکشی غرور سے ان کی لاش برہنہ کر دی یہ ظالم قضا و قدر سے بے خبر تھے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اور خدا کو کیا جواب دیں گے جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں اب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح کے انقلاب میں مبتلا ہیں۔ تمہارے بھائیوں کو جو مصیبت پیش آئی انہوں نے اس کے انجام پر جب نظر کی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ان سے گناہ عظیم سرزد ہوا ہے کہ انہوں نے کیسے طیب و طاہر کا ساتھ نہیں دیا نہ ان سے ہمدردی کی اور نہ ہی ان کی نصرت کو نکلے۔ اب اس کے سوا کہ وہ ان کے قاتلوں کو قتل کرنے نکلیں یہاں تک کہ خود فنا ہو جائیں۔ کسی طرح اس گناہ سے نجات نہیں ہو سکتی اور نہ ہی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس بات پر تمہارے برادران ایمانی آمادہ ہو گئے ہیں تم بھی آمادہ ہو جاؤ۔ سامانِ جنگ تیار کرو اور مستعد رہو۔ ۶۵ھ میں مقام نخیلہ میں ہم سے ملیں۔ تم لوگ ہمیشہ سے ہمارے گروہ اور ہمارے بھائیوں میں سے ہو۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بھی ہماری رائے یہ ہوتی کہ تم کو بھی اس امر میں شریک کریں۔ خدا نے چاہا تو تمہارے سب بھائی توبہ کر لیں گے۔ یہی ان کا خیال ہے۔ اسی بات کو وہ زبانی ہمارے سامنے ظاہر بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح فضل واکتساب، اجر اور خدا سے گناہوں کی توبہ تم لوگوں کے لیے سزاوار ہے خواہ اس میں گردنیں کٹ جائیں اولاد ذبح ہو جائے، مال و دولت لٹ جائے اور کنبہ تباہ ہو جائے۔ مرج عذرا والے جو قتل ہو گئے ہیں اور آج زندہ نہیں تو انہیں کیا نقصان پہنچا ہے وہ تو اپنے پروردگار سے نعمتیں پا رہے ہیں۔ وہ سب شہداء ہیں۔ انہوں نے صبر و شکیبائی کے ساتھ خدا سے ملاقات کی اور خدا نے انہیں صابروں کا سا اجر کرامت عطا فرمایا یعنی حجر اور ان کے اصحاب اور تمہارے بھائیوں میں سے جو لوگ بے بس ہو کر قتل کیے گئے جو ظلم سے دار پر کھینچے گئے جن کے سر اور گردن کاٹے گئے جن پر زیادتی کی گئی جو آج زندہ نہیں ہیں اور تمہاری طرح گناہوں میں مبتلا نہیں ہوئے تو انہیں کیا ضرر پہنچا ہے۔ ان کے بارے میں خدا کی جو مشیت تھی وہ پوری ہوئی انہوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی اور انشاء اللہ اس کا ثواب انہیں ملے گا۔ خدا تم پر رحم کرے۔ ہر طرح کے ضرر، مصیبت اور جنگ کی حالت میں ثابت قدم رہو۔ اور بہت جلد خدا کے سامنے توبہ کرو۔ بخدا تمہارے لیے یہی سزا

ہے کہ تمہارے بھائیوں نے ثواب حاصل کرنے کے لیے جس بلا و مصیبت پر صبر و تحمل کیا ہے تم بھی اسی طرح کے اکتساب اجر کے لیے اس بلا و مصیبت میں ثابت قدم رہو۔ اگر کسی نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے قتل ہو جانے تک کو گوارا کر لیا تو تم لوگ بھی اسی طرح رضائے الٰہی کو حاصل کرو۔ بس خوف خدا ہی دنیا میں بہترین زاد راہ ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ فانی اور ہلاک ہونے والا ہے اس دنیا سے تم کو بیزار ہو جانا چاہیئے اور تمہیں دار آخرت پر نظر رکھنا چاہیئے۔ اپنے دشمن، خدا کے دشمن اور اہلِ بیت رسولؐ کے دشمن سے اس وقت تک جہاد کرنے کے لیے آمادہ رہنا چاہیئے جب تک کہ تم خدا کے سامنے شوق و رغبت سے توبہ کرنے کے لیے حاضر ہو جاؤ۔ حق تعالےٰ ہمیں اور تمہیں پاکیزہ زندگی عطا کرے۔ ہمیں اور تمہیں جہنم کی آگ کے عذاب سے پناہ میں رکھے۔ اپنی راہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے ہمیں قتل ہونا نصیب کرے جس سے اس کو شدید بغض و عداوت ہو وہ جس بات کو چاہے وہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہر بات میں نیکی کرتا ہے۔ والسلام علیکم۔

سعد بن حذیفہ کا شیعیانِ اہلِ بیت سے خطاب

یہ خط سعد کے پاس عبداللہ بن مالک طائی کے ہاتھ روانہ کیا۔ خط پڑھ کر سعد نے مدائن کے شیعوں کو بلا بھیجا۔ کوفہ کے بہت سے لوگ مدائن میں رہا کرتے تھے کیونکہ یہ جگہ ان کو پسند آگئی تھی۔ جب وہ لوگ آئے تو سعد نے سلیمان کا خط ان کو پڑھ کر سنایا اس کے بعد حمد و ثنا بجا لائے اور پھر کہا "تم سب لوگ حسینؑ کی نصرت اور ان کے دشمن سے جنگ کرنے کا مصمم اور باہم اتفاق کر چکے تھے لیکن ان کے شہید ہونے سے پہلے تمہیں موقع نہ ملا۔ خداوند عالم تمہیں اس نیک ارادے اور نصرت حسینؑ پر اتفاق کرنے کا بہترین ثواب عطا فرمائے۔ اب یہ خط تمہارے بھائیوں نے بھیجا ہے وہ تمہیں جرأت دلاتے اور تم سے مدد چاہتے ہیں۔ تمہیں حق کی جانب دعوت دے رہے ہیں جس کے لیے تم خدا سے بہترین اجر و ثواب کی امید رکھتے ہو۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے اور اب کیا کہتے ہو۔" سب نے کہا کہ ہم ان کی بات کو قبول کرتے ہیں اور ان کے ساتھ شریک ہو کر قتال کریں گے۔ جو ان کی رائے ہے وہی ہماری رائے ہے۔

سلیمان کی حمایت میں تقریر

عبداللہ ابن طائی حنظل نے کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی ادا کی اور کہا "تم نے اپنے برادران ایمانی کی بات کو قبول کیا جس امر کی طرف وہ بلاتے ہیں ہم اس کے لیے حاضر ہیں۔ ہماری بھی وہی رائے ہے جو ان کی ہے مجھے فوج کے ساتھ ابھی ان کی طرف روانہ کر دیجیئے۔" سعد نے کہا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ دشمن سے لڑنے کو مستعد رہو اور سامانِ جنگ مہیا کرو اسکے بعد ہم سب لوگ روانہ ہوں گے۔

سعد کا خط سلیمان کے نام

سعد نے اس خط کا جواب لکھ کر عبداللہ بن مالک طائی کے ہاتھ سلیمان کو روانہ کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلیمان بن صرد کو سعد بن حذیفہ کی

طرف سے اور ان سب مومنین کو جو ان کے ساتھ ہیں سلام پہنچے۔ میں نے آپ کا خط پڑھا۔ آپ کے برادران ایمانی کی جماعت جس امر پر متفق ہوئی ہے اور اس میں آپ ہمیں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ اس امر کو بخوبی سمجھا۔ خدا نے آپ کو اکتساب ثواب کی ہدایت کی۔ بڑی فضیلت آپ کو میسر آئی۔ ہم لوگ دل سے سعی و کوشش اور کد و کاوش کر رہے ہیں۔ سامانِ جنگ مہیا ہو رہا ہے۔ گھوڑوں پر زین ڈال چکے ہیں۔ اور لگامیں چڑھا چکے ہیں۔ حکم کے منتظر اور آواز پر کان لگائے ہوئے ہیں جب ہمیں پکارا جائے گا ہم روانہ ہونگے انشاء اللہ کہیں دم نہ لیں گے۔ والسلام

سلیمان نے یہ خط اپنے ساتھیوں کو سنایا تو سب بہت خوش ہوئے۔

مثنیٰ بن عبدی کا سلیمان کے نام

سعد کو جو خط سلیمان نے بھیجا تھا اس کی نقل مثنیٰ عبدی کو بھیجی تو مثنیٰ نے جواب دیا۔ میں نے آپ کا خط پڑھا اور سب بھائیوں کو پڑھ کر سنایا سب نے آپ کی رائے کی تعریف کی اور آپ کی بات کو قبول کیا۔ انشاء اللہ ہم سب لوگ ٹھیک اسی وقت جو آپ نے مقرر کیا ہے اور ٹھیک اسی مقام پر جس کا آپ نے ذکر کیا ہے خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ والسلام علیک۔

شیعان اہل بیتؑ کی جنگی تیاری

حسینؑ کی شہادت کے بعد ۶۱ھ سے ہی ان لوگوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا آلاتِ حرب اور سامانِ جنگ کے جمع کرنے میں مشغول تھے۔ پوشیدہ طور پر شیعہ اور غیر شیعہ کو بدلہ لینے پر آمادہ کرتے رہتے تھے۔ لوگ ان سے ملتے جاتے تھے۔ ایک قوم کے بعد دوسری قوم ان میں شریک ہو جاتی تھی وہ لوگ اسی کام میں منہمک تھے کہ یزید ربیع الاول کی چودھویں تاریخ ۶۴ھ میں مر گیا امام حسینؑ کے شہید ہونے اور یزید کے مرنے میں تین سال دو ماہ اور چار دن کا وقفہ تھا اس وقت ابن زیاد امیر عراق بصرہ میں تھا۔ کوفہ میں اس کی طرف سے عمرو بن حریث مخزومی حاکم تھا۔ سلیمان کے پاس آ کر شیعوں نے کہا یہ فرعون تو مر گیا اس وقت حکومت کمزور ہو رہی ہے۔ آپ کی رائے ہو تو ابن حریث کو دار الامارہ پر حملہ کر کے باہر نکال دیں اور اس کے بعد خونِ حسینؑ کا بدلہ لینا شروع کر دیں اور ان کے قاتلوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالیں۔ لوگوں کو اہلِ بیت کی طرف آنے کی دعوت دیں۔ جو کہ مظلوم اور اپنے حق سے محروم ہیں۔ اس بارے میں لوگوں نے بہت اصرار کیا۔ سلیمان نے کہا ابھی جلدی نہ کرو۔ ٹھہرو۔

سلیمان کا مشورہ

جو بات تم کہتے ہو میں اس پر غور کر چکا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ قاتلان حسین علیہ السلام رؤسائے کوفہ اور شہسوارانِ عرب ہیں کہ جن سے خون حسینؑ کا انتقام لینا ہے اگر ان کو تمہارے ارادے کا علم ہو گیا اور وہ یہ سمجھ گئے کہ تم ان سے انتقام لینا چاہتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ بڑی سختی سے پیش آئیں گے جو لوگ میرے تابعین میں سے ہیں میں نے ان کے بارے میں غور کیا ہے یہ اگر سب اٹھ کھڑے ہوں تب بھی یہ انتقام نہیں لے سکتے۔ اور نہ اپنے دل کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں اور نہ ہی دشمن کو ضرر

پہنچا سکتے ہیں بلکہ سب کے سب قتل ہو جائیں گے۔ مصلحت یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لوگوں کو شہر میں منتشر کر دو اور شیعہ و غیر شیعہ کو جو بھی ہوں انکو اس امر کی طرف دعوت دو۔ مجھے اس بات کی امید ہے۔ کہ اب لوگ تمہارے بلانے پہ دوڑ پڑیں گے کیونکہ وہ فرعون ہلاک ہو گیا ہے البتہ اس کی زندگی میں یہ بات ممکن نہ تھی۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ان میں سے ایک گروہ دعوت دینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک انبوہ کثیر نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ جن لوگوں نے یزید کی زندگی میں دعوت قبول کی تھی ان سے کئی گنا زیادہ لوگوں نے اس وقت آمادگی ظاہر کی۔

عبیداللہ بن مُرّی کا خُطبہ

ان واعظوں میں عبیداللہ بن مرّی بڑے فصیح البیان واعظ تھے۔ جب ان کا بیان سننے کو مجمع جمع ہوتا تو وہ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالاتے رسول اللہؐ پر صلوات بھیجتے اور اس کے بعد کہتے خدا تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں سے محمّد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو برگزیدہ کیا ان کو ہر فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا۔ ان کے پیرو ہونے کی تمہیں عزت بخشی اور ان پر ایمان لانے کی تم کو بزرگی عطا کی۔ اس ایمان کے طفیل تم لوگوں میں جو کشت و خون ہوا کرتے تھے حق تعالیٰ نے انہیں روک دیا۔ تمہارے راستے جو پُرخوف و خطر ہوتے تھے ان میں امن قائم ہو گیا "تم لوگ جہنم میں گرا ہی چاہتے تھے کہ خدا نے تمہیں بچا لیا۔ بس اسی طرح خدا تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ شاید تم راہ راست پر آجاؤ" یہ تو بتاؤ کہ اولین و آخرین میں خدا نے کوئی ایسا شخص پیدا کیا ہے کہ جس کا حق اس اُمّت پر ان کے نبی کریم سے بڑھ کر ہو۔ کیا انبیاء و مرسلین وغیرہ کی کوئی ذریت ایسی ہو سکتی ہے جس کا حق اس امت پر ان کے نبی اکرمؐ کی ذریت سے بڑھ کر ہو نہیں بخدا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوگا خدا تمہارا بھلا کرے تمہیں بھی معلوم ہے کہ تمہارے نبیؐ کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس قوم نے کیسی بے ادبی ان کے ساتھ کی۔ ان کو بیکس دیکھ کر کیسی ان کی بے حرمتی کی۔ ان کو خون میں لٹا دیا، انہیں خاک آلود کیا۔ نہ اس قوم نے خوف خدا کیا اور نہ ہی قرابت رسولؐ کا پاس کیا۔ ان کو تیروں کا نشانہ بنایا گیا ان کی لاش (اپنے خیال میں) درندوں کے لیے ڈال آئے۔ خدا یہ مصیبت کسی کو آنکھوں سے نہ دکھائے خدا کی رحمت نازل ہو حسینؑ بن علیؑ پر۔ یہ لوگ کسے شہید کر کے صحرا میں ڈال آئے تھے۔ صادق و امین، شجاع اور عالم کو سابق اور اسلام کے فرزند اور رسول رب العالمین کے نواسے کو۔ ان کے یار و مددگار تھوڑے سے تھے ان کے دشمن کثرت سے انہیں گھیرے ہوتے تھے۔ دشمنوں نے انہیں شہید کیا اور دوستوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ قتل کرنے والوں پر تو ملامت ہے ہی اور قاتلوں کے واسطے اللہ کے ہاں کوئی حجت نہیں اور چھوڑ دینے والوں کے لیے بھی کوئی عذر نہیں مگر یہ کہ وہ خدا سے توبہ نصوح کریں۔ ان کے قاتلوں سے جہاد کریں۔ ظالموں سے لڑیں۔ شاید اس صورت میں خدا توبہ قبول کرے اور خطا معاف کر دے ہم لوگ تمہیں کتابِ خدا، سنتِ رسولؐ، اہلِ بیتؑ کے خون کے انتقام ظالموں اور بے دینوں سے جہاد کی طرف دعوت دیتے

ہیں۔ اب اگر ہم اور تم قتل ہو گئے تو یہ سمجھ لو کہ جو ثواب حق تعالیٰ نے نیکو کاروں کو ملے گا وہ سب سے بہتر ہے اور اگر ہمیں فتح نصیب ہوئی تو ہم اس حکومت کو اپنے پیغمبرؐ کے اہلِ بیت کی طرف منتقل کر دیں گے۔ عبید اللہ نے یہ تقریر ہر روز بار بار سب کے سامنے اتنی دہرائی کہ سب کو یاد ہو گئی۔

مختار ثقفی کی کوفہ میں آمد

یزید کو ہلاک ہوئے ابھی چھ ماہ گزرے تھے کہ رمضان کی پندرہ تاریخ جمعہ کے دن مختار کوفہ میں وارد ہوئے اور رمضان کی بائیسویں تاریخ جمعہ کے دن عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ ہو کر ابن زبیر کی طرف سے کوفہ میں آیا۔ مختار عبداللہ سے آٹھ دن پہلے کوفہ میں آئے۔ مگر تمام رؤسائے شیعہ ابن صرد کے پاس جمع تھے اور کوئی بھی مختار کو ان کے برابر نہ سمجھتا تھا۔ مختار شیعوں کو کہتے کہ خونِ حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے میرے پاس جمع ہو جاؤ۔ وہ جواب دیتے کہ شیخ الشیعہ سلیمان بن صرد ہیں۔ سب نے انہیں کی اطاعت قبول کر لی ہے اور انہیں کے پاس سب مجتمع ہیں۔

سلیمان اور مختار کے خلاف شکایت

اسی زمانہ میں یزید بن شیبانی نے عبداللہ بن یزید (گورنر کوفہ از طرف ابن زبیر) سے جا کر کہا لوگ یہ ذکر کر رہے ہیں کہ یہاں کے شیعہ ابن صرد کے ساتھ مل کر آپ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ایک چھوٹا سا گروہ مختار کے ساتھ بھی ہے لیکن یہی لوگ کہتے ہیں کہ مختار ابھی چڑھائی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ عبداللہ نے کہا ہمارے اور ان کے درمیان خدا انصاف کرے اگر وہ ہم سے لڑے تو ہم بھی ان سے لڑیں گے اور اگر وہ ہم سے متعرض نہ ہوئے تو ہم بھی ان کے پیچھے نہیں پڑیں گے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ شیبانی نے کہا لوگوں میں چرچا ہے کہ وہ خونِ حسینؑ کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا حسینؑ بن علیؑ کو میں نے قتل نہیں کیا ہے جس نے ان کو قتل کیا ہے اس پر خدا لعنت کرے۔ شیبانی نے کہا کہ سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھی کوفہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

عبداللہ بن یزید کا اہلِ کوفہ سے خطاب

عبداللہ یہ سن کر گھر سے نکلا اور منبر پر جا کر اس نے حمد و ثنا کے بعد کہا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہلِ شہر کے ایک گروہ نے ہم پر خروج کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ آخر چاہتے کیا ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ حسینؑ بن علیؑ کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ خدا ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے۔ بخدا مجھے ان لوگوں کے گھروں کا پتہ بتایا گیا۔ مجھ سے یہ کہا گیا کہ میں ان لوگوں کو گرفتار کر لوں۔ مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ ان کے خروج سے پہلے میں ان سے جنگ کی ابتدا کر دوں۔ لیکن میں نے اس بات کو نہیں مانا اور کہہ دیا کہ وہ مجھ سے لڑیں گے تو میں ان سے لڑوں گا اور اگر وہ مجھ سے تعرض نہیں کریں گے تو میں بھی ان کے پیچھے نہیں پڑوں گا۔ آخر وہ مجھ سے کیوں لڑنے لگے واللہ نہ میں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کے قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا بلکہ ان کے قتل ہونے کا تو مجھے

دکھ ہوا۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ ایسے لوگوں کے لیے امان ہے وہ علانیہ خروج کریں۔ چلیں پھریں جس نے حسینؑ سے قتال کیا ہے۔ اس سے لڑنے کو روانہ ہوں وہ بھی تو ان سے لڑنے کو آ رہا ہے میں تو قاتلِ حسینؑ کے مقابلہ میں انہی لوگوں کی امداد کروں گا۔ یہی ابن زیاد تو حسینؑ کا قاتل ہے اسی نے تمہارے اقران و امثال اور بہترین لوگوں کو قتل کیا ہے۔ وہ تم سے لڑنے کے لیے چلا آ رہا ہے جسر منبج سے ایک رات کی راہ پر ہے جو اس سے ملنا چاہے مل سکتا ہے۔ اس سے لڑنا اور سامانِ جنگ کرنا اس بات سے افضل و بہتر ہے کہ تم لوگ آپس میں لڑ مرو تم میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے اور ایک دوسرے کا خون بہائے اور پھر کل تمہارا دشمن تمہارے سر پر آ جائے تو دیکھے کہ تمہاری قوت لٹ گئی ہے اور واللہ یہی تو تمہارے دشمن کی آرزو ہے لو وہ تمہاری طرف آ رہا ہے جو مخلوقِ خدا میں سے تمہارا زیادہ دشمن ہے یہ وہ شخص ہے کہ یہ اور اس کا باپ تم پر سات برس تک حکومت کرتے رہے ہیں پاک دامن اور اہلِ دین کے قتل کرنے سے یہ نہیں تھکتے تھے۔ اس شخص نے تم لوگوں کو قتل کیا اسی کے سبب سے تم پر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اسی نے انہیں بھی قتل کیا ہے۔ جن کے خون کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو لو وہ تمہارے سر پر آ گیا ہے اب اپنی تمام قوت و شوکت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ تم اسی سے لڑو اپنے لوگوں سے لڑنے کا ارادہ نہ کرو۔ میں نے تم سے کلمہ خیر کہنے میں دریغ نہیں کیا خدا ہمیں اور تمہیں یک دل و یک زبان رکھے اور ہمارے پیشواؤں کو نیکی عطا فرمائے (اس تقریر کے سننے کے بعد اگرچہ ابراہیم بن محمد طلحہ نے اس کی مخالفت کی اور پھر مسیب نے ابراہیم کو ڈانٹا اور پھر عبداللہ نے ابراہیم کے گھر جا کر اسے بتایا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اختلاف و افتراق پیدا نہ ہو۔ اور ان میں آپس ہی میں کشت و خون نہ ہو تو ابراہیم نے اس کے عذر کو قبول کر لیا۔ تاہم اس کا اثر یہ ہوا کہ اب سلیمان بن صرد کے اصحاب علانیہ ہتھیار لے کر نکلنے لگے اور سامانِ جنگ اور ضرورت کی چیزیں ظاہر و بظاہر مہیا کرنے لگے۔

مختار ثقفی اور مسلم بن عقیل

جب حسینؑ نے مسلمؑ کو کوفہ بھیجا تو وہ مختار کے گھر میں ہی آ کر اترے تھے۔ مختار نے دیگر اہل کوفہ کے ساتھ مسلم سے بیعت کی تھی۔ ان کے ساتھ خیر خواہوں کی طرح پیش آئے اور جو لوگ ان کے کہنے میں تھے انہیں مسلم کی طرف دعوت دی۔ جب مسلم نے خروج کیا تو مختار اپنے گاؤں لقفا نامی میں تھے۔ ظہر کے وقت انہیں مسلم کے خروج کی خبر پہنچی چونکہ مسلم نے اپنے اصحاب سے خروج کرنے کا جو دن مقرر کیا تھا۔ یہ وہ دن نہیں تھا بلکہ جب مسلم کو معلوم ہوا کہ ہانی کو مارا پیٹا اور قید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے اسی وقت خروج کر دیا۔ مختار یہ سن کر اپنے موالیوں کو ساتھ لے کر چلے اور مغرب کے بعد بابُ الفیل تک پہنچے۔ ادھر ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو لوگوں کا رئیس بنا کر ایک علم دیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ مسجد میں ٹھہرا رہے۔ مختار باب الفیل پر ٹھہر گئے تھے۔ ادھر سے ھانی بن وداعی کا گذر ہوا وہ مختار کو

دیکھ کر کہنے لگا۔ یہاں تمہارے ٹھہرنے کی کیا وجہ ہے نہ تو تم لوگوں کے ساتھ ہو اور نہ ہی اپنے ٹھکانے پر ہو، مختار نے کہا تم لوگوں نے خطائے عظیم کی ہے اس لیے میری رائے مذبذب ہوگئی ہے۔

مختار اور ابنِ حریث

ھانی بن وادعی نے کہا واللہ آپ اپنی جان سے دشمنی کر رہے ہیں اور یہاں سے چل کر اپنی اور مختار کی گفتگو عمرو بن حریث سے کر دی۔ ابنِ حریث نے یہ سن کر عبدالرحمن ثقفی سے کہا اٹھ اپنے چچازاد کے پاس جا کر کہو کہ ابن عقیل کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ مختار کہاں ہیں وہ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ عبدالرحمان جانے کے لیے اٹھا ہی تھا کہ زائدہ بن قدامہ نے بڑھ کر ابنِ حریث سے کہا کہ مختار تمہارے پاس اس شرط سے آئیں گے کہ ان کے لیے امان ہو۔ ابن حریث نے کہا میری طرف سے تو انہیں امان ہے بلکہ ابنِ زیاد تک بھی اگر کچھ خبر ان کی پہنچ گئی تو میں امیر کے سامنے ان کی طرف سے گواہی دوں گا اور اچھی طرح سفارش کروں گا۔ زائدہ نے کہا پھر تو ہر طرح سے خیریت ہے۔ غرض عبدالرحمن اور زائدہ دونوں مختار کے پاس گئے۔ ان سے ھانی اور ابنِ حریث کی گفتگو کا ذکر کر کے کہا خدا کے لیے اپنے قتل کے درپے نہ ہوں۔

مختار کی گرفتاری

مختار بالآخر ابنِ حریث کے پاس چلے آئے اسے سلام کیا اور اس کے علم کے نیچے بیٹھ گئے۔ صبح کو لوگوں میں مختار کی ان باتوں کا چرچا ہوا۔ عمارہ بن عقبہ یہ حال سن کر ابنِ زیاد کے پاس گیا اور اس سے سب حال سنا دیا۔ دن چڑھا۔ ابنِ زیاد کا دروازہ کھلا لوگوں کو آنے کا اذن ملا۔ تو مختار بھی دوسروں کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے۔ ابنِ زیاد نے انہیں بلا کر کہا تم ہی ایک مجمع ساتھ لے کر آئے تھے کہ ابن عقیل کی مدد کریں۔ مختار نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں آیا اور ابنِ حریث کے علم کے نیچے اترا اور صبح تک انہیں کے ساتھ رہا۔ ابن حریث نے بھی اس کی شہادت دی اور کہا خدا آپ کی اصلاح رکھے۔ یہ سچ کہتا ہے۔ ابن زیاد نے عصا اٹھا کر مختار کے منہ پر مارا کہ جس سے ان کی آنکھ کا پپوٹا پھٹ گیا اور کہا تمہارے حق میں یہ اچھا ہوا ابن حریث نے شہادت نہ دی ہوتی تو واللہ میں تیری گردن اڑا دیتا اب لے جاؤ اس کو قید خانہ میں، پولیس والوں نے انہیں لیجا کر قید خانہ میں ڈال دیا۔

مختار کیلئے عبداللہ بن عمر کی سفارش

امام حسینؑ کی شہادت تک یہ قید میں رہے اس کے بعد انہوں نے زائدہ سے کہا عبداللہ بن عمر کے پاس مدینے میں جا کر اس سے کہو وہ ایک رقعہ یزید کے نام لکھ دے۔ یزید ابنِ زیاد کو مختار کی رہائی کا لکھ بھیجے زائدہ وہاں سے روانہ ہوا۔ عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اور اسے مختار کا پیام دیا۔ مختار کی بہن صفیہ ابن عمر کی بیوی تھیں وہ بھائی کے قید ہونے پر بہت روئیں اور جزع و فزع کی تو عبداللہ نے یزید کے نام ایک خط لکھ کر زائدہ کے

ہاتھ روانہ کیا۔ مضمون یہ تھا۔ ابن زیاد نے مختار کو قید کر لیا ہے اور وہ میری بیوی کا بھائی ہے۔ میں اس کی عافیت و بہبود چاہتا ہوں۔ خدا ہم پہ اور تم پر رحم کرے اور اگر مصلحت ہو تو ابنِ زیاد کو اپنا یہ حکم لکھ کر بھیجو کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ والسلام علیک۔ زائدہ یہ خط لے کر اپنے ناقہ پر روانہ ہوا۔ یزید کے پاس شام کو پہنچا۔ یزید اس کا خط پڑھ کر ہنسا اور کہا ابو عبدالرحمٰن نے سفارش کی ہے اور وہ سفارش کر سکتے ہیں یہ کہہ کر ابن زیاد کو خط لکھا کہ میرا خط دیکھتے ہی مختار کو رہا کر دے۔ والسلام۔ زائدہ یہ خط لے کر ابنِ زیاد کے پاس پہنچا۔ ابن زیاد نے مختار کو زندان سے رہا کر دیا۔

مختار کی رہائی

مختار کو زندان سے نکلوا کر اپنے سامنے بلوایا اور کہا کہ تین دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد اگر تم کوفہ میں مل جاؤ گے تو تمہاری خیر نہیں۔ مختار تو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ابنِ زیاد کو اب خیال آیا کہ زائدہ نے بڑی گستاخی کی "امیرالمومنین" کے پاس گیا اور جس شخص کو میں نے قید کیا ہے اور ابھی مزید قید رکھنا چاہتا ہوں اس کی رہائی کا پروانہ میرے پاس لے کر آ گیا جاؤ زائدہ کو پکڑ لاؤ۔ عمرو بن نافع ابنِ زیاد کے منشی کا گزر زائدہ کی طرف سے ہوا تو اس نے اس سے کہا۔ اے جان بچا کر بھاگ اور میرا یہ احسان ذرا یاد رکھنا۔ ادھر لوگ زائدہ کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ وہ اس دن تو چھپا رہا۔ پھر اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر قعقاع زھلی اور مسلم باھلی کے پاس آیا اور ان دونوں نے ابنِ زیاد سے اس کے لیے امان لے لی۔

مختار ثقفی کا انتقام لینے کا عزم بالجزم

مختار کوفہ سے نکل کر حجاز آیا اور وہاں واقصہ میں ابن عرق سے ملا۔ اس نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اُن کی آنکھ دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کیا صدمہ پہنچا انہوں نے کہا اس حرامزادے نے ایک لکڑی ماری جس سے یہ حالت ہو گئی۔ ابن عرق نے کہا اس نے یہ کیا حرکت کی۔ مختار نے کہا اگر میں اس کے ہاتھ پاؤں رگ رگ اور اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں تو خدا مجھے مارے۔ اس نے کہا خدا آپ پر رحم کرے کیا یہ بات آپ نے سمجھ کر کہی ہے۔ مختار نے کہا جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے یاد رکھنا اور دیکھ لینا۔ پھر ابن زبیر کے حالات پوچھے کہا اس نے بیت اللہ میں پناہ لے رکھی ہے کہتا ہے کہ رب کعبہ کی پناہ میں ہوں۔ مگر چرچا یہ ہے کہ چھپ چھپ کے بیعت لیتا ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں اگر اس کی شوکت و جمعیت بڑھ جائے تو وہ بھی مخالفت ظاہر کر دے۔ مختار نے کہا ہاں ہاں اس میں شک نہیں وہ آج عرب میں ممتاز ہے اگر میرے نقشِ قدم پر چلے میری بات کو سنے تو میں اسے زحمت سے بچاؤں اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو مجھے کوئی اور ممتاز عرب مل جائے گا لے ابن عرق فتنہ و فساد کے بادل گرج رہے ہیں وہ دیکھو جنگ برپا ہوئی اور شتر بے مہار کی طرح سب کو کچل ڈالا اور یکایک تم دیکھ لو گے اور اس

واقعہ کو سُن لوگے جہاں میں نے ظہور کیا ہوگا اور لوگ کہتے ہوں گے کہ مختار مسلمانوں کی فوجوں کے ساتھ مظلوم کشتہ زمین طرف مسلمانوں کے سردار سید المرسلین کے نواسے حسینؑ بن علیؑ کے خون کا انتقام لینے کو اٹھا ہے اپنے پروردگار کی قسم میں ان کے انتقام لینے میں اتنے لوگوں کو قتل کروں گا جتنے حضرت یحییٰؑ بن ذکریاؑ کے انتقام میں قتل ہوئے تھے۔ ابن عرق نے کہا یہ دوسری بات بھی جو آپ نے کہی بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہا میں جو کہتا ہوں اسے یاد رکھنا اور دیکھ لینا۔" یہ کہہ کر اس نے ناقہ کو بڑھایا ابن عرق بھی تھوڑی دور تک دعائیں دیتا ہوا اور اس کی سلامتی مناتا ہوا ساتھ ساتھ چلا۔ مختار نے ناقہ روک کر اسے قسمیں دے کر واپس جانے کو کہا۔ ابن عرق کہتا ہے میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا سلام کیا اور رخصت ہو کر واپس آیا۔

ابن عرق کی مختار کے متعلق حجاج سے گفتگو

میں دل میں سوچتا تھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے کیا ایسا ہی ہوگا کیا اس کا دل یہ کہہ رہا ہے یہ تو ہو نہیں سکتا۔ خدا نے تو علم غیب کسی کو نہیں دیا ہاں اس کا دل یہ چاہتا ہوگا۔ ایسا ہو اس لیے وہ کہتا ہے۔ یہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اس کے دماغ میں یہ بات جم گئی ہے واللہ اس کا یہ خیال ایک خواب پریشان ہے ہر دفعہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ انسان جس امر کو کہہ دے کہ وہ ہونے والا ہے اور وہ ہو بھی جائے مگر بخدا میں نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا جو کچھ اس نے کہا تھا وہی ہوا واللہ یہ اسے الہام ہوا تھا تو وہ ثابت ہو گیا اور اگر اس کی تمنا تھی تو وہ پوری ہو گئی۔ پھر میں نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مختار کی انہی باتوں کا ذکر اس سے کیا تو وہ سن کر ہنسنے لگا۔ پھر مجھ سے کہا یہ بھی تو وہ کہا کرتا تھا "وہ چلا پڑا اور اس کے گرد ایک تند و تیز آندھی جھاڑو پھیر رہی ہے اور تباہی کو پکار رہی ہے" یہ بھی فتنہ و فساد اور کشت و خون کی پیشگوئی ہے۔ ابن عرق نے حجاج سے پوچھا تم کیا سمجھتے ہو یہ باتیں وہ دل سے بتاتا تھا یا کچھ اندازے اور اٹکل پچو سے کہتا تھا یا اسے الہام ہوتا تھا حجاج نے کہا جو بات تم مجھ سے پوچھتے ہو واللہ میں خود اس میں پریشان ہوں کہ یہ کیا ماجرا ہے لیکن اتنا کہوں گا خدا اسے جزائے خیر دے کتنا بڑا دیندار جنگجو اور نبرد آزما شخص تھا۔

ابن زبیر اور مختار

عباس بن سہل کا بیان ہے کہ میں ابن زبیر کے ساتھ مکہ میں بیٹھا تھا۔ مختار وہاں آئے ابن زبیر کو سلام کیا اس نے جواب سلام اور خیر مقدم کیا۔ جگہ دی کوفہ کے حالات پوچھے آخر میں مختار نے کہا تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں اور ہمیں ایسا کچھ دو کہ ہم خوش ہو جائیں حجاز کو تم دبا بیٹھو وہ سب تمہارا ساتھ دیں گے۔ پھر مختار چلا گیا ایک سال تک اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ ایک دن میں ابن زبیر کے پاس بیٹھا تھا اس نے مختار کے متعلق پوچھا میں نے کہا طائف کے کچھ لوگوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ طائف میں آیا اور وہ کہتا ہے میں صاحب غضب ہوں اور ظالموں کو تباہ کرنے والا ہوں۔ ابن زبیر نے کہا خدا اس پر لعنت کرے وہ بڑا جھوٹا ہے اور کاہن بنتا ہے خدا ظالموں کو ہلاک کرے گا تو مختار بھی انہی

کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ واللہ ابھی یہ گفتگو تمام ہوئی تھی کہ مسجد الحرام کی ایک جانب سے مختار دکھائی دیا۔ ابن زبیر نے مجھ سے کہا جس کا ذکر تم کر رہے تھے لو وہ سامنے موجود ہے۔ بتاؤ یہ کہاں جا رہا ہے میں نے کہا گمان غالب ہے کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف جائے گا۔ چنانچہ وہ کعبہ ہی کی طرف آیا حجر اسود کا سات دفعہ طواف کیا۔ پھر حجر کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ طائف اور حجاز سے اس کے کچھ شناسا اس کے پاس آ بیٹھے۔ ابن زبیر منتظر رہا لیکن مختار اس کے پاس نہ آیا ابن زبیر نے کہا کیا یہ میرے پاس نہیں آئے گا میں نے کہا جو آپ چاہتے ہیں میں دریافت کئے لیتا ہوں۔ میں اس کے پاس انجانوں کی طرح گیا پھر مڑ کر اُسے ملا سلام کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہاں تھے۔ پھر راز و نیاز کے عنوان سے میں نے اس سے ابن زبیر کے متعلق باتیں کیں اور اسے عشا کی نماز کے بعد ابن زبیر سے ملاقات کے لیے تیار کیا۔ پھر ابن زبیر کے پاس جا کر میں نے وہ سب باتیں اس کو بتا دیں۔ پھر رات کو ہم دونوں ابن زبیر کے مکان پر آئے وہاں پہنچ کر میں نے کہا میں ہٹا جاتا ہوں تم دونوں تخلیہ میں باتیں کر لو دونوں نے کہا تم سے کسی بات کا پردہ نہیں۔ ابن زبیر نے مختار سے مصافحہ کیا خیر مقدم کیا اس کے متعلقین کا حال پوچھا، پھر دونوں کچھ دیر خاموش رہے اس کے بعد مختار نے حمد و ثنا کے بعد کہا نہ زیادہ گفتگو کی ضرورت ہے اور نہ ہی مقصد سے کم کی دونوں بیکار ہیں۔ میں اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم سے اس شرط پر بیعت کروں کہ میرے مشورہ کے بغیر تم کوئی کام نہیں کرو گے اور سب سے پہلے اپنے پاس آنے کا وقت مجھے دیا کرو گے اور جب تم خود کو ظاہر کرو تو اپنے ہر بڑے کام میں مجھے شریک رکھا کرو گے۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں تو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر تم سے بیعت چاہتا ہوں۔ مختار نے کہا میرا ادنیٰ سا غلام تمہیں ملے تو اس سے حد کتاب و سنت پر تم بیعت لینا۔ تمہاری اس حکومت میں مجھ میں اور میرے غیر میں کیا امتیاز رہا واللہ میں تم سے ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

ابن زبیر اور مختار میں معاہدہ

عباس بن سہل نے جھک کر ابن زبیر کے کان میں کہا اس وقت تو اس کا دین خرید لو پھر جیسی رائے ہوئی ویسا کرنا اس پر ابن زبیر نے کہا اچھا جو تم کہتے ہو وہی سہی یہ کہہ کر ہاتھ بڑھایا اور مختار نے اس کی بیعت کر لی۔ حصین بن نمیر نے جب شام سے آ کر مکہ کا محاصرہ کیا تو مختار اس معرکہ میں موجود تھا اور سب سے بڑھ کر اس نے میدانِ کارزار میں ثابت قدمی اور بہادری ظاہر کی جب یہ نوبت پہنچی تو منذر بن زبیر، مسور بن مخرمہ، مصعب بن عبدالرحمن بن عوف قتل ہو گئے تو مختار نے پکار پکار کر کہا اے اہلِ شام میری طرف آؤ میری طرف میں ابو عبید کا بیٹا ہوں میں کرار غیر فرار کا بیٹا ہوں، میرے باپ دادا معرکہ میں دھنس جاتے اور کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتے تھے غرض اس نے لوگوں کو بچا لیا اور بڑی بہادری سے لڑا۔

مختار کی کوفہ کی طرف روانگی

یزید کے ہلاک ہوتے تک مختار ابن زبیر کے ساتھ رہا محاصرہ اٹھا تو اہل شام شام کی طرف واپس ہو گئے۔ ماہ رمضان میں ھانی بن وادعی عمرہ کی نیت سے

مکہ آیا۔ مختار نے اس سے کوفہ کے حالات دریافت کیے (دھانی سے کچھ باتیں کیں) پھر اُٹھ کھڑا ہُوا اپنی سانڈنیوں
سوار ہوا اور کوفہ کی طرف چل پڑا۔ مختار جمعہ کے دن نہر حیرہ میں پہنچا وہاں اترا نہایا ذرا سا تیل لگایا، کپڑے پہنے، عما
باندھا۔ تلوار گلے میں لٹکائی۔ پھر سانڈنی پر سوار ہو کر مسجد سکون اور میدان کندہ کی طرف آیا جن جن لوگوں کے پاس
سے گذرتا السلام علیکم کہتا۔ انہیں فتح و نصرت کی بشارت دیتا اور انہیں کہتا وہ دن آگیا ہے جو تمہارا مقصود
(اکثر کوفہ کے محلوں سے گذرتا ہوا) مختار باب الفیل پر آیا۔ سانڈنی کو بٹھایا اور مسجد کے اندر چلا گیا لوگوں نے اسے دیکھ
کر کہا (مختار آگئے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ مختار نماز میں مشغول ہو گیا) جماعت کا وقت آیا تو لوگوں کے ساتھ جماعت
میں شریک ہوا۔ پھر دوسرے ستون کے ساتھ جمعہ اور عصر کے درمیان نماز پڑھتا رہا جماعت کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر
واپس ہُوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کا گذر محلہ ہمدان سے ہُوا اور ابھی رخت سفر پہنے ہوئے تھا کہ لوگوں سے کہا تم
بشارت ہو تمہارے پاس خوشخبری لے کر آیا ہوں جس سے تم خوش ہو جاؤ گے یہ کہہ کر چلا اور اپنے گھر میں اتر
اسی گھر میں شیعہ مختار سے آمد و رفت رکھتے تھے۔

سلیمان بن صرد کا خروج اور مختار کی گرفتاری

سلیمان بن صرد نے جب خروج کیا اور وہ جزیرہ کی
طرف روانہ ہوئے تو عمر بن سعد، شبث بن ربعی اور
یزید بن حارث نے عبداللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن حضرت طلحہ سے کہا کہ مختار تو ابن صرد سے بڑھ
کر تمہارا مخالف ہے ابن صرد تو تمہارے دشمن سے لڑنے اور اس کا زور توڑنے کو شہر سے نکل گیا ہے۔ لیکن
مختار چاہتا ہے کہ تمہارے شہر میں بیٹھے بیٹھے تم پر حملہ کرے چلو اُٹھو اور اسے زنجیروں میں جکڑ لو اور جب تک
لوگوں میں اطمینان کی نصاقت تم نہ ہو جائے اسے زندان میں دائم الحبس کر دو۔ لوگ اسے گرفتار کرنے کو چلا
اور جاتے ہی یکایک اس کے گھر کو گھیر لیا اور اسے باہر بلایا۔ مختار نے اس انبوہ کو دیکھ کر کہا یہ کیا ماجرا ہے۔ بخدا
تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے عبداللہ بن یزید (جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا گو
تھا) سے کہا اسے رسی سے باندھ لو اور ننگے پاؤں دوڑاتے ہوئے لے چلو۔ ابن یزید نے کہا سبحان اللہ میں کیوں
دوڑانے لگا اور کیوں ننگے پاؤں لے جانے لگا اس شخص نے نہ ہم سے عداوت ظاہر کی ہے اور نہ جنگ کی ہے
تو پھر اس سے میں ایسا سلوک کیوں کروں۔ ہم نے تو فقط بدگمانی کی بنا پر اسے گرفتار کر لیا ہے۔ ابراہیم نے مختار
سے کہا کجا تو کجا یہ ارادہ اے ابن ابی عبیدہ کجا تو اور کجا یہ باتیں جن کی خبر ہم لوگوں کو پہنچی ہے مختار نے کہا
تم نے جو میری خبر سنی ہے وہ غلط ہے اس بات سے خدا مجھے محفوظ رکھے کہ میں بھی تمہارے باپ دادا کی طرح
حق ناشناس کہلاؤں معلوم نہیں کہ مختار کی یہ بات ابراہیم نے سنی یا نہیں سنی مختار کی سواری کے لیے ایک
باہی مائل خچر لے کر آئے ابراہیم نے کہا اسے بیڑیاں ڈالنا چاہئیں۔ عبداللہ نے کہا اس کے لیے زندان خود ا

بڑی ہے وہی کافی ہے۔ زندان میں جو لوگ مختار کی ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے وہ ان کے سامنے کہا کرتا تھا۔ اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو دریاؤں نخلستانوں، درختوں، صحراؤں، بیابانوں، پاک فرشتوں اور برگزیدہ پیغمبروں کا مالک ہے۔ میں لچکتی ہوئی برچھیوں چمکتی ہوئی تلواروں سے ایسے مددگاروں کے جھرمٹ میں جن میں کوئی ناقص نہیں، جاہل نہیں، نکما نہیں، بدذات نہیں، سب ظالموں کو قتل کروں گا جب دین کے ستون کو قائم کرلوں گا اسلام کے رخنہ کو بند کر چکوں گا، مومنین کا دل ٹھنڈا کرلوں گا، نبیوں کا قصاص لے لوں گا پھر مجھے دنیا کو چھوڑنا گوارا اور موت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ جب تک وہ زندان میں رہا اسی تقریر کو دہراتا رہا اور ابن صرد کے خروج کے بعد اپنے انصار کو شجاعت دلایا کرتا تھا۔

۶۵ھ کے واقعات

توابین کا نخیلہ میں اجتماع سلیمان نے جب روانگی کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب میں سے جو بزرگان قوم تھے ان کو بلا بھیجا جب وہ جمع ہوئے تو ربیع الآخر ۶۵ھ کا چاند دیکھ کر وہ سب کو لے کر روانہ ہوئے وہ پہلے سے گروہ توابین کو اسی شب خروج کرنے کی اطلاع دے چکے تھے اور نخیلہ کو ہی لشکرگاہ مقرر کیا تھا۔ ابن صرد نے یہاں آکر تمام لشکر کو گھوم کر دیکھا لوگ انہیں کم معلوم ہوئے تو حکیم بن کندی اور ولید بن کنانی کے ساتھ تھوڑے تھوڑے سوار بھیج کر انہیں حکم دیا کہ تم دونوں شہر میں جا کر یالثارات الحسینؑ (حسین کا انتقام لینے والو دوڑو) کہہ کر پکارو اور بڑی مسجد تک پکارتے ہوئے چلے جاؤ۔ یہ دونوں چلے گئے اور جو حکم ملا تھا اسے بجالائے۔

انتقام حسینؑ کا نعرہ مخلوق خدا میں سے سب سے پہلے جن لوگوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا وہ یہی دونوں شخص تھے۔ جب یہ دونوں بنی کثیر کے محلہ میں پہنچے وہاں ان کی آواز ایک شخص نے سنی جس کا نام عبداللہ بن خازم تھا یہ ان لوگوں میں شامل نہیں تھا جو توابین کے ساتھ آمد و رفت رکھتے تھے یا ان سے نصرت کا وعدہ کر چکے تھے لیکن وہ آواز سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا کپڑے پہنے، ہتھیار منگوائے اور گھوڑے پر زین رکھنے کا حکم دیا۔ سہلہ بنت سبزہ اس کی بیوی نہایت حسین و جمیل عورت تھی اور یہ بھی اس کو بہت چاہتا تھا۔ وہ کہنے لگی کیا تمہیں جنون تو نہیں ہوگیا وہ کہنے لگا مجھے جنون تو ہرگز نہیں ہوا مگر میں نے وہ آواز سنی ہے جو حق کی طرف بلا رہی ہے اب میں اس آواز کے ساتھ ہوں گا میں اس شخص کے خون کا انتقام لوں گا خواہ اس میں میری جان چلی جائے یا جو کچھ خدا کو میرے حق میں منظور رہے وہ ہو جائے بیوی نے کہا اپنے اس بچے کو کس کے سہارے چھوڑے جاتے ہو۔ جواب دیا خدائے وحدہٗ لاشریک کے حوالے کرتا ہوں۔

خداوندا میں اپنی بیوی اور بچے کو تیرے سپرد کرتا ہوں تو ان کی حفاظت کرنا یہ کہہ کر گھر سے نکلا اور توابین کی جماعت سے جا ملا۔

ابوعزہ قابضی

ابنِ صرد کے فرستادے شام کو کوفہ میں پکارتے پھرے رات گئے مسجد کی طرف آئے یہاں بہت سے لوگ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے یالثارات الحسینؑ کا نعرہ بلند کیا ابوعزہ نے نعرہ سن کر پوچھا یہ لوگ کہاں جمع ہیں انہوں نے بتایا کہ نخیلہ میں۔ ابوعزہ قابضی وہاں سے نکل کر گھر آیا ہتھیار لگائے گھوڑا سوار ہونے کے لیے منگوایا تو اس کی بیٹی ابن مرثد قابضی نے پوچھا بابا یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے ہتھیار لگائے اور تلوار باندھی ہے کہا بیٹیا تمہارا باپ گناہ سے بھاگ کر اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہے۔ توابین میں جاکر شامل ہوگیا۔ صبح کو ابنِ صرد نے رجسٹر منگوا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سولہ ہزار نے بیعت کی ہوئی تھی۔ ابن صرد نے کہا کہ سبحان اللہ سولہ ہزار میں سے صرف چار ہزار۔ حمید بن مسلم نے کہا کہ مختار بخدا تمہاری طرف سے لوگوں کو توڑ رہا ہے۔ تین دن پیشتر کی بات ہے مختار کے ہاں میں نے کچھ لوگوں کو کہتے سنا کہ ہماری جمعیت پوری دو ہزار ہو گئی ہے۔ ابنِ صرد نے کہا اچھا یہی سہی پھر بھی دس ہزار ایسے ہیں جو نہ ادھر گئے نہ ادھر آئے کیا وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے کیا وہ خدا سے نہیں ڈرتے، کیا وہ خدا کو بھول گئے اور جو عہد و پیمان ہم سے کیا تھا انہیں یاد نہیں رہا وہ تو کہتے تھے ہم ضرور جہاد اور نصرت کریں گے۔ ابنِ صرد تین دن مزید نخیلہ میں رہے اور اپنے قابلِ وثوق لوگ ان کے پاس بھیجتے رہے جو عین وقت پر الگ ہوئے تھے کہ وہ انہیں خوفِ خدا دلائیں اور ان کے عہد و پیمان کا ذکر کریں اس طرح کی کوشش میں ایک ہزار آدمی اور آکر شریک ہوتے تو مسیب نے ابنِ صرد سے کہا خدا آپ پر رحم کرے جو شخص مجبوراً آئے گا اس سے آپ کو کیا فائدہ آپ کے ساتھ مل کر صرف وہی لوگ جنگ کریں گے جو دل سے شریک ہوں آپ اپنے کام میں کسی کا انتظار نہ کریں۔

ابنِ صرد کا توابین سے خطاب

ابنِ صرد نے کہا بخدا کیا خوب بات تم نے کہی ہے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک عربی کمان کا سہارا لیکر اس طرح خطاب کیا "ایہا الناس جو لوگ رضائے خدا اور جزائے آخرت کے لیے شریک ہوئے ہیں وہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان میں سے ہیں۔ ان پر خدا کی رحمت نازل ہو زندگی میں اور موت کے بعد بھی جو لوگ دنیا اور اسباب دنیا کی ہوس رکھتے ہیں وہ سن لیں کہ خوشنودی پروردگار کے علاوہ نہ ہمیں مال دنیا ملنے والا ہے اور نہ ہمارے پاس سیم و زر اور نہ خز و حریر فقط ہمارے کندھوں پر تلواریں ہیں ہمارے ہاتھوں میں سنانیں ہیں اور بس اتنا زادِ راہ ہے جس قدر کہ دشمن تک پہنچنے میں کفایت کرے تو جس کسی کا مقصد اس کے علاوہ ہو اسے ہمارے ساتھ نہیں آنا چاہیئے۔" یہ سن کر صغیر مزنی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "خدا نے آپ کی ہدایت کی اور فیصلے کی بات آپ کو بتا

دی ۔ قسم ہے خدائے وحدہٗ لاشریک کی جو لوگ دنیا کی ہوس اور طمع میں ہمارے ساتھ شریک ہوئے ہیں ہمیں ان سے خیر کی امید نہیں۔ اے لوگو ہم اپنے گناہ سے توبہ کرنے اور اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کا انتقام لینے کو نکلے ہیں۔ نہ ہمارے پاس دنیا ہے نہ درہم، ہم تو تلواروں کی دھار اور برچھیوں کی نوکوں کے سامنے جا رہے ہیں ہر طرف سے لوگ پکارنے لگے۔ ہم دنیا کے طالب نہیں ہیں اور نہ ہی دنیا کے لیے ہم نکلے ہیں۔

ابنِ زیاد پر حملے کا منصوبہ

عبداللہ بن نفیل نے پہلے یہ رائے دی کہ "ابنِ زیاد پر حملہ کیا جائے پھر کہنے لگا ایک اور رائے ہے کہ جب خروج کا مقصد خونِ حسینؑ کا بدلہ ہے اور امام حسینؑ کے قاتل سب کوفہ میں موجود ہیں۔ عمر سعد کوفہ کے رؤسا سے اور بزرگانِ قبیلہ ان کے قاتلوں میں سے ہیں۔ ان دشمنوں اور قاتلوں کو چھوڑ کر کہیں اور کیوں جائیں"۔ لیکن ابنِ صرد نے کہا جس نے امام کو قتل کیا جس نے یہ کہا کہ میں انہیں امان نہیں دوں گا جب تک گردن جھکا کر میرے حکم پر نہ چلیں وہ یہی فاسق عبیداللہ ہے اگر خدا نے اس پر غلبہ عطا کیا تو اس کے بعد جو بچ جائیں گے ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے لہٰذا اب خدا کا نام لے کر چل کھڑے ہوں چنانچہ سب لوگ روانہ ہونے پر آمادہ ہو گئے۔"

سلیمان کا توابین سے خطاب

اب سلیمان بن صرد خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثنا کی پھر کہا اے لوگو! خداوند عالم جانتا ہے کہ تم کس نیت سے نکلے ہو اور کس بات کے طالب ہو۔ دنیا کا سودا اور ہے۔ آخرت کا اور جو آخرت کا سودا کرتا ہے وہ آخرت کی طرف دوڑتا ہے اور اس کے حاصل کرنے میں دم نہیں لیتا کسی قیمت پر اسے نہیں چھوڑتا رکوع و سجود و قیام و قعود میں ہمیشہ بسر کرتا ہے سیم و زر اور دنیا و لذاتِ دنیا سے مطلب نہیں رکھتا۔ جسے دنیا کا سودا ہے وہ دنیا ہی کی طرف منہ کے بل گرتا ہے اسی میں چرتا چگتا ہے کسی بھی قیمت پر اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ خدا تم پر رحم فرمائے اس راہ میں راتیں نمازیں بسر کرو۔ ہر حال میں ذکرِ خدا کرتے رہو اور جو نیکی تم سے ہو سکے اس سے درگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل کرو اور پھر اس ظالم و جابر دشمن سے جب مقابلہ ہو جائے تو جہاد کرو تم اپنے پروردگار سے جہاد و نماز سے بڑھ کر کسی عمل کو ذریعہ توسل نہیں بنا سکتے۔ جہاد تمام اعمال کی چوٹی ہے۔ خداوند کریم ہمیں تمہیں نیک بندوں اور جہاد کرنے والوں سو مصیبت میں ثابت قدم رہنے والوں میں شمار کرے ہم لوگ اس مقام سے انشاءاللہ تعالےٰ آج رات روانہ ہوں گے تم بھی روانہ ہونے پر مستعد اور تیار ہو جاؤ۔

توابین کی نخیلہ سے روانگی

پانچ ربیع الثانی ۶۵ھ کو یہ لوگ رات کو روانہ ہوئے سلیمان نے حکم دیا کہ دیرِ اعور میں جا کر قیام کریں وہاں تک پہنچتے پہنچتے کچھ لوگ الگ ہو گئے یہاں سے روانہ ہو کر اقساس مالک پر جو فرات کے کنارے واقع ہے قیام کیا۔ لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا ہزار آدمی

کم ہو گئے۔ سلیمان نے کہا جو لوگ ساتھ چھوڑ گئے ان کا ساتھ رہنا مجھے گوارا نہیں تھا ورنہ وہ تمہیں تباہی میں مبتلا کرتے۔ حق تعالیٰ کو ان کا ساتھ آنا ناپسند تھا۔ لہذا انہیں باز رکھا۔ یہ فضیلت اس نے تمہارے لیے مخصوص کی ہے اس کا شکر بجا لاؤ۔

قبر امام حسینؑ پر توابین کی دعا

پھر اس منزل سے بھی رات کو یہ روانہ ہو کر صبح ہوتے ہی قبر امام حسین علیہ السلام پر پہنچے اور ایک رات دن وہیں قیام کیا آپ کے لیے استغفار کرتے اور آپ پر صلوات پڑھتے رہے یہ لوگ جب قبر مطہر کے سامنے پہنچے تو ایک شور نالہ وزاری بلند ہوا ایسا گریہ و بکا کا دن کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ ہر شخص اس بات کی حسرت و آرزو کرتا کہ کاش آپ کے ساتھ شہید ہو گیا ہوتا۔ سلیمان نے یہ دعا کی خداوندا حسین شہید بن شہید مہدی (ہدایت یافتہ) صدیق بن صدیق پر رحمت نازل فرما۔ خداوندا شاہد رہنا ہم سب ان کے دین پر ہیں ان کی راہ کے سالک ہیں ان کے قاتلوں کے دشمن اور ان کے دوستوں کے خیر خواہ ہے اور سب لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے خداوندا ہم اپنے پیغمبرؐ کے فرزند کو چھوڑ کر بیٹھ گئے جو کچھ ہم کر بیٹھے اسے معاف کر دے اور ہماری توبہ قبول فرما تو رحیم و تواب ہے حسینؑ و اصحاب حسینؑ شہداء صدیقین پر اپنی رحمت نازل فرما۔ پروردگار تو گواہ رہنا کہ جس راہ پر وہ لوگ قتل ہوئے ہیں ہم بھی اسی راہ پر ہیں اگر تو ہمارے گناہ کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم خائب و خاسر اور نقصان میں رہیں گے۔ اور تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس وقت سے لیکر دوسرے دن کی صبح تک جبکہ انہوں نے صبح کی نماز پڑھی وہ آپ کے لیے اور آپ کے اصحاب کے لیے مسلسل نزول رحمت کی دعا کرتے رہے تضرع وزاری اور گریہ و بکا میں مصروف رہے۔ اس وقت ان کا جوش اور زیادہ ہو گیا جس وقت سلیمان نے گالی گلوچ کا حکم دیا۔ ہر شخص قبر حسینؑ پر الوداع کہنے کے لیے گیا ہر ایک قبر کے پاس آتا اور نزول رحمت و مغفرت کی دعا کرتا حجر اسود پر بھی اتنا ہجوم نہیں ہوتا جتنا آپ کی قبر پر تھا اور سلیمان آپ کی قبر پر کھڑے ہوئے تھے جو جو لوگ دعا و استغفار سے فارغ ہوتے سلیمان انہیں رحمکم اللہ (خدا تم پر رحمت نازل کرے) کہہ کر کہتے کہ جاؤ اور اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ اسی طرح وہ کہتے رہے یہاں تک کہ ان کے ساتھیوں میں سے فقط تیس آدمی رہ گئے۔ اب سلیمان نے ان کے ساتھ مل کر قبر کو گھیر لیا اور کہا شکر ہے اس پروردگار کا اگر منظور ہوتا تو حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے کی فضیلت ہمیں عطا کرتا۔

توابین کی تقاریر

خداوندا جب ان کے ساتھ شہید ہونے سے ہمیں محروم رکھا تو ان کے بعد ان کی راہ میں شہید ہونے سے محروم نہ رکھنا۔ عبداللہ بن وال نے کہا واللہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حسینؑ ان کے پدر بزرگوار اور بھائی امت محمدؐ میں قیامت کے دن اللہ کے ہاں بہت بڑا وسیلہ ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہ امت ان حضرات کے بارے میں کیسی مبتلائے بلا ہوئی دو کو قتل کیا اور تیسرے سے قصاص

لے کر دل ٹھنڈا کیا مسیب بن نجبہ نے کہا میں ان کے قاتلوں اور جو ان ظالموں جیسا اعتقاد رکھتا ہو سے بیزار ہوں میں ان سے لڑوں گا اور ان کے مقابلہ میں شمشیر زنی کروں گا مثنی بن مخزبہ بھی رؤسا اور شرفا میں سے تھا اس نے کہا جن حضرات کا تم ذکر کرتے ہو ان کو پیغمبرؐ سے جو خصوصیت ہے اس اعتبار سے وہ پیغمبر کے بعد سب سے زیادہ افضل ہیں جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ہم ان کے دشمن ہیں اور ان سے بیزار ہیں۔ ہم اپنے گھر اہل وعیال اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکلے ہیں تاکہ ان کے قاتلوں کو فنا کردیں۔ یہ جنگ آفتاب کی مغرب میں ہو یا زمین کے کسی سرے میں ہو اس کی جستجو کرنا ہم پر واجب ہے۔ یہ جنگ ہمارے لیے بڑی دولت ہے اور یہی وہ شہادت ہے جس کا ثواب جنت ہے سب نے بہت فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔ سلیمان بن صرد یہاں سے روانہ ہو کر حصاصہ میں آئے پھر انبار صدور اور پھر قیادہ میں اور ہر اول دستہ پر کریب حمیری کو مقرر کیا۔

عبداللہ بن عوف کا رجز

یہ لوگ چلے جا رہے تھے کہ عبداللہ اپنے چار سالہ کمیت گھوڑے پر سوار بہت ہی چمک دمک کے ساتھ سامنے آیا وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔ (ترجمہ) گھوڑوں کی کئی ٹکڑیاں چمک دمک دکھاتی ہوئیں ہم تند مزاج بہادروں کو پیٹھ پر سوار کئے ہوئے نکلیں۔ ارادہ ہمارا یہ ہے کہ اسی طرح ظالم دغا شعار اور گمراہ دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ ہم لوگ اہل وعیال اور مال وفعال شرمگین حسین عورتوں کو ان کے عروسی کے حجلوں میں چھوڑ کر اسی لیے نکلے ہیں کہ پروردگار منعم ومفضال کو خوش کریں۔

عبداللہ بن یزید کا خط اور اس کا جواب

عبداللہ بن یزید (ابن زبیر کی طرف سے گورنر کوفہ) نے سلیمان اور ان کے ساتھیوں کو خط لکھا کہ تمہاری تعداد کم ہے جب کہ دشمن کے پاس لشکر زیادہ ہے لہٰذا تم لوگ واپس آجاؤ اور پھر ہم سب مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ ابن صرد اور ان کے ساتھیوں کے سامنے جب یہ خط پڑھا گیا تو ابن صرد نے سب سے پوچھا کہو کیا رائے ہے انہوں نے جواب دیا آپ ہی بتائیں جب ہم اپنے شہر اور اہل وعیال میں تھے اس وقت تو ہم نے اس بات کو نہ مانا اب اسے کیونکر مان لیں۔ ہم نکل چکے جہاد پر آمادہ ہو چکے اور دشمن کی حد کے قریب آچکے ہیں کیسے اب کیا ہو سکتا ہے۔ ابن صرد نے کہا واللہ یہ موقع کبھی تمہیں نہیں ملے گا۔ آج دو طرح کی فضیلتیں تمہارے سامنے ہیں۔ شہادت یا فتح جس حق بات پر خدا نے تمہیں آمادہ کر دیا ہے جس فضل کے تم طلبگار رہو اسے چھوڑ کر جانے کا مشورہ میں نہیں دوں گا۔ ہم میں اور ان لوگوں میں (عبداللہ بن یزید وغیرہ) بڑا اختلاف ہے یہ لوگ اگر غالب ہوں گے تو ابن زبیر کی طرف سے جنگ کرنے کو کہیں گے اور ابن زبیر کی طرف سے جنگ کرنے کو میں گمراہی سمجھتا ہوں۔ ہمیں اگر غلبہ ہوا تو اہل حق (اہل بیت رسالت) موجود ہیں ان کے ہاتھ میں حکومت دے دیں گے اور اگر ہم مارے گئے تو اپنے گناہوں کی توبہ کرنے کو ہم نکلے ہیں ہماری اور ان کی حالت مختلف ہے ہمارا اور ان کا حال یہ ہے

جو بنی کنانہ کا شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر) تیری اور حالت ہے۔ میری اور حالت ہے۔ حبیب تو بدل گئی ہے اور حالتیں مختلف ہو گئی ہیں تو شکایت اور سرزنش کیوں کرتی ہے۔ مقام معیت پہ پہنچ کر سلیمان نے اس طرح خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط امیر عبداللہ بن یزید کو سلیمان بن صرد اور ان مومنین کی طرف سے ہے جو اس کے ساتھ ہیں۔ آپ کے خط کو پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا بخدا آپ اچھے امیر اچھے حاکم اور اچھے رئیس قوم ہیں۔ جس پر غیبت میں ہمیں اطمینان ہے جسے مشورہ میں ہم خیر اندیش سمجھتے ہیں ہر حالت میں ہم جس کی ستائش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے (ترجمہ آیت) اللہ مومنین سے ان کی جان و مال کو خرید کرتا ہے اس قیمت پہ کہ ان کو بہشت ملے گی۔ یہ لوگ راہ خدا میں قتال کرتے ہیں (کافروں کو) مارتے ہیں اور خود مارے جاتے ہیں یہ سچا وعدہ ہے توراۃ، انجیل اور قرآن میں جس کا پورا کرنا خدا پر ہے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر کون اور ہو سکتا ہے یہ خرید و فروخت کا معاملہ جو تم نے خدا سے کیا ہے اس پر خوش رہو۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ توبہ و عبادت وحمد و سیاحت و رکوع و سجود و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے اور حدود خدا کی نگہبانی میں مصروف رہنے والے یہ لوگ ہیں اور اے پیغمبر مومنین کو بشارت دے"۔ اس قوم نے جس امر پر بیعت کی ہے انہیں اسی کی بشارت ہو چکی ہے گناہ عظیم سے وہ توبہ کر چکے ہیں اب وہ خدا سے لو لگا چکے ہیں۔ اس پر بھروسہ کر چکے اور جو اس کی مشیت ہے اس پر راضی ہو چکے ہیں۔ خداوندا تجھ پر ہم بھروسہ کر چکے ہیں۔ تیری طرف ہم آ رہے ہیں۔ اور تیری ہی طرف بازگشت ہے۔ والسلام۔

عبداللہ بن یزید کی پیشگوئی

عبداللہ نے خط پڑھ کر کہا یہ لوگ مرنے ہی پر آمادہ ہیں۔ پہلی خبر تم یہی سن لو گے کہ سب قتل ہو گئے واللہ یہ لوگ اسی طرح قتل ہوں گے جیسے بزرگان اسلام، قسم ہے اس خدا کی جو پروردگار عالم ہے، دشمن ان کی جانبازی کو مان جائیں گے، بیکشتوں کے پشتے لگا دیں گے اور اس کے بعد قتل ہو جائیں گے۔

مسیب بن نجبہ اور زفر بن کلابی کی ملاقات

سلیمان بن صرد نے نہایت خوبی کے ساتھ لشکر ترتیب دیا۔ قرقیسیا کے قریب پہنچ کر اترے۔ زفر بن کلابی یہاں کا رئیس تھا۔ اس نے بستی کے دروازے بند کر لیئے تاکہ یہ آگے آنے نہ پائیں اور خود بھی ان کو ملنے باہر نہ آیا۔ سلیمان نے مسیب سے کہا اپنے ابن عم کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم کو بازار کی چیزیں چاہئیں ہیں وہ ہمیں بھیج دے ہم کو اس سے کوئی کام نہیں۔ ہمارا ارادہ تو ان ظالموں سے لڑنے کا ہے مسیب قرقیسیا کے دروازے پر آئے اور کہا دروازہ کھولو کس لیے تم نے دروازہ بند کر لیا ہے انہوں نے پوچھا تم کون ہو کہا میں مسیب بن نجبہ ہوں یہ سن کر زفر کا بیٹا ہذیل اپنے باپ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک خوش ہیئت شخص آپ کے پاس آنا چاہتا ہے ہم

نے پوچھا تم کون ہو تو انہوں نے کہا مسیب بن نجبہ مجھے ان لوگوں کا کچھ علم نہیں ہوا اور کچھ نہیں سمجھا کہ یہ کون شخص ہیں زفر نے کہا اے فرزند تو نہیں جانتا یہ کون ہیں یہ شخص شہسواروں میں ہے تمام بنی مضر کے۔ شرفائے بنی مضر میں سے دس شخصوں کا اگر نام لیا جائے گا تو ایک نام ان کا بھی ضرور ہوگا اور پھر زاہد و دیندار ہیں آنے دو انہیں مسیب جب آئے تو زفر نے انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔ بہت محبت سے حالات دریافت کئے مسیب نے کہا تم نے کس لیے شہر کے دروازے بند کئے ہیں۔ بخدا ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں بس اس لیے ہم تمہارے مزاحم ہوئے کہ ان ظالموں اور بے ادبوں کے مقابلے میں تم ہماری اعانت کرو بازار کی جو چیزیں ضرورت کی ہیں وہ ہمیں دے دو، ہم تمہاری حدود میں زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گے۔ ایک دن یا اس سے بھی کم رہنا ہے۔

زفر بن کلابی کی پیشکش

زفر نے کہا میں نے شہر کے دروازے اس لیے بند کئے تھے کہ اتنا معلوم ہو جائے کہ تم لوگ ہم سے متعرض ہونے کو آئے ہو یا کسی اور سے واللہ جب تک ایسی ہی مجبوری نہ ہو ہم کسی سے لڑنے سے عاجز نہیں ہیں۔ لیکن تمہارے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہونا ہمیں گوارا نہیں۔ تم لوگوں کی صلاح و تقویٰ اور سیرتِ حسنہ کا حال میں سن چکا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے بیٹے کو پکارا اسے حکم دیا کہ بازار کی چیزیں ان کو منگوا دو۔ ہزار درہم اور ایک گھوڑا مسیب کو عطا کیا۔ مسیب نے کہا دینار درہم کی تو ہمیں حاجت نہیں واللہ نہ ہم لوگ اس لیے نکلے ہیں نہ ہی اس کے طلبگار ہیں ہاں گھوڑے کو میں نے قبول کیا شاید میرا گھوڑا نہ چل سکے یا میری سواری یہی رہ جائے تو اس کی مجھے ضرورت ہوگی۔

زفر کی مہمان نوازی

مسیب گھوڑے کو لیے ہوئے اپنے اصحاب میں آئے اور بازار کی چیزیں بھی آئیں خرید و فروخت ہوئی بازار طعام کثیر اور دانہ گھاس کے علاوہ زفر نے بیس اونٹ مسیب کو اور بیس سلیمان کو بھیجے اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ دریافت کرو اور کون کون سے رؤسا لشکر ہیں چنانچہ ان کے لیے بھی دس دس اونٹ اور گھوڑوں کا چارہ با فراط اور طعام بھیجا۔ لشکر کے لیے اناج سے لدے ہوئے اونٹ افراط سے جو روانہ کئے۔ زفر کے غلاموں نے کہا ان اونٹوں میں سے جتنے اونٹ چاہو نحر کر لو اور آٹا بھی موجود ہے جتنا تم سے اٹھایا جا سکے لے لو۔ اس دن یہ لوگ آسودہ ہو گئے۔

توابین کو قرقیسیا میں قیام کی پیشکش

اس کے دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے تو زفر نے کہلا بھیجا، میں بھی آتا ہوں تھوڑی دور تمہاری مشایعت کروں گا۔ اچھی طرح ترتیب لشکر کر کے روانہ ہوئے زفر آیا ان کے ساتھ ساتھ چلا۔ سلیمان سے کہا امراء میں سے پانچ شخص رقعہ سے روانہ ہو چکے ہیں حصین بن نمیر، شرحبیل ذوالکلاع، ادھم باہلی اور اس کا بیٹا ابو مالک ربیعہ غنوی اور جبلہ خثعمی اور ایک جنگل کا جنگل لشکر چلا آتا ہے بہت لوگ ہیں اور بڑی شان و شوکت ہے جو لوگ آپ کے ساتھ

تھے سلیمان کے لشکر میں تین شخص کڑکیت اور بڑے خوش بیان تھے۔ رفاعہ بجلی، صحیر مرّی اور ابوالجویریہ عبدی رفاعہ برابر میمنہ کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے ابوالجویریہ دوسرے دن کی لڑائی میں دن چڑھے تک زخمی ہوگئے اور اپنے بستر پر چلے آئے تھے۔ صحیر تمام رات لشکر میں گشت کرتے رہے اور سب سے کہتے تھے اے بندگانِ خدا کرامت و رضوانِ الٰہی کی تم کو بشارت ہو۔ اب اپنے دوستوں سے ملنے میں جنت کے داخل ہونے میں دنیا کی اذیتوں سے راحت پانے میں اتنی سی بات رہ گئی ہے کہ اس حریص و کمینے نفس امّارہ سے جدائی حاصل ہو جائے۔ بخدا جو شخص اس بات کو جانتا ہے وہ اس سے جدائی پر خوشی خوشی آمادہ ہوگا اور اپنے پروردگار کی ملاقات سے مسرور ہوگا۔

توّابین کا جذبۂ شہادت

اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ صبح کو ادھم باہلی دس ہزار کا لشکر لے کر وارد ہوا اور اسی وقت سے ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا۔ یہ جنگ کا تیسرا دن روز جمعہ تھا دن چڑھے تک سخت جنگ ہوتی رہی اس کے بعد اہلِ شام ہر طرف سے توّابین پر ٹوٹ پڑے۔ سلیمان نے جو اپنے اصحاب کو اس مصیبت میں دیکھا تو گھوڑے سے اتر پڑے اور پکار کر کہا اے بندگانِ خدا جسے اپنے پروردگار سے ملاقات کرنا اپنے گناہ سے توبہ کرنا اور اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنا مقصود ہے وہ میرے ساتھ آئے یہ کہہ کر تلوار کا میان توڑ ڈالا اور بھی بہت سے لوگ ان کی آواز پر میدان میں کود پڑے انہوں نے بھی اپنی تلواروں کی میانیں توڑ توڑ کر پھینک دیا اور یہ سب لوگ سلیمان کے ساتھ پیدل چل پڑے ان کے گھوڑے لشکر میں سے ہوتے ہوئے کسی طرف نکل گئے۔

سلیمان اور مسیّب کی شہادت

اب ان لوگوں نے ایسی شمشیر زنی کی کہ اور بھی سب لوگ تلواریں سونت کر گھوڑوں سے کود پڑے کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا۔ سواروں نے سواروں پر حملہ کیا۔ تلوار چلی اہلِ شام میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور بہت سے شامیوں کو زخمی کر دیا۔ حصین نے ان کے ثباتِ قدم اور ان کی سطوت کو دیکھ کر پیادوں کو بھیجا کہ ان کو تیروں کا نشانہ بنائیں۔ اب سواروں اور پیادوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی حالت میں سلیمان بن صردؓ شہید ہوگئے۔ ان کو یزید بن حصین نے تیر مارا وہ تیر کھا کر گرے پھر اٹھے حملہ کیا پھر گر گئے اور ان کے بعد مسیّب نے علم اٹھا لیا سلیمان سے خطاب کرکے کہا خدا کی رحمت ہو آپ پر آپ نے جو کہا وہ کر دکھایا اور جو کام آپ کے ذمہ تھا اس کو پورا کیا اب ہمارے ذمہ جو کام ہے وہ باقی ہے۔ یہ کہہ کر مسیّب نے علم لے کر حملہ کیا اور ایک گھنٹہ تک لڑتے رہے اس کے بعد واپس آئے پھر حملہ کیا دوبارہ واپس آئے اسی طرح بہت دفعہ حملہ کرکے واپس آئے اور بالآخر شہید ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مسیّب کی شجاعت

خردہ لقیط نے مسیّب کے غلام کو شبیب بن یزید خارجی کے ساتھ مدائن میں دیکھا باتوں باتوں میں عین الوردہ کے لوگوں کا ذکر چھڑ گیا تو اس شیخ نے کہا بخدا مسیّب اور ان کے ساتھ والوں سے بڑھ کر میں نے کسی کو شجاع نہیں دیکھا۔ عین الوردہ کی جنگ میں میں نے مسیب کو دیکھا کہ وہ

اس زور سے جنگ کر رہے تھے کہ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی کہ کوئی شخص تنہا اس طرح سے جنگ کرے گا اور اس طرح دشمنوں کو تباہ و برباد کر سکے گا۔ بہت سے لوگوں کو انہوں نے ہلاک کیا وہ اپنے شہید ہونے سے پہلے یہ اشعار پڑھتے اور لڑتے جاتے تھے (ترجمہ اشعار) وہ پریشان زلفوں والی، وہ گورے گورے شکم اور پیلیوں والی اب تو جان گئی ہیں روز نبرد و آورد' میں شیر سے بڑھ کر دلیر اور متواتر حملے کرنے والا ہوں میں اپنے حریف کے ٹکڑے اڑا دیتا ہوں اور میرے قریب کسی کو آنے کی جرأت نہیں ہوتی۔"

عبداللہ بن سعد کی علمداری

مسیب کے شہید ہونے کے بعد عبداللہ بن سعد رحمہ اللہ نے لشکر کا علم اٹھایا اور کہا میرے دونوں بھائیو! (ترجمہ آیت) "کوئی اپنی جان دے چکا اور کوئی انتظار کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے کسی طرح کی تبدیل و تحریف نہیں کی" اس آیت کو پڑھ کر بنی ازد کے جو لوگ ان کے ساتھ تھے انہیں لے کر قتال پر آمادہ ہوتے بنی ازد علم کو گھیرے ہوئے تھے اسی حالت میں تین سوار وارد ہوئے (۱) عبداللہ طائی۔ (۲) کثیر مزنی اور سعر حنفی۔ یہ تینوں سوار سعد بن حذیفہ بن یمان کے ساتھ ان ایک سو ستر اشخاص میں شامل تھے جو اہلِ مدائن کے شیعہ تھے۔

توابین مدائن و بصرہ کی روانگی

سعد نے مدائن سے روانگی کے دن ان تین سواروں کو سم ترشے ہوئے رہوار اور ڈیل چھریرے کٹے ہوئے گھوڑوں پر روانہ کیا تھا کہ جاؤ اور ہمارے بھائیوں کو ہماری روانگی کی خوشخبری دو تاکہ ان کے دل قوی ہو جائیں اور انہیں یہ خبر بھی دو کہ بصرہ سے تین سو مجاہد مثنیٰ عبدی کے ساتھ تمہاری کمک کے لیے نکل چکے ہیں۔ سعد مدائن سے جب روانہ ہوئے تو اس وقت مثنیٰ کے ساتھ بصرہ والے مومنین نکل چکے تھے۔ سعد کے نکلنے کے پانچ دن بعد بصرہ والے بہر سیر تک پہنچ گئے تھے اور یہ خبر سعد کو پہلے سے معلوم ہو گئی تھی کہ مثنیٰ کے ساتھ بصرہ کے لوگ آ رہے ہیں۔

کثیر مزنی کی شہادت

غرض وہ تینوں سوار جب میدان کارزار میں پہنچے تو یہ مژدہ انہوں نے دیا کہ مدائن اور بصرہ سے تمہارے بھائی تمہاری نصرت کے لیے آ رہے ہیں۔ عبداللہ بن سعد نے کہا کاش ہماری زندگی میں یہاں تک پہنچ گئے ہوتے پھر یہ لوگ بھی شریک ہو کر اطمینان سے لڑتے میدان کارزار میں مزنی شہید ہو گئے اور حنفی کو برچھی لگ گئی لوگ انہیں اٹھا کر لے گئے تو وہ بچ گئے۔ طائی کو برچھی لگی۔ اور ناک پر بھی زخم لگا۔

عبداللہ بن سعد کی شہادت

اہلِ شام کی طرف سے ربیعہ بن مخارق نے بہت شدید حملہ کیا اور توابین نے بھی سخت جنگ کی۔ اس کے بعد ربیعہ اور عبداللہ میں تلوار چل گئی مگر دونوں کے وار ایک دوسرے پر کاری نہ ہوئے پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور زمین پر آ رہے پھر اٹھے اور ڈگمگا گئے

ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ کی ہنسلی پر برچھی مار کے انہیں شہید کر دیا اور عبداللہ بن عوف نے ربیعہ کو برچھی مار کر گرا لیا زخم کاری نہیں تھا لہذا یہ پھر اٹھا۔ ابن عوف نے دوبارہ اُس پر حملہ کیا ربیعہ کے ساتھیوں نے برچھی کا وار کرکے ابن عوف کو گرا لیا اور ربیعہ کو بچا کر لے گئے۔

خالد بن سعد کی شہادت

خالد بن سعد نے اپنے بھائی کے قاتل کے سر پر دوڑ کر تلوار کا وار کیا، تو حریف اس سے لپٹ گیا اور خالد زمین پر گر پڑا۔ دونوں لشکروں کے لوگ دوڑ پڑے چونکہ شامیوں کی کثرت اور توابین میں قلّت تھی لہذا شامی حریف کو بچالے گئے اور خالد کو شہید کر دیا اور اب علم کے پاس کوئی نہ رہا۔

علمبردار عبداللہ بن دال

یہاں کے بہت سے شہسوار میدان میں کام آگئے تو انہوں نے عبداللہ بن دال کو پکارا انہیں اور ان کے ساتھیوں کو شامی ادھر آنے سے روکے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر رفاعہ بن شداد نے حملہ کرکے شامیوں کو منتشر کر دیا اور اب ابن دال علم کی طرف بڑھے دیکھا کہ عبداللہ بن خازم علم کو لیے ہوئے ہیں۔ ابن دال کو دیکھ کر ابن خازم نے کہا اپنا علم مجھ سے لے لو۔ ابن دال نے کہا خدا کی رحمت تم پر ہو تمہیں لیے رہو جو تمہارا حال ہے وہی میرا ہے۔ اس نے کہا نہیں آپ علم لیں اور مجھے جہاد کرنے دیں انہوں نے کہا تم جس حالت میں ہو یہ بھی جہاد اور ثواب کا کام ہے اب دوسرے لوگوں نے بھی ابن خازم سے کہا کہ امیر کی اطاعت کرو۔ خدا تم پر رحمت کرے۔ یہ سن کر ابن خازم کچھ دیر تک علم کو سنبھالے رہے۔

عبداللہ بن دال کا شدید حملہ

پھر ابن دال نے اُس سے علم لے لیا اور توابین سے عصر کے وقت مخاطب ہو کر کہا جو ایسی زندگی چاہتا ہے جس کے بعد موت نہیں۔ جو ایسی راحت کا خواہاں ہے جس کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔ جو اُس خوشی کا خواستگار ہو کہ جس کے بعد کوئی غم نہیں اسے چاہیئے۔ ان بے ادبوں سے جہاد کرنے میں اپنے پروردگار کا تقرب حاصل کرے۔ بھائیو تم پر اللہ کی رحمت ہو شام ہم کی بہشت میں ہوگی"۔ یہ کہہ کر اپنے اصحاب کے ساتھ لشکر شام پر حملہ کیا بہت سے شامیوں کو قتل کیا بڑی دور تک شام کے لشکر کو پسپا کر دیا، اہل شام پہلے بھاگے اور پھر بڑا ساہجوم ساتھ لے کر پلٹ آئے اور ہر طرف سے توابین کو دباتے ہوئے اس مقام پر لے آئے جہاں یہ لوگ حملہ آور ہونے سے پیشتر ٹھہرے ہوئے تھے، یہ ایسا مقام تھا جہاں صرف ایک رخ سے حملہ ہو سکتا تھا۔

ادھم باہلی کا عبداللہ بن دال پر حملہ

شام کے وقت ادھم باھلی توابین سے قتال کرنے پر آمادہ ہوا بہت سے سوار اور پیادوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن دال اس جنگ میں شہید ہو گئے ادھم نے ہی انہیں شہید کیا وہ حجاج کے زمانہ میں ذکر کیا کرتا تھا کہ امرائے عراق میں سے عبداللہ بن دال کا مجھ سے مقابلہ ہوا وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا (ترجمہ آیت) جو لوگ راہ خدا میں قتل ہو گئے انہیں

مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس سے رزق کھاتے ہیں مجھے یہ سن کر غصہ آیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ ہمیں مشرکین کے مثل سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم جس کو قتل کرتے ہیں وہ شہید ہوتا ہے۔

عبداللہ بن وال کی شہادت

میں نے اس پر حملہ کر دیا اس کے بائیں ہاتھ پر حملہ کیا تو ہاتھ اڑ گیا۔ میں نے ذرا آگے ہو کر پوچھا میں جانتا ہوں اس وقت تجھے آرزو ہو گی کہ کاش گھر میں بیٹھ رہا ہوتا۔ ابن وال نے جواب دیا۔ تیرا خیال غلط ہے واللہ مجھے اس کی بھی آرزو نہیں کہ میرے ہاتھ کے بدلے تیرا ہاتھ قطع ہوتا۔ مگر یہ کہ تیرا ہاتھ قطع کرنے پر مجھے اتنا اجر ملے جتنا مجھے اپنے ہاتھ کے قطع ہونے پر حاصل ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں اس نے کہا اس لیے کہ میرا ہاتھ کاٹنے میں خدا تیرے گناہ کو شدید کر دے گا اور میرے ہاتھ کا مجھے اجر عظیم دے گا۔ یہ سن کر مجھے اور بھی غصہ آیا میں نے سواروں اور پیادوں کو جمع کر کے اس پر اور اس کے ساتھیوں پہ حملہ کر دیا۔ اسے برچھی مار کر میں نے قتل کر دیا۔ وہ میری ہی طرف منہ کئے رہا اور برچھی کے وار سے اپنے کو نہیں بچایا لوگوں سے میں سنتا ہوں کہ وہ عراق کے ان فقہا میں سے تھا جو نماز روزے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اور جن سے لوگ فتوے لیا کرتے ہیں۔ عبداللہ بن وال کی شہادت کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ابن حازم بھی انہیں کے پہلو میں شہید ہوئے پڑے ہیں۔

رفاعہ بن شداد کی علمبرداری

رفاعہ نے ابن عضین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم علم کو لیے رہو گے یا میں لے لوں اس نے کہا میں تو اپنے پروردگار کی ملاقات کا مشتاق ہوں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل جانے کا آرزو مند ہوں میں دنیا سے نکل کر آخرت کی طرف جانا چاہتا ہوں۔۔۔۔ پھر علم رفاعہ کے ہاتھ میں دیدیا اور شامیوں کی طرف حملہ کرنے کو بڑھا۔

ولید بن عضین کا شدید حملہ اور شہادت

ابن عوف نے یہ دیکھ کر کہا۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ شریک ہو کر لڑو۔ دیکھو اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اسی طرح انہیں قسمیں دے دے کر جان دینے سے روکا۔ اہل شام نے پکارنا شروع کر دیا لو اللہ نے سب کو ہلاک کیا اب جلدی حملہ کر کے رات ہونے سے پہلے ہی ان کا خاتمہ کر دو۔ پھر شامیوں نے ان کی طرف بڑھنا شروع کیا تو یہ لوگ بھی بڑھ بڑھ کر بڑے جوش میں شامیوں کے شہسواروں اور بڑے بڑے بہادروں سے شمشیر زنی کرنے لگے ان کا کوئی شخص نہ کسی بات پر چونکا اور نہ ہی کسی طرح لڑنے سے تھکے تاکہ دشمن کا قابو چلتا عشا کے وقت تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور ابن عضین شام سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔

عبداللہ بن عزیز کی شہادت

عبداللہ بن عزیز کندی اپنے چھوٹے سے بیٹے محمد کو ساتھ لے کر نکلے اور کہا اے اہل شام کیا تم میں کوئی شخص بنی کندہ کا ہے یہ سن کر کچھ لوگ لشکر سے نکلے اور کہا

ہم لوگ کندی ہیں کہا اپنے بھتیجے کو مجھ سے لے لو۔ اسے اپنے خاندان کے لوگوں کے پاس کوفہ میں بھیج دینا میں عبداللہ بن عزیز کندی ہوں۔ انہوں نے کہا تم تو ہمارے ابن عم ہو تمہارے لیے امان ہے عبداللہ نے جواب دیا واللہ میں اپنے بھائیوں کے مقتل سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔ یہ ایسے برادران ایمانی تھے جن سے شہروں میں اجالا تھا جن سے زمین اپنی جگہ قائم تھی، ذکر خدا ایسے لوگوں کے دم سے جاری تھا" ان کے بیٹے نے رونا شروع کیا تو کہنے لگے "اے فرزند اگر اطاعت خدا سے بڑھ کر کسی چیز کو سمجھتا تو بیشک تجھے سمجھتا"۔ شامیوں میں جو لوگ ان کے خاندان کے تھے انہوں نے انہیں بہت قسمیں دیں ان کے فرزند کا باپ کے لیے تڑپنا اور رونا ان سے دیکھا نہ گیا جس سے وہ لوگ بھی بے اختیار رونے لگے عبداللہ اب اس طرف مڑے جدھر ان کے اصحاب تھے اور شامیوں کی صف پر شام کے قریب حملہ کیا۔ جب تک شہید نہ ہوئے برابر لڑتے رہے۔

کریب حمیری کی آمد

اسی شام کا ذکر ہے کہ ایک ابلق نشان ہاتھ میں لیے کریب حمیری کم از کم سو آدمیوں کے ساتھ توابین کی جماعت کے پاس آئے حمیری نے حمیر اور ہمدان کے لوگوں کو بھی جمع کیا اور کہا کہ اے بندگان خدا اپنے پروردگار کی طرف چلو واللہ خوشنودی خدا اور توبہ کی برابری دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی میں نے سنا ہے کہ کچھ لوگ تم میں سے دنیا کو ترک کرنے کے بعد دوبارہ دنیا کی طرف پلٹ جانا چاہتے ہیں۔ اگر دنیا کی طرف پلٹیں گے تو پھر گناہوں میں مبتلا ہوں گے میں تو بخدا دشمن سے منہ نہیں پھیروں گا جب تک کہ اپنے بھائیوں کے پاس نہ پہنچ جاؤں۔ حمیری کی بات کو سب نے مان لیا اور کہا جو تمہاری رائے ہے وہی ہماری رائے ہے اب وہ نشانی لیے ہوئے شام کی فوج کے قریب پہنچے۔

حمیری کی شہادت

ابن ذوالکلاع نے دور سے نشان کو دیکھ کر کہا بخدا یہ تو حمیری یا صمدانی نشان معلوم ہوتا ہے یہ کہہ کر وہ نشان کے قریب آیا۔ باتیں ہوئیں اور اس نے کہا تمہارے لیے امان ہے۔ ان کے رئیس نے جواب دیا۔ دنیا میں تو پہلے بھی ہمارے لیے امان تھی ہم تو آخرت کی امان کے خواستگار ہو کر آئے ہیں۔ غرض یہ لوگ لڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ صخیر مزنی بنی مزینہ کے تیس آدمیوں کو لے کر چلے اور کہا کہ راہ خدا میں موت سے کیا ڈرتے ہو وہ تو ضرور آنے والی ہے جس دنیا کو چھوڑ کر تم خدا کی طرف آ چکے ہو اب اس دنیا کی طرف ہرگز نہ پلٹنا۔ دنیا تمہارے لیے باقی رہنے والی نہیں اور خدا کے جس ثواب کی طرف تم راغب ہو چکے ہو اب اس سے منہ نہ پھیرنا۔ تمہارے لیے وہ ثواب بہتر ہے جو خدا کے پاس ہے۔" غرض یہ لوگ بھی لڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

رفاعہ کی مراجعت

اب شام ہو گئی اور اہل شام لشکر کی طرف پلٹ گئے۔ رفاعہ نے اپنے لشکر کے زخمیوں کو غور سے دیکھا جن کو دیکھا کہ اعانت کے محتاج ہیں انہیں ان کی قوم والوں کے حوالہ

کر دیا اور باقی سب کو لے کر رات ہی کو روانہ ہوگیا۔ صبح ہوتے تینیسیر میں پہنچا پھر خابور سے گذرا اور پار اترنے کے تمام ذریعوں کو قطع کرتا گیا۔ حصین بن نمیر نے صبح کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ چلے گئے اس نے ان کے تعاقب میں کسی کو روانہ نہ کیا۔ اور اپنے لشکر کو تیزی سے لے کر چل کھڑا ہوا۔ رفاعہ نے ابو جویریہ کو ستر سواروں کے ساتھ اپنے لشکر کے پیچھے رکھا اس کا کام یہ تھا کہ اگر کسی شخص کا کچھ مال یا گٹھڑی راستہ میں پڑی مل جائے تو اٹھا لے اور مالک تک پہنچائے اگر کوئی ڈھونڈھے یا خواہش کرے تو رفاعہ کے پاس اس چیز کو بھیجدے اور وہ لوگوں کو دکھا دے۔

زخمی توابین کی تیمارداری اور مہمان نوازی

اسی طرح چلتے چلتے خشکی کی راہ سے قرقیسیا تک یہ لوگ پہنچ گئے۔ زفر نے جس طرح پہلے سب کے لیے روانہ چارا بھیجا تھا اسی طرح اب بھی سب کی خاطر مدارت کی اور طبیب بھی روانہ کئے یہ بھی کہا کہ جتنے دن تمہارا جی چاہے ہمارے پاس قیام کرو۔ ہم تمہارے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ یہ لوگ تین دن تک وہیں رہے اس کے بعد جس کو جس قدر کھانے اور چارہ کی ضرورت تھی اپنے ساتھ لے لیا۔

توابین کی مثنی عبدی سے ملاقات

سعد بن حذیفہ جب مقام سیت میں پہنچے تو دیہاتیوں نے توابین کے سارے حالات ان سے بیان کئے۔ سعد یہ سن کر وہاں سے واپس ہوئے مقام صندوداء میں مثنی عبدی سے ملاقات کی۔ یہ لوگ اسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ رفاعہ کے آنے کی بھی اطلاع ملی سب استقبال کے لیے بستی سے باہر نکل آئے ایک دوسرے سے علیک سلیک کی اور ایک دوسرے کو دیکھ کر رو پڑے اپنے بھائیوں کی خبر شہادت سنی ایک رات دن وہیں ٹھہرے رہے پھر مدائن والے مدائن کی طرف بصرہ والے بصرہ کی طرف پلٹ گئے اور کوفہ والے کوفہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ مختار ابھی قید میں ہے۔

عبدالملک کو فتح کی خوشخبری

ادھم باہلی نے جاکر عبدالملک کو فتح کی مبارکباد دی۔ یہ سن کر وہ منبر پہ گیا۔ حمد و ثناء کے بعد کہا خدا نے رؤسائے عراق میں سے بڑے فتنہ انگیز اور گم کردہ راہ سلیمان بن صرد کو ہلاک کیا ہماری تلواروں نے مسیب کے سر کو گیند کی طرح اچھال دیا اور خدا نے ان کے دو سرداروں کو جو گمراہ اور گمراہ کنندہ تھے یعنی عبداللہ ازدی اور عبداللہ بن وال کو قتل کر دیا۔ اور اب ان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں رہا جو دفع یا منع کی قدرت رکھتا ہو۔

مختار ثقفی کا وعدہ

مختار ثقفی کوئی پندرہ دن تک خاموش رہے اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے اپنے اس غازی کیلئے دن گن رکھو دس دن سے زیادہ اور مہینہ سے کم اس کے بعد حیرت انگیز خبریں سن لینا کہ اچانک برچھی چل گئی ایک ہی وار نے ٹکڑے اڑا دیئے بہت سے لوگ قتل ہو گئے سنگسار ہو گئے جانتے ہو یہ کام کون کرے گا میں کروں گا تم سے جھوٹ نہیں کہتا۔ میں اس کام میں کامیاب ہوں گا۔

مختار کا خط رفاعہ بن شداد کے نام

رفاعہ جنگِ عین الوردہ سے جب کوفہ میں واپس آیا تو مختار نے قید خانے سے اسے یہ خط لکھا "میں ان لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ جو واپس آئے ہیں پھر بھی خدا نے انہیں اجرِ عظیم دیا ملپٹ آئے تب بھی خدا ان سے راضی ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم تم لوگوں میں سے جس نے ایک قدم اٹھایا اور ایک گام چلا خدا نے اس کو ملک دنیا سے عظیم تر اجر و ثواب دیا سلیمان نے اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا۔ خدا نے انہیں شہادت دیکر ان کی روح کو انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی ارواح میں شامل کر دیا لیکن وہ تمہارے سردار نہیں تھے۔ جن کے ساتھ تم مل کر فتحیاب ہو سکتے۔ ہاں میں وہ امیر ہوں جسے مامور کیا گیا ہے، میں وہ امین ہوں جس پر بھروسہ کر لیا گیا ہے۔ میں ظالموں کا قاتل دشمنانِ دین سے انتقام لینے والا اور ان سے قصاص لینے والا ہوں۔ سامان کر لو مستعد ہو جاؤ۔ خوش رہو اور خوشخبری دو۔ میں کتاب خدا سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انتقام خونِ ناحق اہلِ بیت حمایت ضعفاء اور ظالموں سے جہاد کی طرف تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ والسلام۔ مختار کے قید ہونے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے ان کی ان باتوں کا ذکر عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد (جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کے سربراہ تھے) کے سامنے کیا تو وہ دونوں شخص ایک جماعت کو ساتھ لیے ہوئے مختار کے پاس آئے اور انہیں گرفتار کر لیا۔

عبیدہ مزنی کی شہادت

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب ہم لوگ عین الوردہ سے واپس ہونے لگے تو ہم میں سے عبداللہ بن غزیہ تو آبین کی لاشوں کے پاس جاکر کھڑے ہوئے اور کہا یرحمکم اللہ صدقتم صبرتم کذبنا فررنا تمہیں لوگ سچے اور ثابت قدم نکلے ہم سب جھوٹے ہیں اور بھاگ چلے ہیں۔ جب روانہ ہوئے اور صبح ہوئی تو دیکھا کہ عبداللہ بن غزیہ اور ان کے ساتھ کوئی بیس دوسرے آدمی واپس جانے اور دشمن سے دوبارہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ رفاعہ۔ ابن عوف اور دوسرے بہت سے لوگ ان سے کہنے لگے۔ خدا کے لیے اب ہماری کمر نہ توڑو۔ تم جیسے خوش عقیدہ لوگ جب تک ہم میں ہیں۔ ہمارے لیے خیر و برکت ہے۔ غرض قسمیں دے دے کر ان لوگوں کو روک لیا لیکن ان میں سے ایک شخص عبیدہ مزنی باز نہ آیا ہم سب کے ساتھ ساتھ چلا تو سہی مگر لوگوں کو اپنی طرف سے غافل پاکر پھر پلٹا اور اہلِ شام تک پہنچتے ہی حملہ کر دیا۔ تلواریں چلاتے چلاتے تھک گیا اور شہید ہو گیا یہ مرد مزنی حمید بن مسلم کے دوستوں میں سے تھا۔

عبیدہ مزنی کی شہادت کا واقعہ

اس دن سے حمید کو اس بات کی آرزو تھی کہ ایسا کوئی شخص ملے جو مزنی کے تنہا حملہ کرنے کا واقعہ مجھ سے بیان کرے۔ ایک زمانہ کے بعد حمید اور عبدالملک ازدی کی مکہ میں ملاقات ہو گئی۔ باتوں باتوں میں جنگ عین الوردہ کا ذکر نکل آیا تو ازدی نے کہا۔ ان لوگوں کے ہلاک ہو جانے کے بعد نہایت عجیب واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے آکر تلوار سے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں

بھی لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔ وہ بہت زخمی تھا اور کہتا جاتا تھا۔ (ترجمہ شعر) میں اللہ سے اللہ ہی کی طرف بھاگ کر جاتا ہوں۔ اے خدا تیری خوشنودی کی آرزو میرے ظاہر و باطن میں ہے۔ میں نے پوچھا تو کس خاندان سے ہے کہا اولادِ آدم میں سے ہوں۔ میں نے دوبارہ خاندان کا پوچھا تو اس نے کہا "اے خانہ کعبہ کے خراب کرنے والو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے پہچانو۔ سلیمان بن عمرو اس سے لڑنے کے لیے نکلا وہ اس زمانہ میں بہت قوی اور شہزور تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو زخموں سے چور کر دیا۔ پھر ہر طرف سے اہل شام اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا۔ میں نے بخدا ایسا حملہ آور کوئی نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حمید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تو ازدی نے پوچھا کیا تمہاری اس سے قرابت تھی۔ حمید نے کہا قرابت تو نہیں تھی وہ شخص مضر خاندان سے تھا۔ میرا دوست اور بھائی تھا وہ کہنے لگا خدا تجھے روتا ہی رکھے ایک شخص بنی مضر کا گمراہ ہو کر مارا گیا اور تو اسے روتا ہے حمید نے کہا، واللہ وہ گمراہ ہو کر نہیں مرا وہ اپنے پروردگار کی ہدایت اور دلیل روشن پر مارا گیا کہنے لگا جہاں وہ گیا۔ خدا تجھے بھی وہیں پہنچا دے۔ حمید نے کہا۔ آمین۔ اور تجھے حصین بن نمیر کی جگہ پر پہنچا دے اور اس کے ماتم میں تجھے رتا رکھے۔

اعشی ہمدانی کا مرثیہ واقعہ توابین پر اعشی ہمدانی نے جو مرثیہ لکھا ہے اس کو بھی لوگ پہلے چھپایا کرتے تھے۔ (ترجمہ اشعار)

۱۔ اس بزرگ نے راست بازی سے خوف خدا پر عمل کیا۔ اور خوفِ خدا کیا ہی اچھی کمائی ہے۔

۲۔ اس دنیا کو چھوڑا۔ اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھا اور توبہ کرنے کے لیے خدائے برتر و بالا کی طرف رجوع کیا۔

۳۔ اس کو خدا نے سواروں کی جماعت کے ساتھ ابن زیاد سے مقابلہ کرنے کے لیے ثویہ کی طرف روانہ کیا۔

۴۔ اس کے ساتھ صاحب تقویٰ اور دانا لوگ تھے وہ دلیروں کے دلیر اور نجیبوں کے نجیب تھے۔

۵۔ یہ لوگ کار ثواب سمجھ کر روانہ ہوئے تھے نہ ابن طلحہ کی بات پر عمل کیا اور نہ امیر کوفہ کی بات کا جواب دیا۔

۶۔ یہ لوگ اس حالت میں چلے جا رہے تھے کہ کوئی ان میں خواہانِ تقویٰ تھا اور کوئی اس گناہ کی جو اس سے سرزد ہوا تھا توبہ کرنے جا رہا تھا۔

۷۔ عین الوردہ میں جا کر اس لشکر سے ان کا مقابلہ ہو گیا جو ان سے لڑنے کے لیے نکلا تھا یعنی ابن ذی الکلاع کا لشکر" بس تلواریں کھینچ کر انہوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

۸۔ جن کی تلواریں یمانی تھیں جو ہاتھوں کو اڑا رہی تھیں۔ پھر ان سواروں نے شامیوں پر حملہ کیا جن کے گھوڑے نجیب اور دراز قد تھے۔

۹۔ اسی اثنا میں اہلِ شام کا ایک اور لشکر اور اس کے بعد کتنی ہی فوج در فوج موجِ دریا کی طرح ان پر امنڈ پڑیں (یعنی حصین کا لشکر)

۱۰۔ یہ لوگ اب بھی میدان سے نہ ٹلے یہاں تک کہ تمام رؤسا ان کے قتل ہو گئے اور چند لوگوں کے سوا کوئی نہ بچا۔

۱۱۔ اہلِ شام نے صابروں کی اس جماعت کو قتل کرکے پھینک دیا ان کا حال یہ تھا کہ شمال و جنوب کی ہوائیں ان کی لاشوں سے گذر رہی تھیں۔

۱۲۔ ان کا رئیس سلیمان بن صرد خزاعی کشتوں میں اس طرح پڑا تھا جیسے اس نے کبھی شمشیر زنی کی نہ تھی اور نہ کبھی وہ میدان میں لڑا تھا۔

۱۳-۱۴-۱۵۔ یہی حال تھا بنی شمخ کے رئیس مسیب اور قوم شنوۂ کے شہسوار (عبداللہ بن سعد) اور تیمی (عبداللہ بن وال) کا جو صاحب لشکر تھا۔ عمر بن بشیر، ولید، خالد زید بن بکر، حلیس بن غالب اور ہمدانی کے اس رئیس کا جو پہاڑوں پر حملہ کرتا تھا۔ حملہ کرنے کے بعد کبھی رکتا نہ تھا اور وہ نہایت ستودہ صفات تھا۔

۱۶۔ ہر قوم کا سردار جو عالی خاندان تھا جو اوج شرف پر ستارے کی طرح تاباں و درخشاں تھا اس معرکہ میں قتل ہو گیا۔

۱۷۔ یہ مرنے والے اس بات سے کسی طرح باز نہ آئے کہ تلوار کا ایسا وار کریں جس سے دشمنوں کے سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور برچھی ماریں تو ایسی جس کا زخم کاری ہو۔

۱۸۔ انہیں مرنے والوں میں سعید بھی تھا جس نے عامر کو قتل کیا جو اس حملہ آور شیر سے جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہتا ہو بڑھ کر دلیر تھا۔

۱۹۔ اے اہلِ عراق کے لشکر جرار خدا تمہیں کالے کالے برسنے والے ابر رحمت سے سیراب کرے۔

۲۰۔ ہمارے شہسوار اور ہمارے مددگار ایسے وقت میں ہم سے دُور نہ ہوں جب شمشیر زنی کا یہ انجام ہو کہ مستورات کے پازیبوں پر نامحرموں کی نگاہ پڑے۔

۲۱۔ یہ قتل ہو گئے تو کیا ہوا قتل تو بہترین موت ہے۔ ہر ایک انسان ایک نہ ایک دن کسی تفرقہ انداز موت کا شکار ہو گا۔

۲۲۔ لیکن یہ لوگ یوں نہیں قتل ہوئے یہ ایک ایسی جماعت کو برانگیختہ کر گئے ہیں جو آفتاب کی حدت اور نور کی سی تجلی رکھتی ہو۔ سلیمان اور ان کے ساتھی جنگ عین الوردہ میں ربیع الثانی میں شہید ہوئے۔ اسی سال مروان بن حکم نے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور شام کو ان کی بیعت کا حکم دیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولی عہدی

عمرو بن سعید بن عاص اشدق مصعب بن زبیر کو جسے اس کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے فلسطین کی طرف بھیجا تھا، شکست دیکر دمشق آگیا۔ اب تمام شام اور مصر پر مروان لعنۃ اللہ کی حکومت تھی۔ مروان کو معلوم ہوا کہ عمر کہتا ہے کہ مروان کے

بعد وہ امیر المومنین بنے گا۔ نیز وہ اس کا بھی مدعی ہے کہ مروان نے خود اس سے یہ وعدہ کیا ہے مروان نے اس اطلاع کے بعد حسان بن مالک بن بحدل کو اپنے پاس بلایا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنا دوں اور اس کے لیے سب سے بیعت لے لوں ۔ اس کے ساتھ اس نے عمرو بن سعید کے خیال سے بھی آگاہ کر دیا۔ حسان نے کہا کہ آپ عمرو کی فکر نہ کیجیے میں اس سے سمجھ لوں گا۔ چنانچہ جب ایک شام کو سب لوگ مروان کے پاس جمع ہوئے تو ابن بحدل نے کھڑے ہو کر کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کی بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ آپ سب لوگ کھڑے ہوں اور "امیر المومنین" کے بعد عبدالملک اور عبدالعزیز کے لیے بیعت کریں۔ بلا استثناء سب لوگوں نے ان دونوں کی بیعت کر لی۔ اس سال ابتدائے ماہ رمضان میں مروان مر گیا۔

خالد بن یزید کی اہانت

جب معاویہ بن یزید ابو لیلیٰ کا وقت قریب آیا تو اس نے اسے اپنا جانشین مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن بحدل کا خیال تھا کہ معاویہ کے بعد خالد کو خلیفہ بنائے مگر وہ کمسن تھا اور یہ حسان بن مالک بن بحدل یزید کا ماموں تھا۔ اس وقت تو اس نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن نیت یہ رکھی کہ مروان کے مرنے کے بعد وہ خالد کو خلیفہ بنائے گا۔ مگر جب مروان کے ہاتھ پر اس نے اور تمام اہل شام نے بیعت کر لی تو کسی نے مروان کو یہ رائے دی کہ خالد کی ماں سے شادی کر لو (خالد کی ماں ابو ہاشم بن عقبہ کی پوتی تھی) تاکہ اس طرح خالد کی شان کم ہو جائے اور وہ خلافت کا مدعی نہ رہے۔ مروان نے اس تجویز پر عمل کر لیا۔ ایک دن خالد مروان سے ملنے آیا جبکہ مروان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے اور وہ دونوں صفوں کے درمیان ٹہل رہا تھا۔ خالد کو دیکھ کر مروان نے کہا بخدا یہ تو احمق ہے۔ اے تر دُبر والی عورت کے بیٹے آ جاؤ۔ اس حملہ سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل شام کی نظروں میں خالد بے وقعت ہو جائے۔

مروان کی ہلاکت

خالد نے یہ قصہ اپنی ماں کو سنایا تو اس نے کہا خبردار اس واقعہ کو کسی اور سے بیان نہ کرنا تم چپ رہو میں اس کو سمجھ لوں گی۔ جب مروان اس کے پاس آیا تو مروان نے کہا کیا خالد نے میرے بارے میں کوئی بات تم سے کہی ہے اس نے کہا۔ بھلا خالد آپ کے متعلق کوئی بات کہہ سکتا ہے وہ تو آپ کی اتنی تعظیم کرتا ہے۔ اس کو اس کی جرأت ہی کہاں کہ وہ کوئی بات آپ کے متعلق کہے، مروان نے اس کے بیان کو سچا سمجھا اور کچھ وقت کے لیے وہ خاموش رہی۔ ایک دفعہ مروان اس کے پاس سویا تو اس نے بہت سے گدے اس پر چن دیئے اور راس طرح دبا کر اس کو مار ڈالا۔ مروان تریسٹھ سال کی عمر میں دمشق میں ہلاک ہوا بعض اکسٹھ سال بھی کہتے ہیں۔

باب ۱۵

مختار بن ابی عبید ثقفی ۶۶ھ کے واقعات

گورنر کوفہ عبید اللہ بن مطیع کا اخراج

اسی سال ۶۶ھ میں مختار بن ابو عبید نے حضرت امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کوفہ میں خروج کیا اور ابنِ زبیر کے عامل عبد اللہ بن مطیع کو (جو عبد اللہ بن یزید کی معزولی کے بعد عامل مقرر ہوا تھا) کوفہ سے نکال باہر کیا۔

مختار کا خط توابین کے نام

جب سلیمان بن صرد کے ہمراہی (جو جنگ عین الوردہ سے بچ نکلے تھے) کوفہ میں واپس آئے تو مختار نے انہیں یہ خط لکھا۔ اما بعد۔ چونکہ تم نے ظالموں سے علیحدگی اختیار کی اور ان سے جہاد کیا اس لیے اللہ تم کو اس کا بڑا اجر دے گا اور گناہوں کے بوجھ کو اتار دے گا۔ اگر تم نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا کسی گھاٹی پر چڑھے یا کوئی قدم اٹھایا تو اس کے عوض میں اللہ نے تمہارا ایک درجہ آخرت میں بلند کر دیا۔ اس کے صلہ میں ایسی نیکیاں تمہارے نام لکھیں کہ جن کو صرف خدا ہی شمار کر سکتا ہے اگر میں خروج کر کے تمہارے پاس آؤں تو اللہ کی عنایت سے ہر سمت سے تمہارے دشمن کے لیے تلوار نیام سے نکالوں گا اور ان کے پرخچے اڑا دوں گا۔ جو تم سے قریب ہوں اور اس تجویز پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہوں اللہ انہیں اپنے سے نزدیک کرے۔ جو اس کے قبول کرنے سے انکار کریں اللہ انہیں دور رکھے، اے اہلِ ہدایت تم پر سلام ہو۔"

توابین کی اطاعت

سیحان بن عمرو اس خط کو اپنی ٹوپی کے استر اور ابرے کے درمیان چھپا کر رفاعہ بن شداد مثنیٰ عبدی سعد بن حذیفہ، یزید بن انس، احمر بن شمیط، عبد اللہ بن شداد البجلی اور عبد اللہ بن کامل کے پاس لایا اور ان سب کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ اس جماعت نے ابنِ کامل کو اپنا قائمقام بنا کر مختار کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہم آپ کی دعوت قبول کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں جس طرح آپ چاہیں ہم سے کام لیں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو ہم آپ کو قید سے نکال لائیں۔

مختار کا خط عبداللہ بن عمر کے نام

کامل قید خانہ میں آکر مختار سے ملا جو پیام لایا تھا وہ اسے سنا دیا۔ شیعوں کے اس ارادے سے مختار بہت خوش ہوا اور انہیں کہلا بھیجا وہ مجھے چھڑانے نہ آئیں بلکہ میں خود ہی صبح یا شام یہاں سے نکل آؤں گا۔ مختار نے زربی نام غلام کو عبداللہ بن عمر کے پاس یہ خط دیکر بھیجا۔ "امابعد۔ مجھے بلا وجہ قید کر دیا گیا ہے۔ والیوں نے جھوٹے الزام مجھ پر لگائے ہیں۔ آپ مہربانی کر کے ان دونوں ظالموں (عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ) کے نام میری سفارش کا ایک خط لکھ دیں ممکن ہے۔ اللہ آپ کی برکت سے مجھے ان کے پنجے سے رہائی دے۔ والسلام علیک"۔

عبداللہ بن عمر کی سفارش

امابعد تم کو معلوم ہے کہ مختار بن ابو عبید میرے سسرالی رشتہ دار ہیں اور میرے تم دونوں سے جو دوستانہ مراسم ہیں۔ ان سے بھی تم واقف ہو اسی لیے میں تم کو اپنی اس دوستی کے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے اس خط کو دیکھتے ہی مختار کو چھوڑ دو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

مختار ثقفی کی رہائی

جب عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس عبداللہ بن عمر کا یہ خط پہنچا تو انہوں نے مختار کو بلا کر کہا "تم اپنا ضامن پیش کرو"۔ مختار کے بہت سے طرفدار اس کے پاس آئے لیکن یزید بن حارث بن یزید بن رویم نے عبداللہ بن یزید سے کہا کہ "ان سب کی ضمانت سے کیا فائدہ ان میں سے جو دس مشہور اشخاص ہوں صرف ان کی ضمانت لے لو"۔ عبداللہ نے اس تجویز پر عمل کیا اور جب ان کی ضمانت لے لی تو دونوں نے مختار کو بلا کر کہا "خدا کے سامنے قسم کھاؤ کہ جب تک ہم دونوں برسر اقتدار ہیں۔ ہمارے خلاف کوئی سازش یا بغاوت نہیں کرو گے اور اگر تم اس عہد کی خلاف ورزی کرو گے تو تم کو ایک ہزار جانور کفارہ یمین کے لیے کعبہ کے دروازے پر ذبح کرنے پڑیں گے۔ تمہارے تمام لونڈی اور غلام آزاد ہو جائیں گے"۔ مختار نے یہ قسم کھالی۔ ان کو رہائی مل گئی اور وہ اپنے گھر واپس آ گئے۔

مختار کی جماعت میں اضافہ

قید سے رہائی کے بعد جب مختار نے اپنے مکان میں سکونت اختیار کر لی تو شیعہ ان کے پاس آئے اور سب نے انہیں اپنا امیر بنا لیا جس وقت وہ قید تھے۔ تب بھی یہ پانچ آدمی ان کے لیے لوگوں سے بیعت لیتے رہے تھے۔ سائب بن مالک اشعری، یزید بن انس، احمد بن شمیط، رفاعہ بن شداد فتیانی اور عبداللہ بن شداد حبشی روز بروز ان کے طرفداروں میں اضافہ اور انکی تحریک کو قوت پہنچتی رہی۔

عبداللہ بن مطیع کا کوفہ کی گورنری پر تقرر

اس اثنا میں ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو علیحدہ کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع کو کوفہ بھیج دیا۔ جمعرات کے دن ماہ رمضان ۶۵ھ کے ختم ہونے میں پانچ راتیں باقی تھیں کہ عبداللہ بن مطیع کوفہ میں آیا اس نے عبداللہ

بن یزید سے کہا اگر تم پسند کرو تو یہاں میرے پاس رہو میں ہر طرح تمہاری خاطر و مدارت کروں گا اور چاہو تو "امیرالمومنین" (ابنِ زبیر) کے پاس چلے جاؤ۔ کیونکہ تم نے ان کے ساتھ اور ان کی مسلم آبادی کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ ابراہیم سے کہا کہ تم امیرالمومنین" کے پاس چلے جاؤ۔ ابراہیم مکہ آگیا چونکہ اس کے عہد میں مالگذاری میں کمی واقع ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کے متعلق اس سے باز پُرس کی گئی تو اس نے فتنہ و فساد کو اس کمی کا باعث بتایا۔ ابنِ زبیر نے مزید اس سے پوچھ گچھ نہ کی۔

ابنِ مطیع کا اہلِ کوفہ کو خطاب

ابنِ مطیع نے کوفہ میں اپنی دونوں ذمہ داریوں کا جائزہ لیا۔ یہی نماز پڑھاتا تھا اور مال گذاری کا بھی افسر تھا اس نے ایاس بن مضارب عجلی کو اپنی فوج خاص کا افسر مقرر کیا اور حکم دیا کہ سب سے اچھا سلوک کرتا۔ البتہ مشتبہ اشخاص پر سختی کرنا۔ ھبیرہ بن عبداللہ ازدی جس نے یہ زمانہ پایا اور وہ مصعب بن زبیر کے قتل کے وقت بھی موجود تھا۔ راوی ہے کہ جب عبداللہ بن مطیع مسجد کوفہ میں آیا تو میں وہاں موجود تھا۔ اس نے منبر پر جاکر حمد و ثنا کے بعد کہا "امیرالمومنین" عبداللہ بن زبیر نے مجھے تمہارے شہر اور علاقے کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ مالگذاری وصول کروں اور یہاں کے اخراجات کے بعد جو روپیہ بچے وہ تمہاری مرضی کے بغیر دوسری جگہ منتقل نہ کروں۔ حضرت عمر نے بھی مرتے وقت یہی وصیت کی تھی اور اسی پر حضرتِ عثمان نے عمل کیا تھا۔ اللہ سے ڈرو۔ صراطِ مستقیم پر عمل کرتے رہا ہو۔ اختلافات پیدا نہ کرو۔ احمقوں کے ہاتھوں میں اپنے کو نہ دو۔ اگر تم نے میرے کہنے کو نہ مانا تو پھر مجھے موردِ الزام نہ ٹھہرانا بلکہ اپنے ہی کو برا بھلا کہنا۔ ایسی صورت میں بخدا میں مجرم کو سخت سزا دوں گا۔ اور مشتبہ اشخاص کو سیدھا کردوں گا۔"

سائب بن مالک اشعری کی تقریر

اس تقریر کے بعد سائب اشعری نے کھڑے ہو کر کہا ابنِ زبیر نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ہماری فاضل آمدنی کو ہماری مرضی کے بغیر کہیں اور منتقل نہیں کرو گے تو ہم علی رؤسی الاشہاد کہتے ہیں کہ ہماری فاضل آمدنی کہیں اور نہ بھیجی جائے بلکہ اس کو ہم میں تقسیم کیا جائے اور ہمارے ساتھ حضرت علیؑ کا سا طرزِ عمل اختیار کیا جائے۔ ہم حضرت عثمان کے طرزِ عمل کو اپنی جان و مال کے لیے پسند نہیں کرتے کیونکہ اس کی بنیاد ترجیح اور اغراض نفسانی پر تھی اسی طرح ہم اپنے مال کے متعلق حضرتِ عمر کے طرزِ عمل کو نہیں پسند کرتے اگرچہ ان کا طرز باقی دونوں مذکور الصدر طریقِ حکومت سے ہمارے لیے نقصان میں کم اور خلقِ خدا کے لیے فائدہ میں کم نہ تھا۔

یزید بن انس کی تائید

یزید بن انس نے کہا "سائب بن مالک نے بالکل واجبی بات کہی ہے ہماری رائے ان کے ساتھ ہے۔" ابن مطیع نے کہا میں تم پر ہر اس طرزِ عمل سے حکومت کروں گا جسے تم پسند کرو گے اس کے بعد وہ منبر سے اتر آیا۔ یزید بن انس اسدی نے سائب سے کہا تم نے خوب کیا کہ اس کی

ساری شیخی خاک میں ملادی اللہ مسلمانوں کے لیے تمہاری عمر دراز کرے۔ بخدا میں خود چاہتا تھا کہ کھڑے ہو کر وہی بات کہوں جو تم نے کہی۔ اور یہ بھی اچھا ہوا اگر کسی اپنے کوفہ والے نے اس کی تردید نہیں کی جسے ہماری جماعت شیعہ سے تعلق نہ ہو۔

مختار کی شکایت ان کی طلبی اور معذرت

ایاس بن مضارب نے ابن مطیع سے شکایت کی کہ مختار کی جانب سے خطرہ ہے اس کو قید کر لو مجھے معلوم ہوا ہے اس کی تحریک مکمل ہو چکی ہے۔ وہ کسی وقت کوفہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ ابن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور حسین بن رہمی کو مختار کے پاس بلانے کو بھیجا وہ جانے کے لیے تیار ہوئے تو قدامہ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) "اور جب ان لوگوں نے جنہوں نے خدا کی ہستی سے انکار کیا تھا تیرے ساتھ چال چلی کہ وہ تجھے روک لیں یا قتل کریں یا شہر سے نکال دیں وہ اپنی چال چلتے ہیں اور خدا اپنے طرز پر عمل کرتا ہے اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے"۔ یہ سن کر مختار تاڑ گئے اور کہا مجھ پر لحاف ڈالو مجھے شدید لرزا ہے۔ دونوں سے کہا "میری حالت آپ نے دیکھی ہے۔ ابن مطیع سے معذرت کر دیں" چنانچہ انہوں نے ابن مطیع سے ان کی بیماری کا حال بیان کیا اور اس نے ان کی بات کو باور کر لیا اور اسے معذور سمجھا مختار نے اپنے طرفداروں کو بلانا شروع کیا اور اپنے ارد گرد کے مکانوں میں انہیں جمع کرتے رہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ محرم ہی میں کوفہ پر قبضہ کیا جائے۔

عبدالرحمن بن شریح کی تقریر

مختار کے طرفداروں میں سے بنی شبام کا ایک معزز شخص عبدالرحمن بن شریح سعید بن منقذ ثوری رسعر حنفی، اسود کندی اور قدامہ جشمی سے آکر ملا یہ سب لوگ رسعر حنفی کے مکان میں جمع تھے۔ عبدالرحمن نے حمد و ثنا کے بعد ان سے کہا مختار ہمیں لے کر خروج کرنا چاہتے ہیں، ہم نے ان کی بیعت تو کر لی ہے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ واقعاً ابن حنفیہ نے انہیں ہمارے پاس بھیجا ہے یا نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم سب ابن حنفیہ کے پاس چلیں اور انہیں مختار کی دعوت سے آگاہ کریں اب اگر وہ ہمیں مختار کی متابعت کی اجازت دیں تو ان کی متابعت کریں گے ورنہ نہیں۔ بخدا دین کی سلامتی ہمارے لیے دنیا کے ہر فائدہ سے زیادہ قابل پذیرائی ہے"۔ سب نے کہا آپ کی رائے بالکل درست ہے۔ جب چاہو ہمیں لے کر ابن حنفیہ کے پاس چلو۔ انہیں دنوں میں یہ سب لوگ ابن حنفیہ سے ملنے گئے۔ عبدالرحمن ان کے قائد تھے۔ ابن حنفیہ نے ان سے کوفہ کی حالت دریافت کی۔ انہوں نے ساری کیفیت سنائی۔ پھر اسود کندی کہتا ہے کہ ہم نے ان سے عرض کی ہمیں آپ سے ایک بات کہنا ہے انہوں نے کہا علانیہ یا علیحدگی میں۔ ہم نے کہا نہیں علیحدگی میں۔ وہ کہنے لگے۔ پھر ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جانب اُٹھ آئے اور انہوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا اور ہم ان کے پاس گئے۔

عبدالرحمن کی ابنِ حنفیہ سے گفتگو

عبدالرحمن نے گفتگو شروع کی۔ حمد و ثنا کے بعد کہا۔ آپ ایسے اہلِ بیت ہیں جنہیں اللہ نے فضیلت اور شرفِ نبوت سے سرفراز کیا۔ اور اس امت پر آپ کا بڑا حق ہے۔ جس سے صرف بے عقل اور بدنصیب ہی انکار کر سکتے ہیں۔ حضرت حسینؑ کی شہادت سے جو مصیبت آپ لوگوں کو اٹھانا پڑی اس کا آپ سے ایک خاص تعلق ہے اگرچہ باقی مسلمانوں کو بھی اس حادثہ کا صدمہ ہے۔ مختار بن ابو عبید ہمارے پاس آئے ہیں اور وہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ آپ لوگوں کی جانب سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے کتاب اللہ و کتابِ الرسولؐ، اہلِ بیتؑ کے خون کا بدلہ لینے اور ضعیف و کمزوروں کی حمایت کرنے کی ہمیں دعوت دی ہے۔ ہم نے ان سب باتوں کے لیے ان کی بیعت کر لی ہے مگر اب ہم نے مناسب سمجھا کہ ان باتوں کا آپ سے ذکر کریں۔ اگر آپ ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیں تو ہم ان کی اتباع کریں گے اور اگر آپ منع کر دیں تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

محمد بن حنفیہ کا خطبہ

اس کے بعد ہم نے فرداً فرداً اسی طرح کی تقریر کی وہ ہم سب کی باتوں کو سنتے رہے جب ہم سب کہہ چکے تو انہوں نے اللہ کی حمد اور رسول اللہؐ کی ثنا کے بعد کہا "آپ نے ہمارے متعلق کہا ہے کہ ہمیں اللہ نے اپنے فضل خاص سے مشرف فرمایا ہے" تو بیشک اللہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔" اس فضل پر اس کا شکر واجب ہے۔ آپ نے حسینؑ کی شہادت کی مصیبت کا کا ذکر کیا ہے یہ ایک ایسا سفاکانہ قتلِ عام تھا جو ان کی تقدیر میں تحریر تھا اور ایسی کرامت تھی جو اللہ نے بعض لوگوں کے مراتب کے اضافے اور بعض کے مراتب کی کمی کے لیے انہیں عطا کی (اللہ کا حکم پورا ہوا اور اللہ کا حکم پہلے سے مقرر ہو چکا تھا) آپ نے ہمارے خون کا بدلہ لینے والوں کا ذکر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کسی ذریعے سے چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ اس کے بعد میں اپنے اور آپ کے لیے اللہ سے طلبِ مغفرت چاہتا ہوں"۔ ہم ان کے پاس سے چلے آئے اور ہم نے کہا کہ ان کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے ہمیں مختار کی متابعت کی اجازت دی ہے کیونکہ اگر وہ اسے برا سمجھتے تو ہمیں منع کر دیتے۔

مختار کے حق میں وفد کی تصدیق

ایک ماہ سے کچھ زیادہ مدت اسی تعطل میں گذری اس کے بعد یہ وفد سیدھا مختار کے گھر پہنچا اور ان سے کہا کہ ہمیں آپ کی مدد کرنے کا حکم مل گیا ہے۔ مختار نے تکبیر کہی اور کہا کہ میں ابو اسحاق ہوں۔ تمام شیعوں کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ قریب کے تمام شیعہ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ مختار نے کہا اے جماعتِ شیعہ تمہارے بعض لوگوں نے میری دعوت کی تصدیق کرنا چاہی اور وہ رہبرِ ہدایت ابنِ حنفیہ کے پاس گئے جو اس علی المرتضیٰؑ کے بیٹے ہیں جو نبی مجتبیٰؐ کے علاوہ سب سے بہتر تھے انہوں نے ان سے میری دعوت کی تصدیق چاہی تو انہوں نے انہیں بتایا کہ میں ان کا مددگار و ناصر

ان کے پیغام کا قاصد اور ان کا دوست و موالی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ میری اتباع کریں اور ظالموں سے لڑنے اور اہلِ بیتِ رسولؐ کے خون کا بدلہ لینے میں میرے حکم کو بجا لائیں۔

عبدالرحمٰن بن شریح کی مختار کے حق میں تقریر

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد و ثنا کے بعد کہا "اے جماعت شیعہ ہم نے اپنے لیے خصوصی طور پر آپ سب کے لیے عمومی طور پر اس بات کو مناسب سمجھا کہ اس معاملہ میں مشورہ کریں اس وجہ سے ہم ہدایت یافتہ فرزندِ علیؑ کے پاس گئے ہم نے ان سے اپنی اس جنگ کے برحق ہونے اور مختار کی دعوت کی صداقت کو دریافت کیا تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم مختار کی دعوت کو قبول کریں اور اس کی پوری طرح امداد اور پشت پناہی کریں اس حکم کو سن کر ہم باغ باغ ہو گئے اور ہمارے سینے صاف ہو گئے اور جو شک و شبہ ہمارے دل میں اس تحریک کے متعلق تھا وہ سب اللہ نے دور کر دیا۔ اور ہم نے اپنے مشترکہ دشمن سے لڑنے کا عزم کر لیا ہے۔ جو لوگ اس وقت موجود ہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ اس بات کو ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں پہنچا دیں، نیز آپ لوگ اب تیاری کریں" اس تقریر کو ختم کرنے کے بعد عبدالرحمٰن بیٹھ گیا۔ پھر ہم میں سے ہر شخص نے فرداً فرداً یہی تقریر کی اس کا اثر یہ ہوا کہ تمام شیعہ اس تحریک میں شرکت کے لیے پوری طرح آمادہ ہو گئے۔ عامر شعبی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے اور میرے باپ نے مختار کی دعوت پر لبیک کہی۔

ابراھیم بن مالک اشتر کی سپہ سالاری کی تجویز

جب پوری تیاری ہو گئی اور خروج کا وقت قریب آ گیا تو احمر بن یزید۔ عبداللہ بن کامل اور عبداللہ بن شداد نے مختار سے کہا کہ کوفہ کے تمام اشراف آپ کے مقابلہ کے لیے ابن مطیع کے ہاں جمع ہیں۔ اگر ہم ابراہیم بن مالک اشتر کو اپنا سپہ سالار مقرر کر لیں تو چونکہ وہ جوان بہادر اور شریف زادے ہیں نیز کافی شہرت رکھتے ہیں اور معزز و کثیر خاندان کے فرد ہیں ہمیں امید ہے کہ اللہ کی مدد سے ہمیں دشمن کے خلاف بڑی قوت حاصل ہو جائے گی اور اس کی مخالفت بے ضرر ہو جائے گی۔ مختار نے کہا ان کے پاس جاؤ انہیں دعوت دو اور مطیع کرو، کہ ہمیں حسینؑ اور ان کے خون کا بدلہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ابراھیم سے وفد کی ملاقات

شعبی کہتا ہے کہ ہم لوگ ابراہیم کے پاس آئے اور میرے والد بھی اس جماعت میں شریک تھے۔ یزید بن انس نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ ہم ایک اہم بات آپ سے کہنے اور اس کی آپ کو دعوت دینے کے لیے آئے ہیں، اگر آپ اسے قبول فرمائیں گے تو آپ کے لیے بہتری ہے اور اگر قبول نہ کریں گے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا اور ہم یہ درخواست کریں گے کہ اسے آپ کسی دوسرے سے بیان نہ کریں۔ ابراہیم نے کہا میں ایسا شخص نہیں جس سے کسی بات کو بیان کرتے ہوئے کسی قسم کا اندیشہ کیا جائے یا جس کے

قرب سلطانی کا کسی کو خوف ہو وہ چھچھورے تنگ نظر ہوتے ہیں جو اس قسم کی رعائتیں ملحوظ نہیں رکھتے۔ یزید بن نس نے ان سے کہا کہ ہم آپ کو ایسی بات کی دعوت دیتے ہیں جس پر شیعوں کی جماعت نے اتفاق کرلیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ پر عمل کیا جائے۔ اہل بیت کا بدلہ لیا جائے اور کمزوروں کی حفاظت کی جائے۔

احمر بن شمیط کی ابراہیم سے گفتگو

اس کے بعد احمر بن شمیط نے تقریر کی اور کہا کہ میں آپ کا مخلص دوست ہوں آپ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے وہ ایک بہادر اور بڑے شریف سردار تھے۔ ان کی وجہ سے اگر آپ سمجھیں تو اللہ کا آپ پر حق باقی ہے جو دعوت ہم نے آپ کو دی ہے اگر آپ اسے قبول فرمالیں۔ تو آپ کو وہی مرتبہ حاصل ہو جائے گا جو آپ کے والد کو تھا اور اس طرح آپ ایک مردہ عزت کو جو آپ کے آباء نے آپ کے لیے حاصل کی تھی پھر زندہ کردیں گے۔ آپ جیسے بہادر کی ادنی کوشش اس کام کو کامیابی کی انتہائی حد تک پہنچانے کے لیے بالکل کافی ہے۔

ابراہیم بن اشتر کی رضامندی

اس تقریر کو سن کر وہ سوچنے لگے اب سب نے مل کر انہیں دعوت و ترغیب و تحریص کرنا شروع کردی تو ابراہیم نے کہا میں تمہاری اس دعوت کو یعنی حسینؑ اور ان کے اہل بیت کا بدلہ لیا جائے اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ تم اس تمام کارروائی کو میرے سپرد کردو۔ لوگوں نے کہا ہم تو اس کے لیے بالکل تیار ہیں کہ تم کو اپنا امیر بنائیں مگر اس کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ مختار ابن حنفیہ ہدایت یافتہ کی طرف سے ہمارے پاس ان کی جانب سے پیغامبر اور اس جنگ پر مامور ہوکر آئے ہیں اور ہمیں ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ابن اشتر یہ سنکر خاموش ہو رہے انہوں نے ہماری دعوت کو قبول نہ کیا۔ ہم نے مختار سے آکر سارا واقعہ بیان کردیا۔

مختار اور ابن اشتر کی ملاقات

تین دن گذر گئے تو مختار نے اپنے بعض سربرآوردہ دوستوں کو جن میں میں اور میرے باپ بھی تھے۔ اپنے پاس بلایا اور ہم سب کو لیکر روانہ ہوئے وہ ہمارے آگے کوفے کے مکانات سے یکے بعد دیگرے گذرتا جاتا تھا۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ اسی طرح چلتے چلتے ابراہیم بن اشتر کے دروازے پر ٹھہرے اور ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت لی۔ انہوں نے اجازت دی اور ہمارے لیے مسندیں بچھادیں ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ مختار خود ابراہیم کی مسند پر بیٹھ گئے۔ دکانی گفت و شنید اور لوگوں سے گواہیاں لینے کے بعد ابراہیم نے مختار کی امارت کو قبول کرلیا۔ اور اس کی بیعت کرلی پھر ابراہیم نے اپنے عزیزوں بھائیوں اور اپنے دوسرے طرفداروں کو اپنے پاس بلایا اور یہ مختار کے پاس جانے لگے۔ یحییٰ ازدی کہتا ہے کہ حمید بن مسلم اسدی ابراہیم کا دوست تھا اور اس کے پاس جایا کرتا تھا۔ نیز اس کے ہمراہ مختار کے پاس بھی جاتا تھا ابراہیم مغرب کے قریب مختار کے پاس جاتا اور تارے چھٹکنے

تک اس کے پاس رہتا پھر گھر آجاتا۔ کچھ عرصے تک یہ آپس میں اپنے معاملات پر غور کرتے رہے آخر کار انہوں نے تصفیہ کیا کہ ۱۴ ربیع الاول جمعرات کے دن خروج کریں۔ ان کے شیعہ اور دوسرے طرفداروں نے اس پر پوری آمادگی ظاہر کی۔

ایاس بن مضارب کی گشت

غروب آفتاب کے وقت ابراہیم نے آزان دی اور پھر آگے بڑھ کر ہمیں نماز پڑھائی۔ نماز مغرب کے بعد جبکہ تاریکی اچھی طرح چھا گئی ابراہیم ہمیں لے کر مختار کی طرف چلے ہم پوری طرح مسلح ہو کر مختار کی طرف چلے اس اثناء میں ایاس بن مضارب نے ابن مطیع (گورنر کوفہ) سے یہ بات کہہ دی کہ ان دو راتوں میں سے کسی رات کو مختار تم پر خروج کرنے والا ہے۔ الیاس جنگی پولیس کو لے کر گشت پر نکلا اور اس نے اپنے بیٹے راشد کو کناسہ میں بھیجا اور خود بازاروں میں گشت کرتا رہا اس نے ابن مطیع سے جا کر کہا کہ راشد کو تو میں نے کناسہ بھیج دیا ہے اب اگر آپ کوفے کے ہر بازار میں کسی بڑے سردار کو وفادار جماعت کے ساتھ بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ اس سے مختار ڈر کر خروج نہیں کریگا۔ ابن مطیع نے (مختلف سرداروں کو مختلف جگہوں پر معین کرکے) ہدایت کی کہ وہ اپنے ہم قوم لوگوں کو ہماری مخالفت سے باز رکھیں اور کسی کو اپنے حلقے سے آگے نہ آنے دیں اور جس جس حلقے پر انہیں متعین کیا جاتا ہے اس کی پوری نگرانی کریں۔ شبث بن ربعی کو سبخہ کی طرف بھیج کر کہا کہ اگر دشمن کی آواز سنو تو فوراً اس کا رخ کرنا۔

پیر کے دن یہ سردار اپنی اپنی جماعت کے ساتھ اپنے اپنے تفویض شدہ علاقے میں آگئے۔ دوسری طرف ابراہیم اشتر مغرب کے بعد مختار کے پاس آنے کے ارادے سے اپنی فرودگاہ سے روانہ ہوئے انہیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ تمام بازاروں میں فوجیں متعین ہیں۔ نیز جنگی سپاہیوں نے بڑے بازار اور قصر امارت کو گھیر رکھا ہے۔ حمید کہتا ہے منگل کی رات مغرب کے بعد میں ابراہیم کے ساتھ مختار کے گھر کی طرف روانہ ہوا ہم عمرو بن حریث کے مکان سے گذرے۔ ہماری جماعت سو افراد پر مشتمل تھی ابراہیم ہمارے سردار تھے۔ ہم زرہیں اور قبائیں پہنے ہوئے تھے۔ تلواریں ہمارے پاس تھیں۔ تلواروں کے سوا جنہیں ہم نے کندھوں پر لٹکایا ہوا تھا اور کوئی ہتھیار ہمارے پاس نہ تھا البتہ قباؤں کے نیچے ہم نے زرہیں پہنی ہوئی تھیں جب ہم سعد بن قیس کے مکان سے گذر کر اسامہ کے مکان کے قریب پہنچے تو ہم نے ابراہیم سے کہا آپ ہمیں خالد عرفطہ کے مکان سے ہو کر بنی بجیلہ کے محلہ میں سے لے چلیں وہاں پہنچ کر ہم ان کے مکانات میں سے مختار کے پاس جا نکلیں گے۔

ابراہیم کو گرفتار کرنے کا ارادہ

ابراہیم جو ایک بہادر جوان تھا اور دشمن سے مقابلہ میں بے باک تھا کہنے لگا میں عمرو بن حریث کے مکان سے قصر امارت کے پہلو میں وسط بازار میں سے گذروں گا۔ اور اس طرح اپنے دشمن کو مرعوب کروں گا اور بتاؤں گا کہ مجھے ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ اب ہم باب الفیل

پیچھے رستے سے مختار کے مکان کی طرف چلے ابراہیم دائیں سمت مڑ کر عمرو بن حریث کے مکان کی طرف چلنے لگے جب وہاں سے گذرے تو دیکھا کہ ایاس بن مضارب پولیس کے ہمراہ ہتھیار کھولے کھڑا ہے اس نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں جارہے ہو۔ ابراہیم نے جواب دیا میں ابراہیم بن اشتر ہوں۔ ابن مضارب نے کہا تمہارے ساتھ یہ جماعت کیسی ہے اور کیا ارادہ ہے بخدا تمہاری نیت بخیر معلوم نہیں ہوتی۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم ہر شام اس مقام سے گذرا کرتے ہو میں تم کو امیر کے سامنے پیش کئے بغیر نہیں جانے دوں گا ان کے سامنے چلو۔ جیسا وہ مناسب سمجھیں گے۔ تمہارے بارے میں حکم دیں گے۔

ایاس بن مضارب کا خاتمہ

ابراہیم نے کہا تم مجھے نہ روکو اور جانے دو۔ ایاس نے کہا بخدا میں ہرگز تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ ایاس کے ساتھ ایک ہمدانی ابوقطن نامی تھا جو ہر کوتوال کے ساتھ رہا کرتا تھا اسی بنا پر سب لوگ اس کی عزت وتعظیم کرتے تھے۔ یہ ابن اشتر کا دوست تھا۔ ابراہیم نے اسے اپنے پاس بلایا ابوقطن کے پاس ایک طویل نیزہ تھا وہ نیزہ لیے ان کے قریب پہنچا اور اس کا خیال تھا کہ انہوں نے مجھے اس لیے بلایا ہے میں ابن مضارب سے ان کی سفارش کروں وہ انہیں جانے دے۔ ابن اشتر نے اس نیزہ کو لے کر کہا یہ تو بہت لمبا ہے اور فوراً ہی ابن مضارب پر حملہ آور ہوئے۔ نیزہ اس کے حلقوم میں پیوست کردیا اور اسے گھوڑے سے گرا دیا اپنے ایک ہم قوم سے کہا اتر کر اس کا سر کاٹ لو۔ اس نے حکم بجا آوری کی۔ اس واقعہ سے ابن مضارب کی جماعت منتشر ہو کر ابن مطیع کے پاس آئی۔ اس نے ایاس کے بیٹے راشد کو اس کی جگہ کوتوال مقرر کردیا۔

ابراہیم اور مختار کی ملاقات

ابراہیم بدھ کی رات مختار کے پاس آئے اور کہا، اگرچہ ہم نے کل والی رات خروج کا ارادہ کرلیا تھا مگر ایک ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے آج ہی رات خروج ضروری ہوگیا ہے اس کے بعد ایاس کا واقعہ بیان کیا۔ مختار نے کہا اللہ تمہیں نیک بشارت دے یہ شگون نیک ہے اللہ نے چاہا تو یہ پہلی فتح ثابت ہوگی۔

مختار کا خروج

مختار نے سعید بن منقذ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے لکڑی کے مٹھوں میں آگ روشن کرو۔ عبداللہ بن شداد سے کہا تم ہمارا شعار بلند کرو (یا منصور امت) اور سفیان بن لیل اور قدامہ بن مالک سے کہا کہ منادی کردو یالثارات الحسین (حسین کا بدلہ لینے کون آتا ہے) پھر مختار نے اپنی زرہ اور ہتھیار منگوا کر زیب تن کئے۔

ابراہیم کی مراجعت

ابراہیم نے مختار سے کہا کہ یہ سردار جنہیں ابن مطیع نے محلوں میں مقرر کیا ہے وہ ہمارے طرفداروں کو ہمارے پاس نہیں آنے دیتے اگر میں اپنی جماعت کے ساتھ

قوم کے پاس جاؤں تو میری قوم کے وہ تمام لوگ جنہوں نے میری بیعت کی ہے میرے گرد جمع ہو جائیں گے انہیں لے کر میں کوفہ کے اطراف میں چلا جاؤں گا اور پھر ہم اپنا شعار بلند کریں گے۔ اور جو میرے پاس آنا چاہے گا وہ میرے پاس آجائے گا۔ اور جس سے ہو سکے گا وہ آپ کے پاس چلا جائے گا جو آپ کے پاس آئے اسے آپ اپنے اور طرفداروں کے ساتھ روک لینا تاکہ اگر ہمارے مقررہ وقت سے پہلے آپ پر حملہ ہو جائے تو آپ کے پاس ایسی جماعت ہو جس سے دشمن کا مقابلہ کیا جائے اور اگر میں اپنی کارروائی سے فارغ ہو گیا تو سوار اور پیدل لے کر فوراً آپ کے پاس آجاؤں گا۔ مختار نے کہا تم فوراً جاؤ مگر دشمن کے سردار کے پاس لڑنے نہ جانا بلکہ جب تک جنگ سے بچ سکو بچنا میری اس نصیحت کو یاد رکھنا کہ جب تک جنگ کی ابتداء حریف مقابل کی طرف سے نہ ہو تم پیش قدمی نہ کرنا۔

زحر بن قیس کا ابراہیم پر حملہ

ابراہیم اپنے اس دستے کے ساتھ جنہیں لے کر آئے تھے مختار سے رخصت ہو کر اپنی قوم کے پاس آئے جن لوگوں نے ان کی بیعت کی تھی اور ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ان میں سے اکثر نے ایفائے عہد کیا یہ ان سب کو لے کر کوفہ کی گلیوں میں رات گئے تک چلتے رہے کیونکہ وہ ان راستوں سے بچ رہے تھے جو ان احاطوں کو جاتے تھے جہاں ابن مطیع نے اپنے سردار متعین کر دیئے تھے۔ اسی طرح وہ شاہراہوں کے ناکوں سے بھی بچتے جاتے تھے۔ چلتے چلتے جب یہ مسجد سکون کے پاس پہنچے تو زحر بن قیس کے رسالے کا ایک دستہ جس کا کوئی قائد اور امیر نہیں تھا نے ابراہیم کی جماعت پر حملہ کر دیا ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے بھی ان پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا۔ یہ شکست خوردہ جماعت محلہ کندی پہنچی تو ابراہیم نے دریافت کیا کہ کندہ کے احاطہ میں کون رسالدار ہے قبل اس کے کہ کوئی جواب اس کا انہیں معلوم ہو انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت حملہ کر دیا۔ ابراہیم کہتے جاتے تھے۔ اے خداوندا تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبیؐ کے خاندان کی حمایت میں کھڑے ہوئے ہیں اور ہمیں دشمن پر فتح دے اور ہماری اس تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچا جب ابراہیم دشمن کے رسالہ تک جا پہنچے اور انہیں مار بھگایا تو ان سے کہا گیا کہ اس رسالہ کے سردار زحر بن قیس ہے یہ سن کر ابراہیم نے مراجعت کا حکم دیا۔

ابراہیم کا احاطہ اثیر میں قیام

ابراہیم اثیر کے احاطہ میں پہنچے وہاں کچھ دیر تک ٹھہرے رہے۔ ان کے ساتھیوں نے اپنا شعار بلند کیا سوید بن عبداللہ کو معلوم ہوا کہ یہ گروہ اثیر کے احاطہ میں موجود ہے تو اس نے اس توقع پر کہ میں اچانک حملہ کر کے اس جماعت کو تباہ کر دوں گا اور اس طرح ابن مطیع کے دل میں گھر کر لوں گا۔ ابراہیم اور ان کی جماعت پر بے خبری میں حملہ کر دیا۔

سعید کا ابراہیم پر حملہ ابراہیم نے اس حالت کو محسوس کر کے اپنی جماعت سے کہا اللہ کے سپاہیو کود پڑو ان فاسقوں کے مقابلہ میں جنہوں نے اہل بیت رسولؐ کے خون بہائے ہیں تم اس بات کے زیادہ سزاوار ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے اس حکم پر سب کود پڑے ابراہیم نے دشمن پر حملہ کیا اور انہیں اسقدر مارا کہ انہیں میدان سے بھاگنا پڑا ابراہیم اس طرح شکست دیتے رہے یہاں تک کہ وہ کناسہ میں گھس گئے ابراہیم کے ساتھی کہنے لگے۔ آپ ان کا تعاقب کریں۔ اب وہ مرعوب ہو گئے ہیں اس موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے کیونکہ اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ ہماری اس کارروائی کا مقصد کیا ہے۔ خدا ان کی دعوت اور مقصد سے بھی واقف ہے۔

ابراہیم نے ان کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور کہا۔ پہلے ہمیں اپنے امیر کے پاس چلنا چاہیئے تاکہ ہماری غیبت سے ان کو جو پریشانی ہوگی وہ دور ہو اور ہمیں ان کی حالت سے اور انہیں ہماری کارروائی سے واقفیت ہو اس طرح ان کی اور ان کے دوستوں کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ نیز باہمی مشورہ سے کوئی عمدہ طرز عمل پیدا ہوگا اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ ان پر یورش ہو گئی ہوگی۔

ابراہیم کی پیش قدمی ابراہیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ مسجد اشعث کے پاس تھوڑی دیر رکے اور وہاں سے چل کر مختار کے مکان پر آئے تو دیکھا کہ وہاں شور و غوغا بپا ہے۔ اور جنگ ہو رہی ہے۔ شبث بن ربعی سبخہ کی جانب سے مختار پر حملہ آور ہوا مختار نے یزید بن انس کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا اور حجاز بن ابجز بجلی بڑھا تو مختار نے احمد بن شمیط کو اس کے مقابلے کا حکم دیا۔ جنگ ہو رہی تھی کہ ابراہیم قصر الامارہ کی جانب سے یہاں پہنچے جب حجاز اور اس کی فوج کو معلوم ہوا کہ ابراہیم ہماری پشت پر آ گیا ہے تو ان کے آنے سے پہلے ہی وہ متفرق ہو کر گلی کوچوں میں منتشر ہو گئے۔

شبث کا ابن مطیع کا مشورہ شبث جو یزید بن انس سے مصروف پیکار تھا قیس بن طہفہ کے ساتھ سو سوار جو مختار کے طرفدار تھے کے آ جانے سے راستہ چھوڑ کر ابن مطیع کے پاس چلا گیا اور اس سے کہا کہ آپ اپنے تمام سرداروں کو مختلف حلقوں سے بلا لیجیئے اور جب سب جمع ہو جائیں تو ایک قابل اعتماد سردار کو سپہ سالار بنا کر ان سے لڑنے کے لیے بھیجئے دشمن کی طاقت بہت زیادہ ہو گئی ہے اب مختار نے علی الاعلان خروج کر دیا ہے اور اس کی دعوت کامیاب ہو گئی ہے۔ دوسری طرف مختار کو معلوم ہوا کہ شبث نے ابن مطیع کو یہ مشورہ دیا ہے۔ وہ اپنی فوج کی ایک جماعت لے کر سبخہ پہنچا اور زائدہ کے باغ کے متصل دیر ہند کی پشت پر فروکش ہوا۔

بنو شاکر میں انتقام حسینؑ کی منادی ابو عثمان نے خروج کر کے بنو شاکر میں منادی کی یہ لوگ خروج کے لیے اپنے ایک مکان میں جمع تھے مگر کعب خثعمی چونکہ ان کے قریب

بشر کے احاطہ میں متعین تھا اس کے خوف سے یہ لوگ خروج نہ کر سکے تھے۔ کعب کو معلوم ہُوا کہ یہ خروج کرنے والے ہیں تو وہ ایک مقام سے چل کر میدان میں آیا اور ان کے گلی کوچوں کے ناکے بند کر دیئے اب ابوعثمان نے اپنی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ آکر منادی کر دی "حسینؑ کا بدلہ لینے آؤ" اے ہدایت یافتہ قبیلے امیر وزیر آلِ محمدؐ نے خروج کر دیا ہے وہ دیر ہند میں فروکش ہیں انہوں نے اس امر کی بشارت دینے اور تمہیں دعوت دینے کے لئے مجھے بھیجا ہے اللہ تم پر رحم کرے خروج کرو۔

بنو شاکر کا خروج

یہ سنتے ہی بنی شاکر "حسینؑ کا بدلہ لینے" کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور کعب بن ابی کعب سے لپٹ گئے پھر کعب کی فوج نے انہیں راستہ دے دیا اور وہ مختار کے پاس آکر اس کی چھاؤنی میں فروکش ہو گئے۔ عبداللہ بن قراد خثعمی نے قبیلہ خثعم کے قریباً دو سو افراد کے ساتھ خروج کر کے مختار کے پڑاؤ میں پہنچ گئے۔ کعب نے اس کی مزاحمت بھی کرنا چاہی مگر پھر یہ معلوم کر کے کہ یہ اس کے قبیلے والے ہیں بغیر لڑے انہیں راستہ دے دیا۔

بنی شبام کا خروج

بنی شبام آخر شب میں جنگ کے لیے نکلے اور مراد کے احاطہ میں آکر جمع ہو گئے اور یہ گروہ بھی مختار سے آملا بارہ ہزار افراد میں سے جنہوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، تین ہزار آٹھ سو آدمی طلوعِ فجر سے پہلے مختار کے پاس جمع ہو گئے اور اس نے ان کی ترتیب وغیرہ بھی قائم کر دی۔

والبی کا بیان

والبی کہتا ہے کہ میں حمید بن مسلم اور نعمان بن ابی جعد مختار کے خروج کی رات پہلے اس کے مکان پر آئے اور پھر اسی کے ساتھ اس کے فوجی پڑاؤ میں چلے گئے ابھی صبح بھی نمودار نہیں ہوئی تھی کہ مختار اپنی فوج کی ترتیب و آراستگی سے فارغ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اندھیرے ہی میں امامت کرائی اور ہمیں نماز صبح پڑھائی سورۂ نازعات اور عبس و تولّی کی تلاوت کی۔ ہم نے اس سے پہلے کسی پیش نماز کو اس سے زیادہ خوش لہجہ میں کلام پاک کی تلاوت کرتے نہیں سنا تھا۔

امراءِ کوفہ کا مسجدِ اعظم میں اجتماع

ابنِ مطیع نے تمام محلوں کے امراء کو حکم دیا کہ سب کے سب مسجدِ اعظم میں جمع ہوں۔ نیز یہ بھی اعلان کیا آج رات جو مسجد میں نہیں آئے گا اس کے حقوقِ حفاظت زائل ہو جائیں گے۔ اس اعلان کی وجہ سے بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ جب سب جمع ہو گئے تو ابنِ مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار فوج کے ساتھ مختار کے مقابلہ میں بھیجا اور راشد بن ایاس کو چار ہزار فوج خاص دیکر روانہ کیا۔

شبث بن ربعی

ابوسعید صیقل کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد جب مختار پلٹا تو ہم نے بنی سلیم کے محلہ اور ڈاک کی سڑک کے درمیان شور و غوغا سنا۔ مختار نے کہا کون اس کی خبر لا سکتا ہے میں نے کہا میں۔ مختار نے کہا اچھا اپنے ہتھیار اتار ڈالو اور محض تماشائیوں کی طرح ان میں جا ملو اور جو واقعہ ہو اس سے مجھے آکر آگاہ کرو میں نے جا کر

دیکھا کہ شبث بن ربعی زبردست فوج کے ساتھ موجود ہے میں تیزی کے ساتھ مختار کے پاس آیا شبث اور اس کا فوج کی اطلاع مختار کو دی اسی وقت سعر بن ابی سعر حنفی گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے مختار کی بیعت کی

ابراہیم اور نعیم بن ہبیرہ کی روانگی

مختار نے ابراہیم کو نو سو سواروں یا چھ سو سواروں اور چھ سو پیادوں کے ساتھ راشد بن ایاس کے مقابلہ پر بھیجا۔ نعیم کو تین سو اور چھ سو پیادوں کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ جب دشمن سے آمنا سامنا ہو تو دونوں پیدل سپاہ میں گھوڑے سے اتر کر جاتے ہی اپنے کام سے فراغت پانا خود ہی بڑھ کر حملہ کرنا اپنے آپ کو دشمن کا ہدف نہ بنا لینا کیونکہ اس کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بغیر غلبہ پائے مجھے اپنا منہ نہ دکھانا اور جان دے دینا۔

نعیم بن ہبیرہ کی شہادت

ابراہیم نے راشد کا رخ کیا اور نعیم شبث کی جانب بڑھا نعیم نے سعر کو اپنے رسالے پر مقرر کیا اور خود پیدل فوج میں پیادہ چل رہا تھا ہم نے انہیں اس قدر مارا کہ انہیں مکانات کے اندر دھکیل دیا اس پر شبث نے انہیں للکارا۔ اے برے حامیو! تم بالکل نکمے ہو کیا تم اپنے غلاموں سے بھاگتے ہو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت اس کے ساتھ ٹھہری رہی اور اس نے ہم پر شدید حملہ کیا نعیم لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور سعر کو قید کر لیا۔

سعر کی رہائی

سعر کو شبث نے پہچان لیا اور کہا تم بنی حنیفہ کے ہو۔ کہا ہاں۔ کہا تم نے لونڈی کے بچوں کی کیوں اتباع کی۔ اللہ تمہارا برا کرے۔ اچھا اسے چھوڑ دو۔ اب شبث کا رسالہ مختار کی فوج کی طرف بڑھا مختار کو نعیم کی شہادت کی خبر ملی جسے اس کی فوج نے اپنا بڑا نقصان محسوس کیا۔

مختار کی پیش قدمی

شبث نے آتے ہی مختار اور یزید بن انس کو گھیر لیا۔ مختار نے یزید کو اپنے رسالے کا سردار مقرر کیا اور خود پیدل فوج لیکر آگے بڑھا۔ حارث بن کعب کہتا ہے کہ شبث نے ہم پر دو حملے کئے مگر ہمارا کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔

یزید بن انس کا فوج سے خطاب

یزید نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہا اے گروہ شیعہ تم کو اب تک قتل کیا جاتا رہا ہے تمہارے ہاتھ پاؤں قطع کئے جاتے رہے ہیں تمہیں اندھا کیا گیا تمہیں کھجور کے درختوں پر سولی دی جاتی رہی یہ سب کچھ تم اپنے نبیؐ کی اہل بیت کی محبت میں برداشت کرتے رہے اور یہ بھی کہ تم اس وقت تک اپنے گھروں میں دشمن کی اطاعت میں خاموش بیٹھے رہے یاد رکھو اگر آج دشمن نے ہم پر غلبہ پالیا تو ہم میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا یہ تم سب کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیں گے تمہاری اولاد ازواج اور مال و جائداد کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کے دیکھنے سے موت بہتر ہے ان سے بچنے کی آج ایک ہی صورت ہے کہ ثابت قدم رہو۔ دشمن کی آنکھوں میں نیزے کے کاری وار لگاؤ، ان کے سروں پر پوری ضرب لگاؤ،

اب تم شدید جنگ اور حملے کے لیے تیار رہو اور جب میں اپنے پرچم کو دو مرتبہ حرکت دوں تو فوراً حملہ کر دو اس تقریر کے بعد ہم حملے کے لیے بالکل تیار ہو گئے ۔ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور اس کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

ابراہیم کا راشد پر حملہ

ابراہیم راشد کی طرف چلے محلہ مراد میں دونوں کا مقابلہ ہوا راشد کے ہمراہ چار ہزار فوج تھی اس پر ابراہیم نے کہا دشمن کی کثرت سے مرعوب نہ ہو جانا بخدا اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک آدمی دس کی نسبت زیادہ مفید ثابت ہوا۔ (ترجمہ آیت) بسا اوقات ایک چھوٹی سی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بڑی جماعت پر غالب آگئی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ابراہیم نے خزیمہ بن نصر کو حکم دیا۔ تم رسالے کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو اور خود پیدل فوج کے ساتھ پیادہ چلتا رہا اس کا پرچم مزاحم بن طفیل کے پاس تھا ابراہیم نے اس سے کہا پرچم لے کر آہستہ آہستہ چلو۔

راشد بن ایاس کا خاتمہ

دونوں فریق ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے نہایت شدید اور خونریز جنگ ہوتی رہی۔ خزیمہ نے راشد کو دیکھا اس پر حملہ کیا۔ نیزے سے اسے ہلاک کر دیا اور اعلان کیا کہ ربّ کعبہ کی قسم میں نے راشد کو قتل کر دیا۔ راشد کی سپاہ کو ہزیمت ہوئی۔ راشد کے قتل کے بعد ابراہیم اور خزیمہ مختار کے پاس پلٹ آئے جب راشد کے قتل اور اس کی فوج کی شکست کی خبر مختار کو ملی تو اس کی فوج نے خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کیا ان کے حوصلے بڑھ گئے اور ابن مطیع کی فوج کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ ابن مطیع نے دو ہزار کی فوج کے ساتھ حسان بن عبی کو مقابلہ کے لیے بھیجا لیکن اسے شکست ہوئی اور خزیمہ نے امان دے دی چونکہ یہ اس کا رشتہ دار تھا۔ ابراہیم نے امان قبول کر لی۔ حسان بن عبی کا گھوڑا منگوا کر اسے اس پر سوار کیا اور کہا اپنے گھر چلے جاؤ۔

ابراہیم کا شبث بن ربعی پر حملہ

ابراہیم مختار کے پاس آئے جبکہ انہیں اور یزید بن انس کو شبث نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ ابراہیم نے اس کے قریب پہنچتے ہی اس پہ حملہ کر دیا۔ ادھر یزید بن انس نے اپنی فوج کو حملے کا حکم دیا۔ حملہ ہوا تو دشمن پیچھے ہٹ کر کوفہ کے مضافات تک جا پہنچا ادھر خزیمہ نے یزید بن حارث پر حملہ کر کے شکست دیدی، یہ سب دشمن کوفہ کے ناکوں پہ جمع ہو گئے۔ یزید بن حارث نے ان مکانات کی چھتوں پہ جو راستوں کے ناکوں پر تھے۔ تیر اندازوں کو متعین کر دیا۔ مختار ایک جماعت کے ساتھ ان کی طرف بڑھے لیکن تیر اندازوں نے انہیں کوفہ میں داخل نہ ہونے دیا۔

عمرو بن حجاج کا ابن مطیع کو مشورہ

عمرو بن حجاج نے ابن مطیع سے کہا۔ سر پکڑ کر بیٹھ رہنے کا یہ وقت نہیں تم خود چلو، سب لوگوں کو دشمن سے مقابلہ کی دعوت دو اور خود اس سے لڑو شہر کی آبادی بہت زیادہ ہے اور صرف ایک چھوٹی سی باغی جماعت کے علاوہ کہ جنہوں نے خروج کیا ہے باقی سب آپ کے

ساتھ ہیں۔ سب سے پہلے میں ان کے مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔ ایک جماعت میرے ساتھ کیجیے۔

مختار کا جبانہ میں قیام

مختار سبخہ سے چل کر جبانہ کی پشت پر ظاہر ہوئے وہاں سے بھی اور اوپر ہٹ کر مزینہ احمس اور بارق کے مکانات کے قریب ان کی مسجد اور مکانات کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ یہاں کے رہنے والوں سے مختار کے لیے پانی پیش کیا۔ اس کی فوج نے تو پانی پیا مگر خود مختار نے نہیں پیا اس پر اس کے اصحاب نے خیال کیا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہیں

مختار کی قصر الامارہ کی طرف پیشقدمی

اس مقام کو دیکھ کر آپ نے کہا لڑنے کے لیے یہ جگہ مناسب ہے۔ مگر ابراہیم نے ان سے کہا اللہ نے دشمنوں کو شکست دی ہے اور ان کے دلوں میں ہمارا رعب بیٹھ گیا ہے تو کیا آپ یہاں قیام کریں گے؟ آپ ہمیں لے کر چلیے اب ہمیں قصر کے فتح کرنے سے کوئی طاقت روکنے والی نہیں ہے اور مجھے امید ہے ہماری کوئی زیادہ مزاحمت نہیں کی جائے گی۔ مختار نے کہا جتنے ضعفاء، کمزور یا مریض ہیں یہیں ٹھہر جائیں نیز اپنا سامان و اسباب بھی یہیں رکھ لیں۔ پھر دشمن کے مقابلے کے لیے چلیں سب نے اس تجویز پر عمل کیا۔ ابراہیم کو اپنے آگے روانہ کیا۔ اور یہاں بھی اپنی فوج کی وہی ترتیب قائم رکھی جو مقام سبخہ میں تھی۔ ابن مطیع نے عمرو بن حجاج کو دو ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ کیا یہ توریوں کی سڑک سے ان کے مقابلے کے لیے آیا لیکن مختار کے حکم سے ابراہیم نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ البتہ مختار نے یزید بن انس کو عمرو کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم کا کوفہ میں داخلہ

اور خود مختار ابراہیم کے پیچھے ہو لیا اور یہ سب کے سب دشمن کی طرف چلے۔ مختار خالد بن عبداللہ کی عیدگاہ کے قریب رک گئے اور ابراہیم کو سیدھا بڑھنے کا حکم دیا۔ ابراہیم برابر بڑھتا چلا گیا۔ شمر بن ذی الجوشن دو ہزار کی فوج کے ساتھ ابن محرز کی سڑک سے ابراہیم کے مقابلہ میں آیا۔ مختار نے سعید ہمدانی کو اس کے روکنے کے لیے بھیجا اور ابراہیم سے کہلا بھیجا کہ تم شمر کی بھی پرواہ نہ کرو بلکہ سیدھے اپنے مقصد کی طرف بڑھتے چلے جاؤ۔ یہ اسی طرح بڑھتے ہوئے شبث کی سڑک پر جا پہنچے وہاں نوفل بن مساحق پانچ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار کھڑا تھا۔ دوسری طرف ابن مطیع نے سوید بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا تھا۔ وہ لوگوں میں منادی کر دے۔ سب ابن مساحق کے پاس جمع ہوں۔ اس نے قصر الامارہ میں شبث کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور خود کناسہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔

ابراہیم کی ہدایت

جب ابراہیم اپنی جماعت کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں آئے تو انہوں نے دشمن کے قریب پہنچتے ہی اپنی فوج سے کہا کہ گھوڑوں سے نیچے اتر آؤ اور اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے کے قریب کر لو۔ اور پھر پیدل تلواریں نیام سے نکالے ہوئے چلو۔ اگر یہ کہا جائے کہ شبث بن ربعی یا عقبہ کا خاندان یا شبث

کا خاندان یا یزید بن حارث کا خاندان آتا ہے۔ یا کوفہ کے مشہور خاندانوں کے نام لیے جائیں تو اس سے تم خوفزدہ نہ ہونا یہ لوگ جب تلوار کی حرارت محسوس کریں گے تو ابن مطیع کا اس طرح ساتھ چھوڑ جائیں گے جیسے بھیڑیں بھیڑیے سے ڈر کر بھاگ جاتی ہیں۔

ابن مساحق کی شکست اور امان

ابراہیم کی فوج نے اپنے گھوڑے ایک دوسرے کے قریب کر لیے ابراہیم نے اپنا لباس سمیٹ کر لوگوں سے کہا میرا چچا اور ماموں تم پر سے فدا ہوں دشمن پر حملہ کرو۔ بہرحال لڑائی شروع ہوگئی۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ابراہیم کی فوج نے ان کو شکست دیدی۔ ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ سڑک کے ناکے پر ایک پر دوسرا گرا پڑا تھا۔ ابراہیم ابن مساحق کے پاس پہنچے اور اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی تلوار اٹھائی تو ابن مساحق نے کہا اے ابن اشتر میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کیا کسی کے بدلے مجھے قتل کرتے ہو یا کبھی میرے اور تمہارے درمیان کوئی عداوت تھی۔ ابراہیم نے اسے چھوڑ دیا اور کہا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس واقعہ کو یاد رکھنا چنانچہ وہ ہمیشہ اس کو یاد کرتا تھا اب ابراہیم کی فوج دشمن کا تعاقب کرتی ہوئی کناسہ میں در آئی یہاں تک کہ بازار اور مسجد میں داخل ہوگئی۔ ابن مطیع کا محاصرہ کر لیا، جو تین دن تک رہا۔

قصر کوفہ کا محاصرہ

ابن مطیع نے صرف تین دن حالت محاصرہ میں اپنے ساتھیوں کو کھانا دیا اس کے ساتھ اشراف کوفہ موجود تھے۔ تین دن کے بعد ابن مطیع قصر سے نکل کر آبادی سے باہر چلا گیا جب محاصرہ شدید ہوگیا تو اس معاملہ میں اشراف نے ابن مطیع سے گفتگو کی۔ شبث نے کہا اللہ امیر کو نیک ہدایت دے۔ آپ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے غور کیجئے نہ ہم آپ ہی سے بے پرواہی کر سکتے ہیں اور نہ ہی خود اپنی ذات سے۔ ابن مطیع نے کہا اچھا تو آپ لوگ مشورہ دیں شبث نے کہا۔ آپ مختار سے اپنے اور ہمارے لیے امان حاصل کریں۔ خود اور اپنے طرفداروں کو ہلاکت میں نہ ڈالئے اس نے کہا حجاز و بصرہ میں امیر المومنین ابن زبیر کی حکومت مضبوط ہے میں خود اس سے امان طلب کرنا نہیں چاہتا۔ شبث نے کہا تو بہتر ہے آپ خفیہ طور پر قصر سے نکل کر کسی ایسے شخص کے پاس چلے جائیں۔ جس پر پورا اعتماد ہو اور کوشش کریں کہ مختار کو اس جگہ کا پتہ نہ چلے اور پھر امیر المومنین کے پاس چلے جائیں ابن مطیع نے باقی اشراف سے پوچھا تو انہوں نے شبث کی رائے سے پورا اتفاق کیا۔

قصر کوفہ پر مختار کا قبضہ

ابن مطیع نے کہا کہ اچھا پھر رات ہونے دو۔ حسان بن فائد کہتا ہے کہ جب شام ہوگئی تو ابن مطیع نے ہم سب کو جمع کیا۔ حمد و ثنا کے بعد کہا جن لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم ان کی حیثیت کو جانتے ہیں سوائے ایک دو شخصوں کے باقی اراذل کمینے اور احمق ہیں آپ کے تمام اشراف اور باعزت لوگ ہمیشہ مطیع اور بہی خواہ رہے ہیں، میں یہ بات امیر المومنین سے کہوں گا، کہ آپ لوگوں نے پوری کوشش اور خلوص نیت سے ہمارا ساتھ دیا ہے مگر کیا کیا جاتا اللہ کا حکم سب پر غالب ہے۔ آپ

حضرات نے جو مجھے مشورہ دیا ہے اسے آپ جانتے ہیں میں نے اب یہ مناسب سمجھا ہے کہ ابھی ابھی قصر سے باہر چلا جاؤں۔ اس پر شبث نے کہا اللہ میر کو اس کی جزائے خیر دے۔ آپ نے ہمارے مال و متاع کو محفوظ کر دیا۔ ہمارے اشراف کی عزت افزائی کی اپنے آقا کی خیر خواہی کی اور اپنے فرض کو بخیر و خوبی انجام دیا بغیر آپ کی اجازت کے ہم بھی کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے۔ ابن مطیع نے بھی شبث کے جذبات کی تعریف کی اور کہا کہ ہر شخص کو اپنی صوابدید پر کام کرنے کا اختیار ہے ابن مطیع رومیوں کے کوچے سے ہو کر ابو موسیٰ کے مکان پر چلا آیا۔ قصر چھوڑ دیا اس کے جانے کے بعد اس کے احباب نے قصر کا دروازہ کھول دیا اور ابن اشتر سے کہا ہمیں امان دیجئے۔ ابراہیم نے سب کو امان دے دی اور انہوں نے قصر سے باہر آ کر مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مختار کا اہل کوفہ سے خطاب

مختار قصر میں آ گئے۔ یہیں انہوں نے رات بسر کی۔ صبح کے وقت تمام عمائدین شہر مسجد اعظم اور قصر الامارۃ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ مختار نے قصر سے نکل کر برسر منبر تقریر کی حمد و ثناء کے بعد کہا "تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے دوست کے لیے ہمیشہ نصرت و اعانت کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے دشمن کے لیے ذلت و ناکامی کا۔ اس کا یہ وعدہ الیسا یقینی ہے کہ گویا وہ واقع ہو چکا جس نے اس میں شک کیا وہ محروم رہا۔ تمہارے لیے ایک علم بلند کیا گیا ہے اور مقصد پیش نظر رکھا گیا۔ علم کے متعلق کہا گیا کہ اس کو بلند رکھو، نیچے نہ گرنے دو۔ غرض و غایت کے لیے کہا گیا۔ اس کے حصول کے لیے پوری کوشش کرو۔ ہم نے ایک داعی کی دعوت کو سنا اور اسے قبول کیا۔ اب دیکھئے کتنے مرد اور عورتیں مرنے والوں کی خبر مرگ دیتے ہیں وہ ہلاک ہو جس نے سرکشی روگردانی اور نافرمانی کی۔ ہمیں جھٹلایا اور ہماری دعوت سے منہ پھیر لیا۔ پس اے لوگو، آؤ ہدایت کے لیے بیعت کرو۔ اس خدا کی قسم جس نے زمین و آسمان بنائے۔ علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کی آل کی بیعت کے علاوہ اس بیعت سے جس کی میں دعوت دیتا ہوں کوئی دعوت بہتر نہیں ہے"۔

مختار ثقفی کی بیعت

یہ کہہ کر مختار منبر سے اتر آئے اور مقصورہ ہی میں چلے گئے۔ ہم اور تمام اشراف ان کے پاس آئے۔ انہوں نے بیعت کے لیے ہاتھ پھیلا دیا لوگ بڑھ کر بیعت کرنے لگے۔ مختار کہتے جاتے تھے۔ میری بیعت کرو۔ کتاب اللہ سنت رسول، اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے، ظالموں سے لڑنے اور کمزوروں کی حفاظت کرنے کے لیے نیز اس بات کے لیے کہ جس کسی سے ہم لڑیں گے تم بھی اس سے لڑو گے اور جس سے ہم صلح کریں گے تم بھی صلح کرو گے اور ہماری بیعت کو پورا کرو گے نہ ہم تم کو معاف کریں گے اور نہ تم سے معافی کے خواستگار ہوں گے۔

مختار ثقفی کا ابن مطیع سے حسن سلوک

ابن کامل نے مختار سے آکر کہا کہ ابن مطیع ابو موسیٰ کے گھر مقیم ہے مختار نے اسے کوئی جواب نہ دیا ابن کامل نے تین مرتبہ یہی کہا

اور کوئی جواب نہ پایا۔ ابن کامل کو محسوس ہوا کہ انہیں یہ بات گوارا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مختار اور ابن مطیع اس ہنگامے سے پہلے باہم مخلص دوست تھے۔ شام کو مختار نے ایک لاکھ درہم ابن مطیع کو بھیجے اور کہا کہ اس روپے سے سفر کا انتظام کرو اور چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری جائے سکونت معلوم تھی مجھے یہ خیال ہوا کہ محض رقم نہ ہونے کے باعث تم ابھی تک رکے رہے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

مختار کو کوفے کے خزانے سے نو کروڑ درہم ملے۔ اس میں سے اس نے ان لوگوں کو جو ابن مطیع کو قصر میں محصور کرتے وقت اس کے ہمراہ تھے جن کی تعداد تین ہزار اور آٹھ سو تھی۔ پانچ سو درہم فی کس کے حساب سے تقسیم کیے اور جو لوگ قصر کو محصور کرنے کے بعد اس کے علم کے نیچے آئے اور محاصرے کی تینوں راتوں میں برابر ساتھ رہے انہیں دو دو سو درہم دیئے جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔ مختار سب کے ساتھ نیکی سے پیش آئے اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کرتے۔ شرفاء کو اپنا مصاحب بناتے جو ہمہ وقت ان کے ساتھ بیٹھتے۔ عبداللہ ابن کامل شاکری کو کوتوال اور ابو عمرہ کیسان کو اپنی فوج خاص کا سردار مقرر کیا۔

قاضی شریح کی علیحدگی

جب مختار نے ظہور کیا اور اس کی طاقت جم گئی۔ ابن مطیع کو نکال باہر کیا اور اپنے عمال مقرر کیے تو صبح و شام دربارِ عام لگانے لگے پہلے پہل مقدمات کے فیصلے بھی خود کرتے تھے۔ بعد میں کہنے لگے چونکہ مجھے اور اہم امور انجام دینے ہیں اس لیے میں قضاوت نہیں کروں گا۔ لہٰذا انہوں نے شریح کو قاضی مقرر کیا۔ شریح نے چند دن اس عہدے پر کام کیا پھر شیعوں سے ڈر کر بیمار بن گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ شیعہ کہا کرتے تھے یہ عثمان کا طرفدار رہے اور اسی نے حجر بن عدی کے خلاف شہادت دی تھی۔ اس نے ہانی بن عروہ کا وہ پیغام بھی نہیں پہنچایا تھا اور اسے حضرت علیؑ نے منصبِ قضاوت سے علیحدہ کر دیا تھا۔ شریح نے جب لوگوں کو اس طرح کی چہ میگوئیاں کرتے دیکھا تو بیمار بن گیا۔ مختار نے اس کی جگہ عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود کو قاضی مقرر کیا۔ یہ بیمار ہوئے تو ان کی جگہ عبداللہ ابن مالک طائی کو قاضی بنایا گیا۔

باب ۱۶

قاتلینِ حسینؑ کا انجام

عبید اللہ ابنِ زیاد کیلئے احکامات شام میں مروان بن حکم کی حکومت جب مستحکم ہو گئی تو اس نے عبید اللہ ابنِ زیاد کی قیادت میں ایک فوج عراق کی طرف روانہ کی اسی فوج اور شیعانِ اہلِ بیت کے گروہ توابین کے درمیان عین الوردہ کے مقام پر جو جنگ ہوئی اسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ مروان نے عبید اللہ سے کہا کہ تم عراق کے اس تمام علاقے کے ہماری طرف سے حاکم ہو جس پر تسلط حاصل کر لو نیز اسے کوفے کو تین دن تک لوٹنے کا بھی حکم دیا۔

ابن سعید کی مختار سے امداد طلبی عبد الرحمٰن بن سعید بن قیس نے جو مختار کی جانب سے موصل کا حاکم تھا۔ مختار کو لکھا۔ "عبید اللہ ابن زیاد موصل کے علاقے میں داخل ہو گیا ہے اس نے اپنی پیدل اور سوار فوج میری طرف بھیجی ہے میں اس کے مقابلے سے گریز کر کے "تلویت" آ گیا ہوں اور آپ کی ہدایات کا منتظر ہوں"۔ مختار نے جواب دیا "جب تک میرا حکم تمہیں موصول نہ ہو تلوبین نہ چھوڑنا۔"

یزید ابن انس کو موصل جانے کا حکم مختار نے یزید ابن انس کو بلایا اور کہا "عبد الرحمٰن نے جو ایک سچا آدمی ہے دشمن کی پیشقدمی کی اطلاع دی ہے۔ تمہارے پاس زبردست فوجی دستہ موجود ہے تم دن رات منزلیں طے کرتے ہوئے موصل کے لیے روانہ ہو جاؤ اور اس کی سرحد میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالو۔ میں تمہاری امداد کے لیے پیدل سپاہ کے دستے یکے بعد دیگرے بھیجتا رہوں گا"۔ یزید نے کہا "مجھے تین ہزار ایسے شہسوار دیجیئے جنہیں میں خود انتخاب کروں اس کے بعد اس مہم کو آپ میرے سپرد کر دیں میں اس کی کامیابی کا ذمہ دار ہوں۔ اگر مجھے پیدل سپاہ کی ضرورت ہوئی تو میں آپ کو لکھوں گا"۔ مختار نے کہا اچھی بات "اللہ کا نام لے کر جسے چاہو منتخب کر لو"۔ یزید نے تین ہزار سواروں کا انتخاب کیا اور یہ فوج کوفہ سے روانہ ہوئی۔ مختار اور دوسرے لوگ مشایعت کے لیے "دیر ابی موسیٰ" تک اس فوج کے ہمراہ آئے۔ مختار نے اس فوج کو رخصت کرتے وقت سردار لشکر کو یہ ہدایت کی "دشمن کا سامنا ہوتے ہی حملہ کرنا۔ اگر کوئی موقع ملے تو اس سے فوراً فائدہ اٹھانا اپنے حالات سے مجھے روزانہ مطلع کرتے رہنا اگر مزید امداد کی ضرورت ہو تو مجھے فوراً لکھ دینا اور چاہے تم مدد نہ بھی طلب کرو تب بھی میں تمہیں امدادی فوج بھیج دوں گا اس سے تمہاری قوت میں اضافہ ہو گا تمہاری فوج کی ہمت بڑھے گی اور دشمن مرعوب ہوں گے"۔ یزید نے کہا "آپ کی دعا ہی ہمارے لیے سب سے بڑی مدد ہے"۔

دوسرے لوگوں نے اس سے کہا "اللہ تمہارے ساتھ ہو اور تمہاری تائید کرے اور پھر خدا حافظ کہا"۔

یزید نے مختار سے کہا "آپ میرے لیے شہادت کی دعا کیجئے اگر دشمن سے میرا مقابلہ ہوا تو چاہے مجھے فتح

حاصل نہ ہو سکے مگر شہادت سے انشاءاللہ محروم نہ رہوں گا" مختار نے عبدالرحمٰن کو لکھ بھیجا "میں یزید کو بھیج رہا ہوں اب اس تمام علاقے کی حکومت اس کے سپرد کر دو۔ وہی اب ان امور کے ذمہ دار ہیں"۔ یزید کوفہ سے روانہ ہو کر "سورا" میں رات بسر کی۔ دوسرے دن پھر کوچ کیا۔ سارا دن چل کر مدائن میں رات بسر کی۔ یہاں لوگوں نے شدت سفر کی شکایت کی تو یزید نے ایک دن اور رات وہیں قیام کیا۔ وہاں سے براستہ "جوخی" اور "راذانات" موصل کے علاقے میں "بنات تلی" میں فروکش ہوا۔ اس کی آمد اور قیام کی اطلاع عبیداللہ ابن زیاد تک پہنچی۔ اس نے فوج کی تعداد دریافت کی تو مخبروں نے بتایا کہ یہ کوفہ سے تین ہزار سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا تھا۔ عبیداللہ نے کہا "میں اس کے مقابلے میں دوگنی فوج بھیجے دیتا ہوں۔ لہٰذا اس نے ربیعہ ابن مخارق اور عبداللہ ابن حملہ کو تین تین ہزار سواروں کے ہمراہ یزید ابن انس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ ربیعہ یزید کے مقابلے میں پہلے پہنچ گیا اور "بنات تلی" میں اس کے سامنے مورچہ زن ہو گیا۔

یزید ابن انس کی علالت

ابو سعید صیقل کہتا ہے کہ یزید بیماری کی حالت میں ایک گدھے پر سوار تھے۔ لوگ ان کے آس پاس پیدل چل رہے تھے۔ کسی نے ان کے دونوں بازو پکڑ رکھے تھے اور کوئی اس کے دونوں پہلو تھامے ہوا تھا۔ یہ اپنے ہر دستہ فوج کے آس پاس آ کر ٹھہرتے اور ان سے کہتے اے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سپاہیو! ثابت قدم رہو۔ اس کا تمہیں اجر ملے گا۔ دشمن کے مقابلے میں پوری ثابت قدمی دکھاؤ۔ تمہیں فتح نصیب ہوگی۔ شیطان کے پیروؤں سے لڑو بے شک شیطان کا مکر بہت ہی کمزور ہے۔ اگر میں مارا جاؤں تو ورقہ ابن عازب، وہ مارے جائیں تو عبداللہ ابن زمرہ، اور وہ مارے جائیں تو سعد ابن ابی سعر حنفی امیر ہوں گے۔" ابن سعید کہتا ہے میں ان کے بازو اور ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ میں نے جب اس کے چہرے پر نظر کی تو محسوس ہوا کہ اس کی موت کا وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ یزید نے عبداللہ ابن زمرہ کو میمنہ، سعر کو میسرہ اور ورقہ کو تمام رسالے کا افسر مقرر کیا۔ خود سواری سے اتر کر پیدل سپاہ میں بستر پر لیٹا ہوا ساتھ ہوا اور حکم دیا "کھلے میدان میں دشمن پر حملہ کرو۔ مجھے پیدل سپاہ کے ساتھ ساتھ آگے رکھو۔ تمہارا جی چاہے تو اپنے امیر کی حمایت میں جانبازی دکھاؤ اور چاہو تو مجھے چھوڑ کر بھاگ جاؤ۔"

آغازِ جنگ

۶۶ھ ماہ ذی حجہ کے عرفہ کا دن تھا۔ ابو سعید کہتا ہے کہ ہم یزید کو لے کر دشمن کے مقابلے پر نکلے کبھی کبھی ہم ان کی پشت کو سہارا دیتے اور وہ ہم کو جنگ کے متعلق ہدایات دینے لگتے پھر شدت درد کی وجہ سے انہیں زمین پر لٹا دیا جاتا اور فوج جنگ میں مصروف ہو جاتی۔ ہمارے میسرہ نے ان کے میمنہ پر حملہ کر کے اسے شکست دی اور ان کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔

ربیعہ کا قتل

موسیٰ ابن عامر راوی ہے "ہم بڑھتے ہوئے اہل شام کے سپہ سالار ربیعہ تک پہنچ گئے۔ اس کے ساتھی اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ عبداللہ ابن ورقہ اور عبداللہ بن زمرہ نے اس پر حملہ

کرکے اسے قتل کر دیا۔" عمر وابن مالک جو شامی لشکر میں موجود تھا روایت کرتا ہے۔" ہمارے اور عراقیوں کے درمیان کچھ دن چڑھے تک شدید جنگ ہوئی۔ عراقیوں نے ہمیں شکست دی۔ ہمارے امیر کو قتل کر دیا اور ہمارے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔ ہم میدان چھوڑ کر عبداللہ ابن حملہ کے پاس پہنچے۔ پھر اس کے ہمراہ واپس آئے۔ ساری رات ہم نے پوری نگہبانی سے بسر کی۔ صبح کی نماز کے بعد میدان کارزار میں مقابلے کے لیے آئے۔ شدید جنگ کی۔ مگر پھر انہوں نے ہمیں بری طرح شکست دی۔ ہمیں قتل کیا اور ہمارے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔ اسی معرکے میں عبداللہ ابن حملہ بھی مارا گیا ہم بھاگ کر عبداللہ ابن زیاد کے پاس گئے اور اپنی سرگزشت اس سے بیان کی۔"

یزید ابن انس کی وفات

تین سو قیدی یزید کے سامنے پیش کیے گئے اس نے اشارے سے ان کے قتل کا حکم دیا اور وہ سب قتل کر دیئے گئے۔ یزید نے کہا" اگر میں وفات پا جاؤں، تو ورقہ ابن عازب امیر ہوں گے۔" اسی شام ان کی وفات ہوئی اور ورقہ نے نماز جمعہ پڑھا کر انہیں دفن کر دیا۔"

یزید کی وفات کا فوج پر گہرا اثر ہوا اور ان کے دل ٹوٹ گئے۔ عبداللہ ابن زیاد کے ہمراہ اسی ہزار شامی فوج تھی۔ لہٰذا انہوں نے سمجھا کہ ہم ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ جبکہ ہمارا امیر بھی وفات پا چکا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اس وقت ہمیں واپس چلے جانا چاہیئے۔ چنانچہ یہ لوگ واپس کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

ابراہیم بن اشتر کی روانگی

مختار کو ان کی واپسی کی اطلاع ملی تو انہوں نے ابراہیم بن اشتر کو سات ہزار فوج دے کر روانہ کیا اور حکم دیا" جب یزید کی فوج ملے تو اسے بھی اپنے ساتھ دشمن کے مقابلے پر واپس لے جانا۔ اس مجموعی طاقت کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھنا اور مقابلہ ہوتے ہی جنگ شروع کر دینا۔"

ابراہیم نے" حمام اعین" پر آکر پڑاؤ ڈالا۔ ان کا اگلا پڑاؤ " ساباط" میں تھا۔

کوفہ میں بغاوت

قاتلین امام حسینؑ جناب ابراہیم کے" ساباط" پہنچنے تک خاموش بیٹھے رہے اور پھر مختار پر چڑھ دوڑے۔ مختار نے عمر وابن توبہ کو ابراہیم کے پاس روانہ کیا اور اسے جلدی جانے کی ہدایت کی۔ ابراہیم کو حکم دیا" میرا خط دیکھتے ہی اپنی فوج کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔"

اہل کوفہ کی ناکہ بندی

اہل کوفہ نے تمام راستے مختار پر مسدود کر دیئے اور کوئی چیز حتّے کہ پانی بھی مختار اور اس کے ساتھیوں کے لیے بند کر دیا۔

مختار کا قاصد کوفہ سے روانہ ہو کر اسی دن سر شام ابراہیم کے پاس پہنچ گیا اور ابراہیم اسی وقت واپس روانہ ہو گئے۔ جب رات زیادہ بھیگ گئی تو ابراہیم تھوڑی دیر سستایا اور پھر رات ہی میں روانہ ہو گئے اور صبح کی نماز" سورا" میں پڑھی۔ پھر سارا دن چلنے کے بعد نماز عصر کوفہ کے پل کے دروازے پر ادا کی۔

یہاں پر زبردست جنگ ہوئی۔ بہت سے باغی قتل ہوئے اور بہت سوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

کوفہ پہنچ کر ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے ساری رات مسجد میں بسر کی۔

باغی قیدیوں کا انجام

پانچ سو قیدی جن کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں، مختار کے سامنے پیش کیے گئے۔ مختار نے کہا "ان میں سے جو امام حسینؑ کے قتل میں شریک ہیں مجھے بتائے جائیں" چنانچہ جس شخص کے متعلق مختار کو پتہ چلتا کہ یہ امام حسینؑ کے قتل میں شریک ہے وہ اس کے قتل کا حکم دیتے اس کے علاوہ انہوں نے اعلانِ عام کر دیا کہ آلِ نبیؐ کے قتل میں شریک ہونے والوں کے علاوہ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔

عمرو ابنِ حجّاج کی روپوشی

عمرو ابن حجاج زبیدی جو امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر 'شراف' اور 'رقصہ' کے راستے نکل کھڑا ہوا۔ پھر آج تک اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ زمین اسے کھا گئی یا آسمان نے اسے اُٹھا لیا۔

شمر ابن ذی الجوشن کا قتل

مسلم ابن عبداللہ کی روایت ہے کہ شمر دریا کے کنارے ایک ٹیلے کے پہلو میں فروکش تھا میں نیم بیدار تھا کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ میں اٹھنے ہی لگا تھا کہ وہ ٹیلے سے اتر کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیر لیا۔ ہم اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر پیدل ہی بھاگ کھڑے ہوئے وہ سب شمر پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اس وقت ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا چونکہ وہ مبروص تھا مجھے اس کی کوکھ کی سفیدی چادر میں سے نظر آ رہی تھی۔ وہ نیزے سے ان پر وار کرنے لگا اسے زرہ یا کپڑے پہننے کا بھی ان لوگوں نے موقع نہ دیا۔ ہم اسے چھوڑ کر چلتے بنے۔ میں تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ تکبیر کی آواز کے ساتھ یہ سنا۔ "خبیث قتل کر دیا گیا۔"

خولی کا قتل

مختار نے معاذ ابن ھانی اور اپنے کوتوال ابو عمرہ کو خولی بن یزید کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر قلم کیا تھا۔ ان دونوں نے اس مکان کو گھیر لیا۔ خولی ایک کوٹھی میں جا چھپا۔ معاذ نے ابو عمرہ کو اس گھر کی تلاشی کا حکم دیا۔ خولی کی بیوی باہر نکل آئی۔ انہوں نے اس سے پوچھا "تمہارا شوہر کہاں ہے۔" اس نے زبان سے تو اپنی لاعلمی ظاہر کی، مگر ہاتھ کے اشارے سے بتا دیا کہ وہ کہاں چھپا ہے یہ اس جگہ پہنچے اور دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ایک ٹوکرا رکھے ہوئے ہے۔ یہ اسے نکال لائے اور مختار کو اس کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ مختار انہی کی طرف روانہ ہوئے تو وہ راستہ میں مل گئے مختار کے حکم سے خولی کو اس کے گھر والوں کے سامنے لا کر قتل کر دیا گیا۔

خولی کی بیوی عیوف بنت مالک حضر موت کی رہنے والی تھی جس وقت سے یہ امام حسینؑ کا سر لایا تھا وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی۔

عمر بن سعد کے قتل کا ارادہ

ایک دن مختار نے اپنے ہمنشینوں سے کہا کل میں ایسے شخص کو قتل کروں گا جس کے پاؤں بڑے جس کی آنکھیں گڑھی ہوئی اور بھویں ابھری ہوئی

ہیں۔ اس کے قتل سے تمام مومن اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے۔ ہیثم بن اسود نخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے یہ بات سن کر دل میں کہا کہ اس سے ان کی مراد عمر بن سعد بن ابی وقاص ہے مکان پر آکر اس نے اپنے بیٹے عدیان سے کہا آج ہی رات عمر سعد کو اطلاع کر دو۔ کہ وہ اپنی حفاظت کا انتظام کر لے وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے عدیان نے اس کے پاس آکر تنہائی میں یہ واقعہ بیان کیا۔ عمر بن سعد نے کہا۔ "اللہ تمہارے باپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ مگر وعدۂ امان اور عہد و میثاق کے بعد وہ کیونکر میرے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے"۔ جب عدیان عمر سعد کے پاس سے واپس ہوا اسی رات عمر اپنے گھر سے روانہ ہو کر اپنے حمام میں آگیا۔ پھر اس نے سوچا بہتر یہ ہے کہ میں اپنے ہی مکان کی طرف چلوں۔ رو جائے گذر کر صبح اپنے مکان میں آپہنچا۔ مختار کو معلوم ہوا کہ عمر اپنے مکان سے چلا گیا ہے۔ مختار نے کہا "وہ جا نہیں سکتا۔ اس کی گردن میں ایسی زنجیر پڑی ہے کہ اگر بھاگنا بھی چاہے تو بھاگ نہیں سکتا"۔ صبح کو مختار نے ابو عمرہ کو بھیجا کہ عمر کو بلا لائے۔ ابو عمرہ نے آکر کہا "امیر نے تجھے یاد کیا ہے"۔ عمر اٹھا تو اس کا پاؤں اس کے جبے میں الجھا اور وہ گر پڑا ابو عمرہ نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں لیے مختار کے پاس پہنچا اور مختار کے سامنے پھینک دیا عمر سعد کا بیٹا حفص بن عمر اس وقت مختار کے پاس بیٹھا تھا۔ مختار نے پوچھا۔ "پہچانتے ہو یہ کون ہے؟" اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا "ہاں۔ اب اس کے بعد زندگی کا مزہ نہیں"۔ مختار نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ تم زندہ رہو گے بھی نہیں"۔ مختار نے اسے بھی قتل کروا دیا۔ اس کا سر بھی اس کے باپ کے سر کے پاس رکھ دیا گیا۔ مختار کہنے لگے "ایک حسینؑ کے عوض اور دوسرا علیؑ ابن الحسینؑ کے عوض۔ اگرچہ یہ برابر نہیں ہو سکتے بخدا اگر میں قریش کے تین دستے بھی کر دوں تب بھی یہ ان کی انگلیوں کا معاوضہ نہیں ہو سکتے"۔

محمد ابن حنفیہ کے نام خط

خط کا متن یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہدایت یافتہ فرزند علیؑ کے نام مختار ابن ابی عبید کی جانب سے ارسال کیا جا رہا ہے۔

السلام علیک۔ اے صاحب ہدایت! خدائے واحد کی حمد کے بعد ــــ اللہ نے آپ کے دشمنوں سے بدلہ لینے کا مجھے موقعہ دیا۔ ان میں سے بہت قتل ہوئے۔ بہت سے قید اور بہت سے اپنا گھر بار چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس احسان پر خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے قاتلوں کو قتل کیا اور آپ کے حامیوں کی اعانت کی۔ میں عمر ابن سعد اور اس کے بیٹے کا سر آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ قاتلانِ حسینؑ اہل بیت میں سے جس پر ہماری دسترس ہوئی ہم نے اسے قتل کر دیا اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے جب تک صفحۂ زمین کو میں ان کے وجود سے پاک نہیں کر لونگا ان کی تلاش سے دست کش نہیں ہوں گا۔ اب اس

سلسلے میں آپ کی جو رائے ہو اس سے مجھے مطلع کیجئے تاکہ میں اس پر عمل کروں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

حکیم طائی کی گرفتاری

مختار نے عبداللہ ابن کامل کو حکیم ابن طفیل طائی کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ اس نے معرکہ کربلا میں حضرت عباسؑ ابن علیؑ کے لباس و اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور امام حسینؑ کو ایک تیر مارا تھا۔ عبداللہ ابن کامل نے جاکر اسے پکڑ لیا اور مختار کے پاس لے چلا۔

اس سے پیشتر یہ واقعہ پیش آچکا تھا کہ 'سبیع' کے احاطہ کی جنگ میں جو لوگ قید ہوئے ان میں سے کئی ایک کے متعلق عدی ابن حاتم نے مختار سے سفارش کی اور محض ان کی سفارش پر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ سب ایسے لوگ تھے جن کے متعلق امام حسینؑ یا اہلِ بیت کے قتل میں شرکت کی کوئی بات نہیں سنی گئی تھی۔ شیعوں نے ابن کامل سے کہا ہمیں یہ خوف ہے کہ امیر اس خبیث کے متعلق عدی کی سفارش قبول کرلیں گے۔ حالانکہ اس کے جرم سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم ہی اسے قتل کردیں۔ چنانچہ ابن کامل نے انہیں اجازت دے دی اور انہوں نے اس پر پتھروں کی بارش شروع کردی ادھر عدی مختار کے پاس سفارش کے لیے پہنچا۔ مختار نے کہا "اے ابوظریف! تم قاتلانِ حسینؑ کی بھی سفارش کرتے ہو۔" اس نے جواب دیا "اس پر غلط الزام لگایا گیا ہے۔" مختار نے کہا "اگر ایسا ہوا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔"

ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ ابن کامل آپہنچا۔ مختار نے پوچھا "اس کے ساتھ کیا کیا؟" اس نے کہا "شیعوں نے اسے قتل کردیا۔" مختار نے کہا "میرے پاس لائے بغیر تو نے کیوں اس کے قتل میں جلدی کی؟" حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ اگر ابن کامل اسے قتل نہ کردیتا تو مختار کو یہ بات بھلی نہ لگتی۔ مختار نے کہا "دیکھو یہ عدی اس کی سفارش کے لیے آئے بیٹھے ہیں اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔" ابن کامل نے کہا "میں مجبور تھا شیعہ بالکل نہ مانتے۔"

مُرّہ بن مُنقِذ کا فرار

مختار نے ابن کامل کو حضرت علی بن الحسینؑ کے قاتل مُرّہ بن منقذ کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ ابن کامل نے اس مکان کو گھیر لیا، وہ نیزہ لے کر تیز رو گھوڑے پر سوار مقابلے کے لیے نکل آیا۔ ابن کامل نے تلوار سے اس پر وار کئے مگر وہ اپنے بائیں ہاتھ سے روکتا رہا۔ اس طرح تلوار ہاتھ سے اتر گئی۔ اس کا گھوڑا اس تیزی سے اسے لے اڑا کہ یہ اسے نہ پاسکے اور وہ مصعب سے جاملا اس کے بعد اس کا ہاتھ بے کار ہوگیا۔

زید ابنِ رقاد کا انجام

مختار نے عبداللہ ابن کامل شاکری کو زید ابن رقاد کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ زید کہا کرتا تھا "میں نے خاندانِ حسینؑ کے ایک ایسے نوجوان کو تیر مارا جس نے

تیر سے اپنی پیشانی کو بچانے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا۔ مگر میرے تیر نے اس ہاتھ کو پیشانی سے ایسا پیوست کر دیا کہ وہ اسے اپنی پیشانی سے جدا نہ کر سکا" اس کی مراد عبداللہ ابن مسلم ابنِ عقیل تھے۔ اس نے ایک اور تیر سے اس نوجوان کا خاتمہ کر دیا۔

جب ابن کامل اس کے مکان پر پہنچا تو بہت سے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے وہ تلوار لے کر مقابلے پر آیا۔ ابنِ کامل نے کہا" اسے نیزہ یا تلوار سے ہلاک نہ کرنا" لوگوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارے کہ وہ گر پڑا۔

سنان اور ابنِ عقبہ کا فرار

مختار نے سنان ابنِ انس کو جو حضرت امام حسینؑ کے قتل کا مدعی تھا تلاش کیا مگر معلوم ہوا کہ وہ بصرے کو بھاگ گیا ہے۔ مختار نے اس کا گھر مسمار کروا دیا۔ عبداللہ ابن عقبہ کو بھی تلاش کیا گیا، مگر وہ فرار ہو کر جزیرہ، چلا گیا اس نے اہلِ بیت حسینؑ کے ایک بچے کو شہید کیا تھا۔

محمد بن حنفیہ کی اسیری

عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ کو ان کے ہمراہیوں اور اہلِ خاندان کے ساتھ کوفہ کے ستر عمائدین کے ہمراہ زمزم میں اس وجہ سے قید کر دیا تھا چونکہ ان حضرات نے اس کی بیعت نہیں کی تھی۔ یہ لوگ حرم میں پناہ گزین ہو گئے تو ابنِ زبیر نے یہ دھمکی دی کہ میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں اگر تم بیعت نہیں کرو گے تو میں سب کو قتل کر کے جلا دوں گا۔ ابنِ زبیر نے اس کے لیے ایک مدت مقرر کی تھی۔ کہ وہ اس اثنا میں بیعت کر لیں۔ ابن حنفیہ کے اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے تین اہل کوفہ کو مختار کے پاس اس غرض کے لیے روانہ کیا۔ جب باب زمزم کے پہرہ دار سو گئے تو وہ تینوں کوفہ روانہ ہو گئے۔ ان کے ہاتھ انہوں نے مختار اور اہل کوفہ کے نام ایک خط بھیجا جس میں اپنی اور اپنے رفقاء کی حالت اور ابن زبیر کے انہیں قتل کرنے اور جلا دینے کی دھمکی سے آگاہ کیا اور خواہش کی کہ وہ انہیں اس موقع پر بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔ یہ قاصد مختار کے پاس آئے اور انہیں خط دیا تو مختار نے کہا میں ابو اسحاق نہیں اگر میں ان کی پوری مدد نہ کروں اور سواروں کا ایسا سیلاب اس کے مقابلے میں نہ بھیج دوں جو ابن کاملیہ کو تباہ و برباد کر دے۔

مختار کے فوجی دستوں کی روانگی

مختار نے ابو عبداللہ جدلی کو ستر شہسواروں کے ہمراہ ظبیان تمیمی کو چار سو کے ساتھ ابو المعتمر اور ہانی بن قیس کو سو سو سواروں کے ساتھ عمیر اور یونس کو چالیس چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور مختار نے طفیل بن عامر اور محمد بن قیس کے ہاتھ ابن حنفیہ کو لکھا میں نے آپ کے لیے فوجیں روانہ کر دی ہیں پھر یہ سوار ایک دوسرے کے پیچھے روانہ ہوئے ان میں سے ایک سو چالیس وہاں پہنچ گئے تو ابو عبداللہ اس جماعت کو لیکر روانہ ہوا اور یہ حرم میں داخل ہو گئے ان کے ہمراہ نوبت نقارہ بھی تھا اور یہ یالثارات الحسین (دوڑو حسینؑ کا بدلہ لینے والو) کہتے ہوئے زمزم کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں ابن زبیر نے ابن حنفیہ اور ان کے ساتھیوں کو جلانے کے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کر رکھی تھیں اور جو مہلت ان کے لیے مقرر کی تھی اس میں

سے صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔

محمدؐ بن حنفیہ کی رہائی

عراقیوں نے وہاں پہنچتے ہی پہرہ داروں کو بھگا دیا اور زمزم کے گرد کے کٹگر (کٹہرا) کو توڑ دیا اور ابن حنفیہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان سے کہا کہ ہمیں آپ دشمن خدا ابن زبیر سے لڑنے کی اجازت دیجئے ہم ابھی ابھی اس کا قلع قمع کئے دیتے ہیں۔ ابن حنفیہ نے کہا میں حرم میں لڑنے کی اجازت نہیں دوں گا ابن زبیر نے ان عراقیوں سے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ ابن حنفیہ اور دوسرے لوگوں کو بیعت لیے بغیر میں چھوڑ دوں گا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ابو عبداللہ جدلی نے کہا تم کو ایسا کرنا پڑے گا۔ ورنہ بخدا ہم تم سے اس طرح لڑیں گے جس سے باطل پرستوں کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ ابن زبیر نے کہا تو یہ کیا کہتا ہے یہ ایک مٹھی بھر جماعت ہے اگر میں اپنی فوج کو حکم دیدوں تو وہ ابھی ابھی ان سب کے سر اتار لے۔ قیس بن مالک نے کہا تمہارا یہ خیال غلط ہے اگر تم نے اس کا ارادہ کیا تو اس سے پہلے کہ تم ہم سے یہ سلوک کرو۔ جو تم چاہتے ہو خود تم پر ایک زبردست فوج آ پڑے گی۔ ابن حنفیہ نے اپنے ساتھیوں کو روکا اور فتنہ و فساد برپا کرنے سے منع کیا اس کے بعد ابو معتمر سو سواروں کے ساتھ، ھانی سو سواروں کے ہمراہ اور ظبیانی دو سو سواروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آخر الذکر کے ہمراہ کچھ روپیہ بھی تھا اور انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ ابن زبیر انہیں دیکھ کر ڈر گیا۔

محمد بن حنفیہ کی روانگی شعب علیؑ کی طرف

ابن حنفیہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ زمزم سے نکل کر شعب علیؑ میں آ گئے۔ عراقی ابن زبیر کو برا بھلا کہتے جاتے تھے اور ابن حنفیہ سے لڑنے کی اجازت مانگتے تھے مگر انہوں نے لڑنے کی اجازت نہ دی۔ اسی گھاٹی میں محمد کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے انہوں نے وہ روپیہ جو مختار نے بھیجا تھا ان لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

ابراهیم کی اہل شام پر فوج کشی

اور اسی سال ابراہیم بن اشتر عبیداللہ بن زیاد سے لڑنے اس وقت روانہ ہوئے جب ماہ ذی الحجہ کو ختم ہونے میں ابھی آٹھ راتیں باقی تھیں اہل سبیع اور اہل کناسہ سے فارغ ہونے کے بعد ابراہیم صرف دو دن کوفہ میں رہے اور اس کے بعد مختار نے انہیں اہل شام کے مقابلہ کے لیے روانہ کر دیا۔ ۶۶ھ کے آخر میں ابراہیم ہفتہ کے دن اہل شام کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے مختار نے ان کے ہمراہ اور کئی جنگ آزمودہ تجربہ کار و ہوشیار سرداروں کو روانہ کیا۔ خود مختار انہیں رخصت کرنے کے لیے کوفہ سے دیر عبدالرحمٰن تک آئے۔ دیر عبدالرحمٰن کے پل اور راس الجالوت کے پلوں کے درمیان پہنچ کر مختار ٹھہر گئے۔ ابن اشتر سے کہا میری یہ تین نصیحتیں غور سے سن لو اور انہیں یاد رکھو۔ ایک یہ کہ علانیہ اور خفیہ اپنے ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہو، تیزی سے سفر طے کرو، جس وقت دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو فوراً اس سے جنگ کرو۔ اگر رات کو دشمن کے پاس پہنچو تو صبح ہونے سے پہلے ہی اس سے جنگ میں مصروف ہو جانا اگر دن میں پہنچو، تو

رات کا انتظار کئے بغیر اسی وقت دشمن سے نپٹ لینا۔ مختار نے کہا تم نے میری ہدایات یاد کرلیں ابراہیم نے کہا جی ہاں۔ مختار نے کہا۔ خدا تمہارے ساتھ ہے اور پھر مختار واپس آ گئے۔ ابراہیم کا فوجی پڑاؤ اسی جگہ تھا جہاں حمام اعین واقع ہے اور یہیں سے وہ شامیوں کے مقابلے میں اپنی فوج کو لے گئے۔

تاریخ طبری حصہ پنجم

(باب ۱)

۶۷ھ عبیداللہ بن زیاد کا قتل

ابراہیم کی باربیشا میں آمد

ابوسعید صیقل کہتا ہے کہ ہم نے ابراہیم بن اشتر کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ہمراہی شامیوں کا رخ کیا اس لیے ہم بڑی تیزی کے ساتھ اپنے مقصود کی طرف سیدھے چلے جا رہے تھے تاکہ ہم عبیداللہ کے سرزمین عراق میں داخل ہونے سے پہلے اسے جالیں۔ ہم عراق کی سرحد میں اس سے بہت پہلے پہنچ گئے۔ علاقہ موصل میں داخل ہوئے اور ہم نے اپنی رفتار اور بھی تیز کر دی۔ دریا خازر پر جو موضع باربیشا کے پہلو میں واقع ہے اسے جالیا (اس موضع اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے)

لشکر طفیل کی روانگی

ابراہیم نے اپنی فوج کے ہراول دستے پر طفیل بن لقیط کو سردار مقرر کیا۔ جب طفیل ابن زیاد تک پہنچ گیا تو ابراہیم نے حمید بن حریث کو پاس بلایا اس وقت ابراہیم بغیر ساز و سامان کے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام ہمراہیوں اور سوار پیدل کو اپنے قریب ایک ہی جتھے میں رکھ کر کوچ کیا یہاں تک کہ اسی موضع میں آ کر مورچے باندھے۔

عمیر کی ابراہیم سے ملاقات کی خواہش

دوسری طرف سے عبیداللہ بن زیاد بھی آ پہنچا اور ان کے قریب ہی دریائے خازر کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے عمیر بن حباب سلمی نے ابراہیم سے کہلا بھیجا کہ میں آج رات آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا جب چاہو مل لو۔

عمیر اور ابراہیم میں معاہدہ

عمیر رات کو ابراہیم کے پاس آیا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ میں اپنے لشکر کے میسرہ پر ہوں اور یہ بھی وعدہ کیا کہ میں مع اپنی فوج کے شکست کھا جاؤں گا۔

ابراہیم نے عمیر سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے کیا میں اپنے گرد اگرد خندق کھود لوں اور دو تین دن تک جنگ کو ٹالتا رہوں عمیر نے کہا ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ تمہاری مخالف جماعت تو یہی چاہتی ہے کہ وہ جنگ کو طول دے چونکہ یہ بات ان کے لیے مفید ہے وہ تعداد میں آپ سے زیادہ ہیں اور جنگ کو طول دینے کی صورت میں تھوڑی فوج زیادہ فوج کے مقابلے میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لیے آپ کو چاہیئے کہ اپنے مدمقابل سے فوراً دو دو ہاتھ کر لو کیونکہ تمہاری طرف سے ان کے دلوں میں رعب بیٹھا ہوا ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ فوراً حملہ کر دو۔ اگر تمہاری فوج سے ان کی مڈ بھیڑ ہوئی اور مسلسل کئی روز تک وہ لڑتے رہے تو تمہاری فوج کا رعب ان کے دلوں سے جاتا رہے گا۔ انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ پھر وہ تم پر دلیر ہو جائیں گے۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ مجھے اب معلوم ہوا کہ تم میرے مخلص دوست ہو اور تمہاری رائے بھی ٹھیک ہے، میرے امیر نے بھی مجھے یہی ہدایت کی تھی۔ اس پر عمیر نے کہا کہ مناسب یہی ہے کہ آپ اس بڈھے تجربہ کار کی رائے سے تجاوز نہ کریں کیونکہ مصائب و مکائد جنگ کا جتنا اسے (مختار) تجربہ ہے۔ ہمیں نہیں صبح ہوتے ہی کارروائی شروع کر دو اور اپنے مقابل پر حملہ کر دو۔

ابراہیم کی صف بندی

عمیر واپس چلا گیا۔ ابراہیم نے تمام رات اپنے محافظ دستے کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور ابراہیم کی آنکھ تک نہ جھپکی۔ جب صبح کاذب نمودار ہوئی، اور پو پھٹی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو مسلح کیا اپنی فوج کے دستے قاعدہ سے تقسیم کئے اور اپنے ماتحت سرداروں کو احکام دیئے۔ سفیان بن یزید اردی کو میمنہ پر علی بن مالک جشمی کو میسرہ پر اور اپنے مادری بھائی عبدالرحمٰن بن عبداللہ سواروں پر سردار مقرر کیا۔ چونکہ سواروں کی تعداد تھوڑی تھی لہٰذا ابراہیم نے انہیں اپنے قریب رکھا اپنی پیدل فوج پر طفیل بن لقیط کو سردار مقرر کیا۔ اور مزاحم بن مالک کو علم دیا۔ جب صبح ہوئی۔ ابراہیم نے جھٹ پٹے کے وقت اپنی فوج کو نماز صبح پڑھائی اور اس کے بعد سب کو لے کر میدانِ جنگ میں چلا۔ صف بندی کی۔ فوج کے مختلف سرداروں کو اپنی اپنی جگہ متعین کر دیا۔ ابراہیم میدانِ جنگ میں آ کر ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا جہاں سے وہ دشمن کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ اسی لیے اس پر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ مدمقابل فوج نے کوئی حرکت نہیں کی تو عبداللہ سلمی کو جو اپنے بیمار گھوڑے پر سوار تھا حکم دیا کہ فوراً دشمن کی فوج میں جاؤ اور ان کے حالات سے اطلاع دو۔

عبداللہ بن زہیر کی ایک سپاہی سے ملاقات

عبداللہ اس حکم کی تعمیل کے لیے روانہ ہوا اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ وہ واپس آ گیا اور کہا کہ ہمارے دشمنوں پر ہماری طرف سے خوف و دہشت طاری ہے۔ ان میں سے ایک شخص مجھ سے ملا اور اس نے بیہودگی سے یاشیعہ ابی تراب (اے ابوتراب کے شیعہ) یاشیعہ المختار الکذاب (اے جھوٹے مختار کے شیعہ) کہہ کر پکارا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاملہ ہے وہ گالی گلوچ سے بہت اہم ہے، پھر اس نے مجھ سے کہا اے اللہ کے دشمن

تو مجھے کس طرح بلاتا ہے۔ حالانکہ تم بغیر امام کے لڑنے آئے ہو۔ میں نے جواب دیا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم حسینؑ بن رسول اللہؐ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جنگ کرنے آئے ہیں۔ عبیداللہ بن زیاد کو ہمارے حوالے کرو۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرزند کو جو اہلِ جنت کے سردار ہیں قتل کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ حسینؑ کے ساتھ جو غلام شہید ہوئے تھے ان کے عوض اس کا خون بہائیں اور اسے قتل کریں۔ کیونکہ ہم اس کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اسے حسینؑ کا بدلہ سمجھیں اور ان کے خون کے عوض اسے قتل کریں۔ جب تم اسے ہمارے حوالے کر دو گے اور ہم اسے اپنے کسی غلام کے عوض جسے اس نے قتل کیا ہو قتل کر ڈالیں گے پھر ہم تمہارے اور اپنے درمیان کتاب اللہ کو حاکم بنائیں گے یا مسلمانوں میں سے کسی قابل اور اس کام کے اہل شخص کو جسے تم کہو گے حاکم بنالیں گے۔ اس پر اس نے کہا اس حاکم مقرر کرنے کے معاملہ میں ہم تمہارا ایک سے زیادہ مرتبہ تجربہ کر چکے ہیں مگر تم نے دھوکہ دیا ہے۔ میں نے پوچھا کب اور کیونکر اس نے کہا ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان دو منصف فیصلے کے لیے مقرر کئے تھے مگر تم نے ان کے فیصلے کی تعمیل نہیں کی۔ میں نے جواب دیا تمہارا یہ بیان بلا دلیل ہے۔ ہم نے تو اس امر پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اگر وہ دونوں بالاتفاق کسی ایک شخص کو امیر منتخب کریں گے تو ہم اس امیر کی پیروی اور اس پر اظہارِ طمانیت کریں گے۔ اسی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے مگر کیا کیا جائے کہ ان دونوں نے ایک شخص پر اتفاق نہیں کیا اور اختلاف رائے ہو۔ خدا نے ان دونوں کو نہ توفیقِ خیر عطا فرمائی اور نہ راستی بخشی۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا تم کون ہو۔ میں نے اسے بتا دیا کہ میں کون ہوں۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ تو اس پر اس نے اپنے خچر کو جسے وہ ہانک رہا تھا جھڑک دی کہ چل میں نے کہا اس معاملہ میں تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا یہ تمہاری پہلی بے ایمانی ہے۔

ابراہیم کا فوجی دستوں سے خطاب

ابراہیم نے اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہو کر جس قدر نشان بردار سردار تھے سب کے پاس پہنچا۔ جب کبھی کسی ایک جھنڈے کے پاس پہنچتا تو ٹھہر جاتا اور حسبِ ذیل کلمات کہتا۔ "اے دین کے مددگارو، اے حق و صداقت کے ساتھیو اور اے اللہ کے سپاہیو! یہ عبداللہ بن مرجانہ حضرت حسینؑ بن علیؑ اور ابن فرزند فاطمہؑ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل ہے جو حسینؑ، ان کی شہزادیوں، خواتین اور شیعوں اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ باوجودیکہ دریائے فرات انہیں نظر آرہا تھا۔ مگر اس نے حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں پر پانی تک بند کر دیا انہیں یزید کے پاس جانے اور اس سے بات چیت کرنے سے روک دیا۔ وہ اپنے وطن اور اہل خاندان کی طرف واپس جانا چاہتے تھے مگر اس نے اس سے بھی آپ کو باز رکھا۔ آپ اللہ کی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف چلا جانا چاہتے تھے۔ مگر اس نے اس سے بھی آپ کو روک دیا۔ پھر آپ کو اور آپ کے اہلِ بیت کو شہید کر ڈالا۔ خدا کی قسم فرعون نے بنی اسرائیل کے شرفاء کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جیسا ابن مرجانہ نے اہلِ بیت رسولؐ کے ساتھ کیا۔ وہ اہلِ بیت کہ جن سے اللہ نے ہر قسم کے رجس کو دور رکھا اور انہیں ایسا پاک رکھا، جو

پاک رکھنے کا حق ہے اب اللہ تمہیں اور اسے ایک دوسرے کے مقابلہ میں لے آیا ہے۔ خدا کی قسم میں تو یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہیں اور اسے میدان میں اسی لیے جمع کیا ہے تاکہ تمہارے کلیجے تمہارے ہاتھوں اس کے خون بہنے سے ٹھنڈے ہوں کیونکہ خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے نبی اکرمؐ کی اہل بیت کی حمایت میں جہاد کرنے کے لیے نکلے ہو۔ ابراہیم نے اسی طرح میمنہ میسرہ اور تمام فوج کا چکر لگایا۔ لوگوں کو جہاد اور مارنے مرنے کی ترغیب دی۔ پھر واپس آکر اپنے جھنڈے کے نیچے گھوڑے سے اتر پڑا۔

آغازِ جنگ

اب فوج ابن زیاد کی طرف بڑھی۔ ابن زیاد نے میمنہ پر حصین بن نمیر میسرے پر عمیر بن حباب سلمی سواروں پر شرحبیل بن ذو الکلاع کو سردار مقرر کیا اور خود پیدل فوج میں پا پیادہ چل رہا تھا۔ دونوں صفیں ایک دوسرے کے مقابلہ پر آگئیں تو حصین بن نمیر نے اہل شام کے میمنے کو لے کر اہل کوفہ کے میسرے پر حملہ کر دیا۔ اہل کوفہ کے میسرے پر علی بن مالک سردار تھا جو ثابت قدمی سے لڑ کر شہید ہو گیا اور اس کے بعد جھنڈے کو قرہ بن علی نے لے لیا جو خود بہت بہادر اور دلیر تھا۔ مگر وہ بھی بہت سے غیور جوانمردوں کے ساتھ شہید ہو گئے اور اہل کوفہ کا میسرہ شکست کھا کر پیچھے ہٹ گیا تو علی بن مالک کے جھنڈے کو عبداللہ بن ورقاء سلولی نے جو حبشی بن جنادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھتیجے تھے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور فوج کے سامنے آکر کہا۔ اللہ کے سپاہیو! میری طرف آؤ۔ فوج کی کثیر تعداد ان کی طرف چلی اور انہوں نے کہا دیکھو یہ تمہارا سردار خود لڑ رہا ہے اور میرے ساتھ ان کی طرف چلیں۔ چنانچہ یہ سب ان کی طرف چلے تو جا کر دیکھا کہ ابراہیم ننگے سر پکار رہے تھے کہ اللہ کے سپاہیو میں ابن اشتر ہوں۔ تمہارے لیے بھاگنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم جوابی حملہ کرو۔ وہ قابل الزام نہیں جو اپنے سے الزام ہٹالے تو اب وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

سفیان بن یزید کا عمیر پر حملہ

ابراہیم نے اپنے میمنے کے سردار کو حکم بھیجا کہ تم دشمن کے میسرے پر حملہ کرو، کیونکہ انہیں بھروسہ تھا کہ عمیر بن حباب شکست کھا جائے گا۔ پس سفیان نے عمیر پر حملہ کیا مگر عمیر اپنی جگہ ڈٹا رہا اور نہایت سخت جنگ کی۔ ابراہیم نے لڑائی کی یہ حالت دیکھی تو اپنی فوج کو دشمن کے بڑے جتھے پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم نے اس حصہ فوج کے پرزے اڑا دیئے تو ان کے میمنہ اور میسرہ کی فوجیں اس طرح سامنے سے دم دبا کر بھاگ جائیں گی جس طرح کوئی پرندہ تم سے خوفزدہ ہو کر اڑ جاتا ہے۔

ابنِ عازب کا بیان

ابن عازب کہتے ہیں کہ ہم دشمن کی طرف بڑھے اور جب بالکل ان کے قریب پہنچ گئے تو تھوڑی دیر نیزوں سے لڑتے رہے پھر تلواروں اور ڈنڈوں کی نوبت آئی اور تمام دن اسی طرح جنگ ہوتی رہی۔ بخدا تلوار پر تلوار اسی طرح پڑتی تھی جیسے دھوبیوں کے موصل کپڑے پر پڑتے ہیں عرصہ تک یہی حالت رہی مگر پھر اللہ نے انہیں شکست دی اور وہ دم دبا کر بھاگے۔

شامی فوج کی پسپائی

ابراہیم نے اپنے نشان بردار سے کہا کہ تم اپنا نشان لے کر دشمنوں میں گھس جاؤ۔ اس نے جواب دیا۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ میرے بڑھنے کا ابھی وقت نہیں آیا ابراہیم نے کہا ایسا نہیں ہے کیونکہ تمہارے ہمراہی سب جنگ میں مصروف ہیں اور انشاء اللہ ان کے پاؤں میدان جنگ سے نہیں اکھڑیں گے۔ جب علمبردار جھنڈا لے کر آگے بڑھا تو ابراہیم نے تلوار سے حملہ کر دیا اور جس شخص پر تلوار مارتے اسے گرا دیتے تھے اور دشمنوں کو اپنے سامنے سے بھیڑ بکریوں کی طرح ہٹا دیتے تھے اور جب ابراہیم نے جھنڈا بڑھا کر حملہ کیا تو ان کے ہمراہی بھی یک دل ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

عمیر کی ابراہیم سے درخواست

ابراہیم نے جب ابن زیاد اور اس کی فوج پر حملہ کیا تو وہ شدید جنگ کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے اور فریقین کا سخت جانی نقصان ہوا۔ عمیر نے ابراہیم سے کہا کہ "میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں"۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ "جب تک اللہ کے سپاہیوں کا غیظ و غضب کم نہ ہو جائے تم ہرگز میرے پاس نہ آنا۔ مبادا تمہیں ان سے کوئی گزند پہنچے"۔

ابن زیاد کی ہلاکت

خود ابراہیم کہتے ہیں کہ دریائے خازر کے کنارے ایک اکیلے جھنڈے کے نیچے میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مشرق میں اور دونوں پاؤں مغرب کی طرف اڑ گئے تھے۔ لوگوں نے اس کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ یہی عبیداللہ ابن زیاد تھا جو مقتول پڑا تھا۔ ابراہیم نے اسے دو ٹکڑے کر دیا تھا اس لیے اس کے دونوں ہاتھ مشرق اور مغرب کی طرف علیحدہ علیحدہ پڑے ہوئے تھے۔

شریک بن جدیر تغلبی

شریک بن جدیر تغلبی نے ابن زیاد کے دھوکے میں حصین بن نمیر پر حملہ کر دیا اور وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ شریک نے پکار کر کہا "مجھے اور ابن زیاد کو قتل کر دو"۔ اس طرح ابن نمیر کو قتل کر دیا گیا۔ یہ شریک تغلبی حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے تھے۔ اور ان کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ جب حضرت علیؑ کی جنگیں ختم ہو گئیں تو یہ بیت المقدس چلے گئے اور وہیں رہ پڑے۔ پھر حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر انہیں معلوم ہوئی تو کہنے لگے "میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میرا بس چلا تو میں ابن زیاد کو قتل کروں گا۔ یا خود جان دے دوں گا"۔ جب انہیں یہ خبر ملی کہ مختار حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں تو شریک مختار کے پاس آئے مختار نے انہیں ابراہیم کے ساتھ بنی ربیعہ کے سواروں کا سردار مقرر کر کے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ شریک نے اپنے ساتھیوں کو بتایا میں نے اس کام کے لیے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے۔ تو تین سو جوانمردوں نے انکے ہاتھ پر آخر دم تک لڑنے کیلیے بیعت کر لی۔

حصین بن نمیر کی ہلاکت

جب دونوں فوجیں آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئیں تو انہوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت ایسا شدید حملہ کیا کہ پرے کے پرے صاف کر دیے اور ابن نمیر

ساتھی بھی تھوڑی دیر تک چپ چاپ کھڑے رہے دوبارہ مہلب نے اپنی فوج کو ایک فیصلہ کن حملے کا حکم دیا اور انہیں کہا کہ تمہارا دشمن تمہاری شجاعت کا مزہ چکھ چکا ہے کیونکہ ان میں سخت بدنظمی ہے۔ مہلب کی فوج نے اس بار ایسا شدید حملہ کیا کہ ابن کامل کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مگر خود ابن کامل ہمدان کے کچھ لوگوں کے ساتھ برابر اپنی جگہ پر جما رہا۔ عمر بن عبید اللہ نے عبداللہ بن انس پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر لڑنے کے بعد اپنی جگہ واپس پلٹ گیا۔ اس کے بعد پوری فوج نے ابن شمیط پر حملہ کر دیا۔ ابن شمیط لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر مہلب نے سواروں کے ساتھ ابن شمیط کی پیدل فوج پر حملہ کر دیا۔ وہ بے ترتیبی سے پسپا ہو گئی اور بیابان کی سمت بھاگ کھڑی ہوئی۔ مصعب نے عباد کے رسالے کو ان کے تعاقب کا حکم دیا اور کہا جو قیدی تمہارے ہاتھ لگے۔ اس کی گردن اڑا دو اور محمد بن اشعث کو بھی مختار سے شکست خوردہ فوج کے ساتھ ابن شمیط کی فوج کے تعاقب پر روانہ کیا اور کہا اب موقع ہے کہ تم اپنا بدلہ لے لو۔ شکست خوردہ فوج کے لیے یہ لوگ بصرہ والوں سے بھی زیادہ سخت تھے جس کو پکڑتے فوراً قتل کر دیتے اور کوئی ایسا قیدی نہیں تھا جسے انہوں نے معاف کیا ہو۔ اس فوج میں سے سوائے چند سواروں کے کوئی نہ بچ سکا اور پیدل سپاہ تو بالکل تباہ ہو گئی۔

مصعب بن زبیر کی روانگی

اب مصعب آگے روانہ ہوا۔ اس نے دریا عبور کیا پھر بیابان کو طے کرتا ہوا دریائے خرشاذ سے ہوتے ہوئے دریائے قوسان کو عبور کیا۔ دریا کی راہ سے دریائے فرات تک پہنچ گیا۔

مختار کو فوج کی شکست کی خبر ملی اور جو جو سردار شہید ہوئے تھے ان کا علم ہوا تو مختار نے کہا موت سے تو چارہ نہیں اور ابن شمیط جس طرح میدان جنگ میں بہادروں کی سی موت مرے اس موت سے تو زیادہ اور کیا موت مجھے محبوب نہیں۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ اس طرح جان دوں۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے مختار کی بات سے معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ حصول مقصد کے لیے آخری دم تک لڑیں گے۔

مختار کا سیلحین میں قیام

مختار کو جب معلوم ہوا کہ دشمن ان کی جانب گھوڑوں، اونٹوں اور کشتیوں میں چلا آ رہا ہے تو وہ خود بھی مقابلہ کے لیے آگے بڑھے اور مقام سیلحین پر آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ مختار کو جب خبر ملی کہ دشمن آگے بڑھ رہا ہے تو وہ بھی آگے بڑھے اور مقام حروراء میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ بصرہ والوں اور شہر کوفہ کے درمیان مورچے باندھ لیے مختار نے اپنے قصر اور مسجد کو مستحکم کر لیا۔ بلکہ وہ اپنے قصر میں وہ تمام سامان مہیا کر لیا تھا جس کی محاصرے کی حالت میں ضرورت پیش آتی ہے اور اپنی غیبت کے زمانہ کے لیے عبداللہ بن شداد کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ مختار ابھی حروراء میں تھے کہ مصعب پہنچ گیا اور مختار بھی ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔

محمد بن اشعث بن قیس

محمد بن اشعث بھی مصعب کے پاس آیا۔ یہ قادسیہ کے قریب اپنے قصر میں مقیم تھا۔ جب اہل کوفہ کی شکست کی اطلاع اسے ملی تو بھاگ کر نکل جانے کا ارادہ کیا۔ مختار نے دریافت کیا کہ محمد بن اشعث کہاں ہے لوگوں نے اس کے مکان کا پتہ بتا دیا۔ مختار نے عبداللہ بن قرار کو سو سواروں کے ساتھ اس کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ فوجی دستہ اس کی طرف چلا تو اسے معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً مصعب کی طرف جانے کے لیے بھاگ کھڑا ہوا مصعب سے جا ملا اور اسے مختار کے خلاف جنگ کرنے پر اکسایا۔ مصعب نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی۔

مصعب کی کوفہ کی جانب پیشقدمی

مصعب بن زبیر نے کوفہ کا رخ کیا اور اپنی فوج کی ہر طرح سے ترتیب و تنظیم کی۔ جب مختار کو ان واقعات کا علم ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں میں خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے حمد و ثنا کے بعد کہا اے کوفہ والو، اے دیندارو، صداقت اور کمزوروں کی مدد کرنے والو، اے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کا حامی گروہ تم نے ان باغیوں کو بھگا دیا جنہوں نے تم سے سرکشی کی، وہ اپنے ہی ایسے فاسقوں کے پاس گئے اور انہیں تمہارے خلاف اکسا کر لائے تاکہ حق مٹ جائے۔ باطل کو عروج حاصل ہو اور اللہ کی جماعت بدل جائے۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ ختم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی پرستش صرف اس طرح ہو گی کہ اس پہ بہتان لگائے جائیں گے اور اس کے رسولؐ کے اہلِ بیت پر لعن طعن کیا جائے گا اس لیے تم فوراً احمر بن شمیط کے ساتھ جنگ میں جانے کے لیے مستعد ہو جاؤ، کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر تم ان سے لڑو گے تو ان شاء اللہ تم ان کو ہلاک کر دو گے جس طرح عاد اور ارم ہلاک ہو گئے۔

احمر بن شمیط کی روانگی

احمر بن شمیط جنگ کے لیے آمادہ ہوا اور مقام حمام اعین پر فوج کو جمع کیا گیا اور ترتیب دی احمر چشمہ مذار پر جا کر پڑاؤ ڈالا۔ دوسری طرف سے مصعب بھی آیا اور اسی کے قریب خیمہ زن ہوا۔ مصعب نے عباد بن حصین کو اپنے سواروں کا افسر مقرر کیا تھا وہ ابن شمیط اور ان کے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا ہم آپ کو کتاب اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنت اور "امیر المومنین" عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی تمہیں کتاب اللہ سنتِ رسولؐ اور امیر مختار کے ہاتھ بیعت کی دعوت دیتے ہیں تاکہ ہم آلِ رسولؐ میں سے کسی شخص کو باہمی مشورہ سے امیر مقرر کر لیں۔ اگر کوئی اور شخص اس بات کا مطالبہ کرے گا۔ کہ وہ آلِ رسولؐ پر حکمرانی کرے تو ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ہم اس کے خلاف جہاد کریں گے۔

عباد کا ابن شمیط پر حملہ

عباد مصعب کے پاس آیا اور جو کچھ پیش آیا اسے آگاہ کیا۔ مصعب نے عباد سے کہا واپس جا کر دشمنوں پر حملہ کر دو۔ ابن شمیط اور ان کی فوج پر عباد نے آ کر حملہ کر دیا۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا تو وہ اپنی جگہ پر پلٹ آیا پھر اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے

ساتھی بھی تھوڑی دیر تک چپ چاپ کھڑے رہے دوبارہ مہلب نے اپنی فوج کو ایک فیصلہ کن حملے کا حکم دیا اور انہیں کہا کہ تمہارا دشمن تمہاری شجاعت کا مزہ چکھ چکا ہے کیونکہ ان میں سخت بدنظمی ہے۔ مہلب کی فوج نے اس بار ایسا شدید حملہ کیا کہ ابن کامل کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مگر خود ابن کامل ہمدان کے کچھ لوگوں کے ساتھ برابر اپنی جگہ پر جما رہا۔ عمر بن عبید اللہ نے عبداللہ بن انس پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر لڑنے کے بعد اپنی جگہ واپس پلٹ گیا۔ اس کے بعد پوری فوج نے ابن شمیط پر حملہ کر دیا۔ ابن شمیط لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر مہلب نے سواروں کے ساتھ ابن شمیط کی پیدل فوج پر حملہ کر دیا۔ وہ بے ترتیبی سے پسپا ہو گئی اور بیاباں کی سمت بھاگ کھڑی ہوئی۔ مصعب نے عباد کے رسالے کو ان کے تعاقب کا حکم دیا اور کہا جو قیدی تمہارے ہاتھ لگے۔ اس کی گردن اڑا دو اور محمد بن اشعث کو بھی مختار سے شکست خوردہ فوج کے ساتھ ابن شمیط کی فوج کے تعاقب پر روانہ کیا اور کہا اب موقع ہے کہ تم اپنا بدلہ لے لو۔ شکست خوردہ فوج کے لیے یہ لوگ بصرہ والوں سے بھی زیادہ سخت تھے جس کو پکڑتے فوراً قتل کر دیتے اور کوئی ایسا قیدی نہیں تھا۔ جسے انہوں نے معاف کیا ہو۔ اس فوج میں سے سوائے چند سواروں کے کوئی نہ بچ سکا اور پیدل سپاہ تو بالکل تباہ ہو گئی۔

مصعب بن زبیر کی روانگی

اب مصعب آگے روانہ ہوا۔ اس نے دریا عبور کیا پھر بیاباں کو طے کرتا ہوا دریائے خرشاذ سے ہوتے ہوئے دریائے قوسان کو عبور کیا۔ دریا کی راہ سے دریائے فرات تک پہنچ گیا۔

مختار کو فوج کی شکست کی خبر ملی اور جو جو سردار شہید ہوئے تھے ان کا علم ہوا تو مختار نے کہا موت سے تو چارہ نہیں اور ابن شمیط جس طرح میدان جنگ میں بہادروں کی سی موت مرے اس موت سے تو زیادہ اور کیا موت مجھے محبوب نہیں۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ اس طرح جان دوں۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے مختار کی بات سے معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ حصول مقصد کے لیے آخری دم تک لڑیں گے۔

مختار کا سیلحین میں قیام

مختار کو جب معلوم ہوا کہ دشمن ان کی جانب گھوڑوں، اونٹوں اور کشتیوں میں چلا آ رہا ہے تو وہ خود بھی مقابلہ کے لیے آگے بڑھے اور مقام سیلحین پر آ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ مختار کو جب خبر ملی کہ دشمن آگے بڑھ رہا ہے تو وہ بھی آگے بڑھے اور مقام حرورا میں اپنا پڑاؤ ڈالا بصرہ والوں اور شہر کوفہ کے درمیان مورچے باندھ لیے مختار نے اپنے قصر اور مسجد کو مستحکم کر لیا۔ بلکہ وہ اپنے قصر میں وہ تمام سامان مہیا کر لیا تھا جس کی محاصرے کی حالت میں ضرورت پیش آتی ہے اور اپنی غیبت کے زمانہ کے لیے عبداللہ بن شداد کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا تھا مختار ابھی حرورا میں تھے کہ مصعب پہنچ گیا اور مختار بھی ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔

مختار کی فوجی ترتیب

مختار نے اپنے میمنہ پر سلیم بن یزید کندی میسرے پر سعید بن منقذ ہمدانی اور باڈی گارڈ شخصی محافظی دستے کا سردار عبداللہ بن قراد خشعمی کو مقرر کیا۔ سواروں پر عمرو بن عبداللہ نہدی اور پیادہ فوج کا سردار مالک بن نہدی کو متعین کیا۔

مصعب کی صف بندی

دوسری طرف مصعب نے میمنہ پر مہلب میسرے پر عمر تیمی سواروں پر عباد اور پیدل فوج پر مقاتل بکری کو سردار بنایا خود مصعب گھوڑے سے اتر آیا اور کمان کی ٹیک پر چلنے لگا مصعب نے اہل کوفہ پر محمد بن اشعث کو امیر مقرر کیا۔ اب محمد بھی میدان میں آگیا اور مصعب و مختار کے درمیان دائیں طرف مغرب کی طرف ایک جگہ جم گیا۔

آغازِ جنگ

جب مختار نے میدانِ جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اس نے بصرہ والوں کے ہر دستہ فوج پر اپنے ایک ایک سردار کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ کھڑا رہا دونوں فوجوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اور آپس میں بھڑ گئیں۔ سعید بن منقذ اور عبدالرحمٰن بن شریح بکر بن وائل اور بنی عبدالقیس کے دستوں پر حملہ کر رہے تھے (یہ دونوں قبیلے مصعب کی فوج کے میسرے پر تھے اور ان کا سردار عمر بن عبداللہ تھا۔) بنی ربیعہ نے ان سے شدید جنگ کی اور نہایت ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے رہے سعید اور عبدالرحمٰن کی یہ حالت تھی کہ جب حملہ کرتے تو منہ پھیرنے کا نام نہ لیتے۔ اور جب ایک حملہ کرتا اور واپس آ جاتا۔ تو دوسرا اس کی جگہ حملہ کر دیتا۔ بسا اوقات دونوں ایک ساتھ حملہ کرتے لڑائی کی یہ حالت تھی۔ کہ مصعب نے مہلب سے کہلا بھیجا۔ اب کیا انتظار کر رہے ہو کیوں اپنی مد مقابل فوج پر حملہ نہیں کرتے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج صبح سے ہمارے ان دو فوجی دستوں کو جنگ کا کس قدر بار اٹھانا پڑا ہے اپنی فوج کے ساتھ حملہ کرو۔

مختار نے عبداللہ بن جعدہ کو حکم بھیجا کہ تم ان لوگوں پر جو تمہارے مقابل صف بستہ ہیں حملہ کرو۔ عبداللہ نے اہلِ نجد پر حملہ کیا اور ان کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ انہیں اتنا پیچھے ہٹا دیا کہ وہ مصعب تک پہنچ گئے۔ مصعب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی فوج کے اکثر لوگ اس کے قریب ہی گھوڑوں سے اترے اور تھوڑی دیر یہیں جنگ ہوتی رہی۔ پھر دونوں فریق علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

مہلب کا حملہ

مہلب کے ماتحت پیدل سپاہ کے دو کثیر التعداد دستے اور سوار بھی تھے۔ مصعب نے کہلا بھیجا تم کیسے بزدل ہو کہ حملہ نہیں کرتے۔ تھوڑی ہی دیر بعد مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ دوسرے لوگ صبح سے جنگ کر رہے ہیں اور تم لوگ کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہو۔ ہمارے دوسرے ساتھی نہایت خوبی سے لڑ رہے ہیں۔ پس اب تم پر اس معاملہ کا دار و مدار ہے حملہ کرو۔ مہلب اور اس کی فوج نے اپنے مقابل لوگوں پر ایسا شدید حملہ کیا کہ ان کے پرخچے اڑا دیئے اور میدان کو صاف کر دیا۔

محمد بن اشعث کا قتل

مالک بن عمر نہدی پیدل سپاہ کے سردار تھے۔ ان کے پاس گھوڑا لایا گیا اور وہ سوار ہوئے اس وقت تک مختار کی فوج شدید ترین نقصان اٹھا چکی تھی۔ جب مالک گھوڑے پر سوار ہوئے تو کہنے لگے۔ اب میں سوار ہو کر کیا کروں گا۔ خدا کی قسم اپنے گھر میں مرنے سے مجھے یہاں مرنا زیادہ محبوب ہے کہاں ہیں دُور اندیش لوگ اور کہاں ہیں صبر و استقامت والے یہ سن کر پچاس آدمی ان کی طرف چلے۔ اب شام کا وقت ہو گیا تھا اس جماعت نے محمد بن اشعث کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ محمد اور اس کے تمام ہمراہیوں کو فنا کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مالک نے ہی محمد بن اشعث کو قتل کیا تھا کیونکہ مالک کو محمد کے پہلو میں شہید پایا گیا۔ بنی کندہ کا دعوٰی ہے کہ عبدالملک نے اسے شہید کیا تھا۔ جب مختار محمد کی لاش پر سے گذرے تو انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اے انصار کے گروہ ان مکار لومڑیوں پر بھی حملہ کرو۔ چنانچہ عبدالملک بن اشاہ مالک الوغران کندی کا قاتل مارا گیا۔

سعید بن منقذ کے ہمراہی منتشر ہو گئے مگر وہ اپنی قوم کے ستر آدمیوں کے ساتھ نبرد آزما رہے یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اسی طرح سلیم بن یزید کندی نوے آدمیوں کی جماعت کے ساتھ جس میں اس کے خاندان اور دوسرے قبیلے کے لوگ بھی تھے شمشیر زنی کرتے کرتے مارے گئے مختار شبث کی سڑک کے سرے پر لڑتے رہے پھر گھوڑے سے اترے اور مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹوں گا اور تمام رات لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ دشمن پیچھے ہٹ گئے اس رات مختار کے ساتھیوں میں سے کئی شجاع اور بہادر میدان جنگ میں کام آئے۔ ان میں عاصم ازدی، عباس ہمدانی اور احمر ہمدانی قابل ذکر ہیں۔

مختار کی مراجعت

جب دشمن پیچھے ہٹ گئے تو مختار کے ساتھیوں نے عرض کیا اے امیر دشمن پسپا ہو گیا ہے اور آپ بھی اپنے محل میں تشریف لے جائیں۔ مختار نے جواب دیا خدا کی قسم میں گھوڑے سے اس لیے نہیں اترا تھا کہ واپس اپنے محل کو جاؤں۔ لیکن اب جب دشمن ہی پیچھے ہٹ گیا ہے تو بہتر ہے اللہ کا نام لے کر ہمارے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلو اور مختار محل میں واپس آ گئے۔

مصعب کی پیش قدمی

صبح کو مصعب اپنے ہمراہیوں کو لے کر جن میں بصرے اور کوفہ والے سب شریک تھے سبخہ کی طرف چلا۔ مصعب جب سبخہ میں پہنچا۔ تو اس نے مختار اور اس کے ساتھیوں پر پانی اور رسد کی بہم رسانی مسدود کر دی۔ مصعب نے عباد کو بنی کندہ کے قبرستان کی طرف زحر بن قیس کو بنی مراد کے قبرستان کی طرف اور عبیداللہ بن حر کو صائدیین کے قبرستان کی طرف روانہ کیا اور ان تمام نے مختار اور ان کی فوج پر پانی اور رسد بند کر دیا جبکہ مختار اور ان کے ہمراہی مختار کے محل میں محصور تھے۔

عبیداللہ کے رسالے والے لیبا اوقات مشکیزوں پر قبضہ کر لیتے اور ماشکیوں کو پکڑ کر زدو کوب کرتے کیونکہ وہ مختار کی فوج کو پانی بہم پہنچاتے تھے اور مختار کی فوج شدتِ ضرورت کی وجہ سے ایک دینار یا دو دینار ایک ایک

مشکیزہ لگا دیتے تھے۔

مختار کا اپنے ساتھیوں کو حملہ کرنے کا مشورہ

مختار اور ان کے ساتھی محل میں محصور تھے۔ محاصرہ کی شدت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک دن مختار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ جس قدر محاصرہ طویل ہوگا۔ تمہاری طاقت گھٹتی جائے گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ کھلے میدان میں چل کر ایک فیصلہ کن لڑائی لڑو۔ تاکہ ہم عزت سے اپنی جانیں دیدیں۔ اگر تم لوگ بہادری سے لڑے تو مجھے اب بھی اپنی فتح سے مایوسی نہیں مگر وہ لوگ انکی نصیحت پر عمل کرنے کو تیار نہ ہوئے بلکہ وہ تو اور بزدل بن گئے۔ پھر مختار نے کہا خدا کی قسم میں نہ تو کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور نہ خود کو دشمنوں کے سپرد کروں گا۔

مختار کا عزم جہاد

جب مختار کو اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور بے ہمتی کا اچھی طرح یقین ہوگیا تو انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ قلعہ سے نکل کر دشمن سے آخری جنگ کریں۔ اپنی بیوی ام ثابت بنت سمرہ کے پاس قاصد بھیجا اس نے بہت سی خوشبو بھیج دی۔ مختار نے غسل کیا اپنے سر اور داڑھی میں خوشبو لگائی اور کل انیس جاں نثاروں کے ساتھ جن میں سائب بن مالک اشعری بھی تھا۔ قلعے سے نکلے جب مختار قلعہ سے نکلے تو سائب کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کیا رائے ہے۔ سائب نے کہا اصل میں رائے تو آپ کی رائے ہے۔ مختار نے کہا بھلا میری رائے یا ارادہ کوئی چیز ہے یا اللہ کا ارادہ۔ سائب نے کہا حقیقت میں تو اللہ کا ارادہ ہی ارادہ ہے۔ مختار کہنے لگے افسوس ہے تم پر، تم تو بالکل بے وقوف ہو۔ میں بھی عرب ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر، نجدہ نے یمامہ پر اور مروان نے شام پر اپنا اپنا تسلط جما لیا تو میں عرب ہونے کی حیثیت سے کسی طرح ان سے کم نہیں تھا تو میں نے ان شہروں پر قبضہ کر لیا۔ کیوں کہ میں بھی انہیں کے مثل تھا مگر یہ کہ جب اہل بیت رسول ؐ کے خون کا بدلہ لینے کی طرف سے عربوں نے خواب خرگوش کی سی بے پرواہی کی تو میں نے اس فرض کو انجام دیا جو لوگ اہل بیت کے قتل میں شریک تھے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا اور آج کے دن تک میں اسی کوشش میں لگا رہا۔ اب اگر تمہاری نیت خالص نہیں تو پھر تم اپنی خاندانی شرافت کے اعتبار سے جوہر مردانگی دکھاؤ۔ سائب کہنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے میں اپنی شرافت نسبی کے لیے لڑ کر کیا کروں گا۔

مختار کی امان طلبی

مختار کل انیس ساتھیوں کے ساتھ قلعے سے نکلے اور دشمنوں سے کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس چلا آؤں تو کیا مجھے امان دو گے مصعب کے ساتھیوں نے کہا اس شرط پر کہ تمہارا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہوگا مختار کہنے لگے میں اپنی قسمت کی باگ ڈور کبھی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا یہ کہہ کر شمشیر زنی کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مختار کی پیشگوئی

مختار نے اپنے ساتھیوں کو قلعے سے نکل کر لڑنے کے لیے کہا تو وہ نہ مانے اس پر مختار نے ان سے کہہ دیا تھا کہ جب میں قلعے سے نکل کر لڑتا ہوا کام آ جاؤں گا تو تمہاری ذلت اور کمزوری اور

زیادہ ہوگی اور اگر تم نے دشمنوں کو اپنی قسمت کا حاکم بنا دیا تو تمہارے دشمن جنہیں تمہارے ہاتھوں تکلیف یا صدمہ اٹھانا پڑا ہے تم پر جھپٹ پڑیں گے اور ہر شخص یہ کہے گا کہ فلاں شخص سے میں بدلہ لوں گا۔ اس طرح تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے تم میں سے بقیۃ السیف جب اپنے ہمراہیوں کے اس عبرتناک انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو اس وقت نادم ہو کر کہیں گے کاش ہم نے مختار کا کہا مانا ہوتا اور اس کی رائے پر عمل کیا ہوتا۔ اگر تم اب میرے ساتھ نکل کر دشمن پر حملہ آور ہوتے ہو تو چاہے ہمیں فتح نصیب نہ ہو پھر بھی یہ کیا کم ہے کہ عزت سے جان دو گے اگر تم میں سے کوئی شخص بھاگ کر اپنے خاندان میں جا ملے تو تمام خاندان والے اسے گھیر لیں گے۔ مختصر یہ کہ کل اسی وقت تم اس قدر ذلیل و خوار ہو جاؤ گے کہ روئے زمین پر تم سا بے آبرو نہ نکلے گا۔ مختار کا کہا ہوا حرف بہ حرف سچ نکلا۔

مختار کی شہادت

بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ مختار اسی دن موضع زیاتین کے قریب شہید ہوئے۔ قبیلہ بنی حنیفہ کے دو بھائیوں نے ان کے قتل کا دعویٰ کیا۔ مختار کی شہادت کے دوسرے دن بجیر بن عبداللہ اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ کل مختار نے ایک اچھی رائے دی تھی کاش ان کا کہا مانتے۔ اب اگر آج تم نے خود کو دشمن کے حوالے کر دیا تو بھیڑ بکریوں کی طرح موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے۔ اب بھی موقع ہے تلواریں لے کر میدان جنگ میں کود پڑو۔ آخر دم تک لڑتے رہو اور با عزت موت مرو۔ لیکن اس کی یہ کوشش بھی رائیگاں گئی اور انہوں نے کہا اگر ہمیں اس مشورہ پر عمل کرنا ہوتا تو اس شخص کا کہا مانتے جو ہمارے نزدیک تم سے کہیں زیادہ واجب الاطاعت تھا جب اس کا حکم نہیں مانا تو ہم تمہاری اطاعت کب کر سکتے ہیں۔

محصورین کی گرفتاری

آخر کار اس محصور فوج نے اپنے تئیں مصعب کے حوالے کر دیا۔ مصعب نے عباد بن حصین کو قلعہ کی طرف روانہ کیا اس نے مشکیں بندھوا کر انہیں نکالنا شروع کیا۔ بجیر بن عبداللہ جب مصعب کے سامنے پیش کیے گئے تو بجیر نے مصعب کو مخاطب کر کے کہا۔ سب تعریف اسی خدائے برتر کے لیے ثابت ہے جس نے ہمیں قید کی مصیبت میں مبتلا کیا اور تمہیں یہ طاقت دی کہ ہمیں معافی دے دو۔ یہ دونوں وہ مرتبے ہیں کہ ایک سے اللہ کی خوشنودی اور دوسری سے اس کی ناراضگی حاصل ہو سکتی ہے جو شخص درگذر کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے درگذر کر دیتا ہے اور اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص سزا دیتا ہے وہ کبھی اس کے بدلے سے مامون نہیں رہ سکتا۔ اے ابن زبیر ہمارا تمہارا قبیلہ ایک اور مذہب ایک ہے۔ ہم ترک یا دیلم نہیں ہیں بالغرض ہم نے اپنے ہم وطن بھائیوں سے مخالفت کی بھی تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا ہم راستی پر ہیں اور وہ غلطی پر یا اس کے برعکس پھر ہم آپس میں جنگ و جدال میں مصروف ہو گئے تو یہ انوکھی بات نہیں کیونکہ اسی طرح پہلے اہل شام اور پھر اہل بصرہ اختلاف رائے کی وجہ سے باہمی جنگ جدال میں مصروف رہے پھر انہوں نے صلح بھی کر لی اور اتحاد بھی کر لیا اس وقت آپ ہمارے مالک ہیں معاف کر دیجئے۔ ہماری قسمتیں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ درگذر کیجئے بجیر اسی طرح عاجزی سے

رحم کی اپیل کرتے رہے یہاں تک کہ لوگوں پر اور خود مصعب پر اس کا اثر ہوا۔ لیکن عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اٹھا اور کہنے لگا آپ ان سے درگذر کرنا چاہتے ہیں، یہ کبھی نہیں ہو سکتا یا آپ ہمیں اپنا لیں یا انہیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن ہمدانی بھی کھڑا ہوا اور کہنے لگا میرا باپ اور میری قوم کے پانچ سو آدمی مارے گئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے خاندان اور دوسرے شہر والے بڑے بڑے لوگ ان کے ہاتھوں مارے گئے ہیں باوجود اس کے آپ انہیں یونہی چھوڑے دیتے ہیں۔ ہمارا خون ان کے شکموں میں بہہ رہا ہے یا ہمیں اپنا لیں یا انہیں۔ جب مصعب نے اپنی فوج کا یہ رنگ دیکھا تو قیدیوں کے قتل کر دینے کا حکم دے دیا یہ حکم سن کر تمام قیدی باآواز بلند کہنے لگے۔ اے ابن زبیر آپ ہمیں قتل نہ کیجئے بلکہ جب آپ کی جنگ اہل شام سے ہو تو اپنے ہراول دستے پر ہمیں متعین کر دیں کیونکہ بخدا جب اہل شام سے آپ کا مقابلہ ہو گا۔ آپ جانتے ہیں۔ آپکی اور آپکی فوج کی یہ حالت نہیں کہ اس وقت انہیں ہماری مدد کی ضرورت نہ ہو۔ اگر ہم مارے بھی جائیں گے تو انہیں اس قدر کمزور کر دیں گے کہ آپ آسانی سے ان پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ اگر ہم فتح مند ہوئے تو اس فتح کے فوائد سے آپ اور آپ کے ساتھی لطف اندوز ہوں گے۔

مختار کی لاش کی بے حرمتی

مصعب کے حکم سے مختار کے کف دست قطع کئے گئے اور مسجد کے پہلو میں کیلوں سے ٹھونک کر نصب کر دیئے گئے۔ ایک عرصہ بعد حجاج بن یوسف کی اس پر نظر پڑی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مختار کے کف دست ہیں تو اس پر اس نے حکم دیا کہ اتار دیئے جائیں۔

عمرہ زوجہ مختار کی شہادت

مصعب نے ام ثابت بنت سمرہ اور عمرہ بنت نعمان مختار کی دونوں بیویوں کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ مختار کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ام ثابت نے جواب دیا کہ جس معاملے میں ہم سے رائے لی جا رہی ہے اس کے متعلق ہمارے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں کہ آپ کی رائے کی تائید کی جائے۔ یہ سن کر مصعب نے اس کو رہا کر دیا۔ مگر عمرہ نے کہا کہ مختار خدا کے نیک بندوں میں سے تھے اللہ تعالیٰ اپنا رحم و کرم ان کے شامل حال کرے۔ اس پر مصعب نے اس خاتون کو جیل بھیج دیا اور ان کے معاملہ میں عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ یہ عورت اس بات کی مدعی ہے کہ مختار ایک نبی تھے عبداللہ بن زبیر نے اس کے جواب میں حکم دیا کہ انہیں جیل خانے سے نکال کر قتل کر دو۔ چنانچہ رات گئے ان کو حیرہ اور کوفہ کے درمیان لائے مسطر نے تلوار کے تین وار ان پر کیئے اور انہیں شہید کر دیا۔

عبداللہ ابن عمر کی مصعب کو سرزنش

مصعب کی عبداللہ ابن حضرت عمر سے ملاقات ہوئی۔ مصعب نے اسے سلام کیا اور کہا "میں آپ کا بھتیجا مصعب ہوں" عبداللہ نے کہا "جی ہاں، آپ ہی نے سات ہزار مسلمانوں کو ایک دن میں قتل کیا ہے۔ جب تک جیتے ہو جیو" مصعب بولا "وہ سب کے سب کافر تھے اور جادوگر تھے" عبداللہ نے جواباً کہا۔ اگر اپنے باپ کی میراث میں سے بھی تم نے

اس قدر بھیڑ بکریاں ذبح کی ہوتیں تو یہ بھی اسراف میں داخل ہوتا۔"

محصورین سے غیر مشروط حوالگی کا مطالبہ جب مختار شہید ہو گئے تو قصر کے دوسرے محصورین نے مصعب سے امان طلب کی۔ مصعب نے امان دینے سے انکار کر دیا اور کہا "بغیر کسی شرط کے خود اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔" جب ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو مصعب نے تقریباً سات سو عرب اور بقیہ جس قدر اہلِ عجم تھے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

پہلے مصعب کا ارادہ ہوا کہ عربوں کو چھوڑ دے اور صرف عجمیوں کو مار ڈالے۔ مگر اس کے مصاحبین نے اس طرزِ عمل سے روکا اور کہا۔ "اگر آپ عربوں کو چھوڑ دیں گے اور صرف عجمیوں کو قتل کر ڈالیں گے۔ حالانکہ مذہب تو سب کا ایک ہی ہے تو آپ فتح حاصل نہیں کر سکیں گے۔" خیر پھر مصعب نے یہی کہا کہ عربوں کو سب سے پہلے قتل کر ڈالو اس طرح چھ ہزار نفوس جوشِ انتقام کی نذر ہو گئے۔

مختار کی تاریخ شہادت ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ ہے۔ وقتِ شہادت آپ کی عمر ۶۷ سال تھی۔

حرفِ آخر

سردست انتخاب تاریخ طبری کو یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ اگر موقع ملا تو باقی حصّے کی تکمیل کی جائے گی۔ اگرچہ اصلی مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اس تالیف و انتخاب کی غرض یہ تھی کہ اس کتاب کے قاری کے سامنے دو کردار، دو نظریے اور دو قسم کے افراد کی زندگی کے اہم پہلو واضح ہو جائیں تاکہ وہ حق و صداقت اور دین و دیانت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے صحیح اسلام اور حقیقی دین کو پہچان سکیں۔ صحیح اور غلط میں پہچان کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکے۔ میں نے کہیں بھی اپنی رائے یا نظریہ کو پیش نہیں کیا، بلکہ صرف متنِ کتاب کا ترجمہ وہ بھی زیادہ تر اہلسنت حضرات کے تراجم کو من وعن نقل کیا ہے۔ اگر کہیں کلام مرابط کرنے کے لیے ایک آدھ جملہ لکھا ہے تو اُسے بھی قوسین میں کر دیا ہے تاکہ وہ اصلی کتاب کی عبارت نہ سمجھی جائے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم تمام مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے اور انہیں دینِ حق کا پیروکار قرار دے۔ (از مؤلف)

وصلی اللہ علیٰ محمّدٍ و آلِ محمّدٍ وحشرنا معھم وجعلھم شفعاءنا یوم الحساب

نوٹ: یہ انتخاب نفیس اکیڈمی کراچی اردو ترجمہ شدہ تاریخ کی پہلی جلد سے لے کر پانچویں جلد کے صفحہ ۲۰۷ تک ہے۔ جہاں مختار کے حالاتِ زندگی ختم ہوتے ہیں۔

"ختم شد انتخاب طبری"

۸ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ بمطابق ۳ مئی ۱۹۸۲ء

(سید صفدر حسین نجفی پرنسپل جامعہ المنتظر لاہور)